بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواہر البحار اردو

فی

فضائل النبی المختار

مصنف

علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

زیب التحریر علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۰ لاہور

جواہر البحار اردو

فی

فضائل النبی المختار

جلد چہارم

مصنفہ

حضرت علامہ امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

سید امیر محمد شاہ قادری
ایم اے عربی و اسلامیات

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

جملہ حقوق بحق ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور محفوظ ہیں

نام کتاب	جواہر البحار فی فضائل النبی المختار (جلد چہارم)
مصنف	حضرت علامہ محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	سید امیر محمد شاہ قادری
سال اشاعت	نومبر 1999ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
مطبع	ایل جی پرنٹرز، لاہور
قیمت	-/150 روپے

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ، لاہور۔ فون:۔ 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ اردو، بازار لاہور، فون:۔ 7225085-7247350

فیکس:۔ 042-7238010

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

انتساب

بندہ اپنی حقیر کاوش کا انتساب اپنے رہبر و راہنما مرشد کامل شیخ الاسلام آل الگیلانی السید الشریف سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری مد اللہ فیوضہم دربار غوثیہ شارع گیلانی لٹن روڈ کوئٹہ شریف کی ذات گرامی کی جانب کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے جن کی عارفانہ فراست اور بصیرت نگاہی نے ذرۂ خاک راہ کو خورشید جہاں تاب بنا دیا۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

—— نیاز آگیں ——

بندۂ پر تقصیر سید امیر محمد شاہ قادری نقوی البخاری

غفرلہٗ ویوالدیہ ولاساتذیہ۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

فہرس

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	انتساب	۳
۲	امام شہاب الدین خفاجیؒ کے فرمودات گرامی	۱۵
۳	حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شب معراج شاہی کا شاندار اہتمام۔	۱۶
۴	حضور کا مقام قدس پر بلایا جانا۔	″
۵	رؤف رحیم ہونے میں حضور کا مقام منفرد ہے۔	۱۷
۶	ایک سوال اور امام غزالی کا جواب۔	″
۷	جواب از ابن منیر صاحب تفسیر البحر الکبیر۔	۱۸
۸	آپ غلط تحریر اور شعر کی اصلاح فرماتے تھے۔	۲۱
۹	حضور کے کتابت جاننے اور نہ جاننے پر اختلاف شوافع۔	۲۱
۱۰	بعض فقہا شافعیہ کے کتابت جاننے اور پڑھنے پر دلائل۔	″
۱۱	حدیث سہل بن حنظلہ بروایت برا ابن عازب	۲۲
۱۲	روباجی اور اس کی خطا پر ابو محمد ابن معوز کی تصنیف	۲۲
۱۳	ابو محمد ابن معوز کا جواب	۲۳
۱۴	مخلوق کو اللہ سے ملانے کا عظیم وسیلہ حضور علیہ السلام ہی ہیں۔	۲۴
۱۵	حضور کی حیات و رحلت میں اُمت کی بہتری ہے۔	۲۵
۱۶	سرکار کی حیات و وصال اپنے اپنے اوقات میں نافعہ ہیں۔	۲۷
۱۷	آپ سرکار ہر پیر وار اُمت کے اعمال ملاحظہ کے بعد شفاعت فرماتے ہیں۔	″
۱۸	حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم قیام قیامت تک اپنی قبر میں امت کی بخشش طلب کرتے ہیں گے۔	۲۸
۱۹	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقام اجر۔	″

www.muhammadilahi.net

marfat.com

Marfat.com

۲۰ اجتہاد پر اشکال اور اس کا جواب ۲۹
۲۱ حضور کی حیات و رحلت پر عمدہ تقریر 〃
۲۲ منشاءِ رحمت ایزدی ۳۰
۲۳ لفظ امت و قبض، فرط، سلف کی تحقیق ۳۱
۲۴ حضور علیہ السلام امت کے روحانی باپ ہیں اور ان کی بیگمات امت کی مائیں ہیں ۳۳
۲۵ اللہ کے ذکر کے ساتھ حضور کا ذکر ناگزیر ہے 〃
۲۶ ذکر خدا اور ذکر نبی پر امام شافعیؒ اور امام سبکیؒ کی تحقیق ۳۴
۲۷ سورت برأت کی آیت عفا اللہ عنک میں حضور کی عظمت شان ۳۵
۲۸ زمخشری کا اختلاف ۳۷
۲۹ خفاجیؒ کی طرف سے عبارت زمخشری کا جواب ۴۰
۳۰ حضور کا ارشاد کہ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں ۴۱
۳۱ حضور پرنور کی وجہ سے مکہ شہر کی قسم ۴۲
۳۲ حضور کو اسرار عجیبہ بلا واسطہ عطا ہوئے۔ ۴۳
۳۳ سرکار عالم کا خلق عظیم 〃
۳۴ نبی مکرم نور مجسم سب نبیوں سے افضل ہیں۔ ۴۴
۳۵ بمعہ جسم پاک بحالتِ بیداری حضور کا معراج ۴۵
۳۶ تمام انبیاء کے معجزات حضور کی برکت سے ہیں ۴۶
۳۷ دیدار الٰہی میں حضور کی خصوصیت ہے ۴۷
۳۸ تورات میں حضور کا اسم گرامی حبیب رکھا ہوا ہے 〃
۳۹ شفاعت اور مقام محمود سے حضور کی فضیلت ۵۰
۴۰ سوال اور جواب ۵۱
۴۱ حضور اول و آخر ظاہر و باطن ہیں ۵۲
۴۲ اعجاز قرآن۔ ۵۴

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

۴۳	نبی پاک کے مزار شریف کی جگہ تمام زمینی قطعات سے افضل ہے۔	۵۶
۴۴	ابن عبدالسلام کا دوسرا جواب	۵۷
۴۵	سوال وجواب	۵۹
۴۶	شیخ اسماعیل حقی کے فرمودات گرامی	۶۱
۴۷	حضورؐ کی نورانیت کا بیان	۶۲
۴۸	ایمان کے بعد تعظیم نبی میں اصل فلاح ہے۔	۶۵
۴۹	حضور سب کے رسول ہیں۔	۶۶
۵۰	سوال اور اس کا جواب	۶۷
۵۱	حضور پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والا آپ کی شفاعت کا مستحق ہے۔	۶۸
۵۲	حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔	۶۹
۵۳	حضور کو چونتیس معراج ہوئے۔	۷۰
۵۴	حضورؐ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔	۷۳
۵۵	حضور عالم اجسام کی اکسیر ہیں۔	۷۴
۵۶	حضورؐ علیہ السلام مسلمانوں کے مالک ہیں	۷۵
۵۷	حضور علیہ السلام سراج منیر ہیں۔	۷۷
۵۸	حکایت	۷۸
۵۹	حضور کی رسالت عامہ	۸۱
۶۰	محفلِ میلاد مستحب ہے	۸۸
۶۱	حضورؐ علیہ السلام بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔	۹۰
۶۲	لواء الحمد اور مقام محمود حضورؐ سے خاص ہیں	۹۳
۶۳	حضور کے اسماء پر صلے اللہ کے علاوہ الحمد للہ کہنا بھی مستحب ہے۔	۹۴
۶۴	حضورؐ سے پہلے اسم محمدؐ سے کسی کو نہیں پکارا گیا۔	۹۵
۶۵	آپ مجنون نہیں ہیں	۹۷

marfat.com

Marfat.com

۶۶	حضورؐ عالم ما کان و مایکون ہیں	۹۷
۶۷	اپنی مدد آپ سے اللہ کی مدد مفید ہوتی ہے۔	۹۸
۶۸	سرکار کا معیارِ تحمل و برُدباری۔	۹۹
۶۹	حضور کے اخلاق و اعمال میں بناوٹ نہیں ہے	〃
۷۰	حضورؐ علیہ السلام کا انشراحِ صدر	۱۰۶
۷۱	**عبدالعزیز دباغ کے فرموداتِ گرامی**	۱۰۹
۷۲	دباغ کے فرمودہ جواہر	۱۱۰
۷۳	اعتراض، جواب	۱۱۳
۷۴	دباغ کے فرمودہ جواہر	۱۱۵
۷۵	حضور کی قوتِ نبوت کے سات پہلو	〃
۷۶	حضور کی رُوحانی قوّت کے سات پہلو	۱۱۷
۷۷	خواب میں حضورؐ کی زیارت	۱۲۶
۷۸	تنبیہہ	۱۲۸
۷۹	جبریل کا ابتدائے وحی میں تاخیر کرنا۔	۱۲۹
۸۰	سوال و جواب	۱۳۰
۸۱	اللہ کی طرف سے آپ کو جو کچھ دیا گیا وہ آپ کی خصوصیت تھی۔	۱۳۲
۸۲	حضورؐ کے مشاہدہ جیسی کسی کو طاقت نہیں۔	۱۳۳
۸۳	قرآن کو پا لینے پر جناب مُوسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام حضور کی اتباع کرتے۔	۱۳۵
۸۴	تنبیہہ	۱۳۶
۸۵	سرکار کا ہر قول و کلام حق و صداقت پر مبنی ہوتا ہے	۱۳۹
۸۶	حضورؐ پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت	۱۴۱
۸۷	محبُوبِ خُدا کی ڈاڑھی مُبارک	۱۴۳
۸۸	حضور کی رفتار پُر وقار۔	〃

marfat.com
Marfat.com

۸۹	سرکار کے سینہ مبارک کا چاک ہونا۔	۱۴۴
۹۰	نزولِ وحی کے آغاز میں سرکار سے جبریل بغلگیر ہوئے۔	۱۴۵
۹۱	اللہ سے کٹ جانے کے اسباب میں سے ایک سبب بغضِ صحابہ ہے۔	۱۶۳
۹۲	اولیاء اللہ کی روحانی مجالس۔	۱۶۴
۹۳	انبیاءؑ کے معجزات اور حضورؐ کے غلاموں کا تصرف۔	۱۶۹
۹۴	حضورؐ کا لواء الحمد اور مقامِ مشائخ	۱۹۳
۹۵	اسماء الحسنیٰ اور ان کے معانی و حقائق	″
۹۶	اولیاء اللہ پر اسماء الحسنیٰ کے اثرات	۱۹۴
۹۷	سیدِ عالم کا علم اور علمِ جبریل	۱۹۸
۹۸	جبریل کو خدمتِ مصطفیٰ کے لیے پیدا کیا گیا ہے	۱۹۹
۹۹	مصطفیٰ سدرہ سے آگے اور جبریل وہیں رہ گئے	۲۰۰
۱۰۰	صلاۃِ مشیشیہ	۲۰۱
۱۰۱	ذکرِ مصطفیٰ سے کائنات وجود میں آئی۔	۲۰۳
۱۰۲	سرکار کی نورانیت کا فرون تک اثر رکھتی ہے	۲۱۲
۱۰۳	لیلۃ القدر کا سبب	۲۱۵
۱۰۴	کائنات کے تمام اسرار نورانیت مصطفیٰ کی تجلی۔	″
۱۰۵	علوم آدم کا نزول	۲۱۷
۱۰۶	حضور علیہ السلام اور دیگر انبیاءؑ کے علوم کا امتیاز	۲۱۸
۱۰۷	عالمِ بالا کے درجات و تشریح	۲۱۹
۱۰۸	حضورؐ کا علم تمام اہلِ علم سے زیادہ ہے	۲۲۰
۱۰۹	پیدائشِ آدم کا عجیب واقعہ	۲۲۱
۱۱۰	جناب آدم نے سب سے پہلے کلمہ طیبہ پڑھا۔	۲۲۲
۱۱۱	قدیم فلاسفہ کے علوم پر دباغ کی رائے۔	۲۲۳۰

www.muhammadilibrary.net

marfat.com

Marfat.com

۱۱۲	کفر و حق کی وضاحت	۲۲۴
۱۱۳	منجم اور کہنہ کی آرا شعائر اللہ کے بارے	〃
۱۱۴	حضورؐ کی زیارت کی فضیلت	۲۲۶
۱۱۵	حالات برزخ اور دیگر کیفیات	۲۲۷
۱۱۶	جنت اور اس کے مناظر	۲۳۰
۱۱۷	جنت بھی حضور پر درود پڑھتی ہے	۲۳۱
۱۱۸	ذکر مصطفےٰ سے جنت بڑھتی ہے	۲۳۲
۱۱۹	شیخ محمد بن عبدالباقی زرقانی کے فرمودات گرامی	۲۳۵
۱۲۰	حضور کے متعلق اللہ نے انبیاؑ سے عہد لیا	۲۳۶
۱۲۱	سرکار سے تمام مخلوق پناہ لے گی۔	۲۳۸
۱۲۲	جس جگہ آپ کا جسم اطہر ہے وہ ٹکڑے زمین کے ہر قطعہ سے افضل ہے۔	〃
۱۲۳	حضورؐ کا خصاصل و محاسن میں ثانی نہیں	۲۴۰
۱۲۴	محبوب خدا بحالت وحی	۲۴۲
۱۲۵	ایک حدیث کی وضاحت	〃
۱۲۶	یارسول اللہ، یانبی اللہ سے حضور کا خطاب	۲۴۴
۱۲۷	حضورؐ اپنے روضہ میں زندہ ہیں	۲۴۹
۱۲۸	سوال وجواب	۲۵۰
۱۲۹	حضورؐ کا وسیلہ جنت کے اعلیٰ درجے کا دوسرا نام ہے	۲۵۳
۱۳۰	جنت کے دو موتی	۲۵۴
۱۳۱	حضورؐ افضل الانبیاءؑ ہیں	۲۵۶
۱۳۲	حضور کا مقام انکسار	۲۵۸
۱۳۳	جملہ انبیاؑ کے کمالات حضور میں بیک وقت موجود تھے	۲۵۹
۱۳۴	اشکال کا رد	۲۶۰

marfat.com

Marfat.com

١٣٥ حبِ رسول کی علامات ٢٦١

١٣٦ حضور پر صلوٰۃ بھیجنے کی فضیلت اور فائدے ٢٦٢

١٣٧ حضور علیہ السلام کا مرض اسہال میں طبی مشورہ ٢٦٣

١٣٨ سرکار کا ابلیس کو قید کرنا ٢٦٦

١٣٩ شفاعتِ کبریٰ حضور ہی کا خاصہ ہے۔ ٢٦٧

١٤٠ شفاعت اور اس کی قبولیت میں سرکار سب سے اوّل ٢٦٩

١٤١ مسکینی سرکار کا اوڑھنا بچھونا تھی ٢٧١

١٤٢ شیخ عبد الغنی نابلسیؒ کے فرمودات گرامی ٢٧٣

١٤٣ حضور کے وسیلہ سے دُعائیں قبول عطائیں انمول ہو جاتی ہیں ٢٧٥

١٤٤ حقیقتِ محمدی پر اسرار شئی ہے ٢٧٧

١٤٥ حضور علیہ السلام ظاہر میں بیٹے اور باطن میں آدم کے باپ ہیں ٢٧٨

١٤٦ سیدنا صدیق اکبر حضور کے سب سے بڑے راز دان ہیں ٢٧٩

١٤٧ حضور علیہ السلام ہر راز اور رُوح کے فیض رساں ہیں ٢٨١

١٤٨ ہر ایک چیز سے سرکار کا تعلق کیسا ہے 〃

١٤٩ حضور کی پہچان ہی معرفتِ حق ہے ٢٨٤

١٥٠ اتباعِ سنتِ محمدی سے ہر سالک کمال کو پہنچتا ہے ٢٨٥

١٥١ حضور کی شریعت نے عقل کی عقل دنگ کر دی ٢٨٦

١٥٢ حضور علیہ السلام سب پر مُقدم اور ختم المرسلین ٢٨٧

١٥٣ علم آدم اشیا کے ناموں تک محدود اور حضور کا علم کنہ اور حقیقت تک ٢٨٩

١٥٤ کیا انبیا معصوم ہیں یا غیر معصوم؟ ٢٩٢

١٥٥ ذات باری تعالیٰ اور اس کی صفات ٢٩٧

١٥٦ باری تعالیٰ کی وہ صفات جن سے حضور کو متصف کیا گیا ہے۔ ٣٠٠

١٥٧ وہ صفات جن سے اللہ نے اپنے محبوب کی زبانی اپنے آپ کو متصف کیا۔ ٣٠٥

www.muhammadian.net

marfat.com

Marfat.com

۱۵۸	قُربِ خداوندی بذریعہ نوافل	۳۱۰
۱۵۹	صفاتِ باری تعالیٰ کی اصل تحقیق	۳۱۴
۱۶۰	معمہ وجود باری تعالیٰ کا حل	۳۱۷
۱۶۱	**سیدی سید مصطفےٰ البکری کے فرموداتِ گرامی**	۳۱۹
۱۶۲	اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۳۲۱
۱۶۳	اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عجیب تشریح	۳۲۵
۱۶۴	ایک سوال اور تقریر جواب	۳۲۶
۱۶۵	اسم محمد کے تلفظ میں ایک عظیم نکتہ	۳۲۸
۱۶۶	**سید سید عبد الرحمٰن العیدروس کے فرموداتِ گرامی**	۳۳۳
۱۶۷	تمام انبیا کا حضور پر ایمان لانا	۳۳۷
۱۶۸	ایک معتزلہ اور ابوالمواہب شاذلی کا مکالمہ۔	۳۴۱
۱۶۹	سوال وجواب	۳۴۷
۱۷۰	ملاحظہ فرمائیں	۳۵۰
۱۷۱	ایک اشکال اور اس کا جواب	〃
۱۷۲	ایک اشکال اور اس کا رَد	۳۷۳
۱۷۳	**شیخ سلیمان جمل صاحب دلائل الخیرات**	۳۷۹
۱۷۴	حضور علیہ السلام کے اسما گرامی	۳۸۰
۱۷۵	احید کے اسم سے متعلق ایک حدیث	۳۸۴
۱۷۶	فائدہ	〃
۱۷۷	**سیدی مرتضیٰ زبیدی شارح احیائے کے فرموداتِ گرامی**	۴۵۲
۱۷۸	ایک اطلاع	۴۵۷
۱۷۹	حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام کے فضائل	۴۶۵
۱۸۰	**سیدی سید میر غنی کے فرموداتِ گرامی**	۴۷۷

www.muhammadilibrary.net
marfat.com
Marfat.com

۱۸۱	ایک اشکال اور اس کا جواب	۴۸۴
۱۸۲	سیدی محمد البکری الکبیر کے فرمودات گرامی	۴۹۵
۱۸۳	تکملہ	۵۰۰
۱۸۴	اعتراف مترجم	۵۰۱

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

امام شہاب الدین خفاجیؒ

رحمۃ اللہ علیہ

کے

فرمودات گرامی

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شب معراج شاہی سواری کا شاندار اہتمام

امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کمیاب موتیوں جیسے ارشادات اپنی تصنیف شرح شفا میں حضور کے واقعہ معراج پر یُوں پیش کرتے ہیں۔ شرح شفا کی قسم اول میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بطریق مبین مذاہب امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ شب معراج حضور کی خدمت میں ایک شاندار خصوصی سواری (براق) بمعہ زین و لگام آراستہ شدہ پیش کیا گیا جوں ہی حضور سوار ہوئے براق شعوری طور پر ناچنے لگا اور جناب جبریل نے اسے ڈانٹ پلائی اور خوب جھڑک دیا اور کہا کہ اللہ کے حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عزت والے ہیں اور ان جیسے مُبارک سوار کی سواری کا تجھے کبھی اتفاق نہ ہوا ہو گا۔ پھر ان کے سامنے ایسی حرکت کیوں؟ تو براق عرق ندامت میں شرابور ہو گیا۔ نیز شیخ عزالدین غانم المقدسی نے اپنی کتاب شجرۃ الایمان میں اس مفہوم کو یُوں بیان کیا ہے کہ حضور کی پہلی سواری بیت المقدس تک براق ہے پھر دوسری سواری آسمان دنیا تک معراج ہے۔ پھر تیسری سواری ساتویں آسمان تک فرشتوں کے پر، پھر چوتھی سواری سدرۃ المنتہیٰ تک جبریل کے پر ہیں۔ پانچویں سواری سبز رفرف جس کے ارد گرد نور ہی نور تھا

امام خفاجیؒ فرماتے ہیں کہ صاحب شفا نے اس حدیث کو خلاف اسلوب و عادت یہاں ذکر کیا ہے کہ ان کے ارادہ میں تعظیم رسول کریم مکمل تھی پھر معراج مصطفےٰ روز روشن کی طرح ایک کھلی حقیقت ہے جو حضور کے سوا کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ معراج رسولِ عربی ایک نفس الامری واقعہ ہے جو چشم خرد کو خیرہ اور خزانہ عقل و فراست پر جمود اور اسلوب و عادت پر حیرت طاری کر دیتا ہے اور یہی ایک کمال معجزہ ہے۔

حضور کا مقام قدس پر بلایا جانا

بحکم خداوند کریم ایک جلیل القدر فرشتے جناب جبریل نے حضور کو مقامات قدسیہ کے مشاہدہ کی دعوت دی اور یہ دعوت بایں انداز تھی کہ جیسے حضور ان مقامات کے اسرار و عجائب سے نہ صرف واقف بلکہ بے تکلف ہوں۔ مقرب فرشتہ جناب جبریل علیہ السلام جماعت ملائکہ کے علاوہ خوبصورت زین سے آراستہ اور دیدہ زیب لگام زینت لب کیا ہوا ایک عمدہ ترین براق لایا گویا کوئی شہنشاہ اعظم سوار ہونے والا ہے فقیری پر ناز کرنے والے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سواری پر سوار ہونا آپ کے خسروانہ اور شاہانہ رُوپ کا ایک پہلو ہے حضور حرم عزت میں پہنچے اور حرم عزت وہ مقام جہاں کوئی نہ پہنچ سکا۔

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

جبریل نے اعترافاً کہا کہ غیب دان نبی سرکار جیسا عزت وعظمت والا انسان دنیا میں پیدا نہیں ہوا کہ آپ کو ذات حق نے صرف باہمی گفتگو سے ہی نہیں بلکہ دیدار وزیارت بے پردہ سے بھی مشرف کیا۔

رؤف رحیم ہونے میں حضور کا مقام منفرد ہے

امام خفاجیؒ نے شرح شفا میں ذکر کیا کہ حضور کو دو نام اسمائے الٰہیہ سے عطا ہوئے۔

ایک رؤف دوسرا رحیم۔ جس طرح قرآن میں ہے:۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ	بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے
اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ	وہ رسول جنہیں تمہارا مشقت میں پڑنا گوارا نہیں
حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ	تمہاری بھلائی چاہنے والے ہیں اور مسلمانوں
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ [1]	پر کمال مہربان ہیں۔

سوال اگر کوئی کہے کہ ان دو ناموں کے عطا ہو جانے میں حضور کی کیا خصوصیت ہے۔ جب کہ بعض دیگر انبیا کو بھی اسمائے الٰہیہ سے نوازا گیا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو کریم کہا [2] اور امین کہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو علیم کہا [3] اور حلیم کہا [4]، اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا الحلیم [5]۔ اس صورت میں حضور کی خصوصیت نمایاں نظر نہیں آتی۔ اس اشکال کی وضاحت امام غزالی اور علامہ ابن منیر صاحب تفسیر البحر کبیر نے الگ الگ پیرایہ میں کی ہے تفصیل ملاحظہ کیجیے۔

جواب از امام غزالیؒ جو اسمائے مبارکہ آپ کو عطا کیے گئے جس طرح ان اسما کا اطلاق حضور کی ذات پر ہے اس طرح دیگر انبیا پر ان کو عطا شدہ اسما کا اطلاق نہیں ہے۔

---

[1] پ ۱۱، سورۃ توبہ، آیت ۱۲۸۔

[2] پ ۲۵، سورۃ دخان، آیت ۱۷۔

[3] پ ۱۶، سورۃ طٰہٰ، آیت ۶۸۔

[4] پ ۲۶، سورۃ الذاریات، آیت ۲۸۔

[5] پ ۲۳، سورۃ صٰفّٰت، آیت ۱۰۱

[6] پ ۱۲، سورۃ ہود، آیت ۷۵۔

marfat.com
Marfat.com

بلکہ جو اسماء حضور کو عطا ہوئے ان کا اطلاق ایک وجہ سے آپ پر اسی معنی میں ہے جس طرح ان کا اطلاق ذاتِ حق کے لیے ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ	بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی
وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ	خبریں دینے والے اور ان مہاجرین اور انصار
سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا	پر جنہوں نے مشکل گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد
كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ	اس کے کہ قریب تھا ان میں سے کچھ لوگوں کے
ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ	دل پھر جائیں پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا
رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ [1]	وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے۔

اگرچہ اطلاق علی وجہ الکمال نہیں تاکہ امکان و وجوب میں امتیاز باقی رہے اور جو چیز آقا کے ساتھ منسوب ہو وہ عبد میں کما حقہٗ نہیں پائی جاتی تاہم دیگر انبیا کی نسبت جو اسماء حضور کو عطا ہوئے وہ خالی از خصوصیت نہیں ہیں جس طرح اللہ کے خُلق سے حضور کی خلق ہے۔ اسی طرح بعض دیگر ذاتی اوصاف سے بھی حضور کو شرف بخشا گیا قرآن میں آپ کا ان دو صفاتی ناموں سے متصف کیا جانا اکرام و اعزاز کی دلیل ہے جس سے آپ کو سب انبیاء سے ممتاز و منفرد کر دیا گیا بلکہ اولین و سابقین کو جو اوصاف و محاسن ملے وہ سب حضور ہی کا صدقہ ہیں۔

(۲) جواب از ابن منیر صاحب تفسیر البحر الکبیر

قرآن کریم میں تلاوتاً رؤف الرحیم کا یکے بعد دیگرے مل کر آنا واضح کرتا ہے کہ گویا ذاتِ حق اپنی ہی تعریف کر رہی ہے۔ کرامتاً و شرافتہً حضور کو ان اوصاف سے متصف کر دیا گیا تاکہ آپ کی رفعت شان کا چرچا ہو اور بخوبی جان لیا جائے کہ حضور کا مقام تمام مقامات کا مرکز اور آپ کا مرتبہ تمام مراتب کی انتہا ہے جاننا چاہیے کہ آیات قرآنیہ اسمائے الٰہی پر جہاں ختم ہوتی ہیں عموماً اسی تکرار سے ذکر ہوتے ہیں اگر پہلا لفظ دوسرے لفظ کے موافق ہو جس طرح غفور رحیم اس میں صفاتی مبالغہ کا فائدہ ہوتا ہے جس طرح بھی شایان شان الٰہی ہو۔ اگر پہلا لفظ دوسرے کا مغایر

---

[1] پارہ نمبر ۱۱، سورۃ توبہ، آیت ۱۱۷۔

marfat.com
Marfat.com

ہو جس طرح عزیز حکیم اس میں فائدہ سلامتی ہوتا ہے یعنی عزیز اپنے عزت وجلال سے ایک کام کرتا ہے جس کا حکمت تقاضا نہیں کرتی اور اگر یہ اسماخصائص مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جاری ہوں تو فائدہ تعظیم ہوتا ہے۔

معجزہ و احسان

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ [1] — بے شک اللہ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا جب ان میں انہیں میں سے ایک عظیم رسول بھیج دیا۔

مَنَّ اسی انعام کو کہا جاتا ہے جس پر کوئی جزا یا بدلہ طلب نہ کیا جائے اور مطلقاً انعام کے معنی میں بھی آتا ہے اور کثرت نعمت پر بھی بولا جاتا ہے اور اللہ اس ذات کا نام ہے جس کا وجود قطعی اور وہ ذات کسی تغیر و تبدل کو قبول نہیں کرتی اور ہر وصف کمال جامع ذات ہے۔ مؤمنین مصدر الایمان سے جمع اسم فاعل ہے اگر انفس ف کی زبر سے پڑھا جائے۔ تو معنی یہ ہے ان میں سب سے اشرف قبیلہ بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔ اور اگر انفس کو پیش سے پڑھا جائے تو معنی ہے انہیں میں سے۔ بہر دو تقدیر حضور نسبتاً اور شرافتاً قبیلہ عرب میں سے ہیں اور اس میں اعجاز مصطفائی ہے کہ آپ انہی کی جنس سے ہو کر مقامات رفیعہ پر فائز ہوئے اور وہ لوگ اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے کہ آپ نے نہ تو کہیں پڑھا ہے اور نہ باقاعدہ کہیں تعلیم حاصل کی ہے۔ آپ پر یکبارگی علم وعرفان اترآیا اور آپ نے اولین وآخرین کے مکمل حالات زندگی حرف بحرف بیان کر ڈالے اس میں ہر غافل کو توجہ دلانا مقصود تھی کہ گزرے ہوئے امور اور آئندہ حالات کی اطلاع ایک عظیم نبی ہی بہم پہنچا سکتا ہے۔ یہ بات آپ کے معجزہ کی وضاحت اور آپ کی نبوت کا کھلا ثبوت تھی۔

ارشاد حق تعالیٰ :۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی

---

[1] پارہ ۴، سورۃ آل عمران، آیت ۱۶۴ -

marfat.com
Marfat.com

مُّبِیْنٍ [1]　　　گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں ثنائے رسولِ عربی اور اُمت پر اظہار احسان ہے۔ امیّین لفظ اُمّی کی جمع ہے اور اُمّی وہ ہوتا ہے جو کسی دوسرے سے لکھنا اور پڑھنا نہ سیکھے، اور حضور کئی اعتبار سے اُمّی ہیں یا تو آپ لفظ ام کی طرف منسوب ہیں کہ آپ کی پیدائش سے پہلے ہی سایہ پدری اُٹھ گیا تھا یا آپ مادری طور معصوم اور فطرت پر پیدا ہوئے اور عرصہ حیات ظاہری تک آپ پر مادرزاد کی ہی کیفیت رہی کہ آپ نے نہ لکھا اور نہ پڑھا۔ یا آپ اُمت العرب کی طرف تشریف لائے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ جس طرح حدیث میں آیا کہ بُعِثْتُ اِلٰی اُمَّۃٍ اُمِّیَّۃٍ　میں اُمّی امت کی طرف بھیجا گیا ہوں اور ابن عباس نے کہا ہے کہ لفظ اُمّی کا اطلاق لکھنے اور نہ لکھنے والوں پر برابر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُمّی وہ ہے جو نہ پڑھے اور نہ لکھے اور سرکار کا ان میں ان کی شکل ہونا صرف اُنسیت اور استفادہ قوم کے لیے تھا کہ وہ آپ سے متوحش و غیر مانوس نہ ہوں۔

ارشادِ خداوندی۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ	اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے
وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ	اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو
الْمُبْطِلُوْنَ [2]	باطل والے ضرور شک کرتے۔

اس میں معجزہ کو ظاہر کرنے کی حکمت تھی کہ باوجود نہ لکھنے اور نہ پڑھنے کے سرکار نے اولین وآخرین کی خبریں اور حالاتِ زندگی بیان کر دیئے اور بشارتِ انبیا کی تائید اور موافقت بھی ہے۔ کہ وہ اپنی کتابوں میں آپ کے اُمّی ہونے کی بشارت پیشین گوئی کرتے رہے۔ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْاُمِّيِّ مُعْجِزَةً　　فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّادِيْبِ فِي الْيُتُمِ

ترجمہ: آپکے حالت اُمّی کا علم کافی ہے جو یتیمی، ہوش سنبھلنے اور جاہلیت کے ادوار میں معجزہ

---

[1] پارہ ۲۱، سورۃ عنکبوت، آیت ۴۸۔

[2] پارہ نمبر ۲۸، سورۃ جمعہ، آیت ۲۔

www.muhammadiar.net
marfat.com
Marfat.com

ثابت ہوا۔

آپ غلط تحریر اور شعر کی اصلاح فرماتے تھے۔

آیت مَاکُنْتَ تَتْلُوا اور حدیث بُعِثْتُ اِلیٰ اُمَّۃٍ اُمِّیَّۃٍ۔ سے واضح ہے کہ آپ نے لکھنا پڑھنا شعر کہنا پسند نہیں فرمایا یا لائق شان نہیں تھا تاہم اچھے مفہوم کے شعر اور برے شعر کا فرق ظاہر فرما دیا کرتے تھے۔ اور غلط تحریر کی اصلاح فرما دیتے تھے۔

حضور کے کتابت جاننے اور نہ جاننے پر اختلاف شوافع

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ رافعی کی احادیث کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فقہاء شافعیہ نے خط اور شعر کو حضور علیہ السلام کے لیے حرام شمار کیا ہے اور بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ حضور کے لیے کتابت نہ جاننے کا سبب صرف اظہار معجزہ تھا جب آپ سے بے شمار خوارق عادت ظاہر ہو چکیں تو قرآن نازل ہو گیا۔ اسلام کی ہر جگہ ریل پیل ہو گئی تو حضور کتابت کو خوب جاننے پہچاننے لگے۔

بعض فقہا شافعیہ کے حضور کے کتابت جاننے اور پڑھ لینے پر دلائل

ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کی کہ:

مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَتّٰی کَتَبَ وَقَرَءَ ۔ ترجمہ: حضور نے سفر آخرت نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ نے لکھا اور پڑھا۔

جناب مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا ذکر اپنے شیخ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کئی قومیں اس کا ذکر کرتی ہیں اور قرآن کی آیت حضور کے لکھنے اور پڑھنے کے منافی نہیں۔ اور ابن ماجہ حضرت انس سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

رَوَی ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ لَیْلَۃَ اَسْرٰی بِیْ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبًا اَلصَّدَقَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا وَالْقَرْضُ بِثَمَانِیَۃَ عَشَرَ ترجمہ: ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھے شب معراج دروازہ جنت پر لکھا ہوا دکھایا گیا کہ صدقہ خیرات کا بدلہ دس گنا ہوگا اور قرض اٹھارہ گنا ادا کرنا ہوگا۔

لکھے ہوئے کو پڑھ لینا دلیل ہے تحریر و کتابت جاننے کی۔

www.muhammadan.net

marfat.com
Marfat.com

اس حدیث کا جواب اس طرح بھی دیا جاسکتا ہے کہ حضور کا اس تحریر کو پڑھ لینا یہ معرفت کتابت سے پہلے تھا اور یہ آپ کے بلیغ معجزہ کی دلیل تھی یا اس عبادت کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا اور آپ کو اللہ کی طرف سے اس پر اطلاع ہوئی۔

حدیث سہل بن حنظلہ بروایت براابن عازب

جب حضور علیہ السلام نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم کیا کہ اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو کچھ لکھے تو عیینہ نے کہا کہ کیا آپ غور فرما رہے ہیں کہ میں دعوتی مراسلہ اپنی قوم کے پاس لے جا کر اپنے آپ کو کیا محسوس کروں گا۔ تو وہ مکتوب حضور نے ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھا پھر فرمایا کہ آپ پر لازم ہے جس کا آپ کو حکم کیا گیا ہے۔ اور یونس بن میسرہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ ہم نے دیکھا حضور نزولِ قرآن کے بعد لکھا کرتے تھے۔ اس حدیث پر امام بخاری کی صلح حدیبیہ والی حدیث دلیل ہو سکتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک ورق لیا باوجودیکہ لکھنا پسند نہیں تھا تو آپ نے لکھا۔

مَا قَاضٰی عَلَیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الحدیث ترجمہ: اس پر محمد بن عبداللہ فیصلہ سنانے والا نہیں۔

ابن دحیہ اور ان کے ہم خیال ابوذر ابوالفتح نیشاپوری اور ابوالولید باجی انہوں نے اس موضوع پر ایک تصنیف بھی کی ہے اور ابن ابی شیبہ نے ان سے بھی ایک قدم آگے رکھا ہے اور کہا کہ حضور نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حدیبیہ میں لکھا۔ ابوبکر ابن العربی نے کہا کہ ابوالولید باجی کو معاصر علماء نے طعن و تشنیع کے علاوہ بے دین تک کہہ دیا اور معاصر علما صاحب اختیار تھے انہوں نے مناظرہ کے لیے ایک بڑی کانفرنس طلب کی جس میں باجی نے افریقہ اور صقلیہ کے علما کو خط لکھے تو ان علما افریقیہ وغیرہ نے باجی کے موقف پر ہی جواب دیئے۔ باجی کا پلہ بھاری ہو گیا تو اس نے معاصر علما پر براہین و دلائل قائم کئے اور ان کو جہالت سے منسوب کیا مناظرہ میں معاصر علماء نے کہا کہ جب اللہ نے حضور کو اُمّی بنا کر مبعوث کیا ہے تو لکھنا آپ کے لیے باعثِ کمال نہیں تو باجی نے جواب دیا کہ آپ کا اُمّی ہونے کے باوجود معرفت کتابت سے مشرف ہونا یہ آپ کے معجزہ کی نفی نہیں کرتا بلکہ بجائے خود یہ ایک دوسرا معجزہ ہے۔

رد باجی اور اس کی خطا پر ابو محمد ابن معوز کی تصنیف

ابن معوز نے باجی اور اس کے تبعین کے رد میں ایک کتاب لکھی جس

marfat.com
Marfat.com

میں ابو محمد ہواری کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہواری نے مجھے بتایا کہ میں باجی کی رائے عموماً بے خطا تصور کرتا تھا ایک رات خواب میں میں نے روضۂ رسول کو دیکھا کہ وہ سخت زلزلہ میں آیا۔ قبر شریف پھٹ گئی اور بکھر گئی اور زلزلہ رک نہیں رہا تو میں بہت خوفزدہ ہوا میں سمجھا کہ شاید یہ منظر مجھے میرے عقیدہ کے متعلق دکھایا گیا ہے تو میں نے اپنے عقیدہ سے رجوع کر کے توبہ کی تو قبر شریف نے سکون و قرار لیا۔ ابن معوذ نے کہا کہ میں نے ہواری کو تعبیر بھی یہی بتائی اور مجھ پر اس آیت کا معنی بھی عیاں ہو گیا۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا[1]

ترجمہ: قریب ہے کہ آسمان اس سے ریزہ ریزہ ہو جائیں اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ گرتے گرتے گر جائیں۔

ابو محمد ابن معوز کا جواب

روایت براء کی حدیث صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے جس کے کاتب حضرت علی المرتضیٰ تھے اور روایت بخاری میں بھی براء کی حدیث واقع ہوئی ہے کہ جب حضور علیہ السلام اہل حدیبیہ سے معاہدہ صلح کر رہے تھے تو مولیٰ علی نے صلح نامہ لکھا اور اس میں محمد رسول لکھ دیا۔ اور جس روایت میں آیا کہ حضور نے خود لکھا تو اس میں کَتَبَ بمعنی اَمَرَ الْکَاتِبَ۔ کہ کاتب کو حکم کیا۔ اور اس قصہ پر روایت مشہور سے دلیل ہے حضور نے صلح حدیبیہ کے موقع پر فرمایا۔

وَاللّٰهِ اِنِّی لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنْ كَذَّبْتُمُوْنِیْ اَكْتُبُ مُحَمَّدَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: خدا کی قسم میں بے شک اللہ کا رسول ہوں اور اگر تم مجھے جھٹلاؤ تو میں رسول اللہ بجائے محمد بن عبد اللہ لکھوں گا۔

اور بہت سی حدیثوں میں کَتَبَ بمعنی اَمَرَ کے آیا ہے جس طرح۔

اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلٰى قَيْصَرَ وَكَتَبَ اِلَى النَّجَاشِیْ وَكَتَبَ اِلٰى كِسْرٰی۔

یعنی حضور نے قیصر روم کی طرف خط لکھنے کا حکم کیا۔ یوں ہی شہنشاہ نجاشی کی طرف خط لکھنے کا حکم کیا اور ایسے ہی کسریٰ کی طرف لکھنے کا حکم کیا۔

---

[1] پ ۱۶۔ سورہ مریم۔ آیت ۹۰۔

marfat.com
Marfat.com

ان سب جگہوں پر کَتَبَ بمعنی حضور نے لکھنے کا حکم کیا کے ہیں۔

بعض روایات میں ملتا ہے کہ ایک کاتب نے محمد رسول اللہ لکھا تو حضور نے اسے روک لیا اور کہا کہ مجھے دکھاؤ تو اس کاتب نے دکھا دیا۔ حضور نے لفظ محمد رسول اللہ کو مٹا کر دہ تحریر حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو دے دی حضرت علی نے آپ کے حکم سے محمد رسول اللہ کی بجائے محمد ابن عبداللہ لکھ دیا۔ قاضی ابو جعفر سمنانی اور ان کے بعض ساتھیوں نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ اگر حدیث کو ظاہر معنی پر بھی لیا جائے تو اس میں یہ احتمال ہے کہ آپ نے لکھا تو ہو گا۔ لیکن کتابت کے علم بغیر اور تمیز حروف کے سوا جس طرح بعض بادشاہ اپنی علامات سے لکھتے ہیں اور وہ اُمّی ہوتے ہیں۔ اور یہ جواب لاجواب ہے۔

مخلوق کو اللہ سے ملانے کا عظیم وسیلہ حضور علیہ السلام ہی ہیں

قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب الشفاء میں حضرت جعفر بن محمد کا قول نقل کیا ہے کہ رب ذوالجلال نے مخلوق کو اپنی طاعت میں عاجز معلوم کیا اور مخلوق پر عیاں کر دیا کہ ان کی رسائی ذات کبریا تک ناممکن ہے کیونکہ مخلوق سراسر تدنس اور ذات کبریا تقدس کی جناب ہے۔ اور اپنی مخلوق کے استفادہ کے لیے اپنے اور مخلوق کے درمیان حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی شکل وصورت میں ان کی جنس سے پیدا کر دیا اور آپ کو رحمت ورافت جیسی عظیم صفات سے ملقب کیا اس پر امام شہاب الدین خفاجیؒ فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیے جب قاضی عیاض نے اپنی کتاب میں اس مقام پر ایسی آیات کا ذکر کیا ہے جن سے حضور علیہ السلام کی صفت وثنا کمال درجہ میں پائی جاتی ہے اور ان سب آیات کا معنی ومفہوم یہی ہے کہ بے شک اللہ نے اس امیہ اُمت میں ایک بہت بڑا رسول بھیج دیا جو حسب ونسب کے لحاظ سے اللہ کی سب مخلوق پر افضل ہے۔ اور جسے پاک پشتوں سے پاک پیٹوں میں امانت رکھا گیا اور جس پر آسمانی کتابوں میں سب سے بڑی کتاب بطور وحی نازل کی گئی۔ جنہوں نے اولین وآخرین کی خبریں دیں دین کی آسانی بھی انہی کے ساتھ قائم ہے۔ دین کی تکمیل بھی آپ ہی سے ہوئی آپ کے صحابہ کو ان کے دشمنوں پر تائید ونصرت بھی آپ کی وجہ سے ہوئی معاشرتی طور اللہ نے انہیں دنیا کا شہنشاہ کیا اور ان کی رحیمانہ اخلاق سے تربیت کی جب ان میں

www.muhammadiat.net

marfat.com
Marfat.com

ان کی مثل (شکل و صورت)، کا ایک رسول انہیں کی زبان میں (بلحاظ عقل و فہم) خطاب فرمایا تو اس میں اللہ کی طرف سے پیام رافت تھا اور جیسا کہ اللہ نے اپنی نعمتوں کو حضور نبی غیب دان پر اور مخلوق پر پورا کر دیا ہے ایسے ہی حضور علیہ السلام نے جب اپنا رحم و کرم خلق خدا کے دلوں میں پیوست کر دیا۔ اور انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ تو اللہ نے قرآن میں اسی لیے اپنے محبوب علیہ السلام کو یکے بعد دیگرے دو صفات سے نوازا، اور ارشاد فرمایا:

وبالمؤمنین رءوف رحیم ۔ ترجمہ: اور آپ مسلمانوں پر کمال مہربان ہیں۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے درحقیقت ذات حق ہی متصف ہے لیکن اللہ نے جب حضور کو اپنے اس عظیم و وسیع جہان میں بحثیت خلیفہ بھیجا یا مبعوث فرمایا۔ آپ کو تمام خلق سے ممتاز و مکرم کرنے کے لیے خلعت رافت و رحمت عنایت فرمائی۔

حضور کی حیات و ممات میں امت کی بہتری ہے

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الشفا میں حضور کی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم ۔ (الحدیث)

ترجمہ: میری ظاہری زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور میرا سفر آخرت بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔

جس کی شرح میں امام خفاجی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی روایت صحیح سند کے ساتھ عبد اللہ ابن مسعود نے بیان کی اور حارث ابن ابی اسامۃ نے بھی اس حدیث کو صحیح سند سے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔

اور ایک روایت میں مماتی کی جگہ موتی کا لفظ بھی آیا ہے۔ حضور علیہ السلام کی حیات طیبہ اور آپ کی موت بشری امت مصطفےٰ کے لیے ہر دونوں نفع بخش ہیں آپ کی حیات ظاہری کی منفعت کوئی مخفی امر نہیں کہ آپ نے اللہ کے دین کا بول بالا کر دیا بے راہ رو لوگوں کو راہ حق پر چلا کر منزل تک پہنچایا۔ کالے گورے کی تمیز ختم کر دی۔ طبقاتی اور قبائلی مراتب کالعدم کر دیئے اور صنف نازک بحالت معصومی سکیاں لے لے کر زندہ دفن ہو جاتی تھی۔ تو آپ نے جہلاء عرب کی غلط روش کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ ذرا سی بات پر الجھنے والوں کو باہم شیر و شکر ہونے کی تعلیم دی اور جنہوں نے آپ کی دعوت حق قبول کی۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

ان کو اپنے اخلاقِ حسنہ سے مزین کر کے ایک مثالی قوم بنایا طاغوتی اور باطل قوتوں سے ٹکرا جانے کی استعداد اور فتح یابی کی مہارت تامہ بخشی اور ایک مومن کو دوسرے مومن سے سلسلہ وار ملا کر ایک آہنی دیوار سیسہ پلائی ہوئی قائم کر دی اور جو لوگ آپ کے آنے سے پہلے ہمیشہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہا کرتے تھے انہیں مجسمہ اخلاق بنا کر ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ کا سچا ساتھی بنا دیا۔ غرضیکہ کوئی ایسا نفع بخش پہلو نہیں جس سے آپ کی ذات نے پوری خلق خدا کو بقدر مناسب نفع نہ دیا ہو، دولت قرآن دولت ایمان سرمایہ علم و معرفت توشہ عمل صالح، زینت اخلاق حسنہ ممکن نہیں کہ آپ کی حیات ظاہری کی شرح منفعت کو عقل کم فہم تعداد و شمار میں لا سکے اور حضور پُرنور کی موت یعنی سفر آخرت سے یہ وہم منع ہے کہ اب آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب کوئی مرتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں صدقہ جاریہ، اولاد صالح اور نفع بخش علم۔ حضور علیہ السلام انقطاع عمل سے مستثنیٰ اور مبرا ہیں بلکہ آپ کو عین آخری وقت میں بذریعہ وحی تکمیل دین کی بشارت دی گئی۔ آپ کے باقیات صالحات اور الطاف و عنایات تا ابدالآباد قائم و دائم رہیں گے۔ حدیث میں مذکور لفظ خیر کی مناسب تحقیق و تشریح یہ ہے کہ خیر اس نفع پر بولا جاتا ہے جو بغیر کسی تکلیف و مشقت کے میسر آئے۔ اور فطرتاً مرغوب و محبوب ہو، علم نحو میں اس کا استعمال کبھی صفت مشبہ سے بھی ہوتا کہ اس میں ثبوتی معنی ہے اور اکثر اس کا استعمال افعل التفضیل سے ہوتا یہ اَخْیَر سے مخفف ہے جس طرح لفظ شر اَشر سے مخفف ہے اور اس کا استعمال الفاظ اصلی سے شاذ و نادر ہوتا جس طرح ایک شاعر کا قول ہے

بِلَالُ خَیْرُ النَّاسِ وَ ابْنُ الْاَخْیَرُ۔	یعنی حضرت بلال سب لوگوں سے بہتر ہے اس لیے کہ وہ سب سے بہتر کا بیٹا ہے۔

اس طرح لفظ شر بھی اصلی صورت میں قرأت شاذہ سے پڑھا جاتا ہے جس طرح۔

سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَنِ الْکَذَّابُ الْاَشَرُّ[1]	یعنی کل وہ جان جائیں گے سب سے زیادہ شرارتی اور جھٹلانے والا کون ہے۔

---

[1] پ ۲۷، سورۃ قمر، آیت ۲۶۔

www.muhammadilm.net

marfat.com
Marfat.com

سرکار کی حیات وموت اپنے اپنے اوقات میں نافع ہیں

حضور جانِ عالم کے خطاب میں جو بھی آیا ہے یقیناً یہ دونوں حقیقتیں اس کے لیے نفع بخش ہیں۔ آپ کی حیات نے اپنے وقت میں آپ کی موت سے زیادہ فائدہ دیا اور آپ کی موت اپنے وقت میں ایک طرح آپ کی حیات ظاہری سے زیادہ سودمند ہے۔

آپ سرکار ہر پیروار اُمت اعمال ملاحظہ کے بعد شفاعت فرماتے ہیں

آپ کی موت یعنی وصال سے اجتہاد کا منظرِ عام پر آنا اٹکل و اندازہ کے سہارا سے گریز شارع دین پر احتیاط سے چلنا کی ضرورت محسوس ہوئی آپ کے غم موت میں ثابت قدم رہنا تعلیم اُمت ہے۔ امت کے مصائب کا کفارہ آپ کی مصیبتوں نے ادا کیا۔ واقعی یہ معتبر امر ہے کہ آپ کے مصائب کے مطالعہ سے مصائب اُمت فی الفور کافور ہو سکتے ہیں آپ کے وصال سے اجتہادی مسائل کا اختلاف پیام رحمت بنا، اور ہر پیروار اعمال اُمت ملاحظہ کے بعد آپ شفاعت فرماتے ہیں اور بعض احادیث میں تعلیقاً یہ الفاظ بھی مذکور ہیں۔

اَمَّا حَیَاتِیْ فَاُبَیِّنُ لَکُمُ السُّنَنَ وَاَشْرَعُ الشَّرَائِعَ وَاَمَّا مَوْتِیْ فَاِنَّ اَعْمَالَکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ فَمَا رَأَیْتُ مِنْهَا حَسَنًا حَمِدْتُ اللّٰهَ وَمَا رَأَیْتُ مِنْهَا سَیِّئًا اَسْتَغْفَرْتُ۔

ترجمہ: بہر حال میں نے اپنی زندگی میں تمہارے لیے خوش اسلوب طریق زندگی اور اصول معاشرت وضع کئے اور بہر حال میری موت میں تمہارے عمل مجھ پر پیش کیے جائیں گے میں اچھے اعمال کو دیکھ کر اللہ کی تعریف کروں گا۔ اور تمہارے اعمال بد کو دیکھ کر بخشش طلب کروں گا۔

نیز حضور کو ملائکہ علیہم السلام کا درود شریف جو سرکار کا غلام پڑھے پیش کرنا اور پہچاننا احادیث سے ثابت ہے اور آپ پر اعمال اُمت اسی طرح بالکل واضح اور آشکارا ہیں جس طرح ایک شاعر نے مثال ذکر کی ہے۔

کالشمس فی کبد السماءِ وضوءُھا
یَغشی البلادَ مشارقاً ومغاربا

ترجمہ: جس طرح آسمان کے وسط میں سورج اپنی آب و تاب کے ساتھ پوری دنیا کے شہروں کے مشرق و مغرب پر چھایا رہتا ہے۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

بلا تمثیل حضور کو ذاتِ کبریا نے سراجِ منیر کہا ہے کہ آپ چمکا دینے والے آفتاب ہیں تو بھلا اعمال اُمت آپ پر کیسے مخفی رہ سکتے ہیں ۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم قیامِ قیامت تک اپنی قبر میں اُمت کی بخشش طلب کرتے رہیں گے ۔

صاحب جواہر محی الدین ابن عربی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ۔

اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا	بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
مِتُّ لَا اَزَالُ اُنَادِيْ فِيْ قَبْرِيْ	کہ جب میں اس دُنیا سے رخصت ہو کر اپنی قبر میں
اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ حَتّٰى يُنْفَخَ فِي الصُّوْرِ	چلا جاؤں گا تو ہمیشہ انہی کی بخشش کی ندا کرتا رہوں
فَطَنِيْنُ الْاَذَانِ لِمَا تُدْرِكُهُ	گا یہاں تک کہ صور پھونک دیا جائے گا۔ پس
الرُّوْحُ التَّكْبِيْرَةُ مِنْ ذٰلِكَ	وہ اذان کی سی آواز ہو گی جب اس آواز کو روح
النِّدَاءِ ۔	سُنے گی تو اپنی جگہ پر قرار پکڑے گی ۔

اس لیے مستحب ہے کہ جب آذان سُنی جائے تو حضور کا اُمتی پر حق بنتا ہے کہ وہ سلام و صلوٰۃ عرض کرے ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقام واجر

امام ترمذی نے کہا حضرت جنابہ سیدہ فاطمہ کا اجر بلند ہے کہ انھوں نے حضور کی مصیبتِ موت کا غم برداشت کیا۔ یہاں تک کہ آپ کا مقام جنابہ خدیجۃ الکبریٰ اور آپ کی بہنیں جنہوں نے حضور کی حیات ہی میں وفات پائی سے بلند ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس بڑی مصیبت پر حضرت فاطمہ کے اجر و ثواب میں تو کوئی شک و شبہ نہیں لیکن اپنی ماں پر اس وجہ سے فضیلت نہیں رکھتیں بلکہ حدیث میں آیا ہے۔ اَنَّ فَاطِمَةَ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ ۔ یعنی فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے۔ کی وجہ سے فضیلت رکھتی ہیں ۔ ابو داؤد شریف میں آیا ہے کہ میں کسی کو نبی کے جسم کا حصہ یعنی (حضرت فاطمہ) کے برابر نہ کروں گا جنابہ فاطمہ کی اپنی بہنوں پر فضیلت ۔

فَاطِمَةُ اَفْضَلُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ	ترجمہ: حضرت فاطمہ دنیا جہان کی سب عورتوں پر
اِلَّا مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ ۔	زیادہ فضیلت رکھتی ہیں مگر عمران کی بیٹی حضرت مریم ۔

www.muhammadilm.net

marfat.com
Marfat.com

سے ثابت ہے۔ اگر اس مصیبت پر ہی حضرت فاطمہ کی فضیلت ہے تو پھر حضرت عائشہؓ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ افضل ہیں۔ اکثر اس کے خلاف ہیں۔[۱]

اجتہاد پر اشکال اور اس کا جواب

ماقبل میں لکھا گیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی موت سے اجتہاد کا دروازہ مکمل کیا۔ علم اصول کی کتابوں میں ملتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم حضور کے زمانۂ اقدس میں بھی اجتہاد کیا کرتے تھے۔ تو پھر اجتہاد حضور کی ممات سے خاص نہ ہوا۔

جواب ہماری مراد مطلقاً اجتہاد نہیں بلکہ تشہیر واشاعت اجتہاد ہے اور یہ آپ کے وصال کے بعد ہی ہوا کہ مذاہب کی کثرت ہوئی اور تصانیف وتالیفات عام ہوگئیں۔

اور ماقبل میں جہاں ذکر ہوا کہ ملائکہ حضور پر اُمتیوں کے بے شمار صلوٰۃ وسلام ایک وقت پیش کرتے ہیں اس پر کہا گیا ہے کہ اس کی اصل ثابت نہیں۔ یہ قول مردود ہے اس میں انکار کی کوئی وجہ نہیں اور اس کی مزید وضاحت صحیح طرق سے مفصل آگے ذکر کی جائے گی۔

حضور کی حیات وممات پر عمدہ تقریر

آپ کی حیاتِ ظاہری میں آپ کی رحمتِ خلق پر اس طرح خیمہ زن رہی کہ بھولے بھٹکوں کو بھلائی کی راہ نہ صرف دکھائی بلکہ راہ نوردی کے ساتھ ساتھ منزلِ شوق تک پہنچایا اور جب آپ بظاہر خلق میں موجود تھے تو مسلمان قوم چھین جھپٹ کے حملوں چہروں کا بگڑنا اور زمین میں دھنس جانے جیسے عذابوں وغیرہ سے بے خطر تھی۔ جس طرح قرآن میں آیا ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔[۲]

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ خوشخبری دو کہ ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔

---

[۱] حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ کی افضلیت سے حضرت خدیجہؓ کی فضیلت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ یہ امر مخفی نہیں کہ کبھی مفضول کو ایسی جزوی فضیلت دی جاتی جو فاضل میں نہیں ہوتی۔ (مترجم)

[۲] پ۹، سورۃ انفال، آیت ۳۳۔

marfat.com
Marfat.com

قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ[1]

سی طرح آپ کی موت سے بھی امت پر رحمت کا سائبان سایہ فگن ہے کہ حضور کا انتقال اکثر گنہگار افراد امت سے پہلے ان کی بخشش کی فراوانی کی دلیل ہے اور نبی علیہ السلام اپنے روضہ اطہر میں زندہ ہیں اور جس طرح حیات ظاہری میں آپ نبوت و رسالت سے مشرف تھے، بلا ریب اب بھی اسی طرح نبی اور رسول ہیں یعنی آپ کی موت سے آپ کے نبی اور رسول ہونے میں کچھ فرق نہیں آیا۔ شارح مسلم شریف امام نووی سے کسی نے سوال کیا کہ جو شخص حضور کو خواب میں دیکھے اور اسے حضور علیہ السلام کوئی حکم فرمائیں تو کیا وہ حکم بجالایا جائے یا ترک کر دیا جائے تو امام نوویؒ نے جواب دیا اس شخص پر مستحب ہے وہ امر اپنی ذات تک بجالائے اور واجب اس لیے نہیں کہ سونے والے کو پورا مفہوم حفظ و ضبط میں نہیں رہتا اور اس حکم کو تاویل کی احتیاج پیش آئے گی اور اس سے۔

مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَآنِي حقاً۔ ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا بے شک اس نے مجھے ہی درست دیکھا ہے۔

کی نفی ہوتی ہے۔

نثار رحمت ایزدی

إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ رَحْمَةً بِأُمَّةٍ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا۔ ترجمہ: جس قوم کے ساتھ اللہ رحمت کا ارادہ فرمائے تو اس قوم کے نبی کو اللہ تعالیٰ فراوانی بخشش کے لیے کئی افراد امت سے پہلے اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ (الحدیث)

اس حدیث کی روایت جناب مسلم قشیری نے ابو موسیٰ اشعریؓ کی ہے۔ یہ حدیث اپنے متن و سند میں بالکل صحیح ہے

---

[1] پ۱۱، سورۃ یونس، آیت ۲۔

marfat.com
Marfat.com

امام مسلم نے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں کسی قوم پر بھلائی کا ارادہ فرماتے تو ان کے من کی ظاہری زندگی پوری کر دیتا ہے تاکہ اُمت کو زیادہ بخشش مہیا ہو سکے اور جب کسی قوم کی دمار وہلاکت کا ارادہ فرماتے تو ان کے نبی کو زندہ رکھتا ہے اور جب وہ اپنے ہی نبی کو جھٹلائیں یا کسی عظیم حکم کے خلاف کریں تو انہیں ہلاک کر دیتا تاکہ چشم نبی روشن دل نبی شاد ہو۔

لفظ اُمت و قبض، فرط ، سلف کی تحقیق ۔

(۱) لفظ اُمت اصل میں بڑی جماعت پر بولا جاتا ہے اس کا اطلاق اس قوم پر بھی ہوتا ہے جن کی طرف کوئی رسول بھیجا جائے تو اگر وہ اس کے تابع فرمان ہو جائیں یہ (اُمت اجابت) کہلاتی ہے۔ اور اگر اپنے حال پر رہیں تو (اُمت دعوت) کہلاتی ہے۔ حدیث میں مذکور لفظ سے مُراد امت اجابت ہے۔

اور لفظ قبض اصل میں کسی چیز پر مضبوط گرفت کرنا یا اس چیز کی میعاد پوری ہو جانے کے معنی میں آتا ہے جس طرح قَبَضَ المَالَ اس نے مال اپنے قبضہ میں لے لیا۔ قَبَضَ المَتَاعَ وہ سامان پر قابض ہو گیا۔ قَبَضَ اللّٰہُ اَوِ المَلَکُ زَیدًا اَوْ رُوْحَہٗ ۔ یعنی اللہ یا فرشتہ نے زید یا اس کی روح کی میعاد پوری کر دی۔ اس لفظ کا مشہور استعمال کسی چیز کو لے لینے کا ہے۔ مذکور لفظ قبض سے بھی یہی مراد ہے لیکن اس معنی سے بھی عدول ہے کہ موتِ انبیاء عامۃ الناس کی طرح نہیں ہوتی بلکہ فرشتہ اجل اللہ کا حکم بجالاتا ہے نبی کی رُوح قبض کر کے پھر لوٹا دیتا ہے۔ اور انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں کہ ان کے ابدان و اجسام مٹی نہیں کھا سکتی۔

(۲) فَرَطٌ ۔ اس شخص پر بولا جاتا ہے جسے لوگ اپنے سفر اور منزل کے لیے نہایت پسندیدگی سے امیر بنا لیں۔ اور وہ تمام سفری سہولتیں مثلاً کھانا اور پینا۔ یا مسافروں کا ایک مقام پر ٹھہرنا یا نہ ٹھہرنا۔ بہتر ہے یا نہیں کے متعلق ان سب کو آگاہ کرے۔ راہ میں کسی خطرے کا لاحق ہونا اور اس کی تدبیر دفاع دشمن کی موجودگی اور عدم موجودگی کی خبر وغیرہ بھی اس صاحب امیر کے ذمہ ہوتی ہے اور فَرَطَ تَقَدَّمَ کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی جو عمل صالح بقید حیات ہی کر جائے وہ فرط ہوتا ہے۔

(۴) لفظ سَلَف ۔ جو مال پیشگی دے دیا جائے اسے سَلَم کہتے ہیں سَلَفٌ سَلَمٌ کے معنی میں آتا ہے۔ اور قرض کے معنی میں بھی آتا ہے اور جس شخص کے مرنے سے پہلے اس کے آباؤ اجداد دنیا سے

marfat.com

Marfat.com

تشریف لے جاچکے ہوں وہ اجداد و آبا اس کے لیے سلف ہوتے ہیں اسی لیے قرن اولی یا صدر اول کا نام سلف الصالح ہے گویا اُمت کو اپنے نبی کی بظاہر عدم موجودگی کا جو گہرا احساس ہوتا ہے یہ ایک مستقل ہمیشگی اجر و ثواب ہے جس کی جزا دی جائے گی اور یہی جزا اُمت کے لیے سلف وسلم ہوگی۔ ایک شاعر کا قول ہے۔

وَالصَّبْرُ يُحْمَدُ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا ۔۔۔ اِلَّا عَلَيْهِ فَاِنَّهُ مَذْمُومٌ

ترجمہ: اور صبر کی ہر جگہ ستائش کی جاتی ہے مگر آپ کے بارے دل کا ٹھہرجانا قابل مذمت ہے۔

حضور علیہ السلام اُمت کے روحانی باپ اور ان کی بیگمات اُمت کی مائیں ہیں

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے لیے شفیق باپ سے بھی زیادہ مہربان ہیں کہ آپ اُمت کی دائمی زندگی کا اصل سبب ہیں۔ جس طرح باپ اولاد کا مبدا حیات ہوتا ہے اور آپ کی بیگمات ایمان والوں کی مائیں ہیں۔ حضور کی حیات ظاہری میں رحمت کا پہلو کوئی مخفی امر نہیں جس طرح ذکر بھی ہو چکا ہے جب حضور علیہ السلام نے اس دار فنا سے کوچ کیا تاکہ آپ ایک اعلیٰ دوست کا قرب اختیار کریں۔ تو آپ ایمان والوں پر راضی ہو کر تشریف لے گئے۔ کیونکہ ایمان والوں نے آپ کی تبلیغ قبول کی اس کی تصدیق کی آپ سے دل محبت کی آپ کو مشکل گھڑی میں خدمت دین کے لیے مدد دی اگر ایمان والے ایسا نہ کرتے تو ان کی ہلاکت واضح تھی۔ اگرچہ اُمت کو آپ کے انتقال نے سخت حزن وملال سے گھائل کیا جس کا اجر بھی ملے گا لیکن حضور علیہ السلام کی رحلت اُمت کے لیے رحمت ہے کہ جب آپ پر اعمال اُمت پیش کیے جاتے ہیں تو اچھے اعمال پر آپ اللہ کی تعریف کرتے ہیں اور ان اعمال کے مشاہدہ سے طلب بخشش کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ حضور کو زندوں اور مُردوں کے لیے بہتر سے بہتر بدلہ و جزا دیتے ہیں۔

اللہ کے ذکر کے ساتھ حضور کا ذکر ناگزیر ہے

امام خفاجی نے فرمایا کہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ بہت سی آیات قرآنی میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت وثنا ہے ان میں سے ایک مکمل سورۃ الم نشرح بھی ہے بظاہر وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ تک ہی محبوب خدا کی مدح و توصیف معلوم ہوتی ہے لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا کہ یہ سورت مکمل حضور ہی کی ثنا کے لیے ہے کیونکہ یہ سورت

marfat.com
Marfat.com

اللہ کے ان انعامات پر مشتمل ہے جو حضور کو دیئے گئے۔ اور ان انعامات کے حصول میں نہ آپ کا کوئی شریک ہے نہ ہی کسی کو آپ کی طرح کمالات میسّر ہوئے۔ اس پیرایہ میں حضور کی ثنا نہایت بلیغ ہے اللہ کے اس قول۔ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

میں اشارۃً اس امر کی طرف کہ نبی پاک اپنے مقدس عزائم میں اس وقت تک ثابت قدم رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام مشکلات کافور کر دیں جس طرح سینہ کی تنگی شرح صدر ہو گئی اور کُرھتا کرنے والی بدسگالی اور بداندیشی جو آپ کی قوم کی طرف سے تھی سے آپ سبکبار ہوئے۔ اور حسبِ معمول دعوت حق اور تبلیغ دین کا کام جاری رکھا تو اللہ نے آپ کو پھر بشارت دی اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ یعنی لفظ یُسر کا تکرار دلالت کرتا ہے کہ دو آسانیوں پر ایک تنگی غالب نہیں آسکتی۔ عبارت میں لفظ العسر دو مرتبہ آیا اور لفظ یسر بھی دو مرتبہ آیا ہے۔ علم نحو کا مشہور قاعدہ ہے کہ جب نکرہ تکرار سے ذکر کیا جائے تو دوسرا پہلے کا غیر ہوتا ہے اور جب معرفہ تکرار سے ذکر کیا جائے دوسرا پہلے کا عین ہوتا ہے۔ اللہ کا قول فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔ یعنی جب آپ تبلیغ سے فارغ ہوں تو عبادت الٰہی میں کھڑے ہو جائیں اس میں اشارہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے لوگوں کی امانتیں ادا کیں اور انہیں نصیحتیں کیں۔ یہ پوری سورت گوناگوں نعمتوں پر مشتمل ہے۔ جو حضور علیہ السلام کو عطا ہوئیں۔ اللہ کی مدح ثنا اور آپ کو حکم کیا جانا کہ آپ کو دی جانے والی نعمتوں پر اللہ کا شکر بجا لائیں۔ اور آپ جس چیز کا ارادہ فرمائیں تو اللہ کے لیے زاری و انکساری کریں کسی غیر کے لیے بالکل نہیں۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر جو شرح شفا میں ہے کہ امام خفاجی یوں بیان فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن آدم نے بلندی ذکر سے مراد نبوت حضور علیہ السلام لی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں جب بھی ذکر کیا جاؤں تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی لازمی ہوتا ہے جس طرح آذان میں اور کلمہ طیبہ میں نبی علیہ السلام کا ذکر ذکر الٰہی سے ملا ہوا ذکر مصطفیٰ ذکر خدا سے کبھی جُدا نہیں ہوتا۔ عبادت گاہیں جہاں بہت سے لوگوں کی حاضری ہوتی ہے وہاں مؤذن کی اذان میں ذکر خدا کے ساتھ ذکر حضور علیہ السلام ہے خطیب کے خطبہ میں ذکر کبریا کے ساتھ ذکر حبیب کبریا ہوتا ہے۔ نمازی نماز پڑھتے ہیں تو حمد و ثناء ذوالجلال کے ساتھ درود و سلام نبی باکمال بہ انشائی طور یعنی حاضر وقت میں دلی تمنا سے مؤدب ہو۔

marfat.com

Marfat.com

ہو کر بھی پڑھنا پڑتا ہے ورنہ نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ غرضیکہ کسی دن کسی رات کسی وقت میں ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذکر رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ نہیں ہوتا۔ یہ آپ کی نیابت خداوندی اور قربِ الٰہی کی دلیل ہے کہ جس طرح آپ کا اسم اسم الٰہی کا نائب ہو کر ذکر ہوتا ہے اسی طرح آپ کا مسمّٰی ذات حق کا نفاذ احکام الٰہی میں نائب ہے ذکر خدا جس طرح زمان و مکان کی قیود سے ورای ہے اسی طرح ذکر حبیب خدا بھی مقید و قیود نہیں۔ بلکہ ہر مقدس محفل میں ہر نورانی مجلس میں اور اہلِ ایمان کے ہر مجمع میں اہل اسلام کی ہر مسجد میں محراب و منبر پر دل و زبان پر فرش اور عرش پر ہر وقت ہر گھڑی ملأ اعلیٰ تک ذکر خدا کے ساتھ ذکر رسول علیہ السلام جاری و ساری ہے۔

ذکر خدا اور ذکر نبی پر امام شافعی اور امام سُبکی رحمۃ اللہ علیہما کی تحقیق

اس موضوع کی تحقیق امام شافعی نے اپنے رسالہ الجدیدہ میں اور سُبکی علیہ الرحمہ نے تعلیق علی الرسالہ میں یوں کی کہ امام شافعی نے آیت کی تفسیر مجاہد سے نقل کی جو اس طرح ہے۔

لَا اُذْکَرُ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیَ ترجمہ: میں کبھی یاد نہیں کیا جاتا ہوں مگر آپ بھی میرے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ترجمہ: میں گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

نیز امام شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانے اور اذان کہنے اور سننے تلاوت قرآن مجید کرنے نیک اعمال کی ادائیگی اور برے اعمال سے رکنے میں بھی ذکر حبیب خدا ہے۔ سُبکی نے امام شافعی کی اس مذکورہ عبارت کو سراہتے ہوئے تائید کی کہ جو امام شافعی نے فرمایا اور یہ بالکل درست ہے۔ اور ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے اور ذکر قلبی سے عموم ہوتا ہے کیونکہ جب کوئی نیکی کرے اور برے فعل سے رکے تو اس کے سامنے اللہ کا حکم ہوتا ہے اور اس حکم کے مبلغ حضور علیہ السلام ہیں تو لامحالہ دلی طور ترک و عمل میں حضور کا بھی ذکر ہوتا ہے ذکر قلبی ذکر زباں سے بہت عام ہے کیونکہ ذکر زبان تو سلام، اذان تشہد و خطبہ وغیرہ تک محدود ہے اور ذکر قلبی محدود و محصور نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

امام شافعی حضور کے متعلق اظہار عقیدت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں دین و دنیا میں ظاہری و باطنی انعامات کے عطا ہونے اور ہم سے ناپسندیدہ چیزوں کے دور رہنے کا اصل سبب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام شافعی اور سبکی رحمۃ اللہ علیہما کے بعد امام خفاجی فرماتے ہیں کہ ذکر کو ذکر قلبی پر محمول کرنے میں عموم ظاہر ہے کہ عقلمند مومن عبادت گاہ میں عبادت کرتے وقت جب اللہ کا ذکر کرے گا تو اسے یاد آئے گا کہ اسے ذکر الٰہی سے آگاہی کس نے دی اور عبادت الٰہی کے لیے راہنمائی کس نے کی۔ وہ ذات اللہ کے محبوب رسول اکرم کی ہی ہے۔ مثلاً ایک عربی شعر ملاحظہ ہو۔

فَاَنْتَ بَابُ اللّٰہِ اَیُّ اِمْرِءٍ
اَتَاہُ مِنْ غَیْرِکَ لَا یَدْخُلُ

ترجمہ: آپ ہی کی ذات دربار ایزدی کا کشادہ دروازہ ہے جو شخص آپ کے وسیلہ کے بغیر اس بارگاہ میں جانا چاہے وہ داخل نہیں ہو سکے گا۔

نیز انبیا اولین کہتے چلے آئے ہیں کہ جب تک دروازہ نبوت پر رسائی نہ ہو تو اللہ کی بارگاہ میں وصال ناممکن ہے۔

سورہ برات کی آیت عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ میں حضور کی عظمت شان

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا کی

تیسری فصل میں فرماتے ہیں جو خطابات خصوصی حضور کو اللہ کی طرف سے ہوئے ان میں سے اللہ کا ایک خطاب یہ بھی ہے۔

عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ[1]

ترجمہ: اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دے دیا۔

علامہ ابن منیر نے اپنی تفسیر البحر الکبیر میں اس آیت کے تحت کہا ہے کہ عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ کا جملہ باقی کلام کا ایک ستون ہے یا سنگ میل ہے یہ جملہ ایک دعا ہے اور یہ عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کو کوئی چیز بتلانا یا اپنی بات کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہوتی تو کلام کے شروع میں

---

[1] پارہ ۱۰ سورت برات، آیت ۴۳۔

marfat.com
Marfat.com

بطور خیر سگالی اور مخاطب پر اظہار مہربانی کے لیے چند دعائیہ جملے کہتے۔ بلاشبہ اس کلام میں متکلم یعنی ذاتِ حق کا ارادہ مخاطب یعنی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار عنایت وشفقت ہے نہ کہ عتابُ ملامت کیونکہ جن منافقین نے آپ سے غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے اور اپنے گھروں میں رہنے کی اجازت طلب کی انہیں اجازت دینا یا نہ دینا دونوں صورتیں حضور کے اختیار میں تھیں اور سرکار اس میں مختار تھے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ۔ ترجمہ: ان میں سے آپ جنہیں چاہیں اجازت دے دیجئے۔

تو لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ بطور عتاب وملامت نہ ہوا بلکہ اس امر کا اظہار ہے کہ آپ انہیں اجازت نہ بھی دیتے تو وہ غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے والے تھے یعنی ان کا غزوہ میں شامل نہ ہونا تو اپنی خواہش سے تھا اور آپ کے اجازت دینے کو وہ دلیل نہ بنالیں کہ ہمیں غزوہ میں نہ جانے کی اجازت حضورؐ نے دی ہے اس میں اظہار شان محبوبیت ہے کہ آپ منافقوں کی شاطرانہ حرکات سے بخوبی آگاہ ہوں۔ اور لِمَ اَذِنْتَ سے پہلے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ اس لیے فرمادیا کہ محبوب کو لِمَ یعنی کیوں کا لفظ بار خاطر نہ گزرے اور اللہ کی طرف سے معافی میں حضور کو تسلی دل اور اطمینان قلبی ہو اور محبوب کا امتیاز و خصوصیت برقرار رہے تاکہ آپ کا اجازت دینا خلاف اولیٰ تھا تو خدا نے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ کہہ کر آپ کو معافی دے دی بلکہ آپ کے تمام خلافِ اولیٰ خواہ پہلے ہوں یا بعد کے خدا نے مطلقاً اعلانِ بخشش کردیا ہوا ہے اس میں تو صرف حضور کی تخصیص مدعا تھی کہ آپ وہ ہیں کہ باوجود ان کی طرح طرح ایذا رسانیوں کے اپنا آرام وسکون ترک کردیتے ہیں بہ تسلسل مشقت برداشت کرتے ہیں اور ان کی نازیبا حرکات پر چشم پوشی اور صبر وتحمل سے کام لیتے ہیں اور برابر انہیں اللہ کی محبت اور تابع فرمان ہونے کی دعوت دیتے رہتے ہیں اور ہر نیکوکار اور سیہ کار سے نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں اور یہ منافق ایسے ہیں کہ کٹھن مرحلہ میں اظہار معذرت کرتے ہیں گویا یہ منافق آپ کی رحمت اور نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی سوچتے ہیں اس میں حضور کی وسعتِ قلبی اور عظمت شان کا مظاہرہ ہے اور یہ کلام زجر وتوبیخ پر محمول نہیں کیونکہ ڈانٹ ڈپٹ اصولاً کسی غلطی پر ہوتی ہے اور حضور کے اذن واجازت دینے میں غلطی نہیں تھی۔

marfat.com
Marfat.com

زمخشری کا اختلاف

اس مقام پر زمخشری نے اختلاف کیا اور حضور پر غلطی کا الزام عائد کر کے اُمت کے اکثر ایمان والوں کو غضبناک کیا ہے۔ حضور کی شان میں بے ادبی کرنے پر بعض علماء نے اس کی اصلاح کی کوشش کی لیکن اسے عقل نے ساتھ نہ دیا۔ اور انہوں نے اس مقام پر جو الفاظ ہیں معافی کا مفہوم ہے کہ ابتدائے کلام میں ذکر کرتے ہیں اور کی طرف اشارہ کیا کہ آپ کا اجازت دینا گناہ تھا جس پر یہ عتاب ہوا۔ مگر کلام کو مقدم و مؤخر یعنی۔

لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ . عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۔ آپ نے انہیں کیوں اجازت دی تھی تجھے معاف کیا۔

ذکر کر دیا جاتا تو جو جنایت غلطی کی وجہ سے حضور کے دل میں تھی وہ دور ہو جاتی۔ یہ بہت بڑی بات ہے کہ زمخشری نے یہ نہ سمجھا کہ اس کی غضب و دانی اور جہالت کی دلیل ہے کیونکہ جب کوئی دوست اپنے دوست کو کسی کام میں خوش دیکھے گا تو کہے تو اس میں خلوص ہمدردی اور دوست کی تعریف و حفاظت مقصود ہوتی ہے یہ تو محض تشنیع مقصود نہیں ہوتی جیسا کہ آپ ساری ساری رات عبادت میں کھڑے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے تو اللہ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا اور اپنے محبوب کو کہلا دیا۔

طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى ترجمہ: اے محبوب ہم نے قرآن آپ پر نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اپنے نفس پاک پر رحم کیجیے کہ اس کا بھی حق ہے۔

ایک عمدہ مثال یہ قول ہے کہ کفار کی طرف سے تکلیف پہنچ رہی تھی اور حضور کا قلب مبارک ملول رہتا تھا۔ جب آپ کی رنج و پریشانی کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیج کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا دیا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰى اٰثَارِهِمْ ترجمہ: تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے۔

[illegible]

marfat.com
Marfat.com

بہر کیف کسی امر میں حضور کو باخبر کرنے میں عتاب و ملامت نہیں بلکہ آپ کی قدر و منزلت اور سکون و راحت کا لحاظ مطلوب ہوتا ہے۔

العیاذ باللہ اگر معافی کسی جرم و خطا کی بنا پر ہے تو قرآن میں جابجا اظہار و خوشنودی کس غضب کی پاداش میں کیا گیا ہے حالانکہ حضور پر اللہ نے کہیں اظہار غضب نہیں کیا تو لامحالہ جس طرح اظہار رضا حضور کے لیے علو درجات کی دلیل ہے اس طرح آپ کو معاف کر دینا بھی آپ کی رفعت شان کا متقاضی ہے۔ ہاں اس امر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ جس طرح آیت طٰہٰ اور آیت باخِعٌ نَفْسَكَ میں حضور کو اللہ نے باخبر کیا کہ آپ خواہ مخواہ تکلف اور کلفت سے دوچار نہ ہوں بلکہ اپنے آپ کو سکون و راحت بھی دیں۔ آپ بہترین عمل و کردار سے مزین ہیں اور آپ کو کوئی اخذ و ماخذہ بھی نہیں ہوگا۔ بلاشبہ یہ آگاہ کرنا اسی طرح ہے جیسے ایک شخص کو اجازت دی جائے کہ وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرے اور وہ سب کچھ ترک کر کے عزیمت پر کاربند رہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ نہ یہ چیزیں آپ پر لازم ہیں اور نہ آپ پر کوئی ذمہ داری عائد ہے کہ آپ اس مشقت میں پڑیں تو یہ کہنا اس شخص کا حق قائم کرنے اور قدر و منزلت بلند کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس نے وہ کام سرانجام دیا جو اس کے ذمہ نہ تھا۔ اسی طرح آیت عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ سے بھی آپ کو حالات منافقین سے باخبر کرنا مقصود تھا کہ جن منافقین کو آپ نے غزوہ تبوک میں شامل نہ ہونے کی اجازت دے دی ہے یہ اطاعت و فرمانبرداری کا دعویٰ کریں گے، اور اطاعت شعار صحابہ کے مقام کا مقابلہ کریں گے اور آپ سے رخصت طلب کر کے اپنے گھروں میں جا بیٹھنے کا جواز نکالیں گے تاکہ ان کے دعویٰ کا طشت ازبام نہ ہو جائے اور اگر انہیں اجازت نہ دی جاتی تو وہ عیب کی پردہ دری کرتے۔ اطاعت و فرمانبرداری سے سرکشی کرتے اور ان پر عذاب الٰہی کے نزول کی حجت قائم ہو جاتی نہ وہ غزوہ میں شامل ہونے کے لائق اور نہ وہ کمان کرنے کے اہل تھے۔ پھر جب انہیں اجازت دے دی گئی تو ان کے خفیہ داؤں کی تکمیل ہو گئی۔ اللہ نے ان کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے۔

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ[1] ترجمہ: جب تک نہ کھلے تھے تم پر سچے اور ظاہر نہ ہوئے تھے جھوٹے۔

---

[1] پ۱۰، سورۃ برات، آیت ۴۳۔

marfat.com
Marfat.com

آیت کے اس حصہ سے یہ مُراد نہیں کہ حضرت ان کے اندرونی حالات سے ناواقف تھے اور بن سوچے سمجھے اجازت دے دی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجازت دے دینے میں ایک عمدہ مصلحت پوشیدہ تھی اور وہ یہ تھی کہ آپ ان کا شامل کرنا پسند نہیں فرماتے تھے کیونکہ آپ کو بخوبی معلوم تھا کہ غزوہ تبوک میں مجاہدین اسلام کے ساتھ ان کی شمولیت سے کسی بھلائی کی توقع نہیں بلکہ ان کا غزوہ تبوک کی طرف نکلنا طرح طرح کے فتنہ وفساد اور ناگہانی مصائب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا اور آپ جانتے تھے کہ وہ اگر غزوہ کی طرف نکلتے تو جیالے مجاہدین کو شکست وپسپائی کا سامنا کرنا پڑتا کیونکہ منافقین فتنہ کھڑا کرتے چغلی کا عام استعمال کرتے اور مشرکینوں کی مٹی اڑاتے اور جماعت کا شیرازہ بکھیرتے ٹوٹتے پہاڑ کی طرح گویا منافق مکھیاں ہیں جو گندگی کے مرکز اور کھلی گندگی پر بیٹھتیں ہیں اور ان کو گھر میں جا بیٹھنے کی اجازت دینے میں حضور کی عظیم حکمت تھی اگرچہ منافقین نے اپنے گڈمڈ خیالات اور مکرد خواہشات کو اجازت کے پردہ میں چھپایا اور صحابہ پر اپنی عدم شمولیت کی حجت قائم کی۔ بیشک نبی علیہ السلام پر ان کے ظاہری وباطنی قبائح اور خیالات فاسدہ روز روشن کی طرح عیاں ہو گئے اور ان کی جائے پردہ ظاہر ہو گئی لیکن حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی وسعتِ قلبی اور تقاضۂ رحمت سے انہیں ذلیل ورسوا نہ کیا تو جناب فاروقِ اعظم کو منافقین پر بے حد تیش آیا اور قتل منافقین کی حضور سے رُخصت طلب کی، تو رحمۃ للعالمین نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ! ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ لوگ باتیں بنائیں گے کہ رسول اللہ نے اپنے ساتھی مار ڈالے اور لوگوں کے دل غلط فہمی کا شکار ہوں گے۔ اور زبانوں پر یہ بات چل نکلے گی تو دشمن پر شفقت کرو اور اسے باقی رکھو، اور ولی کی یہ شان ہے کہ کوئی شبہ اسے رُتبہ اور مقام سے دور رکھے تو اس سے بچتا اور گریز کرتا ہے اور ارشاد فرمایا اے عمرؓ اپنے غصہ کو خُدا پر چھوڑ وہ خود ان سے نمٹ لے گا۔ یہاں علامہ ابن منیر صاحب تفسیر بحر الکبیر کا کلام ختم ہو گیا۔ اس کے بعد شہاب خفاجی رحمۃ اللہ نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ نے ابن منیر کو اس کا بہتر بدلہ دے کہ اس کی راہنمائی عقل سلیم نے کی اور عقل سلیم اللہ کی بہترین دین ہے اور جو شخص مقام نبوت کی بلندی سے آشنا ہو وہ بارگاہ نبوت پر وارد ہونے والے اشکال عقل سلیم سے دُور کر دیتا ہے۔

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

خفاجی رحمہ اللہ کی طرف سے عبارت زمخشری کا جواب

زمخشری تو اگر قرآن کی عبارت کا سیاق و سباق دیکھ لیتا تو تجھے صاف نظر آتا کہ عفا اللہ عنک کے الفاظ سے آیت کے آغاز میں کیا حکمت ہے۔ کیا تو نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا۔

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ۔

ترجمہ: اگر وہ تم میں نکلتے تو ان سے سوا نقصان کے تمہیں کچھ نہ بڑھتا اور تم میں فتنہ ڈالنے کو تمہارے درمیان غرابیں دوڑاتے اور تم میں ان کے جاسوس موجود ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

کتنی کمال تھی وہ رائے جس نے منافقین کو ان کے گھروں میں رہنے کی اجازت دے دی اور کتنا عظیم تھا وہ تحمل اور بردباری جس نے منافقین کا پردہ چاک نہ کیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کلام کا آغاز تو ملامت عتاب پر ہو اور بیان آخیر کا وقوع درستی و عین صواب پر ہو۔ اے زمخشری اگر یہ تیری تحریر کسی مسلم بادشاہ کے کاتب کے رسالہ میں ہوتی تو بادشاہ اسے خشمگین ہو کر پرزہ پرزہ کر دیتا تو تیرے گمان فاسد نے بادشاہوں کے بادشاہ جس کی شان بلند ہے کے متعلق کیا رائے قائم کی کہ وہ اپنے محبوب کو طعن و ملامت کرتا ہے تیری حماقت پر تف اور تیری جہالت پر بے حد افسوس۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں سب سے بے نیاز رب الارباب کے اس لِمَ اَذِنْتَ کے سوال پر غور کرنا چاہیئے کہ اس میں عجیب اظہار عنایات ہے اور اس میں کئی فوائد کی طرف اشارہ ہے کہ اگر حضور کا اجازت دینا گناہ ہوتا تو عتاب سے پہلے اکرام و اعزاز سے کلام شروع کیسے کرتا اور خطا کے ذکر سے پہلے معافی سے مانوس کیوں کرتا۔ اس پر خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صاحب شفا نے واضح کر دیا کہ حضور کے ان کو اجازت دے دینے میں کوئی گناہ نہ تھا۔ بلکہ در پردہ کئی محاسن اور خوبیاں تھیں جس طرح بحتری شاعر نے کہا۔

اِذَا مَحَاسِنِیَ الّٰتِیْ اُدِلُّ بِھَا
کَانَتْ ذُنُوْبًا فَقُلْ لِیْ کَیْفَ اَعْتَذِرُ

میں اپنی جن خوبیوں سے جانا جاتا ہوں وہ وہ گناہ ہو جائیں تو مجھے بتا کہ میں معذرت کیسے کروں۔

لہ پ ۱۰، سورہ توبہ، آیت ۴۷۔

www.nurahmadian.net

marfat.com
Marfat.com

امام خفاجیؒ کہتے ہیں کہ جب نبی کا کوئی گناہ بلکہ بہتر کام کا خلاف تک نہ تھا تو آپ پر عتاب و ملامت بھی نہ تھی۔

حضور کا ارشاد کہ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں۔

امام شہاب الدین خفاجیؒ قاضی عیاض صاحبِ شفاؒ نے جو حدیث بیان کی ہے اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ۔ — ترجمہ: میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں۔

شرف و عظمت کا دعویٰ اور اس کا اعلانیہ ذکر کرنا فخر کہلاتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ حضور نے اترانے یا فخر کرنے کے طور کہا ہے بلکہ اللہ کے انعام کو ظاہر کرنے اور شکریہ بجالانے کے لیے کہا ہے ابن اثیر نے بھی تائیداً ایسے ہی کہا ہے۔ اور ابن قرقول نے کہا کہ حضور کے اس ارشاد سے یہ مراد ہے۔ کہ مجھے دنیا میں کوئی فخر نہیں، یعنی میں دنیا میں نہ تکبر کو اچھا سمجھتا ہوں نہ اپنی بڑائی پسند کرتا ہوں۔ اگرچہ حضور علیہ السلام کو دنیا و آخرت کا بہت بڑا فخر ہے۔ اور اس حدیث کی بہت سی روایات میں ایک روایت مسلم اور ترمذی نے یوں بیان کی ہے۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلْتِجَانِیْ۔ — ترجمہ: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ قیامت کے دن وہ میری پناہ طلب کرے گی۔

اس میں اشارہ ہے کہ تمام مخلوق اس نازک دن میں حضورؐ ہی کی پناہ لے گی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں جس طرح دنیا میں سرکار خلقِ خدا کی پناہ گاہ رہے۔ ایسے ہی اشارہ خداوندی ہے۔

لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ[1] — ترجمہ: آج کے دن کس کی بادشاہت ہے۔

جب کہ اس دنیا میں بھی اللہ کی مکمل بادشاہت ہے معلوم ہوا کہ خدا کی بادشاہی میں رسول اللہ کا راج ہے خواہ یہ دنیا ہو یا یومِ آخرت ہو۔ نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کی تعریف

---

[1] پ ۲۴، سورۃ مومن، آیت ۱۶۔

marfat.com

Marfat.com

کرے تو جائز ہے لیکن اللہ کی نعمت کے اظہار کا ارادہ ہو اور کہا گیا ہے کہ حضور کے لیے اپنی تعریف بطورِ تحدیثِ نعمت واجب ہے اس لیے آپ نے اپنی اُمت کو اللہ کی شکر گزاری کی تبلیغ کی۔ اللہ نے ارشاد فرمایا تاکہ محبوب کے فرمان کی تائید ہو۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [1] ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

اس آیت سے ملائکہ اور ماسوی اللہ پر حضور کی سیادت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ یہ آیت قرآن فرمانِ سرکار کی تائید میں ہے۔

حضور پُرنور کی وجہ سے مکہ شہر کی قسم

عیاض کی شفا میں ان آیات کی تفسیر پر امام خفاجی فرماتے ہیں۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ [2] ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس میں تشریف فرما ہو۔

حرف لَا زائدہ ہے یہاں اس کا کوئی معنی نہیں یعنی ہم اس شہر مکہ کی قسم اُٹھاتے ہیں جس کی پہلی اور آخری وجہ اسے آپ کا حیات ظاہری میں رہائش سے مشرف کرنا اور بعد از وصال اپنے فیوض و برکات سے متبرک فرمانا ہے۔ امام خفاجی فرماتے ہیں کہ اَلْبَلَدُ سے مراد مکہ شریف ہے جسے اللہ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم سے عزت و حرمت بخشی ہے اور مکہ کا معظم ہونا آپ کی تعظیم سے ہے اور اس کا دین کا مرکز ہونا اور اسے نزول وحی کا مقام بننا اور اس کا حرم شریف ہونا یہ سب مراتب حضور ہی کی طفیل سے ہیں کہ اسے سرکار نے سکونت کا شرف بخشا اور کہنے والوں نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ درحقیقت یہ قسم حضور کی ذات اور آپ کی حیات مبارکہ کی ہے۔ اور اس کی تائید حضرت عمر کے اس قول سے ہوتی ہے۔

قَالَ عُمَرُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَلَغَتْ مِنَ الْفَضِیْلَةِ عِنْدَهٗ اَنْ ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو بیشک مکہ میں رہ کر صاحب

---

[1] پ ۳۰، سورہ والضحیٰ، آیت ۱۱ [2] پ ۳۰، سورہ البلد، آیت ۱ تا ۲۔

www.muhammadilibrary.net
marfat.com
Marfat.com

اُقْسِمُ بِتُرَابِ قَدَمَيْكَ — فضیلت ہوا ہوں میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ
فَقَالَ لَا اُقْسِمُ — کے قدموں کی مبارک گرد و غبار کی قسم کھاؤں
بِهٰذَا الْبَلَدِ ۔ — پھر حضرت عمرؓ نے کہا مجھے قسم ہے اس شہر مکہ معظمہ کی۔

حضورؐ کو اسرار عجیبہ بلا واسطہ عطا ہوئے

قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے شفا میں آیت

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى[1] ترجمہ: پھر وحی کی اپنے بندے پر جو وحی کی۔
ذکر کی جس پر فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے ارادہ فرمایا کہ میں اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم پر بلا واسطہ اسرار اور عجائب قدرت کی وحی کروں اور آپ کو بلا واسطہ جو اسرار عجیبہ عطا ہوئے نہ ان کی تفصیل ممکن ہے اور نہ ہی ان کے حقائق کو معلوم کرنا عقل کے بس میں ہے۔ امام خفاجی فرماتے ہیں کہ صاحب شفا فرماتے ہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رتبہ اللہ کے ہاں بڑا عظیم ہے اور خدا کی بارگاہ میں آپ کو اتنا قرب کمال ہے کہ آپ کے سوا وہاں تک کسی کی رسائی ناممکن ہے۔ اسی لیے آپ کو لفظ عبد سے یاد فرمایا گیا ہے اس میں اشارہ ہے کہ میرا محبوب مقام خداوندی سے نامحرم اور ناآشنا نہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مطالب و معانی ہیں۔ اگر تفصیل میں جایا جائے تو بیان کا کمر بند تنگ ہو جائے گا اور صفحات قرطاس میں گنجائش نہیں۔

سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق عظیم

قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے حبیب علیہ السلام کی بے حد تعریف کی ہے اور آپ کو بے شمار عطا و نوازشات سے مشرف کیا ہے جن میں سے ایک بہترین عطیہ خلق عظیم آپ کو بطور ہدیہ و تحفہ عنایت کیا۔ ارشاد فرمایا۔
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[2] ترجمہ: اور بے شک آپ کی خصلت بڑی شاندار ہے۔
حرف تاکید سے کلام لانا حضور کی کمال بزرگی کی دلیل ہے۔ کہا گیا ہے کہ خلق عظیم سے مراد قرآن ہے

---

[1] پ ۲۷، سورہ النجم، آیت ۱۰۔ [2] پ ۲۹، سورۂ قلم، آیت ۴۔

marfat.com
Marfat.com

یا اسلام یا حضور علیہ السلام کی طبع و مزاج شریف ہے۔ امام خفاجی کہتے ہیں طبع اس پیدائشی خصلت کا نام جس پر انسان پیدا کیا گیا ہے۔ اور ابن جوزی نے کہا ہے کہ طبع اس حقیقت کا نام جس سے انسان اپنی ذات میں تحصیل ادب کرتا ہے اور بے شک حضور کی ذات میں بیک وقت بے شمار آداب و مکارم پائے گئے جو آپ کے غیر کو میسّر نہیں۔

اور امام فخرالدین رازی نے کہا کہ طبع سے مُراد حضور علیہ السلام کا مجموعۂ اخلاقِ انبیاء پر پیدا ہونا ہے اور یہ بڑا عظیم مرتبہ ہے کہ سرکار کو فعل و عمل میں انبیاء کی اقتداء کا حکم کیا گیا اور اصول دین میں حضور کسی کے مقلد نہیں بلکہ اوّلین و آخرین آپ کے پیرو ہوں گے۔

نبی مکرّم نورِ مجسّم سب نبیوں سے افضل ہیں

شفا شریف میں قاضی عیاض نے قرآن مجید کی یہ آیت ذکر کی ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ[1] ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔

جس پر علامہ تفتازانی نے کہا کہ اس بات پر اُمت مسلمہ کا اجماع و اتفاق ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام نبیوں رسولوں سے افضل ہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد آدم علیہ السلام اور پھر بالترتیب یہ حضرات نوح، ابراہیم، موسٰی اور عیسٰی علیہم السلام تک افضل ہیں۔ پھر باقی انبیاء میں نسبتاً حضرت ابراہیم علیہ السلام افضل ہیں اس لیے جناب ابراہیم کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّهٗ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ۔ یعنی جناب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از حبیبِ خدا تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ اور جلال الدین سیوطی نے کہا کہ اہلِ علم اس بات پر متفق ہیں کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابراہیم جناب موسٰی و عیسٰی اور حضرت نوح علیہم السلام افضل الخلق ہیں اور باقی انبیاء کے مراتب مذکور نہیں ہیں۔ نیز امام سیوطی کہتے ہیں کہ میرے ایک ہمعصر دوست قرافی اور قاضی بدرالدین مالکی نے اپنی کتاب ابتہاج میں اور طوفی نے اپنی تفسیر الاشارات الالٰہیہ میں اس آیت کے تحت ذکر کیا۔

---

[1] پ ۳، سورہ بقرہ، آیت ۱۔

marfat.com
Marfat.com

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ[1] ترجمہ: جن کو اللہ نے ہدایت دی تم ان کی راہ چلو۔

کہ یہ آیت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب نبیوں پر افضل ہونے کی دلیل ہے اس لیے کہ سرکارِ جان عالم نور مجسّم صلے اللہ علیہ وسلم کو سب انبیأ کے اعمال و افعال کی اقتدأ بالفعل کا حکم دیا گیا یعنی جو کام ان سب نے کیا آپ اکیلے کریں اور اکیلا جب پوری جماعت کا کام کر دے تو سب سے افضل وہی ہوتا ہے۔ امام خفاجی فرماتے ہیں کہ طوفی نے جو کچھ ذکر کیا ہے یہ سب امام رازی کی تفسیر کبیر سے لیا ہے حقیقت یہ ہے کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم عملی اقتدا میں تو پہلے نبیوں کے برابر ہوئے عمل میں دراصل حبیب خدا کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ سب نبیوں سے زیادہ ذاتِ حق کے اسرار و رموز سے واقف ہیں۔ اور آپ کے معجزات و کمالات ان سب سے مجموعی طور پر زیادہ ہیں اور یہ افضلیت بلندیٔ درجات اور قربِ الٰہی میں ہے اور آپ کا اجر و ثواب سب کے اجر و ثواب سے زیادہ ہے۔ آپ کی امت سب نبیوں کی مجموعی اُمتوں سے زیادہ ہے اور آپ کی اُمت کا اجر و ثواب بھی قیامت میں آپ ہی کے لیے اور لوگوں کے درجات خواہ کتنے بھی ایک دوسرے پر بڑھتے جائیں سب سے بڑا مقام حضور علیہ السلام کا ہی ہوگا خفاجی فرماتے ہیں کہ اہل تفسیر نے کہا کہ اللہ جل شانہٗ کے اس قول وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔ یعنی بعض کے درجے بلند کئے سے مُراد حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی اللہ جل مجدہٗ نے سب نبیوں پر سرکار کے درجات بلند کر دیئے۔ اور سرکار کو لفظ بعض سے ذکر کرنے میں تعظیم و تخصیص مطلوب تھی۔

بمعہ جسم پاک بحالت بیداری حضور کے معراج شریف سے لوگ حیرت زدہ ہو گئے

قاضی عیاضؒ نے کہا کہ کفار قریش کی ایک جماعت نے حضور علیہ السلام کے معراج جسمانی کو بحالتِ بیداری محال قرار دیا ہے اور بعض کمزور عقیدہ کو وہم ہوا کہ اتنی طویل مسافت پر رات کے قلیل وقت میں جانا اور آنا محال ہے کیونکہ اتنے دور کے سفر کے لیے کئی شب و روز درکار ہوتے ہیں۔

---

[1] پ ۷، سورہ انعام، آیت ۹۰۔

marfat.com
Marfat.com

اور بعض علم ہیئت والوں نے کہا ہے کہ آسمانوں میں نہ تو کوئی شگاف ہے اور نہ ہی اجرام فلکیہ پھٹنے کے بعد ملنے کی صورت کو قبول کرتے ہیں۔ صاحبِ شفا فرماتے ہیں کہ منکرین عقلاً اور نقلاً غلطی کا شکار ہو گئے۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ بلقیس شہزادی کا تخت چشم زدن میں بخدمت پیغمبر سلیمان حاضر ہو گیا اور اس کا سفر نہایت دور دراز تھا، اور حضور کا زمین پر معراج کا سیر مکہ سے بیت المقدس تک تھا جو اس سفر کی نسبت بہت کم تھا اور اس پر مشہور احادیث اور نص قرآنی موجود ہے کہ آسمان کے دروازے ہیں جو کھولے اور بند کیے جاتے ہیں۔ فلاسفہ اور حکما کے فاسد گمانوں کا سرے سے اعتبار نہیں کیا جائے گا اور امام رازی کی طرز پر قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ حکما و فلاسفہ کا قائم کردہ استحالہ علم ہندسہ سے اٹھ جائے گا، ہندسہ میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ سورج اور پوری روئے زمین کے درمیان ۱۶۰ کی نسبت ہے یعنی کرہ ارض سورج کا نصف بنتا ہے اور سورج کا سب سے نچلا حصہ زمین کے سب سے اونچے حصہ پر ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت میں پہنچتا ہے اور تقریباً سورج زمین کے محور پر مسلسل فی منٹ ایک صد ساٹھ مرتبہ گردش کرتا ہے۔ اور یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے تمام اجسام اعراض و کیفیات کا اثر برابر قبول کرتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ اپنی شان کے لائق تمام ممکنات پر قادر ہے اور اس بات پر بھی قادر کہ اس نے اپنے محبوب کے بدن مقدس و معطر میں اتنی تیز حرکت پیدا کر دی ہو یا آپ کی سواریوں میں برق روی پیدا کر دی ہو اور کسی کو نبی کا معجزہ دیکھ کر اگر تعجب لاحق ہو تو یہ امر معجزہ کو لازم ہے۔

تمام انبیاء کے معجزات حضور پرنور ہی کی برکت سے ہیں

امام خفاجی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا میں اشعری کا قول نقل کیا ہے کہ کسی نبی کو جو معجزہ بھی دیا گیا۔ بالکل وہی معجزہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ضرور دیا گیا اور کہا گیا ہے کہ حقیقت محمدیہ اسم اعظم کی طرح جو سب اسما کی جامع ہے اور اس کو دنیا و مافیہا میں تصرف و اختیار ہے اور کائنات کی سب چیزیں آپ کی حقیقت سے فائدہ اور مدد طلب کرتی ہیں۔ آپ کی بشریت سے نہیں اس لیے کہ آپ کی بشریت فقط نیابت الٰہی ہے۔ یعنی احکام الٰہی کا خلق تک پہنچانا ہے اور جس نبی کو جو معجزہ عطا ہوا وہ اولاً اور بالذات تو ہمارے نبی اکرم کو عطا کیا گیا۔ پھر دوسرے نبی کو دیا گیا اور اسی کی طرف قصیدہ بردہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

وَکُلُّ آیٍ اَتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِھَا ترجمہ: ہر معجزہ جس سے مرسلین عظام مشرف ہوئے
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِہٖ بِھِمْ۔ وہ حقیقت محمدی کی ہی خیرات ہے۔

تمام روحوں سے پہلے اللہ جل مجدہٗ نے رُوحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا اور اسے نبوت کی پوشاک سے آراستہ کیا۔ پھر روحِ بشر کو پیدا کیا اور تمام انبیا کی رُوحوں کو حکم کیا کہ ان کے ساتھ ایمان لاؤ اور اگر تمہیں میرا محبوب مل جائے تو ان کی فرمانبرداری و اطاعت کرنا اور اس بات پر ان سے پختہ عہد لے لیا جب ارواح انبیاؑ نے سب باتیں قبول کر لیں تو انہیں حضور کے ربانی اور رُوحانی نور نے جگمگا دیا اور ان رُوحوں میں ایک ایسی لافانی قوت پیدا کر دی کہ وہ رُوحیں معجزہ ظاہر کرنے کے قابل ہو گئیں جس طرح اولیائے اُمت سے جب کوئی خرقِ عادت کرامت ظاہر ہوتی ہے تو ان اولیا پر حضور کے نور کا پرتو ہوتا ہے۔ عربی شعر میں بوصیری علیہ الرحمہ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو پہلے آچکا ہے۔

دیدارِ الٰہی میں حضور کی خصوصیت ہے

امام خفاجی کہتے ہیں کہ انبیاؑ سے اللہ جل شانہٗ نے حضور کو خاص کیا تا کہ انہیں اپنے دیدار سے فضیلت بخشے اور موسیٰ علیہ السلام نے دیدار طلب کرنے کا جو سوال کیا وہ اس دنیا میں دیدارِ الٰہی کے ممکن اور جائز ہونے کی دلیل ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔

قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ[1] عرض کی اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا۔

موسیٰ علیہ السلام اُولی العزم نبی ہیں۔ اگر دیدارِ الٰہی ان کے عقیدہ میں صحیح اور جائز نہ ہوتا تو وہ بالکل دیدار کا سوال نہ کرتے اور اسے جائز سمجھ کر اگر وہ سوال نہ کرتے تو ان پر احوال ربوبیت سے جاہل ہونے کا الزام عائد ہوتا حالانکہ جناب کلیم اللہ جہل سے بری ہیں۔

تورات میں حضور کا اسم گرامی حبیب اللہ لکھا ہوا ہے

قاضی ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ شفا میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم حبیب اللہ لکھے ہوئے ہیں۔ اس پر امام خفاجی فرماتے ہیں۔ کہ دلجی نے کہا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک وصف محبت کی ثابت ہے جس میں حضور کا کوئی شریک نہیں، اور ایک وصف خُلت کی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے ثانوی طور پر شریک

---

[1] پ ۹، سورۃ اعراف، آیت ۱۴۳

marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ اور خُلت کو حضور نے اپنے لیے اس خُطبہ میں ثابت کیا ہے جسے وفات سے پانچ روز قبل دیا تھا۔ اور فرمایا خدا کی حمد و ثنا کے بعد بیشک مجھے تم میں بھائی چارہ اور سچی دوستی ہے اور میں اللہ کی طرف سے پاک کیا گیا ہوں کہ تم میں سے کسی کو خلیل بناؤں اگر میں خلیل بنانے والا ہوتا تو حضرت ابوبکر کو خلیل بناتا جس طرح جناب ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا گیا ہے۔ بیشک مجھے اللہ جل شانہ نے اسی طرح خلیل بنایا ہے اور مجھے زمین و آسمان کی چابیاں عطا کر کے شرف و عظمت بخشی۔ اس میں حضور کے اعلیٰ مقام اور اکمل حالات کی تعریف ہے۔ خُلت حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم اور خلت جناب ابراہیم علیہ السلام کے درمیان نمایاں فرق ہے۔ حبیب خُدا کی خُلت اصلی اور تحقیقی ہے اور جناب ابراہیم کی خُلت حضور کی خُلت ذاتی سے مُستعار ہے۔ حدیث شفاعت میں جناب ابراہیم علیہ السلام کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ میں خلیل کے بعد خلیل ہوں۔ یعنی پہلے خلیل حضور علیہ السلام اور دوسرے درجہ کے خلیل حضرت علیہ السلام ہیں۔ محبت اور خُلت کے حقیقی معنوں سے حضور علیہ السلام خاص ہیں گرچہ مجازاً دوسرے انبیاءؑ کے لیے خُدا نے فرمایا ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتا اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور خُلت و مُحبت کے کئی درجے ہیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں وصفوں کے اعلیٰ درجوں سے خاص کئے ہوئے ہیں۔ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ خُلت اس خالص دوستی کو کہتے جس سے کوئی راز چھپایا نہ جائے۔ اس پر امام خفاجی فرماتے کہ نہایت ضروری ہے کہ محبت۔ مودت۔ اور خُلت کا باہمی فرق جان لیا جائے۔ تو محبت اس دلی میلان کا نام ہے جو کسی کے حسن صوری یا کسی کمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جس طرح اہل علم او متقی ابرار لوگوں سے محبت کی جاتی ہے۔ یا وجاہت اور میلان جو نفع پہنچنے اور انعام ملنے پر ہوتی ہے اس لیے کہ دل جبلتاً احسان کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔ جس سے پیار محبت کیا جائے اس کا مل جانا مودت کہلاتی ہے اور مودت کا درجۂ کمال کو پہنچ جانا خُلت کہلاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خُلت محبت سے خاص ہے تو محبت کو افضل کیوں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب بھی خود خفاجی علیہ الرحمۃ دیتے ہیں کہ محبت میں عموم تو ہے لیکن کبھی محبت طلب اور قرب کے بغیر بھی پائی جاتی ہے اور خُلت ایسی صورت میں بالکل نہیں پائی جاتی مگر محبت کبھی ایسے مرتبہ پر بھی پہنچ جاتی ہے کہ حبیب محب کے یاد کرنے پر اس سے ایک لمحہ بھی غائب

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

نہیں ہوتا۔ تو اس خلافِ توقع حاضری سے محبّ وہم کرتا ہے اور یہ کیفیت یہاں تک پہنچ جاتی کہ عقل کے چلے جانے اور رُوح کے پرواز کر جانے کا پورا پورا امکان ہوتا ہے۔ جب کہ یہ خصوصیت مودت اور خُلت میں نہیں پائی جاتی، اور محبت کی اس کیفیت کو عشق سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور شرع میں عشق کی نسبت اللہ جل شانہٗ کی طرف ناجائز ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ عَشِقتُ اللّٰہَ۔ کہ میں اللہ سے عشق کرتا ہوں۔ یہ تمام ذکر ابن تیمیہ وغیرہ نے کہا ہے اگرچہ بعض صوفیا اور حکمائے اسے امر واقعی قرار دیتے ہیں اور اگر اس مرتبہ کے ساتھ خُلت بھی شامل ہو جائے تو اس محبّ جیسا کوئی نہ ہوگا اور اس حبیب جیسا کوئی حبیب نہ ہوگا۔ اور اسی محبت سے شبِ معراج بعد از حاضری بیت المقدس ہمارے نبی علیہ السلام خاص کئے گئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہٗ کو دیکھا اور اس کے جمال و جلال کا مشاہدہ کیا اور اللہ جل مجدہٗ کے پاس اتنا قُرب حاصل کیا کہ اس مقامِ قُرب پر نہ کسی رسول کی رسائی اور نہ کسی مقرب فرشتے کو وہاں پہنچنے کی مجال اور از روئے قُرب آپ پر خُلت بھی یوں تمام ہوئی کہ اس میں آپ کے مقام کو کوئی نہ پہنچ سکا اور قُرب میں حضور نہ کسی کے محتاج ہوئے اور نہ ہی کسی سے اس کے متعلق سوائے اللہ کے سوال کیا۔ اور آپ کو آسمان و زمین کے خزانوں کی چابیاں پیش کی گئیں اور اللہ نے آپ کی مدد کی، اور آپ کو فتح مبین عطا فرمائی اور آپ کے تمام خلافِ اَولیٰ خواہ پہلے ہوں یا بعد کے بخش دیئے گئے اگرچہ آپ سے زندگی کے کسی موڑ پر خفیف سے خفیف لغزش بھی سرزد نہیں ہوئی اور آپ کو اسرارِ عجیبہ پر اطلاع بخشی اور مقامِ قُدس کی حاضری سے مشرف کیا ایسے

بے پایاں اوصاف سے حضور کا متصف کیا جانا اصل خُلت ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے خصوصی خلیل بھی ہیں اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا کہ میں خلیل کے بعد خلیل ہوں۔ اس سے حضور علیہ السلام کا زمین و آسمان سے زیادہ قُرب ثابت ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم کے خلیل ہونے اور حبیب کبریا کے خلیل ہونے میں کسی کے خلیل ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ لفظ خلیل سے حضرت ابراہیم مشہور ہیں، اور حبیب سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم مشہور ہیں اور حبیب اپنے معنی میں خلیل سے زیادہ بزرگی اور عظمت رکھتا ہے محبت وغیرہ اپنے مذکور معنی میں بندوں کے اعتبار سے ہیں اور اللہ کا حضور سے محبت کرنا آپ کو قُرب خاص سے مشرف کرنا اور

www.muhammadi.net

marfat.com
Marfat.com

انعام عطا فرمانا، اور ایسی تعلیم دینا کہ اس تعلیم کو اور کوئی حاصل نہ کر سکے۔ اور مرضی رسول اللہ کے مطابق انہیں فضیلت کا عطا کرنا اور اللہ کی حکمت یہ ہے کہ اپنے حبیب کو بہترین انعامات عطا کئے اور اسے حاجت روا بنا دیا اور آپ کو توفیق بخشی کہ آپ کی دیدہ بینا اور دیدۂ دل اس مقام پر پہنچا گویا آپ ہر وقت ذات حق کے ساتھ ہیں۔

شفاعت اور مقامِ محمود سے حضور کی فضیلت

قاضی عیاض کے اس قول پر امام خفاجی فرماتے ہیں کہ مقام محمود ہر وہ مقام ہے جو حضور کی کرامت اور بزرگی کو شامل ہو لیکن اس جگہ مقام محمود کے باقی افراد سے خاص فرد مراد ہے جس طرح کہ برہان نے قرطبی سے مقام محمود کے بارے چھ اقوال نقل کئے ہیں کہا گیا ہے کہ مقام محمود سے مراد عام شفاعت ہے۔ حضور کو حمد کا لوا عطا کیا جانا۔ یا حضور کا اللہ کے ساتھ کرسی پر بیٹھنا لیکن اس بات پر طعن کیا گیا ہے۔ کیونکہ مخصوص جگہ ذات حق کا متمکن ہونا اس کی شان کے زیبا نہیں اور بعض نے اس کی تاویلیں بھی کی ہیں۔ یا بعض دوزخ والوں کا اپنی شفاعت سے دوزخ سے نکلوانا۔ یا آپ کا چوتھے درجہ میں شفاعت فرمانا یعنی جناب جبریل شفاعت کریں گے۔ پھر جناب ابراھیم علیہ السلام کھڑے ہوں گے۔ پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوں گے یا عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوں گے اس مقام حدیث میں راوی کو شک ہے پھر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کے لیے اٹھیں گے اور شفاعت کریں گے اور آپ کے بعد کوئی بھی شفاعت نہ کرے گا کہ اس کی شفاعت قبول کی جائے اور مقام محمود کی آیت انہی الفاظ سے تفسیر کی گئی ہے۔ یا وہ ایسا مقام ہے جو جناب جبریل کو بہت قریب ہے اور آپ کا شفاعت فرمانا اجماع امت سے ثابت ہے مگر اہل سنت کے نزدیک حضور کبیرہ گناہ والوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ کیونکہ حضور کی حدیث ہے کہ میری شفاعت اپنی امت میں کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے اور معتزلہ کے نزدیک آپ کے شفاعت فرمانے سے کبیرہ گناہ کا ثواب تو بڑھ جائے گا لیکن سزا نہ ٹلے گی۔ اس کی تفصیل اصول کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور مقام محمود والوں کو محمود ہونے کی نسبت مجازاً ہے یعنی اس پر فائز ہونے والے حبیبِ خدا دراصل محمود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

marfat.com
Marfat.com

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا[۱] ترجمہ: قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

شفا شریف میں قاضی عیاض رحمہ اللہ اس آیت سے استشہاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بیشک میں جان گیا ہوں جو مقام محمود کی تفسیر کی گئی۔

سوال بہرحال برہان نے جو قرطبی کا تیسرا قول بیان کیا ہے کہ حضور کا اللہ جل شانہ کے ساتھ عرش و کرسی پر بیٹھنا۔ اس پر واحدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ قول نہایت غلط و فاسد ہے کیونکہ اس قول سے اللہ پر جسمانیت کا الزام آتا ہے اور اس قول کے غلط اور بے بنیاد ہونے کی واحدی نے کئی وجوہ بیان کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ لفظ بعث کا معنی نقل کرنا یا کھڑا ہونا ہے اور بیٹھنا کھڑے ہونے کی ضد ہے تو اس کے ساتھ تفسیر کیوں کی گئی نیز بیٹھنا حد بندی اور تناہی کا تقاضا کرتا ہے جو تغیر اور حدوث کو مستلزم ہے اور آیت میں بھی مقامًا کا لفظ آیا ہے۔ اگر اس وا الٰہی میں حضور کو اس مقام پر بٹھلانا ہوتا تو اللہ تعالیٰ مقعدًا فرماتا یا اس کا کوئی اور ہم معنی لفظ آتا بہر صورت بعث کا لفظ بیٹھنے پر دلالت نہیں کرتا۔

جواب امام احمد نے اس حدیث کو مختلف طرق سے روایت کیا ہے اور اس کو متشابہ کی مانند کہا ہے جس طرح ارشاد خداوندی ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی[۲] ترجمہ: بڑی مہر والے نے اپنی شان کے لائق استوا[۳] فرمایا۔

اور روایت امام احمد کو دارقطنی رحمہ اللہ نے صحیح سمجھا ہے اور مقام محمود پر حضور کی جلوہ گری کے منکر کی ڈٹ کر تردید کی اور اس کی تصحیح بہت اچھے پیرایہ میں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

حَدِیْثُ الشَّفَاعَۃِ عَنْ مُحَمَّدٍ ترجمہ: شفاعت کی حدیث جناب محمد سے دو قسم

---

۱ پ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۹

۲ پ ۱۶ سورۂ طٰہٰ آیت ۵

۳ استوا ۔ برابر ہونا ۔ غیاث لغات

www.muhammadiari.net

marfat.com

Marfat.com

الیٰ احمد المصطفیٰ نسندہٗ — ہے اور ہم اس کا اسناد حبیب خدا احمد مصطفیٰ کی
وقد جاء الحدیث باقعادہٖ — طرف کرتے ہیں اور آپ کا مقام محمود اور عرش پر
علی العرش ایضا ولا نجحدہٗ — بیٹھنے کے متعلق حدیث میں آیا اور ہم اس کا
امروا الحدیث علی وجہہٖ — انکار نہیں کرتے اور حدیثیں ایسے طرق سے
ولا تدخلوا فیہ ما یفسدہٗ — گذری ہیں کہ ان میں فساد کو داخل نہ کیا جائے
ولا تنکروا انہ قاعدٌ — اور مقام محمود پر حضور کے بیٹھنے اور خدا کے
ولا تنکروا انہ یقعدہٗ۔ — بٹھانے کا انکار بالکل نہ کریں۔

مقام محمود پر حضور کے بیٹھنے کا تو کوئی مانع نہیں اور حضور کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کا بیٹھنا ظاہری بیٹھنے سے تعبیر نہیں اور ایسی مثالوں کی تاویلیں بہت سی ہیں۔ جس طرح لفظ عسیٰ کا معنی پسندیدہ اور مرغوب کی رغبت دلانا اور ناپسندیدہ اور مکروہ اشیا سے باز رہنے کی تنبیہ کرنا۔ حضور کا پسندیدہ اعمال یا مرغوب اشیا کی اُمید و رغبت کرنا بالکل ظاہر ہے اور پسندیدہ اشیا میں اللہ کا اُمید کرنا یا رغبت کرنا ظاہری معنی میں نہیں ہے کیونکہ امید و رغبت ذاتِ حق کی شایانِ شان نہیں تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ محبوب و مرغوب اشیا کا صدور و وقوع پختہ کرتا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر پر کوئی چیز واجب نہیں۔ یہ علم کلام کا مسلّمہ مسئلہ ہے۔

حضور اوّل و آخر و ظاہر و باطن ہیں۔

شفا شریف میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کا یہ قول نقل کیا کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس سے زمین پھٹ جائے گی اور میں ہی سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا۔ اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور صاحبِ شفا کہتے ہیں اس کے بعد حضور علیہ السلام خاتم النبیین اور سب سے آخری رسول ہیں۔ اس پر امام خفاجی فرماتے ہیں جاننا چاہیے کہ اس مقام پر بعض حواشی ملتے ہیں جن میں اللہ جل شانہٗ نے حضور علیہ السلام کو اول و آخر و ظاہر و باطن کے القاب سے موسوم کیا ہے۔ اول و آخر کی تفسیر تو گذر چکی اور ظاہر وہ ہے جس کا وجود عقلمند پر پوشیدہ نہ ہو۔ یا قدرت رکھنے والے پر مخفی نہ ہو، اور باطن وہ

marfat.com
Marfat.com

ذات ہے جو اپنے بندوں سے دنیا میں چھپی ہوئی ہو، یا جس کا احاطہ نہ ہو سکے یا جس کی کوئی کیفیت نہ ہو اور کہا گیا ہے کہ ظاہر قریب کے معنی میں بھی ہے اور باطن علیم حکیم کے معنی میں ہے۔ ان اسماء کے بارے ایک حدیث مروی ہے کہ بے شک حضرت جبریل علیہ السلام حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اٰخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ظَاھِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَاطِنُ۔

ترجمہ: اے سب سے پہلے تجھ پر سلام اے سب سے بعد والے تجھ پر سلام۔ اے ظاہر تجھ پر سلام اے پوشیدہ تجھ پر سلام۔

پھر حضور علیہ السلام نے جبریل کو فرمایا کہ مجھ جیسی مخلوق میں یہ صفات کیسے ہو سکتی ہیں جب کہ یہ صفات تو ذات خالق کے لیے لائق ہیں۔ جبریل نے عرض کیا کہ بے شک اللہ جل شانہ، نے مجھے انہی الفاظ سے سلام عرض کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ کو ان اسماء سے مخصوص کیا ہے اور اس خصوصیت میں باقی انبیاء اور مرسلین آپ کے شریک نہیں اور آپ کے لیے یہ اسماء اپنے اسم سے نکالے ہیں اور اس صفت کو اپنی صفت سے نکالا ہے اور آپ کو اسم اول سے موسوم کیا کہ آپ اپنے نبی ہونے میں سب نبیوں سے پہلے ہیں اور آپ کو آخر کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کو باطن کا اسم اس لیے عطا کیا گیا کہ آپ کا نام پایہ عرش پر اللہ نے اپنے نام کے ساتھ سرخ نور سے لکھا ہے یہ نام پیدائش آدم سے پہلے ایک ہزار سال جس کی ابتدا و انتہا نہ تھی لکھا گیا اور مجھے حکم ہوا کہ میں آپ پر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ پڑھوں۔ پھر میں ایک ہزار سال تک آپ پر درود و سلام پڑھتا رہا یہاں تک کہ آپ کو اللہ جل شانہ، نے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور چمکا دینے والا سورج بنا کر بھیجا اور آپ کا نام ظاہر اس لیے رکھا کہ آپ کو آپکے زمانہ میں ظاہر کیا اور سب دینوں پر آپ کے دین کو ظاہر یعنی غالب کیا اور آپ کو سب زمین و آسمان والوں پر فضیلت بخشی تو ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس نے آپ پر درود و سلام نہ پڑھا ہو۔ آپ کا رب محمود ہے اور آپ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کا رب اول و آخر ظاہر و باطن ہے اور آپ بھی اول و آخر ظاہر و باطن ہیں پھر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اللہ جل مجدہ کی سب

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

تعریف جس نے مجھے اسما اور صفات میں تمام نبیوں پر فضیلت عنایت کی۔ اس کے بعد امام خفاجی کہتے ہیں کہ ہم نے یہ تقریر کہیں نہیں دیکھی۔ صرف صاحب شفا نے ہی حواشی پر نقل کی ہے۔ اور یہ ان کے حُسن وعقیدت کا ثبوت ہے ورنہ وہ یہ نقل نہ کرتے۔

اعجازِ قرآن

قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اعجازِ قرآن کو شفا میں ذکر کیا جس پر امام خفاجی فرماتے ہیں کہ اصمعی نے حکایت کی ہے کہ انہوں نے ایک لڑکی کی گفتگو سُنی اور مشفقانہ طور کہا کہ اللہ تجھے زندہ نہ رہنے دے تجھے فصاحت کیسے آگئی ہے تو وہ بولی کہ یہ فصاحت تو مجھے اللہ کی اس بات پر غور کرنے سے حاصل ہوئی ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ	ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو الہام
اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ	فرمایا کہ اسے دودھ پلائے پھر جب تجھے اس سے
فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا	اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ
تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ	ڈر نہ غم کر بیشک ہم اسے تیری طرف پھر لائیں گے
مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ [1]	اور اسے رسول بنائیں گے۔

کہ ایک ہی آیت میں دو امر اور دو مرتبہ نہی اور دو خبریں اور دو بشارتیں ایک ساتھ لائی گئی ہیں اور یہ قرآن کے خصوصی اعجاز کی ایک قسم ہے جو قرآن کا انفرادی خاصہ ہے اور حقیقۃً کسی دوسری کتاب میں یہ خصوصیت نہیں، اور ان دونوں قولوں کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ قرآن حضور کی طرف سے ہے اور آپ کو جو کچھ عطا کیا گیا وہ ظاہر میں بالکل واضح اور معلوم ہے اور اس جگہ دو قولوں سے مُراد یا تو قرآن کا اعجاز باعتبار مجموعہ بلاغت اور طریق نظم کے ہے یا علیحدہ علیحدہ یعنی قرآن مجموعہ بلاغت سے الگ اور طریق نظم سے الگ انفرادی طور بغیر تعلق طریق نظم اور مجموعہ بلاغت کے اعجاز رکھتا ہے اور یہ دونوں صورتیں خلافِ عادت اور طاقتِ بشری سے باہر ہیں اور یہ قرآن کی ذاتی سے سمجھا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو قولوں سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز ایسی بلاغت

---

[1] پ ۲۰، سورۃ قصص، آیت ۷

marfat.com
Marfat.com

سے ہے کہ اس کے مرتبہ تک کسی کی رسائی نہیں اور یہ قول اول ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن بغیر بلاغت بھی اعجاز رکھتا۔ جیسے حوادث اور مخفی باتوں کی خبریں وغیرہ۔ اور اس شخص کے قول میں کوئی شک نہیں جو قرآن مجید کی بلاغت اور اسلوب سے اعجاز قرآن کا قائل ہو۔ بصورتِ دیگر معنوی طور بھی قرآن کریم کو سراپا اعجاز سمجھے کیونکہ قرآنی عبارت سے اس کے معانی کا علیحدہ ہونا ناممکن ہے جس طرح کہ علامہ زرکشی نے اپنی برہان میں کہا ہے کہ اکثر محققین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ اعجاز قرآن بلاغت کی وجہ سے ہے لیکن اس کی تفصیل کا احاطہ کرنا نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ کلام کی مختلف اقسام ہیں اور بیان کے مراتب بھی علیحدہ علیحدہ ہیں بعض ان میں بلاغت سے بھرپور اور استحکام سے محکم اور غلظت سے مملو ہیں نیز فصیح اور جائز۔ مراتب بیان کی پسندیدہ اور اعلیٰ قسمیں ہیں۔ قریب اور طلق مراتب بیان کی درمیانی اور سہل اور رسل آخری قسمیں ہیں اور بلاغت قرآن حکیم ان سب اقسام کو بلحاظ درجہ مساوی ہے اور قرآنی نظم اس طریقہ پر ہے کہ اس میں فخامت اور عذوبت جمع کر دی گئیں ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس لیے کہ عذوبت کلام میں نرمی اور رخوت پیدا کرتی ہے اور فخامت سے متانت اور جزالت پیدا ہوتی اور ان سے کلام میں غلظت اور شدت ظاہر ہوتی ہے ان دونوں کیفیات کا جمع ہونا فضیلت ہے اور قرآن اسی سے خاص کر دیا گیا ہے۔ تاکہ اس کا آیت بینہ ہونا واضح ہو اور بلاغت قرآنِ حکیم نوعِ بشر پر مشکل ہے اس لیے کہ بندوں کا علم محدود ہے جو تمام لغتِ عربی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ مناسب معنی اور اس کا سمجھنا بھی دشوار ہے۔ اور قرآن کی وجہ نظم اور سب معنی کا ادراک بھی نہیں کیا جا سکتا تو بندوں کو حُسنِ انتخاب کا اختیار دیا گیا تاکہ اظہار مافی الضمیر صحیح ہو جائے اور یہ کلام ایسے الفاظ پر قائم ہے جن سے مناسب معنی ظاہر ہوتا ہے اور الفاظ کا باہمی ربط منظم ہے۔ آپ جب قرآن میں غور کریں گے تو آپ کو بیک وقت یہ تمام خوبیاں اور محاسن مکمل ملاحظہ ہوں گی اور آپ قرآن کی بلاغت و فصاحت کے اعلیٰ درجات سے مطلع ہوں گے اور ایسا طرزِ تکلم علیم و قدیر کے سوا کسی کو میسر نہیں اور قرآن کریم کے معجزہ ہونے کا سبب اس کے الفاظ کا حُسن اور نظم و تالیف کا بہتر انداز بھی ہے اس میں دُعا اور توحید خداوندی کے معانی بالکل واضح ہیں اور اطاعت الٰہی کی صراحت ہے اور حلال و حرام کا بیان ہے نصیحت اور مستقل مزاجی کا درس ہے اور حُسن اخلاق کا حکم اور بداخلاقی کی سخت ممانعت ہے اور قرآن مجید میں

marfat.com
Marfat.com

مناسبت حال سے ہر ایک چیز کا برمحل ذکر کیا گیا ہے جس طرح قرونِ اولی کی خبریں اور آنے والے حادثات کی اطلاع ان اخبار اور حوادث کے اوقات معینہ سے اور اس کے ظہور کی میعاد کو لازم ہیں اور ان تمام اُمور کا اتمام اور پورا ہونا ایک عمدہ اور شاہی دستور کے ماتحت ہے جو خدائے بزرگ برتر کے ماسوا ممکن نہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف کی جگہ زمین کے تمام قطعات سے افضل ہے

قاضی عیاض رحمۃ اللہ شفا میں فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور علیہ السلام کے مزار مقدس کی جگہ زمین کی سب جگہوں سے افضل ہے بلکہ آپ کا مزار شریف تمام آسمانوں اور عرش اور کعبہ سے بھی افضل ہے۔ اس پر امام خفاجی فرماتے ہیں کہ امام سبکی نے نقل کیا ہے کہ حضور کا مزار شریف عرش و کعبہ اور آسمانوں سے اس لیے افضل ہے کہ حضور بذاتِ خود اللہ کے ہاں عالی قدر اور بلند مرتبہ ہیں۔ اور قرافی نے قواعد میں کہا کہ فضیلت کے کئی سبب ہوتے ہیں یعنی کبھی صاحب فضیلت کو اپنی ذات سے ہی فضیلت ہوتی ہے جس طرح فضیلتِ علم۔ کبھی کسی خصوصیت یا کثرت عبارت سے فضیلت ہوتی ہے اور کبھی بوجہ قرب فضیلت ہوتی ہے جس طرح جلد قرآن کو بوجہ قرآن کے فضیلت ہے اور کبھی کسی شے کو اس کے اندر مقدس چیز کے اتر جانے کی وجہ سے فضیلت ہوتی ہے جس طرح حضور کے مزار کو زمین کی سب جگہوں پر فضیلت ہے اور جو کچھ صاحب شفا نے ذکر کیا ہے۔ اس میں انکار کی کوئی وجہ نہیں کہ سوال فضیلت عمل پر زیادہ ثواب ملنے سے ہوتی ہے اور قبر میں کوئی عمل نہیں ہوتا۔ جواب۔ اس اشکال سے لازم آئے گا کہ قرآن میں فضیلت ہے اور جلد قرآن میں فضیلت نہیں اور اس کا باطل ہونا دینی ضروریات میں بالکل واضح ہے اور اس امر پر سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ اس پر اجماع اُمت ہے کہ بے شک قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم زمین کی سب جگہوں سے افضل ہے اور یہ قول مکہ کی مدینہ پر فضیلت سے مستثنیٰ ہے۔ جس طرح کہا گیا ہے:

جَزَمَ الْجَمِيْعُ بِاَنَّ خَيْرَ الْاَرْضِ مَا
قَدْ حَاطَ ذَاتَ الْمُصْطَفٰى وَحَوَاهَا

marfat.com
Marfat.com

ونعم لقد صدقوا ليسا لكنما علت
كالنفس حين زكت زكا ما واها

(۱) اس پر سب کا اتفاق ہے کہ زمین کے جس قطعہ نے حضور کے جسدِ نوری اور ارد گرد کا احاطہ کیا ہوا ہے وہ سب زمین سے افضل ہے۔

(۲) اور ہاں انہوں نے سچ کہا ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا اپنے مکین کی وجہ سے بلند مرتبہ ہے۔
جس طرح نفس کی طہارت سے تمام اعضا حکماً پاک ہو جاتے ہیں۔

دوسرا جواب اور ابن عبد السلام نے کہا ہے کہ کئی اُمور میں فضیلت بغیر عمل بھی ہوتی ہے نبی علیہ السلام کی قبر شریف کو سب جگہوں پر فضیلت اس لیے ہے کہ وہ مقدس مقام خُدا کی انوار و تجلیات کا مرکز ہے اور اس پر ملائکہ اور رضوان اور رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور قبر شریف میں ان کے اعمال بڑھتے رہتے ہیں اور یہ بالکل صحیح بھی ہے لیکن چنداں اس کے ذکر کی ضرورت نہیں اگر ہم مان بھی لیں کہ کسی جگہ کو اپنی ذات میں کوئی فضیلت نہیں تو پھر قبر نبوی کی فضیلت کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس میں حضور علیہ السلام کا جسدِ نوری اترا ہوا ہے اور حنفیہ میں سے سروجی کا قول ہے کہ ہمیں یہ ذکر کرتے ہوئے کوئی خوف نہیں کہ ہمارے مذہب میں اس بارے کوئی توقف نہیں اور کوئی حرج نہیں کہ ایک مشہور قول قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کے لیے کفایت کر جائے کہ ہر کوئی شخص اس مٹی میں دفن کیا جاتا ہے جس سے وہ پیدا کیا جائے اور خفاجی نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ نبی کی خوابگاہ ہے ان کے لیے فضیلت و فخر و شرف بہت زیادہ ہے حتیٰ کہ عوارف المعارف میں بروایت ابن عباس مروی ہے کہ آپ کی پاک مٹی کی اصل زمین کی ناف یعنی شہر مکہ میں کعبۃ اللہ سے برآمد ہوئی اور سب سے پہلے اس سے حضور کا حصہ نکال لیا گیا۔ جو ایک ذرہ تھا پھر اس ذرہ سے زمین پھیلا دی گئی تو نبی کی ذات اصل تکوین ہے اور کائنات آپ کے طفیل اور تابع ہے۔ پھر طوفان کی لہریں حضور کی خاک پاک کو آپ کے دفن کی جگہ لے آئیں دراصل اس وقت آپ اصل کعبہ میں ہی دفن ہیں جس سے آپ پیدا کیے گئے۔ اس کے بعد امام خفاجی ایک عجیب و غریب لیکن پختہ قول نقل کرتے ہیں جس کی تائید بعض حدیثوں نے کی ہے لیکن جناب سلمان علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

marfat.com
Marfat.com

مزار شریف کی جگہ کی زیارت کی اور بڑے وثوق سے خبر دی کہ یہاں عنقریب ایک بابرکت قبر تیار ہوگی اتنا کہہ کر جناب سلیمان علیہ السلام چلے گئے بعد میں علمائے بنی اسرائیل چار سو سال تک حضور علیہ السلام کی بعثت اور ہجرت کا انتظار کرتے رہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ[1] ترجمہ: تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔

اس مقام پر بحث ہے اور وہ یہ ہے کہ بیشک جو جگہ حضور کے عظیم جسم سے ملی ہوئی ہے جب وہ تمام جگہوں سے افضل ہے تو یہ لازمی امر ہے کہ مدینہ طیبہ بلا اختلاف مکہ مکرمہ سے افضل ہے اس لیے کہ مدینہ میں زیادہ شرف کا پہلو ہے بمطابق زیادہ الخیر خیرٌ یعنی جہاں زیادہ بھلائی ہو وہاں فضیلت ظاہر ہے بعض لوگ مدینہ کی مکہ پر فضیلت میں اختلاف کرتے ہیں ان کا یہ خیال درست نہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ حضور نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ کو اپنی قیام گاہ بنالیا تو اب اس مقام کو مکہ پر فضیلت ہے کیونکہ مکان کو شرف مکین سے ہوتا ہے تو جب تک اختلاف پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اس سے گریز ناگزیر ہے۔

اور ہمارے شیخ ابن قاسم نے اپنی کلام میں صاف کہہ دیا ہے کہ جو جگہ حضور علیہ السلام کے مبارک اعضا سے ملی ہوئی ہے اس کی فضیلت تو آپ کی موت اور دفن اور ہجرت سے پہلے ہی ثابت ہے اور کہا گیا ہے کہ سرکار کے جسد نوری کے اس جگہ میں دفن ہونے سے تو کعبہ و عرش کرسی سے بھی افضل ہو گئی۔ اس لیے کہ اس جگہ کا شرف تو سرکار سے ہی ہے سوال یہ شرف اس جگہ کو آپ سے قبل نہ تھا کیونکہ آپ کے قرب سے پہلے یہ جگہ صرف کعبہ کی جز تھی جو کعبہ کے باقی اجزا پر کسی وجہ سے زیادہ نہ تھی۔

(جواب) کہا جا سکتا ہے کہ جب اس جگہ کی فضیلت کا شمار آپ سرکار کے دفن کی وجہ سے مکہ کے باقی اجزا پر بھی ہے یہی امر متقاضی ہے کہ حضور کے مزار شریف کی جگہ حضور کے دفن سے پہلے بھی مکہ کے باقی اجزا پر فضیلت رکھتی تھی۔

---

[1] پ ۱ سورۃ البقرۃ آیت ۸۹۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

سوال یہ سوال متبادر فہم ہے کہ کیا آپ کے مزار کی موجودہ جگہ آپ کی منزل جنت سے افضل ہے یا آپ کا مقام جنت افضل ہوگا۔

جواب کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اس جگہ میں ہیں تو یہی افضل ہوگا اور جنت میں جائیں گے تو آپ کا وہ مقام افضل ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جائز ہے کہ اس مقام کو مقام جنت میں منتقل کر دیا جائے اور اس مقام کا حکم منزل جنت کا سا حکم ہو یہ مقام قابل غور ہے۔

سوال جاننا چاہیے کہ بے شک عز ابن عبدالسلام نے جب یہ کہا کہ زمان و مکان برابر ہوتے ہیں اور ان میں ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہوتی۔ تو بعض کو وہم ہوا کہ آپ کے مزار مقدس کو اپنی ذات میں کوئی فضیلت نہیں اس لیے کہ مکان کی فضیلت اعمال واقعی سے ہوتی ہے۔

جواب یہ سوال اس لیے مردود ہے کہ فضیلت کے لیے اعمال واقعی کے علاوہ اور بھی کئی اسباب ہوتے ہیں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

سوال فضیلت اعمال مکہ پر فضیلت اعمال مدینہ غیر مسلّم ہے اگر تسلیم کر جائے تو مکہ میں پھر اعمال زیادہ ہیں جو اس کے سوا میں نہیں ہیں جس طرح حج اور عمرہ اور مناسک وغیرہ اس لیے مکہ میں زیادہ فضیلت کا پہلو نکلتا ہے۔

جواب اس پر مالک نے کہا کہ جو فضیلت مدینہ کو ہے وہ اس کے غیر کو نہیں ہے کیونکہ مدینہ ہی کو حضور نے قرب بخشا اور مدینہ ہی سے اسلام کو غلبہ ہوا اور در حقیقت فضیلت مکہ اور مدینہ میں اختلاف لفظی ہے۔

قاضی عیاض نے شفا کے آخر میں قتل حسین بن حلاج کے بارے کلام کیا ہے اس پر امام خفاجی فرماتے ہیں کہ شاذلی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں مسجد اقصیٰ کے عین وسط میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک بہت بڑی تعداد میں جماعت آئی میں نے دریافت کیا کہ یہ جماعت کیسی ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ نبیوں اور رسولوں کی جماعت ہے اور ان کی حاضری حضور علیہ السلام کے پاس حسین ابن حلاج کی سفارش کے متعلق ہے کہ اس نے کوئی حضور کی بے ادبی کی ہے تو میں نے ایک تخت دیکھا جس پر امتیازی شان سے حضور علیہ السلام جلوہ فرما ہیں اور سب انبیاء مثلاً ابراہیم علیہ السلام، نوح علیہ السلام موسیٰ علیہ

www.muhammadilibrary.net

marfat.com

Marfat.com

السلام، عیسیٰ علیہ السلام فرش زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں یہ دیدنی منظر دیکھتا رہا اور ان کی باتیں سنتا رہا تو اس محفل میں موسیٰ علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کی کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح ہیں تو ان میں سے کوئی ایک مجھے دکھائیں تو سہی تو حضور نے فرمایا یہ ہیں اور امام غزالی کی طرف اشارہ فرمایا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے جناب غزالی سے ایک سوال کیا تو آپ نے دس جواب دیئے جس پر موسیٰ علیہ السلام کو اعتراض ہوا کہ جواب وہی بہتر ہوتا ہے جو سوال کے مطابق ہو۔ سوال تو میں نے ایک کیا ہے اور جواب دس دیئے گئے ہیں تو امام محمد غزالی نے کہا کہ یہ اعتراض تو آپ پر بھی وارد ہوتا ہے۔ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے داہنے ہاتھ میں کیا ہے لے موسیٰ تو جواب صرف اتنا تھا کہ یہ لاٹھی ہے آپ نے اس کی بہت سی صفات بھی گن دیں۔ شاذلی کہتے ہیں کہ میں رسول عربی کے قدر و جلال میں کھویا ہوا تھا کہ آپ تخت پر متمکن ہیں۔ اور باقی انبیا زمین پر بیٹھے ہیں تو ایک شخص نے مجھے اپنے پاؤں سے جھنجھوڑ دیا میں بیدار ہو گیا اور مسجد اقصیٰ کا صحن قندیلوں سے واقعی جگمگا رہا تھا اس شخص نے کہا کہ لے شاذلی تعجب نہ کیجیے کہ سب کے سب حضور کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ مجھ پر غشی طاری ہو گئی اور میں گر گیا تو جب لوگ نماز کے لیے کھڑے ہوئے مجھے افاقہ ہوا تو مجھے وہ مسجد نہ صحن مسجد آج تک نہیں ملا۔ اسی مقام کو صاحب قصیدہ بردہ یوں فرماتے ہیں۔

فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِہٖ مَاشِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِہٖ مَاشِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

شرف و تکریم سے جو چاہے تو حضور کی ذات کی طرف منسوب کر دے اور آپ جو عظمت بھی چاہیں حضور کی قدر و منزلت کی طرف منسوب کر دیں۔

www.muhammadan.net

marfat.com
Marfat.com

عارفِ باللہ شیخ اسماعیل حقی صاحب تفسیر رُوح البیان

رحمۃ اللہ علیہ

کے

فرمُوداتِ گرامی

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف ۱۱۱۷ھ میں مکمل کی آپ اپنے فرمودہ جواہر میں قرآن کی ان آیات کی تفسیر فرماتے ہیں۔

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[1]	اے کتاب والو بے شک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سے معاف فرمائے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے راستے اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اپنے حکم سے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

حضور کی نورانیت کا بیان

جاننا چاہیے کہ جو حصہ انسان کو اللہ سے ہے بے شک اس کی حقیقت بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو نور بنا کر بھیجا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو بھی لفظ نور سے قرآن میں ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[2] اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

اس لیے کہ زمین و آسمان عدم و نیستی کے اندھیرے میں پوشیدہ تھے تو اللہ تعالےٰ نے انہیں ایجاد کر کے ظاہر فرما دیا اور حضور علیہ السلام کا نام نور اس لیے رکھا کہ سب چیزوں سے پہلے عدم کے اندھیرے سے ذات حق نے اپنی قدرت سے نور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا جس طرح حضور نے خود فرمایا ہے: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ۔ یعنی اللہ جل شانہٗ نے

---

[1] پ ۶، سورۃ مائدہ، آیت ۱۵، ۱۶۔ [2] پ ۱۸، سورۃ نور، آیت ۳۵۔

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ میرا نورتھا۔ پھر اس نور سے دنیا و مافیہا کو پیدا کر دیا اور بعض کو بعض سے پیدا کر دیا تو جب سب کائنات حضور کے نور کی برکت سے ظاہر ہوگئی۔ تو اللہ نے حضور کا نام نور رکھ دیا آپ خالق سے بہت قریب تھے جب اس نے پہلی دفعہ خلق کو ایجاد کیا اور جو اس وقت زیادہ قرب رکھتا تھا وہ نور کے نام سے موسوم ہونے میں بھی زیادہ مناسب اور لائق تھا اور عالم اجساد کی نسبت عالم ارواح پہلی ایجاد و خلق کو زیادہ قریب تھا اس لیے اس کو عالم الانوار سے موسوم کیا جاتا ہے اور عالم سفلیات کی نسبت عالم علویات نوری ہوتا ہے۔ تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور موجودات کی ابتدائی خلق میں زیادہ قریب تھا تو آپ نور کے اسم سے موسوم ہونے میں زیادہ لائق ہوئے اسی لیے سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ سے ہوں اور ایمان والے مجھ سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا۔ اور نبی علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں اللہ جل شانہٗ کے سامنے نور تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چار ہزار سال پہلے اور یہ نور تسبیح بیان کرتا تھا اور ملائکہ بھی اس نور کی سی تسبیح بیان کرتے تھے پھر جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما دیا تو یہ نور ان کی پشت میں رکھ دیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی پیٹھ میں زمین پر اتارا اور پھر مجھے نوح علیہ السلام کی پشت میں رکھ دیا۔ جب وہ کشتی میں تھے اور پھر مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ڈال دیا۔ پھر مسلسل اللہ تعالیٰ نے مجھے پاک پشتوں سے پاک شکموں میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے اپنے والدین سے پیدا کر دیا جو کبھی بدکاری کے درپے نہ ہوئے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی خطا یعنی خلاف اولیٰ کا اقرار کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ یا اللہ میں سوال کرتا ہوں کہ مجھے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے بخش دے۔ تو اللہ نے فرمایا اے آدم تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانتا ہے۔ میں نے تو ابھی اسے پیدا بھی نہیں کیا۔ حضرت آدم نے عرض کی کہ یا اللہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح

marfat.com
Marfat.com

ڈالی تو میں نے اپنا سر اٹھایا اور عرش کے پایہ پر لکھا ہوا دیکھا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

تو مجھے اچھی طرح پہچان ہو گئی کہ جس نام کو تو نے اپنے نام سے ملا کر ذکر کیا ہے وہ تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے آدم تو نے سچ کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے اور اے آدم میں نے تیری خطا معاف کر کے تجھے بخش دیا اور اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔[۱]

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ سورہ اعراف کی ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عَذَابِيٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ	ترجمہ: میرا عذاب میں جسے چاہوں دوں اور میری
وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَا	رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو
كْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ	ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور
الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا	وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ جو غلامی کریں گے
يُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ	اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے
النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ	لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ
مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ	انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا
وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ	اور ستھری چیزیں ان کے لیے حلال فرمائے گا اور گندی
وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ	چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور
لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ	گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا تو وہ جو
الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ	اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے
وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ	مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس
فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ	کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔
وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ	
اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[۲]	

۱؎ بیہقی شریف فی دلائلہ۔ ۲؎ پ ۹۔ سورۃ الاعراف۔ آیت ۱۵۶، ۱۵۷۔

marfat.com
Marfat.com

ایمان لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں اصل فوز فلاح ہے۔

تحقیق سے جانا گیا کہ احکام قرآن کی پابندی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد از ایمان تعظیم کرنا اللہ کے نزدیک حقیقی کامیابی کا اصل سبب ہے اور بالعموم اور خصوصاً آپ کی نصرت اور مدد کرنے میں بھی کامیابی کا راز ہے حضور کی بالعموم نصرت عام اہل شریعت کی نصرت ہے اور بالخصوص نصرت خاص لوگ اربابِ طریقت اور اصحابِ حقیقت کی نصرت ہے یہ لوگ خصوصی اخلاص سے اسرار توحید اور انوار ایمان کے کمال تک پہنچنے والے ہوتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ سلسلہ انبیاء کی ترتیب سے اللہ کا اصل مقصد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا متقدمین انبیا کا وجود آپ سے پہلے آپ کے وجود مسعود کا مقدمہ تھا اور آپ اصل ما حاصل او نتیجہ اور خلاصہ تھے انبیاء اور مرسلین میں آپ سب سے زیادہ صاحب شرف وعظمت تھے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا۔

فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔ (الحدیث)

ترجمہ: مجھے تمام انبیا پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی۔ نمبر۱۔ مجھے مختصر مگر جامع اور کثیر المطالب کلام عطا کی گئی۔ نمبر۲ میں رُعب اور دبدبہ سے مدد کیا گیا ہوں۔ نمبر۳۔ میرے لیے غنیمتوں کا مال حلال کیا گیا۔ نمبر۴۔ میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور پاکیزگی بنا دی گئی۔ نمبر۵۔ میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ نمبر۶ اور مجھ سے نبیوں کی آمد بند کر دی گئی۔

اور ایسے ہی پہلی کتابوں سے اصل مقصود قرآن مجید تھا جسے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر اتارا وہ تمام خداوندی کتب کا لُب لباب اور خلاصہ ہے اور شان میں ان سب کتابوں سے باعظمت ہے کیونکہ وہ سب آسمانی کتب کی تصدیق کرتا ہے جو انبیاء اور ان کی قوموں کے سامنے تھا اور قرآن کے ایک ایک لفظ نے دنیا کے بڑے بڑے بلیغ اور فصیح لوگوں کو عاجز کر دیا کہ اس جیسی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورۃ لا سکیں اور قرآن کریم معنوی لحاظ سے مثلاً احکام اور آداب و فضائل

marfat.com
Marfat.com

بہترین حجت شاندار برہان اور مضبوط دلائل پر شامل ہونے میں تمام سابقہ آسمانی کتب کو جامع ہے اور ایسے ہی پہلی اُمتوں سے اصل مقصد یہ اُمتِ مرحومہ یعنی اُمتِ محمد عربی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے یہ بافضیلت اور درمیانی اُمت پہلی تمام اُمتوں کا نتیجہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا[1] — اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب اُمتوں سے افضل کیا۔

پھر جناب حقی رضی اللہ عنہ نے خلافت عثمانیہ کا ذکر خیر کیا کہ اللہ نے اسی سے دین کی نصرت اور مدد کی اور مسلمان اس سے غالب ہوئے اور اسے قیامت تک بھلائی سے موافق ہونے کا دوام بخشا۔ پھر قرآن کی اس آیت پر کہتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا[2] — ترجمہ: اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔

حضور سب کے رسول ہیں یہ خطاب عام ہے جن وانسان جنہوں نے آپ کا زمانہ پایا آپ سب کی طرف اللہ کے رسول بن کر بھیجے گئے اور بعدازیں قیامت تک آپ تمام لوگوں کے رسول ہیں بخلاف باقی انبیا کے کہ وہ اپنے زمانہ میں صرف اپنی ہی قوم تک بھیجے گئے اور ان میں کسی کی شریعت قیامت تک جاری نہ ہو گی۔

حدادی نے کہا کہ جمیعًا کی تفسیر کافۃً سے بھی ہو سکتی ہے کہ میں تمہیں اللہ کی توحید و اطاعت کی ہدایت کرتا ہوں اور اس ہدایت تبلیغ کرنے پر تم سب پر میری اتباع اور فرمانبرداری بھی لازم ہے۔ اور آکام المرجان میں ہے کہ مسلمانوں کی کسی جماعت نے اس میں اختلاف نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم جن وانس و عرب و عجم کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

سوال اگر تو کہے کہ اس عمومی بعثت میں جناب سلیمان علیہ السلام بھی حضور کے شریک ہیں اس لیے کہ وہ بھی جن وانس کی طرف مبعوث ہوئے اور جن وانس کے علاوہ تمام

---

[1] پ ۲، سورہ بقرہ، آیت ۱۴۳۔

[2] پ ۹، سورہ اعراف، آیت ۱۵۸۔

marfat.com
Marfat.com

حیوانات پر انہوں نے بھی حکومت کی۔

جواب میں کہتا ہوں کہ جناب سلیمان علیہ السلام جنوں کی طرف رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ شاہی طور طریقہ سے ان پر باضابطہ حکومت کرتے تھے اور ان سے خدمت لیتے تھے اور ان کے درمیان حق فیصلہ فرماتے تھے اور آپ نے انہیں کبھی بھی اپنے دین کی دعوت نہ دی تھی اس لیے کہ سرکش جن آپ کے مطیع ہو کر آپ کی خدمت میں کھڑے رہتے لیکن وہ اپنے کفر اور گمراہی پر جوں کے توں رہے۔

پھر صاحب روح البیان اللہ کے اس قول کی تفسیر فرماتے ہیں:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ	ترجمہ: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول بے
الْاُمِّيِّ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ	پڑھے غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی
وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ [1]	باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی غلامی کرو
	کہ تم راہ پاؤ۔

سید الطائفہ جناب جنید بغدادی رحمۃ اللہ نے کہا کہ مخلوق پر سب راہیں بند ہیں یہاں تک کہ وہ رسول کے نقش قدم پر چلیں اور آپ کی سنت کی تابعداری کریں اور آپ کے طریقہ کو اختیار کریں اس لیے کہ آپ کے نقش قدم پر چلنے والوں اور آپ کی سنت کی اتباع کرنے والوں پر بھلائی اور خیرات کے تمام راستے کھل جاتے ہیں۔ پھر کہا کہ جب تو اتباع کرنا چاہے تو صرف سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ کی اتباع کر جن کے جھنڈے کے سایہ تلے آدم اور ان کے علاوہ تمام انبیاء اور اولیاء جمع ہوں گے۔ پھر جب تو کسی کی پیروی کرے تو صرف اس وجہ سے نہیں کہ وہ شخص آپ کی امت کے لوگوں میں مشہور ہے اور بادشاہوں اور امیر لوگوں میں مقبول ہے بلکہ آپ پر لازم ہے کہ آپ پہلے حق کو پہچانیں اور پھر بندوں کی پرکھ پڑتال کریں کہ وہ واقعی پیروی کرنے کے لائق ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت مولیٰ علی جو ربانی علم کے دروازہ ہیں فرماتے ہیں جو شخص حق کی پہچان کو بندوں پر چھوڑ دے وہ گمراہی کے ویرانے میں سرگرداں ہے حق کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اہلیت دیکھی جائے اور اس شخص میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا اندازہ کیا جائے کہ وہ کس قدر حضور کا تابع فرمان ہے اس طریقہ سے آپ کی اور اس شخص کی مناسبت مستحکم اور رشتہ محبت

---

[1] پ ۹، سورۂ اعراف، آیت ۱۵۸۔

marfat.com
Marfat.com

مضبوط ہو گا۔ اور ہر جس چیز کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔

حضور پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والا آپ کی شفاعت کا مستحق ہو گا

مثلاً آپ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا اور آپ کے مزار شریف کی زیارت کرنا اور آذان کا جواب دینا اور بعد از آذان دُعا کرنا ان اُمور کی ادائیگی سے ہر شخص حضور علیہ السلام کی شفاعت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اکابر امت نے کہا ہے کہ اگر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک یا اعضا مبارک یا تازیانہ مبارک کسی گنہ گار کی قبر پر رکھ دیا جائے تو ان تبرکات کی وجہ سے اس گنہ گار کو عذاب سے نجات مل جائے گی یا یہ تبرکات کسی شہر یا کسی کے گھر میں ہوں تو اس شہر یا گھر کے رہنے والوں پر کسی بلاؤ مصیبت کا اثر نہ ہو گا اگرچہ وہ ان تبرکات کی موجودگی کا علم نہ رکھتے ہوں اسی طرح آب زمزم شریف یا اس میں دُھلا ہوا کفن یا غلافِ کعبہ کا ٹکڑا جو اندرون لباس ٹانک لیا جائے یا غلافِ کعبہ سے پورا کفن میسر ہو جائے یہ سب بابرکت ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ جب تو کسی خارجی مثال کا ارادہ کرے تو جان لے کہ جو شخص اپنے بادشاہ کی اطاعت اور عزت کرتا رہا ہو جب وہ اپنے بادشاہ کے شہر میں داخل ہو گا اور اس بادشاہ کے تیر و ترکش اور کوڑے دیکھ کر ان کی عزت کرے گا بلکہ اہالیان شہر کی تعظیم کرے گا بلا تشبیہ ملائکہ الٰہی حضور علیہ السلام کی بے حد تعظیم کرتے ہیں جب وہ کسی گھر یا شہر یا کسی قبر پر آپ کے باقیات اور آثار مقدسہ دیکھتے ہیں تو اس شہر یا گھر والوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور قبر والے پر عذاب نہایت ہلکا کر دیتے ہیں یہ شیخ اسماعیل حقی سورۃ انفال کے اس قول کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ — ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے

وَاَنْتَ فِيْهِمْ [1] — جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

اس میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی حُرمت و تعظیم کی حفاظت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا ہے رحمت اور عذاب ضدیں ہیں اور ضدیں کبھی جمع نہیں ہوتیں اور یہ بھی

---

[1] پ ۹، سورۃ انفال، آیت ۳۳۔

marfat.com
Marfat.com

کہا گیا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب حیاتِ ظاہری میں تھے تو آپ بہت بڑی امن گاہ تھے اور آپ کی سُنّت کو بقا اور دوام ہے جس کی اتباع حقیقی امن کی آئینہ دار ہے اور یہ آیت حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی اللہ کے ہاں قدر و منزلت اور احترام و شرافت پر دلیل ہے کہ اللہ نے آپ کو لوگوں کی امن گاہ بنایا اور آپ کی وجہ سے انہیں عذاب سے محفوظ رکھا اور اس آیت میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جو قوم صالح اور پرہیزگار لوگوں سے ملتی رہے اس سے عذاب اُٹھ جاتا ہے حضرت شیخ افتادہ قدس سرہٗ نے کہا کہ کائنات کے سب انتظامات آپ کے وجود شریف کی برکت سے ہیں اس لیے کہ آپ ذات باری تعالیٰ کے مظہر اور اجزائے ارضی و سماوی کی بقا ہیں یہاں تک کہا گیا ہے کہ آپ کے جسم اطہر نے ابھی تک دنیا سے رحلت نہیں فرمائی کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام آپ ہی کے جسم سے ارتقا اسمانی پر فائز ہوئے ہیں اور بے شک وہاں آپ کا جسم شریف عالم اجسام کی اصلاح و انتظام کے لیے باقی ہے۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ سورہ حجر کے اس قول کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ[۱] — ترجمہ: اے محبوب تمہاری جان کی قسم وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

یہی مشہور ہے اور اس پر جمہور کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں اللہ کی طرف سے حیات النبی پر قسم ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں حضور سے زیادہ عزت دار کسی کو پیدا نہیں کیا اور میں نے نہیں سُنا اللہ نے حضور کے سوا کسی کی زندگی کی قسم کھائی ہو۔ اور تاویلات نجمیہ میں ہے۔ کہ یہ ایسا مرتبہ ہے جس پر سید المرسلین اور خاتم الانبیاء کے سوا کوئی نہ پہنچ سکا اور حضور اس مرتبہ پر ازل سے ابد تک فائز ہیں اور وہ یہی ہے کہ ذات حق نے آپ کی حیات طیبہ کی قسم کھائی اور پھر کہا کہ اللہ نے اپنے قول لَعَمْرُكَ سے حضور کی

---

[۱] پ ۱۴، سورہ حجر، آیت ۷۲۔

marfat.com

Marfat.com

قسم کھائی تاکہ اللہ کے پاس جو آپ کی عظمت اور مقام ہے لوگ اسے اچھی طرح پہچان لیں۔

حضور کو چونتیس معراج ہوئے

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ سورۃ اسرا کی پہلی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں
لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس
اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی
حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ[1] عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے

شیخ اکبر قدس سرہ نے کہا کہ حضور علیہ السلام کو کل چونتیس معراج ہوئے ہیں ان میں ایک معراج جسم شریف اور باقی عالم خواب میں یا روحانی طور ہوئے ہیں یعنی نبوت سے پہلے بھی اور بعد بھی اور روحی سے پہلے اسرٰی کا حصول مقدمۃً اور بطور آسانی تھا جس طرح نبوت کے شروع میں آپ کو سچے خواب آیا کرتے تھے اللہ کا قول اسرٰی بعبدہٖ حضور کے معراج روح مع الجسم پر دلیل ہے اس لیے کہ لفظ عبد روح اور جسم دونوں کو شامل ہے اور براق جو چارپایہ کی قسم ہے اور وہ جسم کو اٹھاتا ہے اگر یہ معراج روحانی یا بعالم خواب یا جذب وگوشہ نشینی سے ہوتا تو منکرین بعید از عقل اور ناممکن سمجھتے اہل یقین لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ بے شک جبریل نے حضور کی مبارک مٹی کو لے کر جنت کے پانیوں سے گوندھا اور تمام آلائشیں اور میل کچیل دھو ڈالی اور جسم اطہر کو صاف اور پاکیزہ کر دیا تو آپ کا جسم بھی آپ کی روح کی طرح عالم علوی کے لائق ہو گیا۔ آپ کو معراج شریف ستائیسویں رجب المرجب پیر کی رات ہوا اسی بات پر لوگوں کا عمل ہے اور کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام پیر کے دن پیدا ہوئے اور پیر کے دن آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا اور پیر کی رات آپ کو معراج ہوا اور مکہ سے آپ نے پیر کے دن ہی ہجرت کی اور مدینہ طیبہ میں پیر کے دن داخل ہوئے اور آپ کا وصال شریف بھی پیر کے دن ہوا۔ پھر اسماعیل حقی رحمۃ اللہ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا پر فرماتے ہیں

---

[1] پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۔

marfat.com
Marfat.com

کہ یہ اسریٰ کی انتہا ہے اور اس میں حکمت اسریٰ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذاتی اور مخصوص نشانیاں دکھائیں جبکہ اوّلین و آخرین میں سے کسی کو یہ شرف حاصل نہ ہوا۔ بے شک اللہ جل شانہٗ نے اپنے پیارے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے حبیب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملکوت دکھائے جس طرح ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] — ترجمہ: اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں اس ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

اور اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ربوبیت کبریٰ کے نشانات دکھائے جس طرح ارشاد فرمایا۔

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى[2] — ترجمہ: بے شک آپ نے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

تاکہ آپ محبوں اور محبوبوں میں ہوں آیت میں لفظ من تبعیضیہ ہے اس لیے کہ حضور کو اللہ نے اس رات جو کچھ دکھایا وہ اللہ کی عظیم نشانیوں کا کچھ حصہ تھا اور لفظ آیات کی اضافت اپنی ذات کی طرف کرنے میں ارادہ تعظیم ہے اس لیے کہ جو چیز عظیم کی طرف منسوب ہو وہ بھی عظیم ہوتی ہے۔ شیخ اسماعیل اسریٰ کی مطلوبہ حکمتوں میں کہتے ہیں کہ افق اعلیٰ میں آیات کبریٰ کا مشاہدہ حضور نے خود ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔ آسمانی ستاروں کا قریب سے دیکھنا اور آسمان کی سیر بلندیوں کی پرواز اور رفرف کا قرب قلموں کی تحریر کی آواز اور لوح کا مشاہدہ جن انوار و تجلیات نے سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپا ہوا ہے ان کا دیکھنا اور روحوں کی ملاقات اور علوم اعلیٰ اور اعمال کا جاننا اور مقام قاب قوسین پر رسائی کا حصول یہ سب اُفق اعلیٰ کے نشانات ہیں اور شیخ اسماعیل حقی نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ صرف اس لیے منتقل کیا کہ جو چیزیں اس سے غائب تھیں وہ انہیں دیکھ لے گویا اللہ نے یوں کہا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو صرف اپنی قدرت کے نشان دکھانے کے لیے

---

[1] پ، سورہ انعام، آیت ۷۵۔

[2] پ ۲۷، سورہ النجم، آیت ۱۸۔

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

سیر کرائی کیونکہ میری ذات تو میرے محبوب کے ساتھ ہر وقت ہے خواہ وہ کسی جگہ کا قصد کریں یا کہیں اتریں یا اونچی جگہ کی پرواز کریں اور میری ذات کسی مکان اور زمان میں مقید نہیں اور مکان و زمان کی نسبت میری طرف برابر ہے اور میری ذات وہ ہے کہ میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں۔ شیخ اسماعیل حقی نے اسریٰ اور معراج بہت لمبا ذکر کیا ہے جس میں بہترین فوائد ہیں اور واقعہ معراج بڑی تقطیع کے دس ورق سے بھی زیادہ نہایت باریک تحریر میں ذکر کیا ہے۔ شیخ اسماعیل فرماتے ہیں کہ جو مومن ہے وہ معراج مصطفےٰ کا منکر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اتنی لمبی سیر قلیل وقت میں ظاہر میں عقل کو ضرور حیرت زدہ کرتی ہے اور تحقیق سے غور کیا جائے تو اس میں کوئی مشکل بھی نہیں کیونکہ بدن انسانی میں ایک ایسا لطیف پرزہ دل ہے جو مشرق و مغرب بلکہ تمام کائنات کی سیر لحہ بھر میں کر سکتا ہے یہ بات اظہر من الشمس ہے بلکہ احمق اور بچے بھی جانتے ہیں اور جسے ذراسی بھی سوجھ ہو وہ اس کا انکار نہیں کر سکتا کیا یہ جائز نہیں کہ حضور کے جسم میں اللہ نے یہ طاقت عطا کی ہو اور وقت قلیل میں آپ نے یہ فرمائی ہو۔

حضور تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں

شیخ اسماعیل حقی رحمہ اللہ سورۃ انبیا کی اس آیت پر فرماتے ہیں:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ؎ ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

حضور کا اس شان سے بھیجا جانا دونوں جہان کی سعادت کا اصل سبب ہے اور دنیا و آخرت کے صالح انتظام کا حقیقی منشا ہے جو شخص غرور کرتے ہوتے حضور سے منہ پھیر لے تو وہ اپنی ہی شامتِ نفس سے ماخوذ ہوتا ہے اور اس پر رحم نہیں کیا جاتا اور بعض نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کفار کے لیے بھی رحمت ہیں؛ کیونکہ آپ کی وجہ سے ان کی سزائیں مؤخر ہوئیں اور بے وقت حملوں اور چہروں کا بگڑنا اور زندہ زمین میں دھنس جانے جیسے عذابوں سے با امن ہوئے حدیث میں آیا ہے۔

؎ پ ۱۷۔ سورۃ انبیا، آیت ۱۰۷۔

marfat.com
Marfat.com

کہ حضور علیہ السلام نے جناب جبریل علیہ السلام کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہان کے لیے رحمت بنایا ہے کیا تو نے اس رحمت سے کچھ پایا ہے تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں اپنے انجام سے بہت خوفزدہ رہا کرتا تھا تو اللہ نے اس کی وجہ سے مجھے اس خوف سے نجات دی اور اپنی کلام میں میری تعریف کر دی۔

ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ[1] ترجمہ: جو قوت والا ہے مالکِ عرش کے حضور عزت والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار ہے۔

بعض اکابر امت نے کہا ہے کہ یہ رحمت کئی صفات کو شامل کو سا جیسے مطلقہ۔ یعنی رحمت عام تام یعنی کسی کمی کے بغیر۔ کاملہ۔ یعنی مکمل عامہ یعنی سب کے لیے شاملہ یعنی جو سب کے حال کو شامل ہو۔ جامعہ یعنی جس کی مجموعی حیثیت ہے۔ محیط یعنی تمام مقیدات کو اپنے دائرہ میں لئے ہوئے خواہ وہ رحمت غیبیہ ہو یا مشاہداتی ہو۔ علمیہ ہو یا عینیہ وجودیہ ہو یا شہودیہ سابقہ ہو یا لاحقہ وغیرہ عالمین جمع عالم کی ہے جس کا اطلاق عاقل اور غیر عاقل سب پر برابر خواہ عالم ارواح ہو یا عالم اجسام اور جو رحمت للعالمین ہو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ تمام جہان سے افضل بھی ہو۔ تاویلات نجمیہ میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ مریم میں رحمۃ منا کہا ہے۔ اور ہمارے نبی علیہ السلام کے حق میں رحمۃ للعالمین فرمایا ہے۔ جناب عیسیٰ کی رحمت اور حضور علیہ السلام کی رحمت میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی رحمت لفظ من تبعیضیہ سے مقید ہے اس لیے کہ ان کی رحمت تو صرف اس شخص کے ساتھ خاص مقید جو ان پر ایمان لایا اور ان کے احکام کو تسلیم کیا یہاں تک کہ ہمارے نبی علیہ السلام تشریف لائے اور عیسیٰ علیہ السلام کی رحمت منقطع ہو گئی کیونکہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ان کا دین منسوخ ہو گیا اور ہمارے نبی علیہ السلام کے حق میں رحمت للعالمین کا ارشاد بتاتا ہے کہ ہمارے نبی کی رحمت کبھی منقطع نہ ہو گی۔ دنیا میں بایں طور کہ آپ کا دین منسوخ نہ ہو گا اور آخرت میں اس لیے کہ سب مخلوق حضور کی شفاعت کی محتاج ہو گی یہاں

---

[1] پ ۳۰، سورہ تکویر، آیت ۲۰، ۲۱۔

marfat.com
Marfat.com

تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی آپ ہی سے شفاعت طلب کریں گے اس تمام کو بگوش ہوش جاننا چاہیئے۔

عرائس بقلی میں کہا ہے کہ اے صاحب دانش اللہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو چیز پیدا کی وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا پھر عرش سے فرش تک آپ کی نورانیت کے کچھ حصے سے تمام مخلوق کو پیدا کر دیا۔ وجود و شہود کے اعتبار سے آپ کو ہر موجود کی طرف رحمت بنا کر بھیجا کیونکہ سب مخلوق آپ ہی سے ظاہر ہوئی ہے آپ کے ہونے سے تمام مخلوق ہوئی اور آپ کا سب مخلوق کے وجود کے لیے سبب ہونا اور سب خلقت کے لیے اللہ کی رحمت کا سبب بننا یہ رحمت کافیہ ہے اور بغور سمجھ لے کہ تمام مخلوق کی شکلیں اور صورتیں بغیر روح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے لیے فضائے قدرت میں سراپا انتظار بنی ہوئی تھیں جب آپ تشریف لے آئے تو تمام جہاں آپ کے وجود اور دم قدم سے زندہ ہو گیا اس لیے کہ آپ تمام مخلوق کی روح رواں ہیں۔

حضور علیہ السلام عالم اجسام کی اکسیر ہیں

اور اے صاحب خبر عرش و فرش تک تمام مخلوق اللہ کے قدیمی رازوں کی دریافت میں ناقص اور اللہ کی پہچان اور کمال معرفت سے قاصر تھی۔ خدا کی کبریائی کے دریا کے کنارے اور الوہیت کے سمندر کی گہرائی تک جانے سے عاجز تھی تو محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم علوم ازلیہ سے آشنا ہو کر روح مجسم اور تمام عالم اجسام کے لیے نسخہ کیمیا بن کر تشریف لائے اور مخلوق پر راہ حق اس طرح واضح کی جیسے آپ نے تمام ازلی اور ابدی سفر ایک ہی قدم میں طے کر لیا ہو اور جب آپ نے اللہ کی طرف سفر قربت اختیار کیا تو تمام منازل کو ایک ہی قدم سے طے کر لیا تھا۔ اور وہ منازل سبحٰن الذی[1] سے عیاں ہیں یہاں تک کہ آپ تمام دنیٰ پر پہنچے اور وہاں آپ کی تشریف آوری سے اللہ نے تمام مخلوق کو بخش دیا جو آپ کی بخشش تھی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ہر نبی سزا و عقوبت کا پیش خیمہ ہوتا ہے جس طرح اللہ کا قول ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا[2] — ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔

---

[2] پ ۱۵۔ سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۱۵۔

marfat.com
Marfat.com

اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مقدمۂ رحمت ہیں بقول عزوجل وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اور اس سے اللہ کی مراد ہے کہ خاتمۂ رحمت پر ہو تاکہ سزا و عقوبت اللہ کے اس قول کے مطابق۔

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ۔ کہ میری رحمت کو میرے غضب پر برتری ہے۔

اسی لیے ہمیں آخری اُمت بنایا گیا ہے کہ حضور کے وجود کی ابتدا بھی رحمت ہے اور آخر و خاتمہ بھی رحمت ہو اور جاننا چاہیے کہ جب مخلوق کی ایجاد کا اللہ نے ارادہ فرمایا تو بارگاہ احدیت کی خلوت گاہ سے حقیقت احمدی کو امکان کا میم لگا کر ظاہر اور ممتاز کیا۔ آپ کو تمام جہان کے لیے رحمت اور بنی نوع انسان کو آپ سے مشرف کیا پھر آپ ہی سے رُوحوں کی آنکھیں کھلیں اور عالم اجسام و ابدان وغیرہ ظاہر ہوئے جس طرح سرکار دو عالم کا ارشاد ہے کہ میں اللہ کی طرف سے ہوں اور تمام ایمان والے میرے نور سے فیض یافتہ ہیں اور اس کائنات کی اصل غایت اُولیٰ آپ ہی ہیں جس طرح حدیث قدسی میں اللہ کا کلام ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ۔ یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو نظام فلکیات اور اس کے متعلقات نہ ہوتے۔ پھر اس مقام پر حضور کی تعریف میں شیرازی کے فارسی شعر ذکر کیے جن کے آخر میں کہا کہ حضور کے فضل و شرف کے لیے اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے پیدا کرنے اور نبیوں رسُولوں کو آپ سے پہلے بھیجنے میں اس عالم مثال میں آپ کے ظاہر کرنے کا افتتاحیہ اور مقدمہ بنایا اور ان سب کی رُوحیں اور جسم آپ کے جسم لطیف اور رُوح شریف کے تابع تھے پھر جاننا چاہیئے کہ آپ کی حیات ظاہری بھی رحمت ہے اور آپ کا وصال شریف بھی رحمت ہے جیسے حضور علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ میری حیاتی بھی تمہارے لیے بہت بہتر ہے اور میری موت یعنی وصال شریف بھی تمہارے لیے بہت خوش آئند ہے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی حیاتی کا ہمارے لیے بہتر ہونا واضح ہو اور آپ کی موت ہمارے لیے کیا بھلائی ہے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر پیر دار اور جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے اچھے عمل کے ملاحظے سے میں اللہ کی تعریف کروں گا اور بُرے اعمال کی تمہارے لیے اللہ سے بخشش طلب کروں گا۔

حضور علیہ السلام مسلمانوں کی جانوں کے مالک ہیں

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ احزاب کی اس آیت پر فرماتے ہیں :۔

marfat.com

Marfat.com

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ[1] یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضور نے غزوہ تبوک کا ارادہ کیا تو لوگوں کو غزوہ میں نکلنے کے لیے کہا تو بعض لوگوں نے کہا کہ ہم غزوہ میں شریک ہونے کے بارے اپنے والدین سے مشورہ کریں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کے معنی سے مشاہدہ ہوتا ہے کہ یہ نبی ایمان والوں کی جانوں کا ان کے دینی اور دنیوی کاموں میں مالک و مختار ہے اور اسی معنی سے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر انہیں ایک چیز کی طرف بلائیں اور ان کے اپنے نفس دوسری چیز کی طرف بلائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو نفس کے اکسانے پر ترجیح دینا واجب ہے اس لیے کہ حضور علیہ السلام یقیناً اس چیز کی طرف بلاتے ہیں جس میں ان کی کامیابی اور نجات ہوتی ہے جب کہ ان کو ان کے نفس تباہ حالی اور ہلاکت کی طرف بلاتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے جناب یوسف علیہ السلام کا حکایۃً ذکر فرمایا ہے۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ[2] بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔

تو پھر واجب ہے کہ حضور علیہ السلام ان کو اپنی جانوں سے زیادہ محبوب ہوں اور ان پر آپ کا حکم ان کے نفسوں کے حکم کی نسبت زیادہ چلے اور آپ کے حکم کو نفسانی حقوق پر ترجیح دیں اور ان کا رشتہ محبت حضور کے ساتھ نفس کی محبت سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے اگرچہ وہ اس محبت سے دوسرے کی خوشنودی بھی حاصل کر سکتے ہیں لیکن وہ اس محبت کی قربانی حضور علیہ السلام کے لیے مشکل مہمات اور غزوات میں دیں اور آپ ہر جس چیز کے لیے بلائیں تو وہ آپ کی اتباع کریں حدیث میں مذکور ہے کہ تم میں کوئی بھی کامل ایمان دار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اسے اس کی جان اور اولاد اور مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ جناب سہل قدس سرہٗ فرماتے ہیں جو اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ملک تصور نہ کرے اور اپنے تمام احوال پر حضور علیہ السلام کو اپنا وارث نہ جانے تو وہ شخص کسی حال میں حضور کی سنت کی چاشنی نہ چکھ سکے گا۔

---

[1] پ ۲۱، سورہ احزاب، آیت ۶

[2] پ ۱۳، سورۃ یوسف، آیت ۵۳ - ۱۲

marfat.com

Marfat.com

حضور علیہ السلام سراجِ مُنیر ہیں

شیخ اسماعیل حقی اپنے فرمودہ جواہر میں سورۃ احزاب کی اس آیت پر فرماتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا[1]	اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بیشک ہم نے تجھے بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو کئی وجوہ سے سراج سے تشبیہہ دی ہے ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے گمراہی اور جہالت کی تاریکی روشن کر دی گئی اور آپ کے انوار سے رُشد و ہدایت کی راہیں کھل گئیں اور لوگوں کو ہدایت دی گئی جس طرح چمکتے چراغ سے اندھیروں میں اپنی منزل کی طرف ہدایت لی جاتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک چراغ سے ہزار چراغ بھی روشن کر لیے جائیں تو اس سے پہلے چراغ میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ بے شک اہلِ ظاہر کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام چیزوں کو رسول اللہ کے نور سے پیدا کیا اور آپ کے نور میں کچھ کمی واقع نہ ہوئی اور اس کی روایت یوں بھی ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ ربّ العزت میں عرض کی کہ یا رب میرا ارادہ ہے کہ میں تیرے خزانوں کو پہچانوں تو اللہ نے فرمایا اپنے خیمہ کے دروازے پر آگ جلا کر لوگ اس سے اپنے دیئے جلائیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ایسے ہی کیا حکم ہوا کہ اے موسیٰ تیری آگ میں کوئی کمی تو نہیں آئی۔ عرض کیا اے میرے رب بالکل کمی نہیں آئی۔ پھر اللہ نے فرمایا بس یوں ہی میرے خزانے ہیں۔ اور یوں ہی علوم ش[illegible]ور فوائد طریقت انوار معرفت اور اسرار حقیقت جو میرے رسول کی اُمت میں ظاہر ہوں گے۔ اور یہ سب سمندر حضور علیہ السلام کے گرد گردش کرتے ہیں اور آپ کی ذات میں پائے جاتے ہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ چاند اپنے چمکنے میں سورج کا محتاج ہے اور سورج کی کرنوں سے روشنی

---

[1] پ ۲۲، سورۃ احزاب، آیت ۴۵، ۴۶۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

لے کر چمکتا ہے۔ باوجودیکہ سورج اپنی حالت پر ہی رہتا ہے اور قصیدہ بردہ میں ہے۔

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

ترجمہ: بے شک آپ کی ذات فضیلت اور بزرگی کا سورج ہے اور باقی سب اس کے ستارے ہیں جو اندھیروں میں لوگوں پر آپ کے انوار ظاہر کرتے ہیں۔

یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے فضل و کرم سے تمام جہان پر چمکتے سورج ہیں اور سب نبی آپ کے سامنے بمانند ستاروں کے ہیں جو آپ کے نور سے فائدہ لے کر آپ کے انوار کو ظاہر کرتے ہیں یعنی آپکی عالم موجودگی اور غائب ہونے پر سرکار کی حکمتیں اور علوم ظاہر کرتے رہے اور جب سورج طلوع کرے تو ستارے چھپ جاتے ہیں ایسے ہی آپ کے آنے سے دروازۂ نبوت بند اور آپ کے دین نے تمام دینوں کو کالعدم قرار دے دیا اور اس میں اشارہ اس طرف ہے۔ کہ چاند کی چاندنی سے روشنی حاصل کرنے والا سورج کی روشنی سے نور حاصل کرنے والے کی طرح ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ بے شک نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا جہاں کی سب اطراف کو اپنی ضیا اور نورانیت سے جگمگا دیا جس طرح چراغ سے اس کا ماحول اور ارد گرد چمک جاتا ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضور نے اپنی سب اُمت کو روشنی بخشی جس طرح چراغ سے تمام اطراف روشن ہو جاتی ہیں مگر جو شخص دل کا اندھا ہو یا جو اس کی صفات کا تابع ہو جیسے ابوجہل وغیرہ نہ وہ آپ کی حقیقت سے آشنا ہے اور نہ ہی آپ کے نور سے روشنی حاصل کر سکے گا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ اور انہیں دیکھیں کہ وہ تیری طرف دیکھ
وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ[1] رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔

حکایت ذکر کیا گیا ہے کہ سلطان محمود غزنوی جناب شیخ ابوالحسن خرقانی کی خدمت میں حاضر ہوا چند لمحات کے بعد عرض کی کہ اے شیخ ابو یزید بسطامی کے بارے

---

[1] پ ۹، سورۃ الاعراف۔ آیت ۱۹۸۔

marfat.com
Marfat.com

آپ کا کیا خیال ہے بشیخ خرقانی قدس سرۂ نے فرمایا کہ وہ ایسا مرد ہے جو اسے دیکھ لے وہ ہدایت پر آجاتا ہے۔ پھر محمود غزنوی نے عرض کی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابو جہل نے حضور کو دیکھا لیکن گمراہی سے نہ بچ سکا۔ شیخ خرقانی رحمۃ اللہ نے جواب میں کہا کہ ابوجہل نے رسول اللہ کو نہیں دیکھا تھا بلکہ جناب عبداللہ کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یتیم ابی طالب کو دیکھا تھا اگر اس نے رسول اللہ کو دیکھ لیا ہوتا تو وہ بھلائی میں داخل ہو جاتا یعنی رسول اللہ کو معلم اور ہادی ہونے کی حیثیت سے دیکھتا نہ کہ بشر اور یتیم ہونے کی حیثیت سے تو سلطان محمود مطمئن ہو گیا۔ اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے سفلی دنیا سے عالم بالا کی طرف عروج فرمایا یعنی اس جہان سے عالم ملکوت کی طرف پھر ملکوت سے عالم جبروت و عظموت کی طرف پھر اور ایک ہی بے کیف جست سے او ادنیٰ سے مقام قاب قوسین تک پہنچ گئے اور قرب او ادنیٰ سے مراد یہ ہے کہ سرکار کا قلب مبارک کسی نبی اور فرشتہ کے واسطہ کے بغیر اللہ کے نور سے روشن کر دیا گیا اس مقام کو حضور نے یوں بیان کیا ہے کہ :۔

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ	مجھے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے
فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ	کہ اس میں میرے ساتھ نہ کسی مقرب فرشتے
وَلَانَبِیٌّ مُرْسَلٌ۔	اور نہ کسی نبی اور رسول کی گنجائش ہوتی ہے۔

اس لیے کہ وہ مقام وحدت ہے اور وہاں کسی کو رسائی نہیں مگر جو اپنی ذات کو ذات حق میں فنا کرکے اپنے رب سے بقا حاصل کرے یعنی مکمل فنا اور حصول بقا بھی کمال کو پہنچ جائے اس طرح کہ نور الٰہی اس کے وجود کے ایندھن میں خفیف سی آگ بھی باقی نہ رہنے دے کہ اس سے نفسی نفسی کا دھواں اٹھ سکے اور اس رتبہ کمال تک کوئی نبی نہیں پہنچ سکا اس لیے کہ تمام انبیاء اُمتی اُمتی ضرور کہیں گے اور حدیث معراج میں اتنا ہی کافی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ہر آسمان پر جماعت انبیاء سے ملاقات کی یہاں تک کہ آپ نے ساتویں آسمان پر جناب خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی جو تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ پر گئے اور جبریل کی رفاقت میں سدرۃ کے آخر تک پہنچے انتہائے سدرۃ پر جبریل رک گئے۔ پھر آپ کی طرف رفرف بڑھی تو آپ اس پر سوار ہو گئے اس نے آپ کو او ادنیٰ اور مقام قاب قوسین تک پہنچا دیا تو وہاں اس ذات نے

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

شرف بخشا جس نے آپ کو تمام خلقت کی طرف نور بنا کر بھیجا اور کہا کہ قد جاءکم من اللہ نور۔ یعنی تمہارے پاس اللہ کا نور آیا اور آپ کو اذن عام دیا گیا کہ آپ خلق خدا کو اللہ کی طرف اپنی اطاعت کروا کر بلائیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری اطاعت کرتا ہے درحقیقت وہی اللہ کا مطیع اور فرمانبردار ہے اور جس نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اس کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ کے تحت ہے اور آپ کے پیرو اور مطیع لوگوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اس لیے کہ حضور کا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں فنا ہے اور آپ کے ہاتھ کی بقا بھی اللہ کے ہاتھ سے ہے اور یونہی آپ کی تمام صفات صفات الٰہی میں فنا ہیں اگر خدا نے چاہا تو تو سمجھ جائے گا اور اس سے تجھے ضرور فائدہ پہنچے گا۔

اور اللہ نے حضور کو منیر کہہ کر صفت (انارت) یعنی چمکا دینے سے متصف کیا ہے کیونکہ آپ میں نور کی زیادتی اور روشنی اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہے جب کہ بعض چراغوں میں کوئی عیب اور فتور ہوتا ہے جو روشنی نہیں دے سکتا اور بعض نے سراج سے شمس اور منیر سے قمر مراد لیا ہے اور آپ کے لیے شمس و قمر کی وصفیں یکجا کر دی گئیں جس کی دلیل اللہ کا یہ قول ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا[1]

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند۔

حضور کے نور کو شمس و قمر کے نور پر اس لیے محمول کیا کہ ان کا نور چراغ کے نور سے کامل و اکمل ہوتا ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ کے نور کو سراج سے تعبیر کیا گیا ہے اور شمس و قمر اور کوکب سے تعبیر نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ شمس و قمر اور کواکب قیامت کے دن بالکل نہیں چل سکے۔ نمبر ۲ شمس و قمر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتے بخلاف چراغ کے کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ منتقل کر دیا تھا۔

---

[1] پ ۱۹۔ سورۃ فرقان، آیت ۶۱

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

حضورؐ کی رسالت عامہ

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ اپنے فرمودہ جواہر میں سورت سبأ میں اس قول پر فرماتے ہیں:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ[1]

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

یہ آیت حضور کی بعثت کے شمول اور رسالت کے عموم پر دلالت کرتی ہے اور حدیث میں آیا ہے جو ذکر بھی ہو چکی ہے حضور نے فرمایا کہ میں باقی انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت رکھتا ہوں۔

۱۔ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے یہ ایسی کلام ہوتی ہے جس کے الفاظ کم اور معانی زیادہ ہوتے ہیں۔

۲۔ اور میں رُعب سے مدد دیا گیا ہوں یعنی اللہ نے میری مدد کی ایک ماہ کی مسافت سے کہ میرا خوف میرے دشمنوں کے دلوں میں ڈال دیا۔ ایک ماہ کے سفر سے مُراد یہ ہے کہ آپ کے شہر اور اب سے لڑنے والے دشمنوں کے درمیان ایک ماہ سے بھی زیادہ سفر تھا۔

۳۔ اور مجھ پر غنیمتیں حلال کر دی گئیں یعنی حضور سے پہلے جو اُمتیں مالِ غنیمت حیوانات سے حاصل کرتی تھیں وہ انبیاء کے سوا خود مالک بن بیٹھی تھیں لیکن ہمارے نبی علیہ السلام مالِ غنیمت کے خُمس یعنی پانچویں حصہ سے خاص کر دیئے گئے۔ اور جب وہ اُمتیں حیوانات کے علاوہ مال اسباب یا کھانے کے ذخیروں کو غنیمت بناتے یا مال جمع کرتے تو آسمان سے ایک سفید رنگ کی آگ آتی اور سب کچھ جلا دیتی تاکہ کوئی خیانت باقی نہ رہے۔ اور یہ اُمت مرحومہ اپنے درمیان مالِ غنیمت تقسیم کرنے کے ساتھ خاص کی گئی جس طرح قربانیوں کا گوشت آپس میں تقسیم کر کے کھاتے ہیں بے شک اللہ نے ان کے لیے مالِ غنیمت حلال کیا ہے تاکہ ان کے رزقوں میں برکت اور زیادتی ہو۔ اور ان سے پہلے سابقہ اُمتوں پر مالِ غنیمت حلال نہ تھا۔

---

[1] پ ۲۲، سورہ سبأ، آیت ۲۸۔

marfat.com

Marfat.com

۴۔ اور میرے لیے تمام روئے زمین پاکیزہ اور مسجد بنا دی گئی۔ یعنی اللہ نے میری اُمت کی آسانی کے لیے مباح کر دیا کہ وہ جہاں کہیں ہوں نماز پڑھ لیں اور پانی نہ ملنے پر مٹی سے تیمم کرنا مباح کر دیا۔ جب کہ اللہ نے پہلی اُمتوں کے لیے ان کی عبادتگاہوں کے علاوہ کہیں نماز ادا کرنا مباح نہ کیا۔ اور پانی کے علاوہ ان کی طہارت جائز نہ کی۔

۵۔ اور سب مخلوق کی طرف مجھے رُسول بنا کر بھیجا گیا یعنی آپ کی رسالت متقدمین اور متاخرین سب کے لیے مساوی ہے خواہ آپ کے زمانہ میں ہوں یا نہ ہوں۔ بخلاف رسالت نوح علیہ السلام کے۔ اگرچہ ان کی رسالت سب اہل زمین کے لیے تھی لیکن ان کے زمانہ سے خاص تھی۔ انسان العیون میں کہا ہے کہ لفظ خلق فرشتوں انسانوں اور جنوں اور تمام حیوانات اور ہر نباتات اور حجر و جمادات کو شامل ہے۔ اور جلال الدین سیوطی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ملائکہ کی طرف ارسال کو میں نے کتاب خصائص میں ترجیح دی ہے اور مجھ سے پہلے شیخ تقی الدین سُبکی نے اسے ہی ترجیح دی ہے اور کچھ زیادہ کہا ہے کہ آپ تمام انبیاء اور امم سابقہ کی طرف آدم علیہ السلام سے لے کر قیام قیامت تک مُرسل ہیں اور اس کو بارزی نے بھی ترجیح دی ہے اور کچھ زیادہ کہا ہے کہ آپ تمام حیوانات اور جمادات کی طرف بھی مُرسل ہیں اور اس سے بھی کچھ زیادہ کہا گیا ہے کہ آپ اپنی ذات کے لیے بھی مُرسل ہیں اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور علیہ السلام ملائکہ کی طرف رُسول بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ اس جماعت میں حافظ عراقی اور جلال الدین محلی بھی ہیں، اور فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں اس کا ذکر اور برہان نسفی نے اس میں اجماع ثابت کیا ہے تو اس اعتبار سے حضور کا ارشاد اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً یعنی میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور ارشاد حق تعالیٰ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۔ یعنی آپ سب جہان کو ڈرانے والے ہیں، خصوص عام سے ہوگا اور اس بات پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اشکال وارد نہیں ہوتا کہ جب آدمی زمین میں نماز قائم کرتا ہے تو اس کے پیچھے فرشتے نماز پڑھتے ہیں لیکن اس نمازی کی آنکھیں انہیں نہیں دیکھتیں اور وہ اس نمازی کا ساتھ رکوع کرتے ہیں اور اس کے سجدے کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔ جائز ہے کہ یہ امر ملائکہ کی طرف آپ کی بعثت پر صادق ہو۔ شیخ اسماعیل حقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پورے ذکر کے بعد فقیر کہتا ہے کہ آپ کا سب مخلوق سے افضل ہونا ایک مسلّم حقیقت ہے اور یہی حقیقت آپ کے عموم بعثت پر دلیل ہے کہ آپ تمام

marfat.com
Marfat.com

موجودات کی طرف رسول بن کر تشریف لائے اس لیے آپ کے پیدا ہونے پر تمام آسمان والوں اور اہل زمین کو بشارت دی گئی اور آپ پر سب نے سلام کہا یہاں تک کہ جمادات نے صاف اور صحیح الفاظ میں آپ پر سلام عرض کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین اور سب مخلوق کی طرف رسول بن کر تشریف لائے اور آپ سے نبیوں کی آمد بند کر دی گئی۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی نئی شریعت لائے گا نہ ہی آپ کے تابع اور ظلی نبی آئے گا۔ جس طرح سورہ احزاب میں بیان کیا جا چکا ہے، اور تاویلات نجمیہ میں آپکی وجودی ماہیت کے ارسال کی طرف اشارہ ہے جسے کبھی نوری، یعنی میرا نور، اور کبھی (روحی) یعنی میری رُوح سے تعبیر کیا گیا ہے اور آپ کی ماہیت کا ارسال عالمِ عدم سے عالمِ وجود تک عام ہے تاکہ وہ ماہیت اوّلین و آخرین سب لوگوں کے لیے بشیر و نذیر ہو اور یہ وہ ماہیت ہے کہ تمام نبی اور رسول علیہم السلام اپنی نبوت کے وجود اور خود اپنی تخلیق میں تا ابد اس کے محتاج ہیں جیسے حضور کا ارشاد ہے کہ تمام لوگ میری شفاعت کے محتاج ہیں مع ابراہیم علیہ السلام۔ اور یہ احتیاجی ان کو ابتدائے آفرینش ہی سے تھی، عالمِ ارواح میں امر کن سے جب رُوحیں موجود ہوئیں تو وہ آپ کے رُوح مقدس کی تابع تھیں کیونکہ وہ رُوحیں جسم کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے اس امر کی محتاج تھیں کہ ان کے لیے کوئی بشیر و نذیر ہو اس لیے کہ رُوحیں طبعی طور اپنی نورانیت اور لطافت سے علوی ہیں اور اجسام طبعاً کثافت اور ظلمت کی وجہ سے سفلی ہیں تو ان میں باہمی میلان کی کوئی صورت نہ تھی کہ وہ آپس میں ضدیں ہیں تو ایسے بشیر کی طرف محتاجی ہوئی جو ان رُوحوں کو حصولِ کمال کی جسم کے اتصال میں خوشخبری دے تاکہ رُوحیں جسم کی طرف رغبت کریں اور ایسے ہی ایک نذیر کی محتاجی تھی جو رُوحوں کو ڈر سنائے کہ اگر وہ جسموں سے نہ ملیں گی تو وہ ناقص اور ہر کمال سے محروم ہو کر رہ جائیں گی جس طرح ایک دانہ میں (بالقوہ) درخت بننے کی صلاحیت تو ضرور موجود ہوتی ہے لیکن جب اسے صالح زمین میں کاشت کیا جاتا اور پانی دیا جاتا ہے تو وہ دانہ (بالفعل) اپنے پورے کمال کو پہنچ کر ایک تناور اور پھل دار درخت بن جاتا ہے اور رُوح کی حیثیت ایک ایسے دہقان اور کاشتکار کی ہے جو اپنے پودے کی پوری نگہداشت کرے اور اس کا پھل کھائے ایسے ہی رُوح جسم کی صالح اور صحیح تربیت کر کے مطمئن ہوتی ہے۔ تو رُوح قالب سے متعلق ہونے اور قالب سے متصف

marfat.com
Marfat.com

ہونے اور اپنے مطمئن ہونے میں ایسے بشیر کی طرف محتاج تھی جو اسے اس کے مقام کی خوشخبری جنت کے باغوں اور دائمی ملک میں دے پھر اسے قربِ حق کی خوشخبری دے پھر اسے وصال کے بعد ذات حق کے جمال کا شوق دلائے اور اسے ایک نذیر کی اشد ضرورت تھی جو اسے آتش دوزخ سے ڈرسانے اور ذات سے دوری اور مہجوری نیز کٹ جانے کی وعید کرے۔ آپ کو غور کے بعد اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب موجودات رسول اللہ کی روح مبارک کے بیج سے اگ کر درخت بنی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور مرسلین سے پہلے اس درخت کا پھل ہیں اگرچہ سب انبیاء بھی آپ کے طفیل اس درخت کا پھل ہیں ایک بیج کے تابع ہو کر ایک درخت بہت سے پھل ظاہر کر دیتا ہے۔ بلاتشبیہ آپ کا بشیر و نذیر ہونا اصل ہے اور باقی انبیاء و مرسلین کا بشیر و نذیر ہونا اس کی فرع ہے اور اس تحقیق پر اللہ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ کل کی کل مخلوقات اس خطاب کے تحت ہے اور اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اکثر لوگ جو اس درخت کے وجود کی شاخیں تو ہیں لیکن پھل کے رتبہ تک نہ پہنچے کیونکہ درخت کی حقیقت معینہ سے بے خبر ہیں اور یہ امر متحقق ہے کہ بار آور وہی شاخیں ہیں جو کلی طور درخت سے اس کی تمام صفات میں مل رہیں اور اس کے حال میں حال ملائیں۔

شیخ اسماعیل حقی اپنے فرمودہ جواہر میں سورۃ یٰس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین سین کا معنی یا انسان لغتِ بنی طے میں کرتے ہیں اور اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر کہا کہ ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حروف مقطعات پر جو قرآنی سورتوں کے اوائل میں ہیں کسی کو قدرت ادراک نہیں بخشی اور کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات ہی حروف مقطعات کے علم سے خاص ہے ہم ایمان رکھتے ہیں کہ یہ حروف قرآن کریم کی ہی عبارت ہیں لیکن ان کا علم اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور ہم ان کو حصول ثواب کے لیے عبادت جان کر اللہ کی کلام کی تسلیم کرتے ہوئے پڑھتے بھی ہیں اگرچہ ہمیں ان سے وہ کچھ سمجھ نہیں آتا جو باقی تمام آیات سے سمجھ سکتے ہیں۔ شیخ بن نورالدین نے اپنی بعض بشارتوں میں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حروف مقطعات کے اسرار و رموز کے متعلق سوال کیا تو رسول اکرم نے فرمایا میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان راز محبت ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کوئی شخص نہیں پہچان سکتا ہے تو

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

رسول اللہ نے فرمایا کہ انھیں تو میرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی نہیں پہچانتے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے وہ اسرار ہیں جن پر نہ کسی نبی مرسل اور نہ ہی کسی مقرب فرشتے کو اطلاع ہے اور اس امر کی تائید حدیثوں میں ملتی ہے کہ بے شک جناب جبریل اللہ تعالیٰ کا قول کھٰیٰعص لے کر نازل ہوئے کو جب جبریل نے کاف کہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانتا ہوں پھر جبریل نے ھا کہا تو سرکار نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں پھر جبریل نے یا کہا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں پھر جبریل نے عین کہا، رسول اللہ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں پھر جبریل نے ص کہا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہے تو جناب جبریل نے عرض کیا کہ میرے بتانے سے قبل آپ کو کیسے معلوم ہوگیا! شیخ اسماعیل حقی رحمہ اللہ نے کہا اس ذکر کے بعد فقیر کہتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درجۂ کمال میں اس مقام پر پہنچے کہ کامل افراد کو بھی وہاں رسائی نہیں ہے چہ جائیکہ عام لوگ وہاں پہنچیں اور اس امر پر معراج کی شب حضور کا سب مواطن اور مقامات سے گزر جانا دلالت کرتا ہے پھر اسی لیے یہ بات کہنا جائز ہے کہ جو چیز نبی علیہ السلام جانتے ہیں اس کو جن و انس اور ملائکہ نہیں جانتے بے شک علوم کل کو حضور کے علم سے وہ نسبت ہے جو قطرہ کو پورے سمندر سے ہوتی ہے۔ تو حضور علیہ السلام کو حروف مقطعات کے حقائق کا علم ہے جو سرکار پر کچھ مشکل نہیں۔ باوجودیکہ عام طاقت بشری پر گراں ہے اور آپ کے علاوہ لوگوں کو ان کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ان حروف کے بعض حقائق اور لوازم کا علم ہے، پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے لیے اپنی کتاب میں اس کی رسالت پر قسم نہیں کھائی صرف رسول اللہ کے لیے قسم کھائی ہے۔ انسان العیون میں جہاں حضور علیہ السلام کے خصائص کا بیان ہے کہا ہے کہ بے شک اللہ تعالےٰ نے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر قسم کھائی اور کہا:۔

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ[1] ۔	ترجمہ: حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ الفتح میں اللہ کے اس قول کی تفسیر پر فرماتے ہیں۔

---

[1] پ ۲۲، سورہ یٰسٓ، آیت ۱۰۲۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ [1]

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

تنقیح الازہان میں کہا ہے کہ جاننا چاہیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے سب کی سب موجودات اور مخلوق کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر کرنے کے لیے پیدا فرمایا اور سرکار جانِ عالم کا ارشاد ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان ہر چیز مجھے جانتی ہے کہ بے شک میں اللہ کا رسول برحق ہوں۔ فاسق اور گنہگار انسانوں اور سرکش کے سوا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا سب مخلوق پر عیاں ہے۔

اور شیخ افتادہ قدس سرہٗ نے کہا کہ جب اللہ نے ظہور تجلی فرمایا تو سب روحوں سے پہلے ہمارے نبی علیہ السلام کی روح کو پایا پھر تمام روحیں ظاہر ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں توحید کی تلقین فرمائی اور کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پھر اللہ نے حضور کو اپنے اس قول سے تکریم بخشی اور کہا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پھر آپ کو اسی وقت رسالت عطا فرمائی یعنی آپ عالم ارواح سے رسول تھے۔ سرکار نے اسی لیے ارشاد فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔

ترجمہ: میں نبی تھا کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے مرحلہ میں تھے۔

شیخ افتادہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے معنی میں کہتے ہیں کہ بے شک سرکار دوعالم اس وقت بھی اپنی نبوت کو جانتے تھے اور بالفعل نبی تھے جب کوئی نبی نہ بالفعل نبی تھا اور نہ ہی اپنی نبوت کو جانتا تھا مگر انہیں آپ کے وجود اور بدن عنصری اور شرائط نبوت کی تکمیل کے بعد بھیجا گیا پھر جو بھی وجود مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر ہوئے وہ آپ کے نائب اور خلفا بن کر آئے متقدمین میں انبیاء و مرسلین ہیں اور متاخرین میں کامل اولیاء اللہ ہیں۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ کہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور سب مومن میرے نور کے فیض [2] سے ہیں یعنی آپ کا نور جنس [3] عالی از

[1] پ ۲۶، سورۃ الفتح، آیت ۲۸، ۲۹۔

[2] اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے (اعلیٰحضرت فاضل بریلوی)
ورنہ ہم کیا جانتے تھے کیا خدا وہ کون ہے

(تلہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

marfat.com
Marfat.com

مقدم ہے اور آپ کے سوا باقی سب تالی اور مؤخر ہیں جس طرح ارشاد مصطفیٰ ہے کہ میں پیدائش میں سب سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں تو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک ایسی ذات ہیں جن کے برابر کوئی رسول نہیں ہے اس لیے کہ حضور علیہ السلام سب مخلوق کی طرف رسول بن کر تشریف لائے خواہ کسی نے آپ کا زمانہ بالفعل دنیا میں پایا ہو یا آپ سے بالقوہ یا بالفعل زمانہ میں یا آخرت میں مقدم ہوں کیونکہ قیامت کے دن سب کے سب آپ کے زیر لواءٗ ہوں گے اور سب انبیاءٗ سے پختہ عہد لیا گیا کہ اگر وہ سرکار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پائیں تو آپ پر ایمان لائیں اور سب انبیاءٗ نے اپنی اُمتوں سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد لیا، اور حدیث میں آیا کہ میں محمّد ہوں اور احمد ہوں. محمّد کا معنی زیادہ تعریف کیا ہوا یعنی زمین و آسمان والے ہر وقت سرکار کی تعریف میں لگے ہوئے ہیں اور احمد کا معنی جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسے محامد سے تعریف کی جن سے کسی غیر کی تعریف نہیں کی گئی۔ شرحِ مشارق لابن الملک میں ہے کہ حضور کا اسم مُبارک عرش پر ابوالقاسم ہے اور آسمانوں پر احمد ہے اور زمینوں پر مُحمّد ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں جب کوئی قوم کسی مشورہ کے لیے اکٹھی ہو اور اپنے اس مشورہ میں سرکار کا اسمِ گرامی مُحمّد ذکر نہ کریں نہ اس اجتماع میں برکت ہوگی اور نہ ہی وہ مشورہ بابرکت ہوگا۔ اسمِ احمد کے الف سے اشارہ ہے کہ سرکار فاتح اور مقدم ہیں اس لیے کہ الف کا مخرج مبدأ المخارج ہے اور میم سے اشارہ ہے کہ حضور خاتم اور مؤخر ہیں اس لیے کہ میم کا مخرج ختام المخارج ہے اور سرکار کا ارشاد ہے کہ ہم سب سے آخر والے اور پہلے ہیں نیز میم سے اشارہ آپ کی چالیس سالہ بعثت سے بھی ہے بعض نے کہا ہے چار انبیاء کو بچپن میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں سے تکریم بخشی۔ جناب یُوسف علیہ السلام کو چاہ کنعان میں وحی فرما کر، جناب یحییٰ علیہ السلام کو عہد طفولیت میں دانائی عطا کر کے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کو گہوارہ میں گویائی دے کر اور جناب سلیمان علیہ السلام کو فہم و فراست

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جنس عالی وہ ہوتی ہے جس کے اُوپر کوئی جنس نہ ہو اس کو جنس الاجناس بھی کہتے ہیں اجناس عالیہ کی کل دس قسمیں ہیں دنیا اور مافیہا ان دس اجناس سے خارج نہیں اور ان اجناس عالیہ کو مقولات عشرہ بھی کہا جاتا ہے ان میں ایک جوہر ہے اور باقی نو اعراض ہیں۔ (کتب منطق از مترجم غفرلہٗ)

www.muhammadilah.net

marfat.com
Marfat.com

عنایت کرے لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بوقت ولادت اللہ کے حضور سجدہ کرنے اور اپنے رسول ہونے کی شہادت دینے سے فضیلت عظمیٰ اور آیت کبریٰ کی تکریم بخشی اور ہر بات میں مسلمانوں کا اختلاف ممکن ہے مگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ واحد ایسا قول ہے جو اختلاف کو قبول نہیں کرتا اور اس کا معنی محتاج تعارف نہیں اگرچہ اس پر کسی نے تفصیلاً کوئی بات چیت نہیں کی اور یونہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرح صدر اور ختم نبوت اور آپ کی پیدائش پر حور و ملائکہ کا آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے تکریم بخشی اور قبل از ولادت عالم ارواح میں آپ کو نبوت سے مکرم کیا اور آپ کی خصوصیت اور فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر مومن آپ کی شریعت کی تعظیم کرے اور آپ کی سنت کو زندہ رکھے اور کثرتِ درود و سلام اور نیک کاموں سے آپ کا قرب حاصل کرے تاکہ اللہ کے نزدیک درجات پائے

اور جناب رابعہ عدویہ رحمہا اللہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتی تھی اور کہتی تھیں کہ اس ہزار رکعت سے میرا ارادہ ثواب حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی مطلوب ہے اور رسول اللہ انبیا کو مخاطب کر کے فرماتے کہ میری اُمت میں اس عورت کے شبانہ روز عمل پر غور کرو۔ اور اس میں بھی آپ کی تعظیم ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت کوئی امر منکر نہ تھا

امام سیوطی رحمۃ اللہ نے کہا کہ ہم پر مستحب ہے کہ حضور کے میلاد پر اظہار شکر کریں۔ اور امام تقی الدین سُبکی کے پاس ان کے ہم زمانہ علما کی ایک بہت بڑی جماعت حاضر ہوئی تو ان میں سے ایک نے صرصری رحمۃ اللہ نے مدحیہ اشعار رسول کی شان میں پڑھے۔

قَلِيْلٌ لِمَدْحِ الْمُصْطَفٰى الْخَطُّ بِالذَّهَبِ — حضور کی مدح میں سونے کی تحریر چاندی پر فنی کتابت
عَلٰى وَرَقٍ مِنْ خَطِّ اَحْسَنُ مَنْ كَتَبْ — کے بہترین خط میں بھی کم ہے اگرچہ بڑے بڑے لوگ
وَاَنْ تَنْهَضَ الْاَشْرَافُ عِنْدَ سَمَاعِهٖ — آپ کے ذکر خیر کے وقت پرا باندھ کر کھڑے ہوں یا
قِيَامًا صُفُوْفًا اَوْ جُثِيًّا عَلَى الرُّكَبِ — گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں پھر بھی کم ہے۔

محفل میلاد مستحب ہے

اسی اثنا میں امام سُبکی رحمۃ اللہ اور تمام حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے کہ انہیں اس مجلس سے عجیب کیف و سرور ہوا محفل میلاد میں امام سُبکی اور شرکاءِ مجلس کی اقتدا کافی ہے۔ اور ابن حجر ہیتمی نے کہا کہ بدعت حسنہ

www.muhammadian.net

marfat.com
Marfat.com

کے استحباب پر سب کا اتفاق ہے اور سرکار کا میلاد شریف اور میلاد مصطفٰے پر لوگوں کا اجتماع بھی بدعت حسنہ جو ایک امر مستحب ہے۔ سخاوی نے کہا ہے کہ تین ادوار میں کسی نے میلاد منعقد نہیں کیا لیکن بعد میں مسلمان بڑے بڑے شہروں بلکہ ہر طرف ہمیشہ میلاد مصطفٰے منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور شب میلاد طرح طرح کے صدقات وخیرات کرتے اور محفل میلاد پاک کے پڑھنے کا باقاعدہ اہتمام کرتے اور ان پر اس محفل کے اثرات اور عظیم برکتیں ظاہر ہوتی رہیں۔" ابن جوزی نے کہا ہے کہ سرکار کے میلاد کے خواص میں ہے کہ جس سال آپ پیدا ہوئے وہ سال امن وامان کا سال تھا اور انجام و مقصود پر پہنچنے کی فوری خوشخبری تھی۔ سب سے پہلے جس شخص نے باقاعدہ میلاد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا آغاز کیا اسے صاحب اربل کہتے ہیں اربل کی حسب فرمائش ابن دحیہ نے میلاد کے موضوع پر ایک کتاب "التنویر بمولد البشیر والنذیر" تصنیف کی اس پر صاحب اربل نے ابن دحیہ کو ایک ہزار دینار بطور انعام دیئے۔ میلاد رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اصل کا استخراج حافظ ابن حجر اور حافظ سیوطی نے حدیث سے کیا ہے۔

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ اپنے فرمودہ جواہر میں سورۃ النجم میں اللہ کے اس قول کی تفسیر کرتے ہیں:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى — اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى[1] — سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

بقلی نے کہا ہے کہ دوسرا دیدار پہلے دیدار سے کسی درجہ میں باعتبار کشف کم نہ تھا اور نہ ہی پہلا دیدار دوسرے دیدار میں کشف میں کم تھا۔ بقلی کہتے ہیں کہ تو کہاں ہے اگر تو اہمیت رکھے تو بہر میں تجھے ضرور کہوں گا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپنے رب کو اپنی شب خوابی کے پردہ میں بارگاہ عزت سے لوٹ آنے کے بعد بھی دیکھا اور وہ دیدار آپ کے دل اقدس پر ایسے ثبت تھا کہ کسی لحہ بھی دل مبارک دوسری طرف میلان نہ کرتا اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کے لیے جو دیدار اولی کا ذکر کیا ہے وہ دیدار لامکانی ہے اور جو سرکار نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا وہ اپنی امتیازی شان میں منفرد ہے اس لیے کہ وہاں اللہ کی بزرگی اور قدیم ہونے کا ظہور تھا، اللہ کی ذات کا ظہور زمان و

---

[1] پ ۲۷، سورہ النجم، آیت ۱۳، ۱۴۔

marfat.com

Marfat.com

مکان سے متعلق نہیں کیونکہ ذات حق کا قدیم ہونا مکان و اطراف وجہات سے پاک ہے یعنی اللہ کا محبوب بندہ تو مکان میں تھا اور رب تعالیٰ لامکان میں اور یہ عظیم مہربانی اور کمال پاکیزگی کی انتہا ہے کہ خود لامکان میں اور اس کا محبوب بندہ مکان میں اس کے باوجود اپنے محبوب ترین بندے کے دل پر اپنی عین ذات منکشف کر دی عقل اس مقام پر محو اور علم خراب اور پریشان ہے کیونکہ عقل عاجز اور وہم حیرت زدہ دل پر سکتہ اور روحیں ورطۂ حیرت میں گم اور تمام اسرار درجہ فنا رکھتے ہیں مذکورہ آیت میں حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال شرف کا بیان ہے کہ جب انہوں نے دوسری بار سدرۃ المنتہیٰ پر دیدارِ حق کیا، پہلی مرتبہ کے دیدار کو سرکار نے یقین جانا کہ یہ لامکانی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام اللہ کی پاکیزگی کا کمال علم رکھتے ہیں پھر جب دوسری مرتبہ دیدار ہوا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے حادثات کی کوئی چیز چھپا کر نہیں رکھی۔

حضور علیہ السلام بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام میں

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرمودہ جواہر میں سورۂ صف پر اللہ تعالیٰ کے اس قول پر فرماتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰا	اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے
بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ	بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول
اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ	ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق
مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا	کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں
بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی	جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام
اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ[1]	احمد ہے۔

یعنی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اس کلام میں حضرت ابن مریم علیہما السلام کی مراد یہ تھی کہ میرے دین کی تصدیق اللہ کی کتاب یعنی تورات اور سب انبیاء علیہم السلام کے آنے سے ہوتی

---

[1] پ ۲۸، سورۃ الصف، آیت ۶۔

marfat.com
Marfat.com

ہے خواہ پہلے ہوں یا بعد والے اور مشہور کتاب آسمانی یعنی تورات کو بطور حوالہ پیش کیا کہ اس میں انبیاء علیہم السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مذکور تھے یا روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ ہمیں اپنی ذات سے خبر دیجیے تو حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت ابرہیم کی دُعا اور جناب عیسٰی علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں جب میں شکم مادر میں تھا تو میری والدہ کو خواب آیا کہ ان سے نور برآمد ہوا ہے جس سے ملک شام کے شہر بصرہ کے مکانات ومحلات ظاہر ہو گئے، اور یونہی ہر نبی نے اپنی قوم کو ہمارے نبیؐ کے بارے مطلع کیا اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا ہے کہ وہ نبیوں کے آخر اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل تشریف لائے ہیں اور ان کا حضور کی بشارت دینا الگ الگ سب انبیاء کو عام ہے کہ اس بشارت کی انتہا حضرت روح اللہ پر ہوئی۔

کشف الاسرار میں اسی طرح ہی ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت عیسٰی کے آسمان پر اٹھائے جانے اور حضور علیہ السلام کی پیدائش میں پانچ سو پینتالیس سال کا فرق ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اٹھائے جانے سے قبل اس زمین پر تینتیس سال زندگی بسر کی۔ اور جناب ابن مریم کے آسمان پر اٹھائے جانے اور حضور علیہ السلام کی ہجرت میں پانچ سو اٹھانوے برس کا فرق ہے اور ان کی طرف حضرت جبریل علیہ السلام صرف دس مرتبہ نازل ہوئے اور ان کی اُمت کے لوگ نصارٰی ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل علیہ السلام چوبیس ہزار مرتبہ حاضر ہوئے اور آپ کی اُمت اُمت مرحومہ کہلاتی ہے اور یہ اُمت ملکاتِ[1] فاضلہ یعنی اچھی خصائل وعادات کی جامع ہے۔ کہا گیا ہے کہ حواریوں نے جناب عیسٰی علیہ السلام سے پوچھا کہ ہمارے بعد بھی کوئی اُمت ہوگی تو روح اللہ نے جواب دیا کہ ہاں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہوگی جس میں حکما، علما، نیک اور صالح متقی لوگ ہوں گے جو فقہ میں انبیا کی طرح ہوں گے اور اللہ سے تھوڑے رزق پر خوش ہوں گے اور اللہ ان سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جائے گا اور (احمد) ہمارے نبی علیہ السلام کا اسم گرامی ہے۔

---

[1] ملکات فاضلہ حکمت، شجاعت، عفّت، عدالت کا مجموعی نام ہے۔ (مترجم)
ملکات ردّیہ، حسد، بغض، بخل، حرص کا مجموعی نام ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ نے اپنی کتاب تنقیح الاذہان میں کہا ہے حضور علیہ السلام کا نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم تکرار حمد کی حیثیت سے ہے اور آپ لوائے حمد کے حامل ہونے کی حیثیت سے احمد ہیں۔

امام راغب نے کہا ہے کہ اسم احمد سے اشارہ ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام کا اسم احمد ہے اسی طرح آپ کا جسم بھی احمد ہے کیونکہ آپ کا جسم شریف اپنے اخلاق و اعمال و اقوال میں محمود ہے لفظ احمد سے حضرت عیسیٰ کے بشارت دینے میں ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت ابن مریم اور ان سے قبل انبیاؑ سے بھی زیادہ حمد کرنے والے ہیں اور اس کے موافق کشف الاسرار میں ہے کہ اسم احمد میں (الف) مبالغہ حمد کے لیے ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ الف احمد مبالغہ مفعول کے لیے ہے یعنی انبیا کرام سب کے سب خصائل حمیدہ سے محمود ہیں اور حضور علیہ السلام بلحاظ مناقب سب انبیاؑ سے زیادہ ہیں اور فضائل و محاسن میں سب سے زیادہ جامع ہیں اور ابن شیخ نے اپنے حواشی میں کہا ہے احتمال ہے کہ لفظ احمد فعل مضارع سے منقول ہے اور احتمال ہے کہ صفت سے منقول ہو اس بنا پر احمد کا افعل التفضیل ہونا ظاہر ہے اور یونہی لفظ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی صفت سے منقول ہے اور محمودؔ کے معنی میں ہے لیکن اس معنی میں مبالغہ اور تکرار ہے بے شک حضور علیہ السلام دنیا میں محمود ہیں کہ آپ سے دنیا کو ہدایت ملی اور آپ ہی سے دنیا کو علم و حکمت کا نفع اور حصول ہوا اور آخرت میں شفاعت کی وجہ سے محمود ہیں۔ امام سہلی نے اپنی کتاب تعریف والاعلام میں کہا ہے کہ اسم احمد علم ہے جو صفت سے منقول ہے اور فعل سے منقول نہیں اور مراد اس صفت سے افعل التفضیل ہے اور احمد کا معنی احمد الحامدین یعنی اللہ کی حمد و تعریف کرنے والوں میں سب سے زیادہ حمد کرنے والے اور اسی طرح کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کا اسم احمد اس معنی میں ہے کہ آپ پر مقام محمود کئی محامد سے کھولا جائے گا جو آپ سے پہلے انبیاؑ پر نہ کھلے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود سے تعریف کرے گا اور آپ کا لواءالحمد گاڑ دیا جائے گا اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی صفت سے منقول ہے اور محمود کے معنی میں ہے لیکن اس میں مبالغہ اور تکرار کا معنی ہے اور محمد اس ذات کا نام ہے جس کی تعریف بعد تعریف کی جائے۔ جس طرح مکرم وہ ہے جو عزت بعد عزت کیا جائے اور یونہی ممدوح وہ ہے جس کی مدح بعد مدح کی جائے اور اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے معنی کے عین مطابق ہے۔

www.muhammadiat.net

marfat.com
Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ نے سرکار کا اسمِ گرامی محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ کی ذات ظاہر کرنے سے بھی پہلے مقرر کر رکھا ہے اور یہ اسم نبوت کے نشانوں میں ایک نشان ہے کیونکہ آپ کا اسم اس علامت پر صادق آتا ہے اور آپ دنیا میں محمود ہیں کہ آپ کی وجہ سے دنیا کو ہدایت ملی اور آپ ہی کی وجہ سے دنیا کو علم وحکمت سے فائدہ پہنچا اور آپ آخرت میں شفاعت کرنے کی وجہ سے محمود ہیں۔

لواءُ الحمد او رمقام محمود حضورؐ سے خاص ہیں

لفظ احمد تکرار حمد کا تقاضا کرتا ہے اور حضورؑ علیہ السلام ابھی اسمِ محمدؐ سے موسوم نہ تھے یہاں تک اللہ جل شانہٗ کی بے شمار حمد کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو باخبر کیا اور شرف بخشا اسی لیے اسمِ احمد کو اسمِ محمدؐ پر مقدم کیا گیا ہے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دیتے ہوئے اسم احمد ذکر کیا اور جناب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے ایک بڑی فضیلت والی اُمت کا تعارف چاہا تو اللہ نے فرمایا یہ اُمت احمد ہے موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ یا اللہ مجھے بھی اُمتِ احمد میں سے کر دے یعنی جناب موسیٰ علیہ السلام نے بھی بجائے اسم محمدؐ کے اسم احمد ذکر کیا اس لیے کہ رسول اللہ کا اللہ کی حمد کرنا سب لوگوں سے پہلے تھا اور جب آپ جوانی کو پہنچے اور خلق کی طرف مبعوث ہوئے تو آپ بالفعل محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم ہو گئے اور یونہی شفاعت میں حضور علیہ السلام اپنے رب کی کئی طرح حمد وثنا کریں گے تو آپ پر دروازہ شفاعت کھول دیا جائے گا اور آپ سب لوگوں میں اپنے رب کی زیادہ حمد کریں گے پھر آپ شفاعت فرمائیں گے اور آپ کے شفاعت فرمانے پر آپ کی بے شمار حمد کی جائے گی، تو آپ غور کریں کہ ایک اسم سے دوسرے اسم کے قبل ذکر کئے جانے اور ان اسماء کے مسمّٰی کا وجود دنیا اور آخرت میں کس حیثیت کا حامل ہے کی کیسی ترتیب ہے ان دو اسموں سے حضورؐ کے خاص کئے جانے میں آپ پر حکمتِ الٰہی عیاں ہو گئی ہو گی، اور آپ غور فرمائیں کہ حضور علیہ السلام پر سورۃ الحمد کا نزول کس طرح ہوا اور سب انبیاءؑ کے سوا آپ اس سے خاص ہوئے اور آپ کو لواءُ الحمد اور مقام محمود سے خاص کیا گیا اور آپ سوچیں کہ بلحاظ کتاب وسنّت کے ہر کام کی تکمیل اور اختتام پر الحمد للہ رب العالمین۔ کہنا حضور کے لیے کیسے مستحب ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

حکایۃً اللہ کا ارشاد ہے:

وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؎ — اور لوگوں میں سچا فیصلہ فرما دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب ہے۔

اور یہ بھی ارشاد حق ہے:

وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؎ — اور ان کی دعا کا آخر اس پر ہوتا ہے کہ سب تعریفیں اس ذات عبادت کے لائق کی ہیں جو پروردگار ہے۔

حضور کے اسمائے صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ الحمد للہ کہنا بھی مستحب ہے

اس میں ہمیں تنبیہ ہے کہ ہر کام کے اختتام الحمد للہ کہنا مستحب ہے اور حضور علیہ السلام نے کھانے پینے کے بعد الحمد کو مسنون قرار دیا ہے نیز ارشاد حضور ہے کہ اختتام سفر پر یہ الفاظ پڑھے جائیں۔

اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ — سفر سے لوٹنے والے توبہ کرنے والے ہمارے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

پھر آپ حضور علیہ السلام کے خاتم الانبیا ہونے اور رسالت و وحی کے مکمل انسداد و انقطاع کی خبر دینے اور قرب قیامت کا ڈر سنانے پر غور کریں، جس طرح ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ پوری دنیا کے لیے اختتام اُمور پر الحمد کہنا عقلاً اور شرعاً مستحب ہے اسی طرح ان اسما کی ادائیگی کے وقت بھی الحمد مستحب ہے کہ آپ ان اسما کے معانی میں سب امور بیک وقت ملاحظہ کریں گے اور حمد و محامد سے جو کچھ اس اسم سے خاص کیا گیا ہے وہ مشابہت معنی اور اس کی صفت سے مطابقت کے لیے ہے اور اس کا ذکر کرتے میں سرکار کی نبوت پر ایک بہت بڑی دلیل اور واضح نشان قائم ہوتا ہے اور اللہ نے حضور کو ان اسمائے تخصیص کا شرف دیا اور یہ مقامات آپ کے وجود سے

؎ پ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۷۵۔ ؎

marfat.com
Marfat.com

بھی پہلے معترز کئے گئے تاکہ آپ کی توقیر اور آپ کے ہر کام کی تصدیق ہو۔ یہاں سُبکی کا کلام ختم ہوا۔

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شیخ اکبر قدس سرہٗ نے مواقع النجوم میں کہا ہے کہ جو کچھ وجود و ہستی میں ایک شی کا دوسری شی سے منظم ہونا یا ایک چیز کا دوسری چیز سے متعلق ہونا ضرور کسی مناسبت کی بنا پر ہوتا ہے ان دونوں چیزوں میں وہ مناسبت خواہ ظاہری ہو یا باطنی، اور مناسبت کائنات کی ہر چیز میں پائی جاتی ہے یہاں تک کہ اسم اور اس کے مسمّٰی میں بھی اس کا تحقق ہوتا ہے۔ ابو زید سہلی کو اگرچہ اس مقام طریقت سے شناسائی نہیں تاہم انہوں نے حضور علیہ السلام کے اسمائے گرامی محمدؐ اور احمد کے معانی اور سرکار کے اعمال و اخلاق کے درمیان اسی مناسبت کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہر شے میں مسلّم ہے یہاں شیخ کا کلام ختم ہوا۔ اشارۂ سہلی کے کلام سے قبل بھی شیخ کا کلام مذکور ہے اور بعض عارفوں نے کہا ہے کہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی احمد اس لیے رکھا گیا کہ آپؐ کا اللہ کی حمد کرنا تمام انبیاء و مُرسلین کے حمد کرنے کو کافی اور شامل ہے کیونکہ ان انبیاء کا اللہ کی حمد کرنا فقط توحید صفات و افعال کے لیے تھا اور حضور علیہ السلام کا حمد کرنا توحید ذات کے اعتبار سے تھا جو توحید صفات و افعال کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ عارفوں کا کلام اختتام کو پہنچا۔

حضورؐ سے پہلے اسمِ محمدؐ سے کسی کو نہیں پکارا گیا

فتح الرحمٰن میں کہا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کا نام احمد نہیں رکھا گیا اور نہ ہی آپ سے قبل اس نام سے کسی کو پکارا گیا اور یونہی آپ سے قبل عرب و عجم میں اسم محمدؐ سے کسی کو موسوم نہیں کیا گیا مگر پیشین گوئی کرنے والوں اور تورات کے عالموں نے حضور علیہ السلام کے آنے اور آپ کی پیدائش سے پہلے مشہور کر رکھا تھا کہ ایک عظیم نبی آئے گا جن کا اسم گرامی محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ تو عرب کی ایک مختصر قوم نے اپنی اولاد نرینہ کا نام محمدؐ اس اُمید پر رکھنا شروع کر دیا کہ وہ نبی شاید ان میں سے ہو جائے جو اشخاص اسم محمدؐ سے موسوم ہوئے ان کی کل تعداد چھ ہے مثلاً محمدؐ بن احجت بن الحلاح الدوسی، اور محمدؐ بن مسلمہ انصاری اور محمدؐ بن البرا البکری، اور محمدؐ بن سفیان بن مجاشع، اور محمدؐ بن حمدان الجعفی، اور محمدؐ بن خزاعہ سلمی

marfat.com
Marfat.com

Marfat.com

ان چھ کے علاوہ کوئی ساتواں مذکور نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی نگرانی کی کہ ان میں سے کوئی دعویٰ نبوت کرے یا کوئی اور شخص اس کے لیے میدان نبوت ہموار کرے یا اس سے کوئی ایسا سبب ظاہر کہ اس کے کسی کام میں دوسرے کو شک گزرے کہ یہ خرق عادت ہے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام کی ذات میں نبوت اور خرق عادت یعنی معجزہ پائے گئے اور اس میں کوئی اختلاف اور نزاع نہیں ہے۔ لیکن حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کی تعداد میں اختلاف کیا گیا ہے کہا گیا ہے کہ (الف) جس طرح اسم الٰہی ہے اسی طرح حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہ اسم ہے کیونکہ آپ ذاتِ حق کے مظہر اتم ہیں تو جس طرح اللہ جل شانہ، کے اسماء ہیں اسی طرح حضور علیہ السلام کے بھی اسماء ہیں مجموعی لحاظ سے حضور کے کچھ دوسرے اسما بھی ہیں جن سے حکمتِ امکان و وجوب کا اس جگہ امتیاز برقرار رہتا ہے، اور آپ کے اسماء میں سے ایک خصوصی اسم (محمد) ہے یعنی جس کی زیادہ تعریف کی جائے کیونکہ آسمان اور زمین والے آپ کی تعریف دنیا اور آخرت میں کرتے رہے اور کرتے رہیں گے، اور انہی اسماء میں سے ایک اسم احمد ہے یعنی سب سے زیادہ تعریف کیا جانے والا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسے محاسن اور محامد سے تعریف کی ہے کہ ان محامد سے کسی دوسرے کی تعریف نہیں کی، اور انہی اسماء میں سے ایک اسم (المقفّی) ہے ف کی تشدید اور کسرہ سے اس اسم کا معنی بعد میں آنے والا، اور آپ سب انبیا کے بعد آخر میں تشریف لائے ہیں اور تکملہ میں ہے کہ آپ انبیاء کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ اور انہی اسماء میں سے نبیُّ التوبہ ہے اس لیے کہ آپ اللہ کی طرف بہت رجوع کرتے اور بخشش طلب کرتے یا آپ کی اُمت کے لیے توبہ بہت ہی آسان کر دی گئی آپ کو معلوم ہوگا کہ جس قوم نے گائے کے بچھڑے کی پرستش کی ان کی توبہ قتل عام پر موقوف تھی اور یہ نہایت مشکل تھی۔ یا آپ کی اُمت کی توبہ دوسرے کی نسبت زیادہ نافع اور مفید ہے کہ نہیں دنیا اور آخرت میں کوئی گرفت نہ ہوگی۔ کیونکہ آپ کی اُمت کا جو فرد بھی سچے دل سے توبہ کرے تو گویا اس نے سرے سے کوئی گناہ کیا ہی نہیں جب کہ دوسروں کو دنیا اور آخرت میں گرفت ہوگی۔ اور انہی اسماء میں سے ایک اسم نبی الرحمۃ ہے اس لیے کہ آپ وجودِ کائنات کے لیے سبب رحمت ہیں حدیث قدسی میں اللہ کے اس قول کے مطابق کہ اے محبوب اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو میں آسمان بھی پیدا نہ کرتا۔ اور کتب بیہاں الحقائق

marfat.com
Marfat.com

میں ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو خطاب فرمایا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو میں اس کائنات کو بالکل پیدا نہ کرتا۔

آپ مجنون نہیں ہیں بلکہ آپ پر سب کچھ عیاں ہے

اور شیخ اسماعیل حقی اپنے فرمودہ جواہر میں سورۃ قلم کی تفسیر میں اللہ کے اس قول پر فرماتے ہیں۔

مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔[1] تم اپنے رب کے فضل سے مجنوں نہیں۔

گویا آپ کو کہا گیا کہ اے محمد آپ جنوں سے مطلقاً بری ہیں اور آپ سے جنون کی نفی کر دی گئی ہے اور اللہ کی نعمت نبوت اور رسالت عامہ آپ کے شامل حال ہے۔ اس قول سے اللہ کی مراد اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو اس چیز سے بے عیب ثابت کرنا تھا جو مشرکین اور منافقین بغض و حسد اور اپنی برائی ظاہر کرنے کے لیے حضور کی طرف منسوب کرتے تھے باوجودیکہ انہیں اس امر کا یقین تھا کہ آپ کی عقل راستی اور آپ گہری سوچ کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔

بحوالہ تاویلات نجمیہ حضور علیہ السلام عالم ماکان و مایکون ہیں

اور تاویلات نجمیہ میں ہے مجنوں کی تفسیر مستور سے کی گئی ہے اس لیے کہ جن مستر کے معنی میں آتا ہے اور جن کو جن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں سے چھپا ہوتا ہے۔ یعنی ازل سے ابد تک جو کچھ ہو چکا ہے یا ہوگا آپ سے کچھ بھی مخفی نہیں بلکہ آپ مَاکَانَ یعنی جو کچھ ہو چکا کے عالم ہیں اور مَایَکُوْنُ یعنی جو کچھ ہوگا کی خبر رکھنے والے ہیں اور سرکار کے احاطہ علم پر آپ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے۔

فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَاكَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ۔ (الحدیث)

یعنی اللہ نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی تو مجھے جو کچھ ہو چکا ہے یا ہو گا سب معلوم ہو گیا۔

---

[1] پ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۲۔

marfat.com
Marfat.com

اپنی مدد آپ سے اللہ کی مدد مفید ہوتی ہے

امام قشیری قدس سرّہ اسماء الحسنٰی کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بندہ کو اپنی ذات کی خود مدد کرنے سے اللہ کی مدد زیادہ مؤثر اور کارگر ثابت ہوتی ہے۔ اللہ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو فرمایا:۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ ۔ اور بے شک ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے
صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۔[1] تم دل تنگ ہوتے ہو۔

غور کرنا چاہیے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو اذیت برداشت کرنے پر کس چیز سے تیار کیا اور کس چیز سے آپ پر تخفیف کی۔ خدائے ذوالجلال نے اپنے محبوب کو فرمایا کہ آپ اذیتوں کا بوجھ برداشت کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ۔[2] ترجمہ: تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو۔

یعنی جب آپ ان منافقین و مشرکین سے اپنے مزاج شریف کے خلاف کوئی بدکلامی سنیں تو اپنی روح کو میری صفت و ثنا اور ذکر اور پاکیزگی سے خوش کر لو میرے ذکر سے آپ ان کی بدکلامی سے بھی بے نیاز ہوں گے اور آپ کی رُوح بھی مسرور رہے گی پھر جب نبی علیہ السلام نے اس فرمان حق کو اپنا لیا اور اللہ کے حکم کی تعمیل کی تو اللہ کی تائید نے یاوری کی اور آپ سے وہ اذیت دُور ہو گئی۔ پھر جب آپ کو مجنون کہا گیا تو اللہ نے اپنے اس ارشاد (نٓ وَالْقَلَمِ) سے قسم کھا کر آپ سے جنون کی نفی فرما دی اور حضور نے اللہ کی پاکیزگی بیان کی تو آپ سے ذہنی کرب کا بوجھ نہ صرف ہلکا ہو گیا بلکہ سرے سے دور ہو گیا۔ پھر جس نے حضور پُر نور کو جنون کا عیب لگایا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے دس واقعی عیوب اور بُری خصائل سے معیوب کر کے اپنے محبوب کی شانِ محبوبیت کو نمایاں کر دیا، وہ شخص ولید بن مغیرہ تھا اور اس کی بُری خصائل کی تعداد دس ہے۔ قرآن میں سورت قلم کی آیت نمبر دس سے لے کر آیت پندرہ تک ان کا بیان یہ ہے۔ (۱) بڑا قسمیں کھانے والا، (۲) ذلیل، (۳) طعنہ دینے والا، (۴) چغل خور، (۵) بھلائی روکنے والا (۶) حد سے بڑھنے والا، (۷) گنہگار، (۸) درشت خو، (۹) حرامی، (۱۰) اللہ کی آیتوں کو پہلوں

---

[1] پ ۱۴، سورہ حجر، آیت ۹۷۔ [2] پ ۱۴، سورہ حجر، آیت ۹۸۔

marfat.com
Marfat.com

کی کہانیاں کہنے والا، تو پھر اللہ تعالیٰ کا اپنے کلام میں ان کی تردید فرمانا اور اس عیب کی نفی کرنا جو وہ حضور کی طرف منسوب کرتے تھے حضور کی اپنی ذاتی تردید سے زیادہ موثر اور کارگر تھا کیونکہ پورا قرآن قیامت تک لوگوں کی زبانوں پر باقی رہے گا۔

سرکار کا معیار تحمل و بردباری

پھر شیخ نے اللہ کے اس قول وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ[1] اور بے شک تمہاری خو بڑی شان کی ہے۔ پر کہا ہے کہ مخلوق میں سے کسی کو آپ کے خلوص کی دریافت نہیں ہے اس خلوص کی بدولت ہی آپ ان مشرکین و منافقین کی بے سروپا باتوں کو برداشت کرتے تھے جو عام طاقت بشری کی برداشت سے باہر تھیں اور بعض نے کہا ہے چونکہ آپ اللہ کے اخلاق پر پیدا ہوئے اور آپ کو کلام قدیم یعنی قرآن کریم کی تائید مفید تھی اس لیے آپ نہ ان کی فرضی الزام تراشی سے متاثر ہوتے اور نہ ہی ان کی اذیتوں سے پریشان ہوئے۔ پھر آپ کو اللہ کا حکم بھی تھا کہ اللہ کے لیے اپنے نفس کو صبر پر قائم رکھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ[2] ترجمہ: اور صبر کرو تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

حضور کے اخلاق و اعمال میں بناوٹ نہیں ہے

کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ صابر نہیں ہو سکتا۔ کلمہ (علیٰ) استعلاء کے لیے ہے جو حضور علیہ السلام کے سراپا اخلاق حسنہ ہونے پر اور آپ کو اچھے اعمال پر غلبہ دیئے جانے پر دلالت کرتا ہے گویا اخلاق حمیدہ اور افعالِ مرضیہ آپ کے لیے طبعی امور ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ[3] تم فرماؤ اس قرآن پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ والوں میں نہیں۔

یعنی میں تم پر جو بھی اپنا اخلاق ظاہر کرتا ہوں اس میں بھی کبھی تکلف نہیں کرتا کیونکہ تکلف کرنے والے کا کام دیرپا نہیں ہوتا بلکہ تکلف کرنے والا اپنی اصل طبیعت پر آجاتا، پھر شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خُلق کو انفرادی ذکر کے ساتھ عظمت سے متصف کیا ہے جس طرح قرآن کو لفظ عظیم سے متصف کیا اس میں حضور کو آگاہ کرنا مقصود تھا کہ آپ حُسنِ خلق پر ہیں وہ تمام مکارم اخلاق کو جامع ہے اور آپ کے

---

[1] پ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۴، [2] پ ۱۴، سورۃ نحل، آیت ۱۲۷، [3] پ ۲۳، سورۃ ص، آیت ۸۶۔

marfat.com

Marfat.com

خلق نے شکر نوح علیہ السلام، خُلّت ابراہیم علیہ السلام، اخلاص موسیٰ علیہ السلام، صدق وعدہ اسماعیل علیہ السلام اور صبر یعقوب وایوب علیہما السلام، عذرداری داؤد علیہ السلام، تواضع سلیمان علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام اور اس کے علاوہ تمام انبیا کے اخلاق کا احاطہ کیا ہوا ہے جس طرح ارشاد حق تعالیٰ ہے:۔

فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ [1]۔ اے محبوب تم اس کی راہ چلو۔

اس اقتداء سے مراد معرفت الٰہی نہیں کیونکہ یہ تقلید ہے اور کسی کی تقلید کرنا حضور کے شایان شان نہیں اور نہ ہی شرعی اُمور کی اقتدا مراد ہے کیونکہ حضور کی شریعت نے تمام نبیوں کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے بلکہ بعض فروعی مسائل میں حضور کی شریعت پہلے نبیوں کی شریعتوں کی مخالفت کرتی ہے، درحقیقت اقتداء سے مراد ہے کہ اللہ نے ہر نبی کو کسی نہ کسی اچھی عادت سے خاص کیا ہے اور تو اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم ان سب کی راہ پر چل یعنی ان سب کے انفرادی اخلاق حسنہ کو اپنا لے تاکہ مجموعی طور آپ کا خلق کریم ان سب کے اخلاق محمودہ پر غالب آئے اور اس میں سرکار کا بلند درجہ ثابت ہوتا ہے یہ درجہ کسی اور نبی کو میسر نہیں ہے پھر اللہ نے اپنے محبوب کو خُلقِ عظیم سے موصوف کرنا ضروری سمجھا جس طرح بعض عارفوں نے کہا ہے۔

لِكُلِّ نَبِيٍّ فِي الْاَنَامِ فَضِيْلَةٌ ہر نبی کے لیے اس کائنات میں کوئی نہ کوئی
وَجُمْلَتُهَا مَجْمُوْعَةٌ لِمُحَمَّدٍ۔ بزرگی عطا کی گئی اور وہ سب کی سب مجموعی طور
محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہیں۔

قوت نظری کے اعتبار سے حضور خلق عظیم سے متصف نہیں ہوئے بلکہ علم وعرفان یقین کامل اور احسان کی وجہ سے آپ اس مقام پر فائز ہوئے، اور خُلق عظیم کو عملی جامہ آپ نے قوت عملیہ کو نمایاں کرنے کے لیے نہیں پہنایا مگر اس میں جو کچھ بھی فرض واجب اور مستحب تھا اسے محض اللہ کی رضا کے لیے ادا فرمایا، اور آپ سے نہ کوئی مفسد کام اور نہ ہی کوئی حرام اور مکروہ چیز صادر ہوئی۔ تو آپ ملکوتی صفات کے حامل ہوئے بلکہ اس سے بھی آپ کا درجہ بلند ہے اور سب اوصاف کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول جامع ہے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سرکار کے خلق کے متعلق سوال کیا گیا

---

[1] پ، سورہ انعام، آیت ۹۰۔

marfat.com
Marfat.com

تو آپ نے فرمایا کہ پورا قرآن آپ کا خلق کریم ہی تو ہے اس سے حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ قرآن میں جتنے مکارم اخلاق اور اوصاف حسنہ ہیں آپ ان سے آراستہ ہیں اور ممنوع و مکروہ گناہوں اور بری خصلتوں سے آپ کنارہ کش ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے سائل کو کہا کہ کیا آپ نے قرآن میں کبھی نہیں پڑھا۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝[1] ترجمہ: بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے۔

یعنی قرآن میں سورت مومنین کی ابتدائی دس آیات پڑھ لے ان میں حضور علیہ السلام کا خلق ہے (ایمان) وہ اخلاق کی کی اصل ہے اور (نماز) اخلاق بدنیہ کا ستون ہے، اور (زکوٰۃ) اخلاق مالیہ کا خلاصہ ہے۔ آخری آیت تک آپ کے اخلاق کا اظہار ہے، اور تاویلات نجمیہ میں ہے کہ نہ صرف آپ کا خلق قرآن تھا بلکہ آپ بذاتِ خود قرآن تھے، جس طرح عارف بالحقائق نے کہا ہے۔

اَنَا الْقُرْاٰنُ وَالسَّبْعُ الْمَثَانِیْ ترجمہ: میں الحمد سمیت قرآن ہوں اور میں صرف جسموں
وَرُوْحُ الرُّوْحِ لَا رُوْحُ الْاَوَانِیْ کی نہیں بلکہ روحوں کی روح ہوں۔

اور جناب جنید قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ آپ جود و سخاوت کی وجہ سے خلق عظیم پر فائز ہوئے۔

لَهٗ هِمَمٌ لَا مُنْتَهٰی لِکُبَارِهَا ترجمہ: آپ کی ہمتیں بے شمار کہ ان کا کوئی ٹھکانہ
وَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰی اَجَلُّ مِنَ ہی نہیں اور آپ کی سب ہمتوں سے چھوٹی ہمت پوری
الدَّهْرِ۔ کائنات سے عظیم ہے۔

اور ابوالحسن نوری قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ آپ کا خلق عظیم کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انوارِ اخلاق کو آپ کے ظاہر ہونے کی وجہ سے روشن کیا اس ذکر کے بعد شیخ اسماعیل حقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضور کا خلق عظیم اس لیے ہے کہ آپ ذاتِ حق کے مظہر عظیم ہیں جس کی یہ شان ہو وہ اس کا خلق، خلق عظیم ہوتا ہے۔ غور کرنا چاہیئے۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ کی تنقیح الاذہان میں ہے کہ نبی علیہ السلام کو جوامع الکلم عطا کئے گئے کیونکہ آپ کو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد بھی اسی طرح ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو کہا کہ آپ کی خو بو بڑی شان کی ہے اور یہ سر کار کے

---

[1] پ ۱۸، سورہ مومنون، آیت ۱۔

marfat.com
Marfat.com

صراط مستقیم پر ہونے کی اصل دلیل ہے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ کے لیے تین سو ساٹھ خُلق ہیں جو شخص ان اخلاق میں سے توحید کے ساتھ ایک خلق ہے اس کی ملاقات کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس پر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مجھ میں ان میں سے کوئی پایا جاتا ہے تو سرکار نے فرمایا اے ابوبکر تجھ میں تو وہ سب کے سب پائے جاتے ہیں اور میں ان میں سے اللہ کے لیے سخاوت کو پسند کرتا ہوں۔ یہاں شیخ اکبر کا کلام ختم ہوا۔ اور اسی لیے بندہ کا حسن خلق اپنے کسی کام میں اللہ کے ساتھ محض تسلیم و رضا ہوتا ہے اور بندہ کا بہترین خُلق اپنے کسی کام میں مخلوق کے لیے سخاوت کرنا اور اس سے درگذر کرنا۔ اور خُلق کو توحید کے ساتھ اس لیے مقید کر دیا کہ کبھی مکارم اخلاق تو پائے جاتے ہیں لیکن ایمان نہیں ہوتا اور اسی طرح کبھی ایمان ہوتا ہے اور مکارم اخلاق نہیں پائے جاتے کیونکہ اگر ایمان کے ساتھ ساتھ مکارم اخلاق بھی دے دیئے جاتے تو کسی عمل کے کرنے یا نہ کرنے کے لیے کسی مومن کو بالکل نہ کہا جاتا اور بہترین اخلاق کے آثار صاحب خُلق پر مرتب ہوتے ہیں خواہ وہ کیسی بھی ہو بعض اکابر نے کہا ہے کہ آپ کی اُمت میں سے جس شخص نے آپ کو نہ دیکھا ہو وہ حضور کو دیکھنے کا ارادہ کرے تو اسے قرآن بنظر محبت دیکھ لینا چاہیئے۔ بے شک قرآن کو دیکھ لینے اور رسول اللہ کو دیکھ لینے میں کچھ فرق نہیں ہے گویا قرآن ایک جسمانی صورت ظاہر کرتا جسے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کہا جاتا ہے اور قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے گویا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کی صفت پہنا دی گئی۔ جیسے اللہ کا ارشاد ہے کہ جو اس رسول کی اطاعت کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کر لی، اور بعض نے کہا ہے کہ جو شخص رسول اللہ کو دیکھنے کا ارادہ کرے اسے رسول اللہ کی سُنت پر عمل پیرا ہونا چاہیئے خصوصاً جس مقام پر سُنت رسول ختم ہو چکی ہو۔ بے شک آپ کے وصال کے بعد آپ کی سُنت کو زندہ کر دینے میں حضور کی حیات ہے۔ اور جس نے آپ کی حیات کا باعث کوئی کام کیا گویا اس نے سب لوگوں کو زندگی بخشی کیونکہ حضور علیہ السلام کائنات کا اکمل ترین مجموعہ ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد مسلم معاشرہ سے بُری عادات یکسر سے ناپید ہو گئیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے ہمیں بُرے اخلاق و اطوار کی مکمل نشاندہی کر دی مثلاً حرص، حسد، ہوس کا شر، بخل، خوف یعنی بزدلی، اور تمام مذموم صفات، پھر جب ان بُرے اطوار کی جگہ اچھے اخلاق نے لے لی تو تمام برائیاں از خود مکارم اخلاق سے بدل گئیں، تفصیل یہ ہے نبی علیہ السلام نے ایک شخص کو فرمایا جو

marfat.com
Marfat.com

صف والوں کے بعد رکوع کو کچھ لمبا کر دیا کرنا، کہ اللہ تیری حرص[1] کو زیادہ کرے حد سے نہ بڑھ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا دو چیزوں کے سوا حسد[2] نہ کرنا چاہیئے اور نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر زیادہ کیا کرو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے تم ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو، خدا کا حکم ہے کہ والدین کو اُف نہ کہو، نیز ارشاد ہے کہ تمہیں اُف ہے اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ ہیں جن میں وضاحت کی گئی ہے کہ بُری عادات تربیت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے خود بخود مکارم اخلاق بن گئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کو اخلاق ذمیمہ سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے جو اعتقاد رکھے کہ بُرے اخلاق اور جہالت بہرحال بُرے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے اس قول اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ کا مفہوم یہ ہے کہ بعض لوگ علم حاصل کرتے ہیں اور ان میں سے بعض جاہل ہی رہتے ہیں مگر کامل انسان وہ ہے جو اس کائنات میں اللہ کے ان اخلاق کے سوا کچھ نہ دیکھے جن کو میں نے پایا ہے، اور کشف الاسرار میں اس مرتبہ کی تفسیر مذکور ہے، کہ نبی علیہ السلام کو تمام روئے زمین کی چابیاں پیش کی گئیں تو آپ نے انہیں قبول نہ کیا اور شب معراج آپ کو بلندیوں پر لے جایا گیا اور آپ کو جنت اور ملائکہ دکھائے گئے لیکن آپ نے ان کی طرف توجہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی[3] ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

یعنی آپ نے دائیں بائیں دھیان نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی خو بڑی شان کی ہے۔

پھر صاحب کشف نے شعر ذکر کیا۔

كَاَنَّكَ شَمْسٌ وَالْمُلُوْكُ كَوَاكِبُ گویا آپ سورج ہیں اور شاہان جہان ستارے جب
اِذَا طَلَعَتْ لَمْ يَبْدُ مِنْهُنَّ كَوْكَبٌ سورج نکل آئے تو کوئی ستارہ ظاہر نہیں رہ سکتا۔

اور قصیدہ بردہ میں ہے :۔

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّ فِيْ خُلُقٍ حضور علیہ السلام اپنے پیدا ہونے اور اپنے خُلق
وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ میں تمام نبیوں پر فوقیت رکھتے ہیں علم اور بخشش

---

[1] حرص بمعنی شوق و ذوق۔ [2] حسد بمعنی رشک و غبطہ۔

[3] سورۃ النجم، آیت ۱۷، پ ۲۷۔

www.nuraniadian.net

marfat.com
Marfat.com

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهٗ — بے شک آپ بزرگی کے سورج ہیں اور باقی انبیا اس کے تارے
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ — ہیں وہ آپ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے جو اس کے انوار کو لوگوں کے لیے اندھیروں میں روشن کرتے ہیں۔

حضور کے اس قول سے سرکار کے اخلاق کی طرف اشارہ ہے کہ جو تجھ سے قطع رحمی کرے تو اس سے صلہ رحمی کر اور جو شخص تجھ پر زیادتی کرے تو اسے معاف کر دے اور جو تیرے ساتھ برائی سے پیش آئے تو اس کے ساتھ بھلائی اور احسان کر کیونکہ کسی کام پر خود عمل کرنے سے پہلے سرکار نے اُمت کے کسی فرد کو اس کام کا حکم نہیں دیا۔

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ اپنے فرمودہ جواہر میں سورۃ الضحیٰ میں اللہ کے اس قول پر فرماتے ہیں۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى[۱] — اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

یہ آیت کریمہ حضور کو جو کچھ بھی دنیا میں عطا کیا گیا کو شامل ہے مثلاً کمال نفس، اوّلین و آخرین کے علوم امر کا ظاہر کرنا، دین کو بلند کرنا ان فتوحات کے ساتھ جو آپ کے زمانہ میں ہوئیں اور آپ کے خلفاء راشدین علاوہ ازیں اسلامی بادشاہ جنہوں نے دعوت اسلام کو روئے زمین کے مشرق و مغرب میں پھیلایا ان سب کی فتوحات اور عجیب بہت سی وہ کرامتیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہ جانتا تھا حضور علیہ السلام کے لیے جمع کر دی گئیں اور ان سے بعض چیزوں کی حضور علیہ السلام نے خبر دی مثلاً میرے لیے جنت میں ایک ہزار محلات اصل سفید موتیوں اور کستوری سے بنے ہوئے ہیں، اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ مجھے آواز دی جائے گی کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ راضی ہوئے ہیں؟ تو میں عرض کروں گا کہ اے رب میں راضی ہو گیا ہوں۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ الاطہر کہتے ہیں کہ مجھے قرطبہ کے ایک شہر مشہد میں قیام کرنے کا اتفاق ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک انبیا کی جماعت بعالم خواب دکھائی پھر

---

[۱] پ ۳۰، سورہ والضحیٰ آیت ۵۔

marfat.com
Marfat.com

جناب داؤد علیہ السلام نے مجھ سے بات چیت کرتے وقت انبیاء کی آمد کا اصل سبب بتایا کہ یہ انبیا حضور نبی علیہ السلام کے پاس حلاج کی سفارش کرنے آئے ہیں کیونکہ اس نے اپنی دنیوی زندگی میں حضور کو یہ الفاظ کہہ کر بے ادبی کی ہے کہ آپ کے مقام سے آپ کی ہمت کم ہے حلاج کو کہا گیا کہ آپ کی ہمت آپ کے مقام سے کیوں کم ہے تو اس نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے کہ تم راضی ہو جاؤ گے، تو آپ کا حق تھا کہ آپ راضی نہ ہوتے یہاں تک کہ آپ کی شفاعت ہر مؤمن اور کافر کے لیے اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا لیکن آپ نے صرف اتنا کہہ دیا ہے کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے جب حلاج یہ بات کر چکا تو رسول اللہ واقعی اس کے پاس آئے اور فرمایا اے ابن منصور تو نے میری شفاعت سے انکار کیا ہے تو حلاج نے کہا یا رسول اللہ واقعی میں نے ایسے کہا ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کیا تو نے سنا نہیں کہ میں اپنے رب سے حکایۃً بات کرتا ہوں خدا نے فرمایا ہے کہ جب میں کسی بندے کو دوست بنا لوں تو میں اس کے کان، آنکھ، زبان اور ہاتھ بن جاتا ہوں تو حلاج نے کہا ہاں یا رسول اللہ تو حضور نے فرمایا کہ جب میں اللہ کا حبیب ہوں تو وہی ذات میری بولنے والی زبان ہے وہی شفاعت کا اختیار دینے والا ہے اور وہی شفاعت قبول کرنے والا ہے اس میں میرے وجود کا کوئی دخل نہیں تو اے ابن منصور مجھے یہ عتاب کیوں ہے۔ حلاج نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنی اس بات سے توبہ کرتا ہوں، میرے اس گناہ کا کفارہ کیا چیز ہو سکتی ہے، حضور نے فرمایا کہ اپنی ذات کو اللہ کے لیے قربان کرنا پڑے گا۔ اسے قربان کر دے حلاج نے عرض کیا کیسے قربان کروں حضور نے فرمایا شریعت کی تلوار سے اپنی جان کو قتل کر دے پھر جو کچھ بھی ہونا تھا وہ ہوا، پھر جناب ہود علیہ السلام نے کہا کہ حلاج اپنی پوری زندگی حضور سے چھپ چھپا کر بسر کرتا رہا۔ اب یہ انبیا کی بھاری جمعیت حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی سفارش لے کر آئی ہے، اور حلاج کو اس دنیا سے رخصت ہوئے پورے تین سو سال ہو چکے ہیں، اور بعض عارفوں نے کہا ہر حقیقت ظاہر شدہ کا اصل مادہ حقیقتِ محمدیہ ہی ہے اور جو حقیقتیں ابھی ہونے والی ہیں ان کا مظہر بھی حقیقت محمدیہ ہے اور اسی کی طرف تمام کام لوٹ کر آتے ہیں، اللہ کے اس قول وَلَسَوْفَ یَرْضٰی کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی رضا اس وقت تک نہ ہو گی جب تک آپ سے علیحدگی ہوئی چیز دوبارہ آپ کے پاس لوٹ کر نہ آئے

marfat.com
Marfat.com

توجمال والوں کا اجتماع آپ کے جمال کے پاس ہوگا، اور جلال والوں کا اجتماع آپ کے جلال کے پاس ہوگا۔ اور ابن عطا قدس سرہٗ نے کہا کہ گویا اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کو کہے گا، کہ کیا آپ کو جو کچھ دیا گیا ہے۔ اس کے بدلے آپ راضی ہیں تو حضور عرض کریں گے نہیں، بلکہ حضور کو کہا جائے گا کہ آپ کی خُو تو بڑی شان کی ہے یعنی آپ کی ہمت بلند ہے کہ کائنات کی کوئی چیز آپ میں اثر نہیں کرتی اور نہ ہی اس دنیا کی چیز آپ کو راضی کر سکتی ہے۔ اور تاویلات نجمیہ میں ہے یعنی جو چیز آپ کی قوت استعداد میں ہے۔ مثلاً کمالات ذاتیہ اور صفاتی کرامات کی اقسام آپ پر بالفعل ظاہر کر دیئے جائیں گے۔

حضور علیہ السلام کا انشراح صدر

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرمودہ جواہر میں سورہ الم نشرح میں اللہ کے اس قول کی تفسیر کرتے ہیں۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ[1]۔ ترجمہ: کیا ہم نے آپ کا سینہ کشادہ نہ کیا۔

بے شک ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا اور فراخ کر دیا یہاں تک کہ وہ سینہ فائدہ حاصل کرنے اور فائدہ پہنچانے کی استعداد کے ساتھ غیب و حاضر سب چیزوں کے ساتھ جلی اور مطلع ہو گیا اور آپ کو جسمانی روابط روحانی ملکہ کے انوار و تجلیات حاصل کرنے سے نہیں روک سکتے، اور آپ کے مخلوق کی بھلائی کرنے کا تعلق معرفت حق میں مستغرق ہونے میں حجاب نہیں ہو سکتا یعنی آپ جب حق کی طرف مشغول ہوں تو مخلوق محجوب نہیں رہتی اور جب آپ مخلوق کی طرف متوجہ ہوں تو ذاتِ حق آپ سے مستور نہیں ہوتی بلکہ آپ مجموعی اور انفرادی طور سب حاضر و غائب کو جانتے ہیں۔ تاویلات نجمیہ میں ہے کہ سینہ کو کھول دینے سے اللہ کا اشارہ دل مصطفےٰ کو نبوت کے نور سے نرم کرنا اور بھر دینا ہے اور جن وانس کو دعوتِ اسلام دینے سے محنت برداشت کرنے کے لائق کرنا ہے اور سرکار کے سینے کی فراخی سے مراد یہ بھی ہے کہ سینہ حضور کو رسالت کی روشنی سے بھر دیا گیا۔ اور کفار اور منافقین سے سختیاں برداشت کرنے کی قوت دی گئی، اور نورِ ولایت بھی آپ کے سینے کی فراخی میں سما گیا اور اس کا تحقق حضور نے خود فرمایا مثلاً علومِ لدنیہ، اور اللہ کی حکمتیں، اور معارف

---

[1] پ ۳۰، سورہ نشراح، آیت ۱۔

marfat.com
Marfat.com

ربانیہ، اور حقائق رحمانیہ، اور آپ کا حسی اور صوری انشراح صدر کئی مرتبہ ہوا۔ ایک مرتبہ حضور کی عمر شریف پانچ یا چھ سال تھی کہ شیطانی وساوس نکالنے کے لیے دل اقدس سے وہ سیاہ خون خارج کر دیا گیا جس سے دل کو ارتکاب گناہ کا میلان اور نیکی سے بے رخی ہوتی ہے، ایک مرتبہ آغاز وحی کے وقت اور ایک مرتبہ معراج کی شب شق صدر ہوا، پھر ورفعنالك کے قول پر نبوت اور اس کے احکام کے عنوان کے تحت کہا ہے کہ نبی علیہ السلام کی شان کو اللہ نے اس طرح بلند کیا ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ حضور کا نام کلمہ شہادت اور آذان اور اقامت میں ملا دیا گیا ہے۔ جس پر جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا،

اَغَرُّ عَلَیْہِ لِلنبوۃ خَاتَمُ	ترجمہ: میں آپ پر نثار جاؤں کہ حضور نبوت کی انگوٹھی
من اللہِ مَشْھُوْدٌ یَلُوحُ وَیَشْھَدُ	کے نگینہ ہیں اور اس میں اللہ کی طرف سے واضح
وَضَمَّ الالہُ اِسْمَ النَّبِیِّ اِلی اِسمِہٖ	شہادت ہے اور اللہ نے اپنے نام کے ساتھ
اِذا قَالَ الخمس المُؤَذِّنُ اَشْھَدُ	اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ
	ملا دیا ہے جب مؤذن پانچ وقت آذان میں لفظ اَشْھَدُ کہتا ہے۔

شیخ اسماعیل حقی کے فرمودات اختتام پذیر ہوئے۔ مترجم۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

الغوث الکبیر الشیخ عبدالعزیز الدباغ الفاسی
المتوفی سنہ ۱۱۳۰ھ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے

فرمودات گرامی

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

علامہ نبہانی کہتے ہیں کہ شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہی جواہر البحار کی تصنیف کا اصل سبب ہے میں نے آپ کی تصنیف ابریز شریف جب دیکھی تو معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے کمالات کے بیان میں جن سے حضور پر نور تمام اطراف عالم میں سب مخلوقات پر فوقیت رکھتے ہیں آپ کا کلام منفرد اور عمدہ انداز کا ہے، تو میرے دل میں کہ اپنی تحریر کے لیے صرف کلام شیخ عبدالعزیز دباغ کو خاص کر لوں کیونکہ آپ کے کلام سے حضور نبی علیہ السلام کی قدر و منزلت کے وہ حقائق کھلے جو کسی دوسرے سے سننے میں نہیں آئے تھے۔ پھر جب میرے فکر میں کشادگی ہوئی تو میں نے مناسب سمجھا کہ حضور کی سیرت نبوت پر علم و عرفان والوں اور کچھ دوسروں نے جو کچھ کہا ہے جمع کر دوں اللہ کا احسان کہ اس نے اس کتاب کی ہر طرح تکمیل فرما دی اللہ تعالیٰ والے کی سب تعریفیں ہیں۔

حضرت عبدالعزیز دباغؒ کے فرمودہ جواہر میں

ان کے ایک شاگرد علامہ امام شیخ احمد بن مبارک نے شیخ عبدالعزیز کی کتاب ابریز کے مقدمہ میں جو انہوں نے شیخ کی تعریف میں جمع کیا ذکر کرتے ہیں شیخ دباغ رحمۃ اللہ کو سیدنا خضر علیہ السلام نے ایک وظیفہ عنایت کیا اور سات ہزار مرتبہ ہر روز پڑھنے کا حکم کیا وہ ورد یہ ہے:-

اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ بِجَاہِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ	اے اللہ ہمارے سردار محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ
ابنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	وسلم کے صدقے میرے اور ہمارے سردار
اِجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ	محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان دنیا میں
فِی الدُّنْیَا قَبْلَ الْآخِرَۃِ ۔	آخرت سے پہلے میل جول کرا دے۔

پھر اسی صفحہ کی ایک طرف ذکر کرتے ہیں کہ شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے فی الواقعہ عالم بیداری میں سید کل کائنات کا دیدار کر لیا پھر انہیں ان کے شیخ سیدی عبداللہ برناوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اے سیدی عبدالعزیز دباغ آج سے قبل میں تیرے بارے متفکر رہا کرتا تھا لیکن آج کے دن جب تجھے اللہ نے اپنی رحمت سید کل کائنات سے ملا دیا میرا دل بے خطر اور مطمئن ہو گیا ہے تو میں تجھے بطور امانت اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

حضور رحمۃ کائنات میں نیز مقدمہ میں ہی نقل کیا ہے کہ سیدی احمد ابن عبداللہ الغوث رضی اللہ عنہ کہتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں کہ میرا ایک مُرید تھا جس سے میں بے حد محبت کرتا تھا۔ ایک دن میں نے سید کل کائنات کی عظمت بیان کرتے ہوئے اسے کہا کہ اے بیٹا اگر ہمارے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور نہ ہوتا تو زمین میں کوئی راز بھی ظاہر نہ ہوتا، اگر آپ نہ ہوتے تو چشموں میں سے کوئی چشمہ جاری نہ ہوتا، اور نہ نہروں میں سے کوئی نہر جاری ہوتی، اور اے بیٹا بے شک حضرت کا نور فیض کرتا ہوا تمام بیجوں پر ہر ماہ میں تین مرتبہ گردش کرتا ہے آپ کی برکت سے ان بیجوں کا پھل بن جاتا ہے اگر آپ کا نور نہ ہوتا تو کوئی بیج پھل نہ دیتا، اور اے بیٹا ایسے لوگ بہت کم یاب ہیں جن کا ایمان حضور پر پہاڑ یا اس سے بھی زیادہ مضبوط ہو۔ علاوہ ازیں میں نے تحقیق کی ہے کہ نفس کبھی ایمان کا بوجھ اٹھانے سے بے دل ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسے پھینک دے۔ تو اس نازک وقت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نور پہنچتا ہے اور اس نفس کی ایمان کا بوجھ اٹھانے میں مدد کرکے اسے حلاوت اور خوشبو سے پاکیزہ کر دیتا ہے اور ابریز میں سیدی عبدالعزیز دباغ کی کرامات کی تعداد ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ کے گھر والے اور بعض دوسرے زائرین مشاہدہ کیا کرتے تھے کہ کبھی آپ کے جسم کو روح سے مفارقت ہوتی وہ آپ کے پاس بیٹھنے والے آپ کو فوت شدہ شخص کی طرح محسوس کرتا اور شیخ رضی اللہ عنہ کی چند رگوں اور ہونٹوں کے سوا جسم کے کسی حصہ میں سانس کی حرکت باقی نہ رہتی۔ ایک دن یہی کیفیت آپ پر طاری ہوئی تو ایک شخص آپ کے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے دیکھا کہ ایک نور بجلی کی طرح اٹھ رہا ہے مگر اس وقت شیخ کا جسم بے حرکت بیکار پڑا تھا وہ شخص جلدی سے نکلا اور جتنے لوگ گھر میں موجود تھے سب کو بلا لایا تو ان سب نے اس کیفیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ دوسری صبح میں نے شیخ سے ملاقات کی آپ ایک میدان کی طرف جارہے تھے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہو لیا جب واپسی کے متعلق کہا۔ اور حضور آپ کی عادت کریمہ یہ تھی ہر کام کو تحسینِ راز میں رکھنے کی تھی اس کے باوجود شیخ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ کل مجھ پر ایک معاملہ ہوا ہے تو میں نے عرض کیا اے میرے آقا یہ تو میں نے بھی سنا ہے لیکن اس بات کا اصل راز میں نہیں سمجھ سکا تو شیخ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے وہ محمد رسول اللہ کا نور تھا۔ اور شیخ کی کرامتوں میں سے یہ کرامت بھی مذکور ہے کہ آپ سے جناب حدیث کے لیے صحیح و موضوع احادیث کے بارے اگر کوئی سائل سوال کرتا تو آپ بتا دیتے صحیح حدیث کو بڑے ذوق سے صحیح وہ

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

باطل حدیث کو با اعتماد ہو کر باطل بتلا دیتے اس بات کو آئمہ حدیث نے ذکر بھی کیا ہے، حالانکہ آپ اُمی تھے آپ نے نہ پڑھا اور نہ لکھا، اور نہ کہیں سے تحصیل علم کی۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ شیخ کی شان اور مقام بہت عجیب وغریب ہے میں جب بھی آپ کے ساتھ علم حدیث پر غور کرتا تو آپ برملا کہہ دیتے کہ یہ حدیث بخاری نے ذکر کی ہے اور مسلم میں نہیں اور جس حدیث کی تخریج مسلم نے کی ہوتی تو آپ کہہ دیتے یہ بخاری میں نہیں ہے مجھے مسلسل آپ سے ملتے رہنے سے معلوم ہوا کہ معرفت حدیث میں جو آپ کا مقام ہے وہ کسی دوسرے کا نہیں ہے، میں نے اس قدر معرفت کے متعلق شیخ سے ایک مرتبہ سوال کیا تو فرمانے لگے کہ نبی کا کلام مخفی نہیں ہوا کرتا، اور ایک مرتبہ میں نے اسی معرفت کے بارے پھر سوال کیا تو آپ فرمانے لگے کہ جب کوئی شخص سردیوں میں بات کرتا ہے تو اس کے منہ سے بھانپ نکلتی ہے اور جب گرمیوں میں بات کرے تو وہ بھانپ نہیں نکلتی یونہی جب کوئی شخص نبی کے کلام سے بات کرتا ہے تو اس کی بات کے ساتھ نور نکلتا ہے اور جو شخص نبی کے کلام کے علاوہ بات کرتا ہے تو وہ بات نور کے بغیر نکلتی ہے، ایک مرتبہ میں نے آپ سے پھر سوال کیا تو فرمانے لگے کہ چراغ کو جب مانجھ کر صاف کر دیا جائے تو اس کی روشنی زیادہ تیز ہوتی ہے اور جب اسے صاف نہ کیا تو روشنی اپنے حال پر رہتی ہے یونہی عارفوں کا حال ہے جب وہ حضور کا کلام سنتے ہیں تو ان کے انوار قوی ہو جاتے ہیں اور ان کی قوت معرفت بڑھ جاتی ہے اور جب غیر کا کلام سنتے ہیں تو اپنے حال پر رہتے ہیں۔

سیدی عبدالعزیز دباغ کے فرمودہ جواہر میں ابریز شریف کا یہ پہلا باب ہے جس میں ان احادیث کے جواب ہیں جن احادیث کے متعلق شیخ سے سوال کیا گیا کہتے ہیں کہ ان احادیث میں سے ایک حدیث ترمذی عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے۔

قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ	راوی کہتا ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
فِي يَدِهٖ كِتَابَانِ فَقَالَ الَّذِي	ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے دونوں
فِي يَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذَا كِتَابٌ	ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں، داہنے ہاتھ کی کتاب
مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ	کے متعلق حضور نے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ کی طرف
اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَاءُ آبَائِهِمْ	سے ہے اور اس میں جنت اور ان کے باواجداد
وَقَبَائِلِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ	اور ان کے تمام قبیلوں کے نام ہیں نہ ہمیشہ ہمیشہ

marfat.com
Marfat.com

وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ الَّذِيْ فِيْ شِمَالِهٖ مِثْلَهٗ فِيْ اَهْلِ النَّارِ -

ان میں کچھ زیادہ ہو سکتا ہے نہ کم پھر آپ نے بائیں ہاتھ کی کتاب کے متعلق دوزخ والوں کا حسب سابق ذکر فرمایا -

راوی اس حدیث کے آخر میں کہتا ہے کہ یدیہ کی بجائے ید٭ ہے پھر ان کتابوں کو حضور نے پھینک دیا پھر فرمایا کہ بندوں سے تمہارا رب فارغ ہے کہ ان میں سے ایک جماعت جنت میں جائے گی اور ایک فریق دوزخ میں جائے گا -

اعتراض ابن حجر حن کا اسناد حسن ہے کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کو اس حدیث میں اشکال ہے اور گمان کیا گیا ہے کہ اس امر میں قدرت محال سے متعلق ہے، اس حیثیت سے کہ تمام جنت والوں کے نام ایک ہی کتاب میں جیسے حضور کے داہنے ہاتھ نے اٹھا رکھا تھا اور یونہی دوزخ والوں کے نام ایک ہی کتاب میں کیسے سما سکتے ہیں - جب کہ دونوں کتابوں کی جسامت چھوٹی ہو گی اور نام زیادہ ہوں گے اس سے لازم آئے گا کہ چھوٹی کو بڑا کئے بغیر ایک چھوٹی چیز پر بڑی چیز کو وارد کر دیا جائے، تو پھر ان اسما کا احاطہ کرنے کے لیے دیوان دفتر چاہیں اور یہ محال عقلی کی دلیل قوی ہے - کہ وسیع چیز کو تنگ چیز میں داخل کر دیا جائے باوجودیکہ تنگ چیز اپنے حال پر چھوٹی ہی رہے اور وسیع چیز بڑی ہی رہے حالانکہ مخبر معصوم ہے جو اپنی خواہش سے نہیں بولتا -

جواب حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ جواب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علماء اہل سنت و جماعت کے عقیدہ میں ممکن نہیں کہ جو چیز ولایت کے طور طریقہ پر یا رسالت کے معجزہ پر ہو اور عقل اسے محال جانے، البتہ کرامت اور معجزہ سے عقلیں قاصر ضرور ہو سکتی ہیں، پھر جب میں کسی مطلوب معنی کی کماحقہ اطلاع پا لوں اسے قبول کر لیتا ہوں اس پر یقین بھی کر لیتا - ان دو کتابوں کی مذکورہ کتابت سے، کتابت نظر مراد ہے کہ کتابت قلم اور کتابت نظریہ ہوتی ہے کہ بیشک صاحب بصیرت خصوصاً اولین و آخرین کے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم جب ان کا ارادہ ہو کہ کسی چیز کو دیکھیں تو آپ کی بصیرت اپنے اور دیکھی جانے والی چیز کے درمیان تمام پردے تار تار کر کے اس چیز تک پہنچ کر اس کا احاطہ کر لیتی ہے، جب کسی دیکھی جانے والی چیز کی صورت بصیرت کو حاصل ہوتی ہے تو اسے ہم بصیرت کاملہ فرض کر لیتے ہیں اگر وہ بصیرت اس

www.muftiaa...net

marfat.com
Marfat.com

دیکھی جانے والی کو حکم کرے تو آنکھوں تک پہنچ جاتی ہے اور جو طاقت اس چیز کو حاصل ہوتی ہے وہی آنکھ کو بھی حاصل ہوتی تو آنکھ چھپی ہوئی صورت دیکھتی جو بھی اس کے مقابل آئے اگر آنکھ کے مقابل دیوار آئے تو آنکھ اس چیز کو دیوار میں دیکھ لیتی ہے، اگر آنکھ کے سامنے اپنا ہی ہاتھ ہو تو آنکھ اس چیز کو اسی ہاتھ میں دیکھے گی اور اگر اس کے مقابل کاغذ ہو تو آنکھ اس چیز کو کاغذ میں دیکھ لے گی اس سے یہ حدیث بھی واضح ہو گئی کہ آپ نماز کسوف یعنی (سورج گہن) کی نماز پڑھ رہے تھے تو سامنے ایک دیوار تھی آپ نے فرمایا مجھے اس دیوار کے سامنے جنت اور دوزخ کا منظر پیش کیا گیا ہے مفہوم یہ ہے کہ حضور کی بصیرت نے جنت و دوزخ کی توجہ کی سامنے دیوار تھی تو حضور علیہ السلام نے جنت و دوزخ کی صورت اس دیوار میں دیکھ لی۔ اسی پر دو کتابوں والی حدیث کی تخریج بھی ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بصیرت نے جنت کی طرف توجہ فرمائی تو جنت کی صورت آپ کی مبارک آنکھ میں آگئی اور آنکھ کے سامنے وہ کتاب تھی جو آپ کے داہنے ہاتھ نے تھام رکھی تھی۔ تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم جنت اور اس کے ساکنین کو اپنے داہنے ہاتھ والی چھوٹی سی کتاب میں دیکھنے لگے، پھر کہا کہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے اور اس میں جنت والوں کے نام اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبیلہ والوں کے نام ہیں پھر آپ کی بصیرت نے دوزخ کی طرف توجہ کی تو اس کی صورت آپ کی آنکھوں کے سامنے آگئی اور آنکھ کے سامنے آپ کے بائیں ہاتھ میں کتاب تھی تو حضور علیہ السلام نے ان سب کی صورتوں کو اس کتاب میں دیکھ لیا۔ پھر فرمایا یہ کتاب اللہ کی طرف سے اور اس میں دوزخ والوں اور ان کے آباؤ اجداد اور قبیلہ والوں کے نام ہیں، پھر اگر دیوار پر جنت و دوزخ حضور کے لیے پیش کیے جانے والی حدیث پر کوئی اشکال ہے تو دو کتابوں والی حدیث پر بھی اشکال ہو سکتا ہے اگر اس حدیث پر کوئی اشکال نہیں ہے تو اس حدیث پر بھی کوئی اشکال نہیں ہو سکتا، اشکال کا دارومدار کتابت بالقلم پر ہے اگر کتابت نظر مراد لی جائے تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا، اور اگر وہاں کتابت بالقلم ہوتی تو دوسری حدیث سے نقض وارد ہوتا ہے اس حدیث میں ہے، پھر نبی علیہ السلام نے ان دونوں کتابوں کو پھینک دیا اور نبی علیہ السلام اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کتاب جس میں اللہ کی بہترین مخلوق صوفیا اور مرسلین کے نام تھے کیسے پھینک سکتے تھے اور نبی علیہ السلام بلحاظ تعظیم سب سے زیادہ اللہ اور اس کے رسولوں اور فرشتوں کی تعظیم کرنے والے

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

ہیں اور صورت حاصلہ کو کتابت سے دلالۃً باعتبار خارج وظاہر تشبیہ دی گئی ہے، اور کتابت کی اللہ رب العالمین کی طرف نسبت اس لیے کی گئی ہے کہ وہ ایک نور ہے جو حصولِ صورت کا اصل سبب ہے اور اسے کتابت سے تعبیر کر دیا گیا ہے یہ امر کسب آدمی اور طاقت بشری سے نہیں بلکہ یہ تائید ربانی اور اللہ سبحانہٗ کی طرف سے ایک نور ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ کتابت سے مراد وہ صورت ہے جو نظر میں حاصل ہوا اور یہ تمام دیکھی جانے والی اشیاء کی طرح مشکل نہیں ہے، بے شک آنکھ کی پتلی چھوٹے ہونے کے باوجود اس میں بہت بڑی صورتیں چھپ جاتی ہیں جس طرح صورت آسمان حالانکہ آنکھ کی پتلی دانہ مسور سے بھی بہت چھوٹی ہوتی ہے، تو یہ حدیث جس طرح بیان ممکنات کے لیے ہے ویسے ہی تمام معجزات وخرق عادات کے لیے مستعمل ہے اور اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

سیّدی عبدالعزیز دباغ کے فرمودہ جواہر میں

جواہر یز کے اس قول میں ذکر کیا گیا ہے کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہٗ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا معنی پوچھا کہ بے شک یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے حالانکہ اس میں کلام بہت زیادہ ذکر کی گئی ہے اور بڑے بڑے عجیبہ اسرار جن کو میں نے شیخ رضی اللہ عنہٗ سے سُنا ہے۔ علمائے ظاہر کے اقوال کے معنی حدیث میں مخالفت کرتے ہیں۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ رضی اللہ عنہٗ سے عرض کیا کہ حدیث مذکور سے نبی علیہ السلام کی کیا مراد ہے۔ فرمانے لگے کہ ہم انشاء اللہ کل جواب دیں گے، پھر جب کل کو حاضری ہوئی تو شیخ رضی اللہ عنہٗ نے کہا اور جو کچھ کہا وہ سچ کہا فرمانے لگے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے اس حدیث کی مراد پوچھی ہے تو مجھے نبی علیہ السلام نے اس حدیث کی مراد بتا دی ہے، ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں تین دن تک دریافت معنی حدیث میں آپ سے گفتگو کرتا رہا۔ آپ مجھے مراد حدیث بیان فرماتے رہے مجھے معلوم ہوا کہ اس حدیث پاک کی بڑی شان ہے اور اس میں مَیں نے شیخ سے ایسے ایسے بے کیف اسرار سُنے جو طاقت بیان سے باہر ہیں۔

حضورؐ کی قوتِ نبوت کے سات پہلو

پھر شیخ نے اختصار کے ساتھ اتنا ہی ذکر کیا جس کا لکھا جانا ممکن تھا لیکن پھر بھی کلام طول اختیار

marfat.com

Marfat.com

کر گئی۔ شیخ کی اس گفتگو میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام کے لیے ایک ایسی قوت ہے جس پر آپ کی ذات شریف منطبق ہوتی ہے تو اس کے انوار سات وجوہ پر منقسم ہو جاتے ہیں اور ان سات انوار کے لیے دو جہتیں ہیں، ایک جہت حق سبحانہٗ کی طرف اور دوسری جہت مخلوق کی طرف پہلی جہت ہمیشہ فیضان کرتی رہتی ہے نہ وہ رکتی ہے نہ سست ہوتی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر قرآن نازل فرمانے کا ارادہ کیا تو آپ پر ایک آیت نازل فرمائی اس آیت کے ساتھ حق تعالےٰ کی طرف سے پہلی جہت کا نور شامل تھا جو نہ رکتی ہے نہ سست ہوتی ہے، پھر ذاتِ حق نے دوسری آیت آپ پر نازل فرمائی تو اس کے ساتھ دوسری جہت جو مخلوق کی طرف ہے کا نور ملا ہوا تھا۔ پھر تیسری آیت نازل ہوئی تو اس کے ساتھ تیسری وجہ کا نور شامل تھا اور یونہی شیخ نے پوری ساتوں وجوہ کا بیان کیا، پھر میں نے عرض کیا کہ جن سات انوار کی طرف لفظ (احرف) سے اشارہ کیا گیا ہے آخر یہ انوار کیا ہیں تو شیخ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ یہ حرف نبوت[1] ہے اور حرف رسالت[2] ہے اور حرفِ آدمیت[3] ہے اور حرفِ روح[4] ہے، اور حرفِ علم[5] ہے، اور حرفِ قبض[6] ہے، اور حرفِ بسط ہے۔ پھر آپ ان کی تفصیل اور شرح بیان فرمانے لگے تفصیل ملاحظہ کرنے کے لیے شیخ کے کلام کی طرف رجوع کیا جائے، پھر شیخ نے ذکر کیا کہ نبوت کی سات اجزا ہیں۔ پہلی قول حق، دوسری دانائی و بینائی، تیسری رحمت، چوتھی معرفتِ الٰہی علی وجہ الکمال، پانچویں اللہ کا کما حقہٗ خوف، چھٹی باطل کے ساتھ بغض، ساتویں عفو درگذر، نبوت کی تیسری جز کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ نے کہا کہ یہ ایک ذاتی نور ہے جو تمام مخلوق پر رحمت اور بخشش کا تقاضا کرتا ہے اور یہ نور بندے کے لیے اللہ کی رحمت سے مل کر ظاہر ہوتا ہے۔ اور جسے یہ نور ملتا ہے اس بندے پر بھی اللہ کی خاص رحمت ہوتی ہے پھر اس بندے کی رحمت تمام لوگوں کو شامل حال ہوتی ہے، شیخ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کوئی شخص بھی رحم کیا ہوا نہیں ہے، اسی لیے مخلوق پر آپ کی رحمت کے برابر کوئی چیز نہیں اور نہ ہی اس رحمت میں آپ کے کوئی مساوی ہو سکتا ہے، حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت رحمت کی رسائی اتنی ہے کہ عالم علوی اور عالم سفلی دنیا و آخرت والوں کے لیے عام ہے، (وبالمؤمنین رءوف رحیم۔ سے اللہ تعالیٰ نے چار امور کی طرف اشارہ کیا ہے، ان میں سے پہلا وہ نور ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جس کے لیے اللہ کی رضا ہے اور اس سے تمام مخلوق سیراب ہوتی ہے، اور دوسرا وہ نور جو ذات حق سے قریب ہے اور اس قرب سے ہماری مراد مقام و مرتبہ کا قرب ہے مکان کا قرب مراد نہیں ہے تیسرا وہ نور جو اللہ عزوجل کی طرف سے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متصل قریب ہے۔ چوتھا یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بغیر تکلیف و مشقت اس نور کی برداشت کرنے اور اس کا بوجھ اٹھانے کی طاقت اور قدرت رکھتی ہے اور یہ ایسا کمال ہے کہ اس کی وجہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق پر فوقیت اور برتری رکھتے ہیں، پھر شیخ رضی اللہ عنہ نبوت کی ساتویں جُز یعنی عنو پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔ جاننا چاہیے کہ نبوت کی عادات کریمہ کا کما حقہٗ احاطہ ممکن نہیں آپ کسی بھی خوبی کو دیکھیں اس کی انتہا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ کسی آدمی میں اچھی خصائل و عادات ذاتی طور پر اس طرح مکمل نہیں ہیں جس طرح حضور کی ذات میں ان کی تکمیل پائی جاتی ہے تو جب تمام اچھی خصائل بدرجہ اتم آپ کی ذات میں ظاہر ہوئیں اور آپ کی ذات پر خصائل نبوت بھی نازل کی گئیں تو آپ کی ذات کا نور بڑھ گیا اور اس کے راز پنہاں عیاں ہو گئے شیخ نے کہا جو معرفت حضور کو اللہ سے ہے اس کی تفصیل اور شرح کی کسی کو طاقت نہیں ہے کیونکہ حضور اپنے کمالات و محاسن میں کسی شریک سے بے نیاز ہیں اور آپ کا جوہر حُسن تقسیم کیا ہوا نہیں ہے۔

حضور کی رُوحانی قوّت کے سات پہلو

سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہٗ کے فرمودہ جواہر میں اجزائے نبوت کی شرح کے بعد رُوح کا بیان ہے جس کے سات پہلو ہیں۔ پہلا ذوق الانوار، رُوح کا یہ پہلو اس نور سے تعبیر ہے جو تمام اجزا میں سیر کرنے کے ساتھ ساتھ کائنات میں افعال خداوندی کے انوار سے اور یونہی وہ انوار جو عالم علوی میں ایک اندازے کے مطابق تقسیم شدہ ہیں لُطف اندوز ہوتا ہے، اور رُوح کئی کاموں میں ذوق انسانی کے خلاف ہوتا ہے اور اس خلاف کی چار صورتیں ہیں۔

پہلی یہ کہ وہ نورانی ہے اور نور کے سوا وہ کسی اور چیز سے متعلق نہیں ہوتا بخلاف ہمارے ذوق کے کہ وہ اجسام سے متعلق ہوتا ہے مثلاً شہد کا مادہ جب ہماری زبان سے ملتا ہے تو ہم

marfat.com

Marfat.com

ذوق انسانی سے شہد کی مٹھاس محسوس کرتے ہیں لیکن رُوح شہد کی مٹھاس اسے مادہ کے اعتبار سے نہیں چکھتا بلکہ اس فعل کے نور سے چکھتا ہے جس کے ساتھ شیرینی شہد کی حقیقت قائم ہوتی ہے، اور تمام ذائقہ دار چیزوں کو رُوح ایسے ہی چکھتا ہے۔

دوسری صورت رُوح میں چکھی جانے والی کا اتصال ضروری نہیں ہوتا کیونکہ اس میں استعداد ہے کہ جو چیز اس سے ملی ہوئی ہو یا نہ ملی ہوئی ہوں سب کا ذائقہ محسوس کر لیتی ہے بخلاف ہمارے ذوق کے کہ اس میں عادۃً اس چیز کا اتصال ضروری ہوتا۔

تیسری صورت رُوح کے لیے ذائقہ محسوس کرنے کا کوئی مقام و محل متعین نہیں بلکہ اسے تمام ظاہری اور باطنی جواہر پر عبور ہوتا ہے بخلاف ہمارے ذوق کے اسے ذائقہ محسوس کرنے کے لیے عادۃً جسم زبان سے تخصیص ہے۔

چوتھی صورت کہ وہ تمام حواس میں موجود ہوتا ہے، پھر شیخ خلاصۃً ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رُوح کی یہ صورت تمام چیزوں اور ان کے جواہر کو چکھتی ہے اور رُوح کو تمام حواس حاصل ہو جاتے ہیں اور سب سے زیادہ بہتر اللہ ہی جانتا ہے پھر رُوحیں سابقہ صف کے مطابق چکھنے پر متفق ہونے کے بعد ضعف و قوت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ طاقتور رُوح وہ ہے جس کا ذوق عرش و فرش کے علاوہ تمام کائنات کا تجزیہ کرے اور یہ قوت تو صرف رُوح محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی خاص ہے کیونکہ آپ کی رُوح تمام رُوحوں کی سرتاج بادشاہ ہے اور اس رُوح نے حضور کی ذات مقدسہ میں رضا اور محبت اور قبول کے درجات سے سکونت اختیار کئے رکھی، تو آپ سے اور دنیا و آخرت کے تمام حجاب اُٹھا دیئے گئے اور آپ کی رُوح شریف کا ذوق اپنے کمال کو پہنچا اور آپ کی پاک ذات کے لیے تمام کائنات کو ورطہ حیرت میں ڈالنا ثابت ہے اور یہ ایک ایسا کمال ہے جس کے بعد کوئی کمال نہیں، رُوح کا دوسرا پہلو (طہارت) یعنی پاکیزگی رُوح کی اجزائیں سے ہے اور یہ رُوح کی پیدائشی اور فطری صفائی سے تعبیر ہے، اور رُوح باعتبار طہارت دو چیزوں پر تقسیم ہوتا ہے ایک حسی اور دوسری معنوی، طہارت حسی ایک نور ہے اور سب کا سب نور طہارت میں انتہا کو پہنچا ہوا ہوتا ہے، اور طہارت معنوی دو معرفتوں کی باہمی آمیزش سے تعبیر ہے دو معرفتوں سے میری مُراد، معرفت باطنی اور معرفت ظاہری ہے، تمام مخلوق

www.muhammadilm.net

marfat.com

Marfat.com

اپنے خالق سبحانہ کو جاننے اور پہچاننے والی ہے اس میں بولنے والی نہ بولنے والی زندہ اور بے جان چیزوں میں کچھ فرق نہیں، یہ معرفت باطنی ہے اور تمام مخلوقات معہ اپنے جواہر اسی میں ہی پائی جاتی ہے اور جس پر اللہ کی خصوصی رحمت ہو جائے اس کے لیے باطن چیز ظاہر ہو جاتی ہے تو اسے اللہ کی طرف سے تمام جواہر و حقائق کی معرفت سے مطلع کر دیا جاتا ہے اور وہ شخص اپنی ذات کے تمام اجزا سے اپنے ظاہر میں ہی رب کریم کا عارف ہو جاتا ہے اور یہ درجہ معرفت کے اعلیٰ درجات میں سے ہے اور رُوحوں کے لیے یہ تمام کارکردگی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے تو وہ ظاہر میں ہی اپنے رب کو جاننے لگ جاتی ہے، باوجودیکہ رُوحیں صفائی میں متفق ہیں لیکن چھوٹے بڑے ہونے میں قدرے مختلف ہیں بے شک بعض رُوحیں ایسی ہیں جو اپنے جسم میں بڑی ہیں اور بعض رُوحیں اپنے جسم میں چھوٹی ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس کا جسم بڑا ہو گا اس کے جواہر بہت زیادہ اور اپنے رب کی بارگاہ میں اس کے معارف بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ بلحاظ قدر و منزلت رُوحوں میں سب سے بڑی اور باعتبار جسم سب سے عظیم رُوح حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے، آپ کی رُوح کی وسعت چودہ طبق سماوی اور عرضی کو محیط ہے اور ان کے مخفیہ اسرار سے مطلع ہے اس کے باوجود سرکار کی ذات شریف بے موقع اختیار استعمال کرنے سے محتاط رہی اللہ کی بڑی شان ہے جس نے اپنے محبوب کو اس عرفان پر قادر کیا، رُوح کا تیسرا پہلو (تمیز) یعنی تمیز بھی اجزائے رُوح میں سے ہے شیخ نے کہا کہ وہ رُوح میں ایک نور ہوتا جس سے ہر ایک چیز کی نفس الامری حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے اور اس نور سے ہر شے کی مکمل جانچ پڑتال کر لی جاتی ہے اور اس نور کے ہوتے ہوئے تمیز کو سیکھنے کی ضرورت درپیش نہیں آتی بلکہ صرف اس چیز کو دیکھ لینے یا سُن لینے سے اس چیز اور اس کے مکمل احوال ابتدائی اور انتہائی کی تمیز اس حیثیت سے کر لی جاتی ہے کہ وہ کیوں اور کس لیے پیدا کی گئی، پھر روحیں بلحاظ اطلاع اس تمیز میں مختلف ہوتی ہیں، رُوحوں میں بعض رُوحیں ایسی ہوتی ہیں جو اطلاع میں قوی اور مضبوط ہوتی ہیں اور بعض ضعیف ہوتی ہیں۔ اطلاع میں سب سے قوی اور مضبوط رُوح حضرت رسول کریم کی رُوح ہے اس لیے کہ آپ کی رُوح سے تمام عالم کی کوئی شے در پردہ اور مخفی نہیں اور اس رُوح کو اللہ کے عرش کا نشیب و فراز دنیا اور آخرت دوزخ اور جنت کے احوال پہ مکمل اطلاع ہے کیونکہ ان سب کی علت غائیہ حضور کی ذات ہے۔

www.muhammadilibrary.net

marfat.com
Marfat.com

یعنی یہ سب چیزیں حضور ہی کی وجہ سے معرضِ وجود میں آئیں، پھر حضور علیہ السلام کی تمیز اس کائنات کا مکمل تجزیہ کرتی ہے، اجرامِ فلکیہ میں آپ کے پاس ایسی تمیز ہے جس سے آپ جانتے ہیں کہ یہ آسمان کہاں سے پیدا کیے گئے کب پیدا کیے گئے اور کیوں پیدا کئے گئے اور ہر آسمان کس کس طرح بنایا گیا ہے۔ اور یونہی آپ کے پاس ہر آسمان کے فرشتوں کے متعلق تمیز ہے کہ وہ کہاں پیدا کئے گئے اور کب پیدا کئے گئے۔ اور ان کے مختلف مراتب و راتانی درجات کی بھی حضور علیہ السلام تمیز رکھتے ہیں اور آپ کے پاس نشتر بردوں کی تمیز ہے اور ہر پردہ کے ملائکہ کی صفت سابقہ پر آپ تمیز رکھتے ہیں اور آپ عالمِ علوی کے نورانیت بخش اجسام کی شناخت رکھتے ہیں، سورج، چاند، لوح اور قلم اور برزخ اور جو روحیں اس میں ہیں ان کی سابق وصف پر تمیز رکھتے ہیں اور یونہی آپ کے پاس ساتوں زمینیں اور ہر زمین کی مخلوقات خشکی اور سمندر کی ہر چیز صفت سابقہ پر تمیز ہے۔ اور یونہی آپ کے پاس جنت اور اس کے درجات اور اس کے رہنے والوں کی تعداد اور ان کے مقامات کی تمیز ہے اور ان کے علاوہ بقیہ جہانوں میں بھی آپ کی تمیز یونہی ہے۔ اور اس تمیز کو علم قدیم ازلی جس کے معلومات کی انتہا نہیں ہوتی سے تقابل نہیں ہے کیونکہ جو کچھ علم قدیم میں ہوتا ہے وہ اس عالم میں منحصر نہیں بے شک اسرارِ ربوبیت اور اوصافِ الوہیت جن کی کوئی انتہا نہیں اس جہان میں کسی شے کے درجہ میں نہیں ہیں، پھر روح جب ذات سے محبت کرتی ہے تو محبت اس تمیز کی وجہ سے دیر پا ہو جاتی ہے تو اسی لیے حضور کی ذات تمیز سابق جس سے کل عالم محو حیرت ہے سے ممتاز کر دی گئی۔ اس اللہ کی پاکیزگی ہے جس نے آپ کی ذات کو اس تمیز سے مشرف اور مکرم کیا اور اس کی قدرت بخشی، روح کا چوتھا پہلو (بصیرت) یہ فہم کا تمام اجزائے روح میں اتر جانے سے تعبیر ہے جس طرح روح کے اجزا میں تمام حواس سرایت کرتے ہیں مثلاً دیکھنا، سننا، سونگھنا، چکھنا، چھونا پھر ان سب کے ساتھ علم بھی قائم ہوتا ہے اور دیکھنا تمام دیکھی جانے والی اشیاء کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور سونگھنا تمام سونگھی جانے والی چیزوں کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور چکھنا تمام چکھی جانے والی اشیاء سے قائم ہوتا ہے، اور چھونا تمام چھوئی جانے والی اشیاء سے قائم ہوتا ہے یہاں تک کہ جز ہر ایک سے ایسا جوہر نہیں ہوتا مگر اس کے ساتھ علم یعنی جاننا۔ سمع یعنی سننا۔ بصر یعنی دیکھنا، شم یعنی سونگھنا۔ ذوق یعنی چکھنا۔ لمس یعنی چھونا، پھر ایک دیکھنا جو تمام اطراف و جوانب سے ہوتا ہے اس طرح

marfat.com
Marfat.com

باقی حواس کو بھی ہر طرف سے اپنے مناسب حال ادراک ہوتا ہے، پھر جب رُوح ذات سے محبت کرنے لگ جائے اور ان دونوں کے درمیان سے حجابات اُٹھ جائیں تو پھر ذات کی نظر دور دراز تک پھیل جاتی ہے اور یہ ذات اپنے آگے اور پیچھے نیچے اُوپر اور دائیں بائیں اپنے تمام جواہر سے دیکھ لیتی ہے اور اسی انداز سے ذات کا سُننا اور سونگھنا ہوتا ہے، آخر کار جب رُوح ذات ہی کی ہو کر رہ جائے تو ذات پاک اور رُوح شریف کے درمیان سے حجاب اُٹھ جاتے ہیں، حضور علیہ السلام کی عُمر ابھی بہت چھوٹی تھی کہ ملائکہ نے آپ کا سینۂ مُبارک چاک کیا اس وقت آپ کی ذات اور رُوح کے درمیان مضبوط اور گہرا تعلق باقی تھا تو آپ کی ذات ہر اس چیز سے خبردار تھی جس چیز سے آپ کی رُوح مطلع تھی اسی لیے حضور علیہ السلام جس طرح اپنے آگے دیکھتے تھے اسی طرح اپنے پیچھے بھی دیکھتے تھے اور بے شک نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو فرمایا کہ تم رکوع اور سجود اچھی طرح کیا کرو بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے ایسے ہی دیکھتا ہوں جس طرح تمہیں اپنے سامنے دیکھتا ہوں، اور یہی اس حدیث کا اصل راز ہے اللہ بزرگ و برتر سب سے زیادہ جاننے والا ہے، رُوح کا پانچواں پہلو (عدم الغفلت) اور یہ تعبیر ہے صفات جہالت کی اس چیز سے مکمل نفی جس چیز کا رُوح کو علم ہو یا رُوح اسے دیکھے اور اسے معلوم چیز میں بھول چُوک اور غفلت لاحق نہیں ہوتی خواہ معلوم کیسا ہی ہو جسے روح پہنچ جائے، اور رُوح کے نزدیک حصول معلومات آہستہ آہستہ نہیں ہوتا بلکہ یہ آن واحد میں رُوح جس چیز کو دیکھے اس کا حصول فی الفور ہو جاتا ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ روح جب ایک چیز کی طرف متوجہ ہو تو دوسری چیز بے خبر رہے بلکہ روح جب ایک چیز کی توجہ کرتی ہے تو ساتھ ہی ساتھ اس چیز کے غیر کا حصول بھی ہوتا رہتا ہے بلکہ رُوح کو کسی ایک شے کی طرف توجہ دینے کی محتاجی نہیں کیونکہ رُوح میں علوم فطری پائے جاتے ہیں پھر رُوح پہلی فطرت میں اشیاء کے علوم کا حصول یکبارگی کر لیتی ہے پھر یہ حصُول علم اس کے لیے دائمی ہو جاتا ہے جس طرح رُوح کی ذات کو دوام ہے اور عدم غفلت سے یہی مُراد ہے اور یہ درجہ ہر رُوح کے لیے ثابت ہے، اندازۂ علم میں رُوحیں مختلف ہوتی ہیں بعض کے علوم زیادہ اور بعض کے کم ہوتے ہیں بلحاظ علم سب رُوحوں سے بڑی اور بلحاظ نظر سب روحوں سے طاقتور رُوح ہمارے آقا و مولیٰ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے حضور کی رُوح مُبارک تمام روحوں کی یعسوب[۱] ہے

---

[۱] شہد کے پورے چھتے کی مکھیوں کے سردار مکھی یعسوب کہلاتی ہے۔ (لغت ایرانیہ)

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

یعنی بادشاہ اور سردار ہے اور آپ کی رُوح کائنات کی ہر چیز سے یکبار گی بغیر ترتیب اور بلا مُہلت باخبر ہے کیونکہ آپ کی رُوح اور ذات کا باہمی گہرا تعلق ہے وہ رُوح غافل نہ ہونے میں ذات کی مدد کرتی ہے یہاں تک کہ ذات غفلت لاحق ہوئے بغیر کائنات کی ہر چیز سے مطلع ہو جاتی ہے۔ لیکن اطلاعِ ذات اور اطلاعِ رُوح میں فرق ہے ذات کو اطلاع تدریج اور مُہلت سے ہوتی ہے جب کہ رُوح کو بلا ترتیب و تدریج یکبارگی اطلاع ہوتی ہے۔ درحقیقت اس کائنات میں کوئی چیز بھی جس کی طرف توجہ ہو اس کا علم ضرور حاصل ہو جاتا ہے لیکن حصولِ علم کے لیے توجہ ناگزیر ہے جب ذات کی توجہ دوسری شے کی ہو تو اس دوسری چیز کا علم حاصل ہوگا اور یونہی ذات کو فرداً فرداً کائنات کی ہر چیز کا علم حاصل ہو جاتا ہے اور ذات کو کائنات کی ہر چیز کے علم پر تسلط اور وثوق ہو جاتا ہے لیکن بار بار توجہ ضروری ہوتی ہے۔
جسمانی ذات کی طاقت رُوحانی طاقت کے برابر یکبارگی ہر چیز کا حصول علم نہیں کر سکتی اور یونہی ذات اور رُوح عدم غفلت میں مختلف ہیں، رُوح کی عدم غفلت کی تشریح تو ہو چکی اور ذات کی عدم غفلت کا مفہوم توجہ پر منحصر ہے یعنی جب ذات ایک چیز کی طرف توجہ کرتی ہے تو اس شے کا حصول ذات بے خطا ہو جاتا ہے اور ذات کو اس کی طرف توجہ کرنے میں بھُول چوک اور غفلت لاحق نہیں ہوتی، اور جب ذات شے کی طرف توجہ ہی نہ کرے تو ذات اس شے سے غافل ہو جاتی ہے۔ اور ذات کو اس شے کے ادراک میں سہو اور نسیان واقع ہو جاتا ہے اسی لیے حضور نے بروایت صحیح بخاری فرمایا ہے۔ کہ میں بشر ہوں اور میں تمہاری طرح بھُول سکتا ہُوں جب میں بھُول جاؤں مجھے یاد دلا دیا کرو[1]۔ رُوح کا چھٹا پہلو (قوتِ سُریان) یہ عبارت ہے رُوح کو اللہ تعالیٰ کا قدرت عطا کرنا کہ وہ اجسام کو پھاڑ کر ان کے اندر دھنس جائے، تو پہاڑوں اور سخت پتھروں اور دیواروں کو پھاڑ کر ان کی گہرائی میں چلی جاتی ہے اور ان کے اندر جہاں چاہے پھرتی رہتی ہے اور جب رُوح ذات میں سکونت اختیار کرے اور ذات سے محبت کرنے لگے اور ذات سے گہرا ربط قائم کرے تو رُوح اس قوتِ سُریان میں ذات کی مدد کرنے لگ جاتی ہے تو پھر ذات وہی کچھ کرتی ہے جو رُوح کی کارکردگی ہوتی ہے، مثلاً حضرت ذکریا علیٰ نبینا علیہ السّلام ان کی قوم نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ ان سے بھاگ نکلے اور ایک درخت کے اندر داخل ہو گئے اس بنا پر کہ آپ کی رُوح نے آپ کی ذات کی مدد قوتِ سُریان سے کی کیونکہ آپ کی رُوح کو آپ کی ذات سے

---

[1] حضورؐ کا یہ فرمان بطورِ عاجزی و انکساری تھا اور عامۃ الناس کی عزتِ نفس کو ملحوظ رکھا ورنہ حضورؐ کی ذات سہو و نسیان و ذہول سے پاک تھی۔

marfat.com

Marfat.com

والہانہ محبت تھی تو ذات ذکریا نے درخت کا جسم پھاڑ دیا اور اس میں داخل ہوگئی اسی وجہ سے اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وجود بھی ایسی جگہ واقع ہوسکتا ہے کہ جس جگہ کا دروازہ نہ کھلا ہو، بنا بریں اولیاء اللہ اپنی رفتار کے ایک قدم سے مغرب اور دوسرے قدم سے مشرق کی طویل مسافت طے کر لیتے ہیں حالانکہ انسانی جسم چشم زدن میں مشرق و مغرب کی ہوا کو پھاڑنے کی ہمت نہیں رکھتا کیونکہ ہوا انسانی اعضاء اور جوڑوں کو علیحدہ علیحدہ خون اور تمام رطوبتوں کو خشک کر سکتی ہے لیکن جب رُوح ذات کی مدد کرے تو ذات سے وہی واقع ہوجاتا ہے جو رُوح واقع کر سکتی ہے، اسی ضمن میں معراج اور اسرا کا قصہ بھی آتا ہے کہ بے شک نبی علیہ السلام مکان سے لامکان پر پہنچے پھر مدت قلیل میں لوٹ بھی آئے۔ یہ سب کچھ رُوح کے عمل سے تھا کہ اس نے آپ کی ذات کی قوتِ نُورانی سے مدد کی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ رُوح کا ساتواں پہلو (عدم الاحساس بمُولمات الاجرام) یعنی جسمانی المیوں کو محسوس نہ کرنا مثلاً بھوک، پیاس، سردی اور گرمی وغیرہ، بے شک رُوح بھوک، پیاس سردی گرمی سے کچھ محسوس نہیں کرتی اور نہ ہی ان اشیا کی نسبت رُوح کی طرف ہوتی ہے، اور یُوں جب کوئی گرم مادہ پھٹ جائے تو اس کی گزند اور تکلیف رُوح کو نہیں پہنچتی، اور یُونہی جب رُوح کا گزر متعفن بدبُودار جگہ سے ہو تو اس گندی بُو سے رُوح کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا، اور نہ ہی اسے کچھ کوفت ہوتی ہے، حالانکہ اس آخری امر میں مزاج کو سخت دشواری لاحق ہوتی ہے اور وہ خوشبُو کی طرف میلان کرتا اور بُری بُو سے بے حد نفرت کرتا ہے، اگر رُوح کو یہ قُوّت برداشت نہ ہوتی تو وہ ذات میں ایک لمحہ کے لیے قرار و سکون کی متحمل نہ ہوتی اور اللہ بہتر جانتا ہے، یہ سات پہلو سب رُوحوں کے لیے ضروری ہیں، اسی لیے ہم نے رُوح کے متعلق کہا ہے کہ بے شک رُوح میں تقریباً کئی پہلو ہیں لیکن ان پہلوؤں میں رُوحیں مختلف ہیں یہ بیان پہلے ہو چکا ہے اور ان سب میں سے کون سی رُوح اعلیٰ ہے اس کا ذکر بھی پہلے کیا جا چکا ہے کہ وہ رُوح محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور یہ بھی پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ رُوح کی جتنی اوصاف ہیں وہ سب ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہیں۔

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرمودہ جواہر میں روح کی سات اقسام کے بعد علم اور اس کی اجزا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (العلم) یعنی علم سے ہماری مُراد وہ کامل

www.nuraanmadani.net

marfat.com
Marfat.com

علم ہے جو صفائی اور پاکیزگی میں انتہا کو پہنچا ہوا ہو اور اس علم میں سات فاصلے جمع ہوتے ہیں جن کا ذکر آنے والا ہے دباغ فرماتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ علم عقل کا نور ہے اور عقل رُوح کا نور ہے اور رُوح ذات کا نور ہے اُوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ جس پاک ذات اور رُوح کے درمیان سے حجابات اُٹھ جائیں تو وہ ذات ہر اس چیز سے متصف ہوتی ہے جو رُوح کے لیے سابقہ انوار ذکر کئے گئے ہیں، نیز اسی طرح جب رُوح طہارت اور پاکیزگی میں مکمل ہو جائے تو رُوح اس سے متصف ہوتی ہے جو چیز نورِ عقل کے لیے ثابت ہو یہی اصل علم ہے اور یہ سات انوار جو علم میں پائے جاتے ہیں رُوح ان سے متصف ہوتی ہے یہ ایک صفت رُوح کی ما سبق سے زیادہ ہے، علم کی پہلی جزء (الحمل للمعلومات) یعنی معلومات کو حاصل کرنے کی تیاری۔ دوسری جزء، (عدم التضییع) یعنی کسی معلوم شے کا ساقط نہ ہونا، تیسری جزء، معرفت اللغات واصوات الحیوانات والجمادات) یعنی زبانوں اور جاندار و غیر جاندار کی آوازوں کو پہچاننا، چوتھی جزء (معرفت العواقب) یعنی نتائج کی پہچان۔ پانچویں جزء (معرفت العلوم المتعلقہ باحوال الثقلین الانس والجن) یعنی انسانوں اور جنوں کے احوال سے متعلق علوم کی پہچان۔ چھٹی جزء (معرفت العلوم المتعلقہ باحوال الکونین) یعنی عالم علوی اور عالم سفلی کے احوال سے متعلقہ علوم کی پہچان۔ ساتویں جزء (انحصار الجہات فی جہۃ واحدۃ وہی جہۃ امام) یعنی تمام جہتوں کا سامنے کی ایک جہت میں سما جانا۔

ان سب کی شرح نہایت عمدہ ہے۔ علم کی دوسری جزء (عدم التضییع) کے متعلق دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ علم میں ایک نور ہوتا ہے جو اس امر کا متقاضی ہے کہ اس کی معلومات سے کوئی چیز باقی نہ رہ جائے مگر جو باقی رہنے کا مستحق ہو، تو پھر یہ نور اس کے وصول کی نااہل سے حفاظت اور نااہل کی طرف وہ معلوم ابتداً نہیں پہنچتا فرض کیا جائے کہ وہ معلوم نااہل تک پہنچ گیا ہے تو پھر وہ معلوم اس نااہل سے واپس کر لیا جاتا ہے اور اسے مطلق نادان چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ معلوم اپنے اصل کی طرف عود کرتا ہے اور وہ علم اسی معلوم کی بجائے اس شخص سے حکایت کرتے ہیں کا اہل نہ ہو حضور نبی علیہ السلام انوار علوم سے گفتگو فرماتے اور نیکوکار اور گنہگار مومن و منافق برابر سنتے مگر وہ کلام فاجر اور منافق کے پاس نہ تو قرار پکڑتی اور نہ ہی اس کے دل پر نقش ہوتی جس لیے کہ وہ نکلتے اپنے اصل پاک اور روشن محل کی طرف لوٹ جاتا اور وہ سرکار نبی علیہ السلام کی ذات ہوتی ہے بہر حال جب ایمان و محبت رضی اللہ عنہم صیاد و دانا ذی دوا ... کو قبول کرنے کلام کو

marfat.com

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَكَانُوٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا[1] وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔

تو جب وہ ان انوار کو سنتے ہیں تو ان کے باطن ہونے پر وہ کلام ان میں قرار پکڑ لیتی ہے۔

سیدی عبدالعزیز دباغ اپنے فرمودہ جواہر میں اجزائے علم کے بعد رسالت کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ اس کی پہلی جز، روح کا ذات میں رضا و محبت و قبول کے طور سکون اختیار کرنا، دوسری جز، حاضر و غائب کا مکمل علم، تیسری جز، ہر قول و فعل میں سچائی و راستی، چوتھی جز، اطمینان و وقار، پانچویں جز، پورا پورا مشاہدہ، چھٹی جز، موت کے باوجود زندگی، ساتواں جز، کہ وہ اہل بہشت کی طرح زندہ رہے۔ پانچویں جز مشاہدہ کے علاوہ سب کی تشریح کی ہے کیونکہ مشاہدہ عقل سے اونچا ہوتا ہے اس لیے اس کی شرح کی کوئی راہ نہیں نکلتی۔

دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے رسالت کی جز اول پر کہا کہ وہ روح کا ذات میں بطریق رضا و محبت و قبول و سکون ہوتا ہے اس لیے کہ پاک ذاتوں میں ان کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے سبب انوار و تجلیات بکھر جاتے ہیں اور ان انوار میں کمی اور زیادتی کے اعتبار سے روح کا ذات میں سکون کمزور یا قوی ہوتا ہے اس لیے کہ نور نور کی طرف زیادہ میلان و رغبت کرتا ہے اور روحیں ان انوار سے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانے کے سبب سے علاوہ ذات کے نور سے زیادہ مؤثر اور جلد بخش ہوتی ہے۔ پھر جب یہ نور ذاتوں میں کسی ذات کے اندر دیکھا جائے تو روح اس کی طرف رغبت کرتی ہے۔ اور اسے شیرینی اور پسندیدہ مٹھاس سے بہرہ ور کر دیتی ہے، اور اس روح کا سکون اس ذات میں جس کا اندازہ ایک گز بھر ہو اس ذات کی طرح نہیں جس کا اندازہ دو گز کے برابر ہو، اسی طرح پھر یہ نور ایمان اجر و ثواب کی وجہ سے بلحاظ نعمت جنت میں بڑھتا ہے اس نور کی بدولت نیکوکار جنت میں انعام و اکرام پائیں گے، دباغ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ہم فرض کریں کہ دو آدمی نور ایمان میں بالکل یکساں ہیں ان میں سے ایک شخص دن بھر نیک عمل میں مصروف رہے پھر وہ دونوں رات کو ایک ہی وقت میں سو جائیں تو جس شخص نے دن بھر نیک عمل کیا دوسرے شخص جس نے کوئی عمل نہ کیا سے زیادہ نورانی رات بسر کرتا ہے، دباغ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی عمل اجر و ثواب رسالت سے بڑھ کر نہیں ہے اسی لیے مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے برابر درجہ ایمان میں کوئی کبھی نہیں پہنچ سکتا۔

[1] پ ۲۶، س فتح، آیت ۲۶

marfat.com

Marfat.com

پھر وہ مُرسلین اتباع کی کی زیادتی میں مختلف ہیں تمام مرسلین میں سے کوئی ایسا رُسول نہیں ہے جو کثرتِ اتباع میں حضور علیہ السلام کا ہم پلہ ہو تو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تمام مُرسلین کے اجُور سے برتر ہے تو پھر حضور علیہ السلام کے نورِ ایمان کو عظمت دی گئی یہاں تک کہ وہ اس انتہا کو پہنچا جہاں نہ کیفیات ہیں اور نہ عقل وخرد کو رسائی، پھر لازم ہے کہ جو سکُون رُوح کو مُرسلین کی ذاتوں میں ہے ڈ سکون غیر مُرسل کی ذات میں رُوح کو نہیں ہوتا، اور یہ وہ سکُون خاص ہے جسے ہم نے رسالت کی اجزا سے شمار کیا ہے، بے شک وہ جان چکا ہوگا کہ رُوح کو جو سکون ہمارے نبی علیہ السلام کی ذات میں ہے وہ سکون تمام مرسلین کی ذاتوں سے بڑھ کر ہے تو یہ جُز بھی حضور علیہ السلام کی ذات میں علی وجہ الکمال موجود ہوا۔

خواب میں حضور کی زیارت

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرمودہ جواہر میں اپنے قول باب اوّل میں اس چیز کے دوران جو سونے والا اپنے خواب میں دیکھے، فرماتے ہیں، اور بہر حال جو شخص سید کل کائنات کو خواب میں دیکھے تو اس کا خواب دو قسم پر تقسیم ہوگا۔

پہلا قسم جس میں کوئی تعبیر نہیں ہوتی اور وہ یہ ہے کہ دیکھنے والا حضور علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھے کہ جس حالت پر دنیا کے اندر صحابہ کرام سرکار کے رُخ زیبا کا مشاہدہ کیا کرتے تھے پھر اگر دیکھنے والا صاحب فتح اور اہل عرفان وشہود ہے تو اس نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہی دیکھی ہے اور اگر دیکھنے والا صاحب فتح اور اہل عرفان وشہود نہ ہو تو اس شخص کو حضور کا ذاتی دیدار نادر الوقوع ہے اور کبھی زیادہ بھی ہو سکتا ہے بایں طور کہ حضور کی ذات شریفہ کی صورت دیکھے اور عین ذات نہ دیکھے اس لیے کہ حضور کی ذات مقدسہ کے لیے کئی صورتیں ہیں۔ جو بیداری اور خواب میں بہت سی جگہوں پر دیکھی جاتی ہیں اس لیے کہ حضور علیہ السلام کی ذات کے لیے ایسا نور ہے جو ذات سے برآمد ہوتا ہے اور بے شک اس نور سے کُل عالم پُر ہو جاتا ہے اور کوئی جگہ باقی نہیں رہتی جس میں سرکار کا پاک نور موجود نہ ہو، پھر یہی نور حضور علیہ السلام کی ذات میں ظاہر ہوتا ہے جس طرح آئینہ میں چہرے کی صورت نمودار ہوتی ہے، پھر وہ نور اتم

marfat.com
Marfat.com

کہ ایک آئینہ میں پہنچتا ہے اور کل کائنات اس نور سے بھر جاتی ہے اور اس آئینے میں حضور علیہ السلام کی ذاتِ کریمہ چھپی ہوئی ہوتی ہے پھر اس مقام سے حضور علیہ السلام کو جس نے دیکھا ہے ایک شخص مشرق میں ہوتا ہے اور دوسرا مغرب میں تیسرا جنوب اور چوتھا شمال میں اور کئی قومیں تعداد وشمار سے باہر ہیں جو ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر حضور علیہ السلام کے دیدار سے مشرف ہوتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک شخص حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس ہی دیکھتا ہے اور یہ اس لیے کہ جس نور کریم میں ذات چھپتی ہے وہ ان میں سب کے ساتھ ہوتا ہے، صاحب جب صورتِ پاک کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو اپنی بصیرت سے ان کی اتباع کرتا ہے پھر اس صورت کے نور کو طے کرکے ذاتِ کریمہ کے مرکز تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور کبھی کبھی یہ کیفیت جس کے لیے فتح و عرفان نہ ہو محض اللہ تعالیٰ کے احسان سے واقع ہو جاتی ہے کہ وہ ذاتِ کریمہ کے دیدار سے مشرف ہو جاتا ہے، بایں طور کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کے پاس اس کے گھر میں تشریف لاتے ہیں جس طرح حضور علیہ السلام جب اس شخص سے سچی محبت درجہ کمال میں معلوم کر لیتے ہیں تو پھر یہ معاملہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوتا ہے جسے چاہیں اپنی ذاتِ کریمہ دکھا دیں اور جسے چاہیں اپنی صورت دکھا دیں اور نبی علیہ السلام کے ظہور کے لیے کئی صورتیں ہیں اور یہ صورتیں انبیاؑ اور مرسلین کی تعداد کے برابر اور اُمتِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اولیا کرام حضور کے زمانہ اقدس سے لے کر قیامت تک کی تعداد کے مساوی ہیں اور تعداد مذکورہ کی صحت غیر معلوم ہے اور کہا گیا ہے کہ انبیاؑ اور مرسلین کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور نبی علیہ السلام کی وہ صورتیں جن میں آپ کی ذاتِ کریمہ کا ظہور ہوتا ہے ان کی تعداد بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور اسی تعداد کے برابر اُمتِ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے اولیا کرام ہیں تو اس حساب سے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کا ظہور دو لاکھ اڑتالیس ہزار صورتوں میں ہوتا ہے اس لیے کہ تمام انبیاؑ و اولیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے فیضیاب ہوتے ہیں اس مقام سے بعض اوقات مریدین کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار اپنے شیوخ کی ذاتوں میں واقع ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا قسم، کہ ایک شخص نے حضور کو بعالم خواب میں دیکھا اور اس میں تعبیر ہو سکے اس جگہ تعبیر درجہ تاریکی کے لحاظ سے ہے نہ کہ تاویل خواب کی تعبیر کیونکہ حضور کو خواب میں دیکھنا

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

ایک حقیقت جس میں تاویل نہیں بے شک جو شخص سرکار کو بعالم خواب دیکھے یقیناً وہ حق دیکھتا ہے، دباغ رحمۃ اللہ علیہ تاریکی کے ان درجات کے متعلق وضاحت فرماتے ہیں جو خواب میں مختلف انواع ہیں۔

جس شخص نے حضور کو دیکھا اور سرکار اسے دنیا کی طرف رغبت دلا رہے ہوں یہ دیکھنے والے کی اپنی ذات میں پہلے درجہ کی تاریکی ہے، اور اسے سہو مکروہ کہتے ہیں اور ایسے خواب میں کئی تاریکیاں ہوتی ہیں کیونکہ نبی علیہ السلام کی ذاتِ کریمہ تو دائمی حق پر دلالت کرتی ہے نہ کہ فانی دُنیا پر اور جو شخص حضور علیہ السلام کو اس حال میں دیکھے کہ سرکار اسے مال عطا فرما رہے ہیں تو یہ اس کی ذات میں دوسرے درجہ کی تاریکی ہے اور اسے سہو حرام کہا جاتا ہے اور اس مقام کی تاریکی بہت قوی ہے کیونکہ فانی چیز کا دے کر مالک بنا دینا اس کی طرف اشارہ کرنے سے زیادہ قوی ہوتا ہے، اور جس شخص نے سرکار کو گندی جگہ دیکھا یہ اس کی ذات میں تیسرے درجہ کی تاریکی ہے جسے مکروہ ارادہ کہا جاتا ہے، اور جس نے حضور پُرنور کو چھوٹے سے جوان کی صورت میں دیکھا یہ اس کی ذات میں چوتھے درجہ کی تاریکی ہے اور یہ ارادۂ حرام ہے، اور جس نے نبی علیہ السلام کو بہت بڑی صورت میں بے ریش دیکھا یہ اس کی ذات میں پانچویں درجہ کی تاریکی ہے اور اسے خفیف عقیدہ میں جہل بسیط[1] کہا جاتا ہے، اور جس نے حضور علیہ السلام کو بہت کالا سیاہ دیکھا، یہ اس کی ذات میں چھٹے درجہ کی تاریکی ہے اور یہ حقیقت عقیدہ میں جہل مرکب[2] ہے۔

تنبیہ درجات کی تاریکیوں میں کلام کرتے ہوئے عقیدۂ خفیفہ اور عقیدہ ثقیلہ کی حقیقت میں دباغ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عقیدہ خفیفہ میں پانچویں درجہ کی تاریکیاں ذات پر جہل بسیط کی وجہ سے داخل ہوتی ہیں اس لیے کہ عقیدہ دو قسم خفیفہ اور ثقیلہ۔

(عقیدۂ خفیفہ) اس امر کا اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالیٰ کا آخرت میں دیدار ہوگا اور اللہ پر جزا یعنی ثواب وعقاب واجب نہیں بلکہ ثواب محض اللہ کے فضل سے ملے گا اور عقاب اس کے عدل وانصاف سے ہوگی اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے کام میں کسی واسطہ کا مطلقاً محتاج نہیں ہے، اور بیشک

---

[1] مطلقاً کسی شے کی حقیقت سے بے خبر ہونا جہل بسیط کہلاتا ہے۔ (مترجم)

[2] اعتقاد کرنا کہ ایک شے کی ماہیت اپنی خلاف شے کی ماہیت اختیار کرے جیسے ماہیت زر کو نقرئی ماہیت جاننا وغیرہ جہل مرکب کہلاتا ہے۔ (مترجم)

marfat.com

Marfat.com

تمام واسطے اور ان کے لوازم سب کے سب اللہ تعالےٰ کے افعال سے ہیں مثلاً آگ اور اس کا جلانا، کھانا اور اس کا سیر کرنا، تلوار اور اس کا کاٹنا یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے فعل سے ہے اور بے شک جنت ابھی سے موجود ہے اور دوزخ بھی ابھی سے موجود ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر دنیا و آخرت میں ظلم نہیں کرتا، یہ عقیدہ حنیفہ ہے اس عقیدہ کا پابند درحقیقت مومن اور اس کا ایمان کامل ہوتا ہے۔ اور جو شخص اس عقیدہ سے بے خبر ہو اور یہ اعتقاد کرے کہ اللہ کا دیدار نہیں ہوگا اور جزا یعنی ثواب و عقاب اس پر واجب ہے اور وہ اپنے کاموں میں کسی نہ کسی واسطہ کا محتاج ہوتا ہے جنت اور دوزخ ابھی موجود نہیں ہیں۔ اس عقیدہ والے کو قیامت کے دن خیر عقیدہ کے جرم کی پاداش میں عقاب پر عقاب ہو گی۔

(عقیدہ ثقیلہ) یہ وہ عقیدہ ہے کہ جب کوئی شخص اس سے بے خبر ہو جائے، وہ آتش دوزخ میں ہمیشہ ٹھہرنے کا مستوجب ہوگا، مثلاً اعتقاد کرنا کہ اللہ تعالےٰ موجود ہے اور اس کا وجود قدیم دنیا باقی رہے یا فنا ہو جائے اور بے شک اللہ تعالیٰ کا ہر فعل اختیاری ہوتا ہے اور اس کا کوئی کام طبع و علت سے نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ ہمارے سب کاموں کا خالق ہے اور ہمارے ان افعال کے متعلق کچھ بھی نہیں اور بڑے سے بڑا شخص اس کی زمین کے ملک میں اس کا شریک نہیں ہو سکتا جیسے بادشاہ اور وزراء اور نہ ہی کوئی اس کا آسمانوں میں شریک ہے جیسے سورج، چاند ستارے اور تمام فرشتے اور بے شک اللہ تعالےٰ سنتا ہے، دیکھتا ہے اور جانتا ہے۔ یہ عقیدہ ثقیلہ ہے۔ عقیدہ حنیفہ کے ساتھ ساتھ جب بندہ اس عقیدہ کو اپنا لیتا ہے تو اس کا ایمان مکمل ہوتا ہے اور جب کوئی شخص اس عقیدہ سے مطلقاً جاہل ہو یا اس میں سے کسی شے سے ناواقف ہے تو اس شخص پر جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنا لازم و ثابت ہو جاتا ہے۔ ہم اللہ سے آتش دوزخ سے سلامتی چاہتے ہیں۔

جناب جبرائیل علیہ السلام کا ابتدائے خلقت میں کچھ تحیر ہونا

سیدی عبد العزیز دباغ کے فرمودہ [illegible]

[illegible]

marfat.com

Marfat.com

کہ جب سید کل کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جناب جبریل علیہ السلام نے ابتداء وحی میں کچھ دیر کر دی تو نبی علیہ السلام نے پہاڑ کی چوٹی پر سے جبریل علیہ السلام کی شوق ملاقات کے لیے چھلانگ لگا دینے کا قصد فرمایا فی الفور حضرت جبریل ظاہر ہو کر عرض کرنے لگے کہ بے شک آپ رب العالمین کے محبوب رسول ہیں، پھر آپ کو اطمینان ہوا اور اپنے ارادہ کو ترک کیا، ابن مبارک کہتے ہیں میں نے اپنے شیخ دباغ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا ؟

سوال پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو گرانا خودکشی کے مترادف ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور ایسے فعل کا ارادہ گناہ ہے اور انبیاء علیہم السلام بالعموم اور سید کل کائنات صلے اللہ علیہ وسلم بالخصوص بعثت سے پہلے اور بعد تمام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔

جواب سیدی عبدالعزیز نے فرمایا، کہ میں ایک شخص کو اچھی طرح پہچانتا ہوں جس نے اپنی ابتدا ہی میں اپنے گھر کی چار دیواری سے نوّے مرتبہ ایک ہی دن میں نیچے چھلانگیں لگائیں اور اس سے اس کا کچھ بھی نہ بگڑا جس طرح بستر پہ سونے سے سونے والے کو کوئی گزند نہیں پہنچتی اور اس کیفیت کا اصل سبب یہ ہوتا ہے کہ بے شک روح کے لیے شروع ہی سے ذات پر دسترس اور غلبہ ہے اور موجود مخلوق کی نسبت روح کے لیے ایک حد پر برابر ہے۔ اور یہ ہوا میں اسی طرح آلتی پالتی لگا سکتی ہے جس طرح سطح زمین پر آلتی پالتی لگا کر بیٹھا جا سکتا ہے اور یہ ہوا میں چت سو سکتی ہے، جس طرح کوئی شخص اپنے بستر پر سو رہا ہو، نیز پتھر، ریشم، اُون، پانی روح کو تکلیف نہ دینے میں برابر ہیں، پھر اس چھلانگ لگانے میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو معمولی خراش کا بھی اندیشہ نہ تھا چہ جائیکہ ارادہ قتل اور خودکشی، اور اس ارادے میں کچھ مواخذہ نہیں ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ جس آدمی نے اپنے آپ کو نوّے مرتبہ دیوار سے گرایا تھا وہ ہمارے شیخ سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے، یہ میں نے ان سے اس سوال کا جواب دیتے وقت سُنا۔

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ کے فرمودہ جواہر میں جو صاحب ابریز نے اپنے اس قول پر ذکر کیا کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ سے حضور کے اس قول پر سُنا کہ مجھ پر جبریل علیہ السلام کبھی مخفی نہیں رہے مگر اس مرتبہ اس حدیث کی تخریج امام مسلم قشیری نے کی ہے کہ جبریل نے حضور سے

marfat.com
Marfat.com

ایمان واسلام اور احسان کے متعلق سوال کیا اور سرکار نے فرمایا کہ سائل کو لوٹا دو پھر فرمایا کہ اسے تلاش کرو کہ وہ جبریل علیہ السلام ہیں اور وہ مجھ پر اس مرتبہ پوشیدہ رہے ہیں۔ دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام کی اس پوشیدگی میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور تکریم عیاں ہوتی ہے اور آپ کی بلندی شان کی تعظیم ہے، اور یہ ایسی شے ہے کہ کسی کو اس کی پہچان کی قدرت نہیں مگر جس کے حال پر اللہ تعالٰے اپنی رحمت ارزانی کر دے، اور یہ اس لیے ہے کہ حق سبحانہٗ کے مشاہدہ میں بعض اوقات حضور علیہ السلام کی ذات کو مکمل استغراق حاصل ہوتا ہے تو آپ کی ذات کی دوست داری اور رشتہ داری اور تمام رگہائے بدن اجزا جسم منقطع ہو جاتے ہیں، اور آپ کی ذات کا نور حق سبحانہٗ کے نور میں چھپ جاتا ہے پھر حضور کی ذات سے غیر اللہ سے منقطع لیکن محفوظ ہوتی ہے اور اس کا ہر کام اور گفتار حق ہوتی ہے، پھر جب فرشتوں نے حضور علیہ السلام کی اس حالت کو دیکھا تو انہیں علم ہوا کہ اس حالت کے حصول کی اللہ کی مخلوق میں کسی کو طاقت نہیں اور بے شک نبی علیہ السلام نے ملائکہ کی طرف سرے سے کوئی توجہ نہ دی اور انہوں نے آپ کی اس حالت کو غنیمت جان کر سرکار سے ایمان کے متعلق جلدی سے سوال کر دیا اور آپ سے انہوں نے ایمان لیا اور آپ کو ایمانیات میں اپنا شیخ تسلیم کیا، سرکار سے ایک فرشتے نے عرض کی، جو ایک اعرابی کے روپ میں آیا تھا، یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا کہ میں آپ پر ایمان لاؤں اور آپ کی تصدیق کروں، تو آپ مجھے بتائیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر کس طرح ایمان لاؤں۔ پھر حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے تعلیم دی، ابن مبارک نے کہا کہ میں نے شیخ سے عرض کیا کہ ملائکہ حضور سے ایمان کی تعلیم کیوں لیتے تھے اور آپ سے ایمان کس لیے حاصل کرتے تھے جب وہ اللہ کے مکرم بندے اور مقرب فرشتے ہیں تو شیخ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دبدبہ اور مرتبہ بہت عظیم ہے جس نے آپ سے ایمان حاصل کرنے کے بعد کوئی تبدیلی اختیار نہ کی وہ پل صراط اور آتش دوزخ کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھے گا، اور ملائکہ آپ کی اس علیحدگی کی حالت کو غنیمت جانتے تھے پھر میں نے عرض کیا کہ فرشتے حضور سے اس حالت کے علاوہ سوال کیوں نہیں کرتے تھے۔
تو شیخ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ جب حضور اپنی حس ظاہری میں لوٹ آتے اور آپ فرشتوں کو پہچان جاتے اور فرشتے معلوم کر لیتے کہ سرکار نے انہیں پہچان لیا ہے تو پھر انہیں آپ کے دبدبہ اور جلال

www.muhammadian.net

marfat.com
Marfat.com

کی وجہ سے سوال کرنے کی قدرت نہ ہوتی تو پھر آپ کی اس ظاہری جس میں وہ اپنے آپ کو حقیقۃً اعرابیوں کے رُوپ میں پیش کرتے یہاں تک کہ انھیں حضور علیہ السلام کی ذات کریمہ کے نور اور مدد سے جواب مل جاتا لیکن جب آپ کی ذات حق سُبحانہٗ کے ساتھ مشغول ہو جاتی تو پھر آپ متکلم سے صرف اس کی بات اور بولنا ہی سُنتے اور اسی حالت مطلوبہ سے جواب نکلتا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کیا ملائکہ سرکار کی حالت ظاہری اور حالت مشغول الی اللہ کو پہچان لیتے تھے تو شیخ نے فرمایا یہ امر ملائکہ پر بھی مخفی نہیں اور ہر اس شخص پر بھی مخفی نہیں رہتا جس کی بصیرت کو اللہ تعالے کھول دے اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

اللہ کی طرف سے آپ کو جو کچھ دیا گیا وہ آپ کی خصوصیت تھی

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرمودہ جواہر میں ابریز شریف میں اپنے اس قول کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق کہتے ہوئے سُنا کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہے مگر اسے اتنا کچھ کم از کم عطا کیا کہ اس پر آدمی ایمان لے آئے اور کچھ مجھے عنایت کیا گیا ہے میری زندگی کی قسم وہ منفرد اور مخصوص ہے۔ بے شک انبیا علیم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات تو ان کی ذاتوں کی جنس سے تھے یا جو ان کے متعلق تھا، ان میں سے بعض معجزات ایسے تھے جو انہیں بڑی عمر میں عطا کئے گئے اور بعض وہ جو انھیں بچپن ہی سے دیئے گئے اور ساتھ ساتھ ان معجزات کی بھی تربیت ہوتی رہی یہاں تک کہ وہ انبیاؑ بڑی عمر کو پہنچے اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ حق سُبحانہٗ کی طرف سے اس کے نور اور مشاہدہ اور مکالمہ سے تھا اس کا سبب یہ تھا کہ نبی علیہ السلام میں ذاتی، عقلی، رُوحانی، اور سری قوت بے پناہ تھی یہاں تک کہ حضور، جیسے مشاہدہ کی تمام انبیاؑ میں تاب وطاقت نہ تھی، اسی لیے سرکار نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ مجھے عنایت کیا گیا ہے وہ مجھ ہی سے مخصوص ہے، یعنی حضور علیہ السلام کا معجزہ باقی انبیا علیہم السلام کے معجزات کی جنس سے نہیں ہے اگر یہ معجزات بزرگی اور مرتبہ کے لحاظ سے اس درجہ کو پہنچے کہ ان معجزات پر یا ان کے سبب سب آدمی ایمان لے آئیں، لیکن سرکار کا معجزہ ان سب معجزات پر فوقیت اور برتری رکھتا ہے کیونکہ آپ کا معجزہ آپ کی ذات سے نہ تھا بلکہ حق سبحانہٗ کی طرف سے تھا، پھر دباغ رحمۃ اللہ نے ایک

marfat.com
Marfat.com

بادشاہ کی مثال بیان کی جس کے لڑکے زیادہ ہوں تو ایک لڑکے کو تربیت کے لیے دوسری جگہ منتقل کر دے اور انہیں زندگی کی بہترین مراعات بھی بہم پہنچائے تاکہ ان کے شہزادہ ہونے کا امتیاز باقی رہے اور ایک لڑکا اس کے اپنے پاس رہ جائے اور وہ خود اسے تربیت دے اور اسے تمام اُمورِ مملکت سونپ دے تو جو معرفت اس لڑکے کو اپنے باپ کے حالات و رموز کی ہو سکتی ہے وہ اس کے بھائیوں کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جو کسی اور جگہ زیرِ تربیت رہے ہوں، اور دباغ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم آرزو کرتے کہ وہ حضور کے سامنے سابقہ انبیا کے بعض معجزات بیان کریں جب بیان کرنے کو تیار ہوتے تو سرکار کی وہ خصوصیت جو مولیٰ کریم نے آپ کو بخشی تھی سامنے آجاتی، پھر وہ بیان کرنے سے شرم رکھتے، پھر دباغ رحمۃ اللہ نے اس شخص کی مثال بیان کی جسے بادشاہ اپنے سارے ملک پر مقرر کر دے اور وسیع اختیارات دے دے کہ وہ جس طرح چاہے اپنا اختیار استعمال کرے اور بعض صحابہ کوشش کرتے اور ان کی خواہش ہوتی کہ سرکار کے لیے ایک ایسا مرکز ہو جہاں آپ احکام جاری فرمائیں، ابن مُبارک نے کہا کہ میں نے دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ سُنا کہ آپ مثال بیان کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ بے شک جتنے اسرار و انوار قرآن میں ہیں یا جن مقامات اور احوال پر قرآن شامل ہے یہ اس شخص کی مثل ہے جو کپڑے کا ایک تھان لے کر اس میں سے ایک ٹوپی بنائے اور قمیص تیار کرے، اور دستار منتخب کرے اور جو کچھ پہننے کی ضرورت ہو بنا لے اور خود اس پر نقش و نگار تیار کرے پھر جب تو ایک نظر سے اس پوشاک کو دیکھے اور ایک نظر سے تمام مخلوق کو دیکھے تو تُو جان جائے گا کہ ایسی خلعت و پوشاک کی برداشت و طاقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی ذات پاک کو اس قوت سے خاص کر لیا ہوا ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ جیسی کسی کو طاقت نہیں ہے

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ بقول ابنِ مُبارک کہ میں نے آپ کو سُنا کہ آپ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کے بارے بیان فرما رہے تھے کہ حضور کا مشاہدہ اس درجہ کا ہے۔ کہ اس مشاہدہ کی کسی میں تاب نہیں ہے کیونکہ مشاہدہ اندازہ معرفت کے مطابق ہوتا ہے بے شک

marfat.com
Marfat.com

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معرفت اس وقت حاصل ہوئی جب دوست اپنے دوست کے ساتھ تھا اور ان کے ساتھ کوئی تیسرا نہ تھا، تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے پہلے تھے تو اس مقام پر آپ کی فیاض رُوح کو انوار قدسی اور معارف ربّانی سے سیراب کر دیا گیا اور آپ ہی کی رُوح ہر آرزومند کے لیے اصل اور رہبر روشنی کرنے کے لیے ایک جوہر خاص تھی، پھر جب آپ کی فیاض روح آپ کی ذات پاک میں داخل ہوئی تو وہ سکون رضا اور محبت قبول سے آپ کی ذات میں رہنے لگی اور اپنے خصوصی اسرار سے اس کی مدد کرتی رہی اور اپنے معارف سے اسے صاف وشفاف کر دیا، اور ذات حضور بچپن ہی سے معارج ومعارف میں درجہ بدرجہ ترقی کرتی رہی یہاں تک کہ آپ چالیس سال کو پہنچ گئے اور اس وقت تمام حجاب دُور ہو چکے تھے جو ذات اور رُوح کے درمیان حائل تھے اور تمام حجابات مکمل مٹا دیئے گئے جو ذات اور رُوح کے مابین تھے، اور حضور علیہ السلام کو وہ مشاہدہ حاصل ہوا جس کی عام طاقت بشری متحمل نہیں ہو سکتی، یہاں تک کہ حضور علیہ السلام آنکھوں دیکھے جیسا مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ بے شک حق سبحانہٗ تمام مخلوق کا محرک اور مخلوقات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے والا ہے اور تمام مخلوقات مختلف برتنوں کے قائم مقام تھی اور اپنے نفع اور نقصان کی مالک نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ حضور علیہ السلام کو اس مشاہدہ کی قوت سے بھیجا اور تمام مخلوقات سرکار کے سامنے خالی اور بیکار صورتیں تھیں، تاکہ آپ ان کے لیے سراپا رحمت بنیں، تو ان میں سے کوئی کارگزاری نہ دیکھی گئی یہاں تک کہ انہیں بددعا دی گئی اور وہ ہلاک ہو گئے جس طرح انبیاء نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے اپنی اُمتوں کے ساتھ کیا اسی لیے ان انبیاء نے اپنی دعائیں جلدی جلدی کر لیں اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دُعا کو موخر کر دیا گیا کہ آپ قیامت کے دن شفاعت فرمائیں تو آپ کی دُعا رحمت در رحمت ہو گئی، اللہ کے اس قول کا مصداق ظاہر ہو گیا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ ترجمہ: اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

اور حضور پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مصداق بھی ظاہر ہو گیا۔

اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ لِلْخَلْقِ۔ ترجمہ: میں بہر حال مخلوق کو راہ بتانے والی رحمت ہوں۔

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

اور یہ سب کچھ سرکار کے لیے آغاز مشاہدہ میں تھا پھر ہر گھڑی حضور علیہ السلام اپنے ان مقامات میں عروج و ترقی فرماتے رہے جو بیان کرنے سے بالا ہیں، ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اس درجہ سے بلند بھی کوئی درجہ ہے تو دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم حیات ظاہری میں ہمارے اس زمانہ میں ہوتے اور آپ کو ترقی کرنے میں کوئی ٹھہراؤ ہرگز نہ ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کمالات ایسے ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں، پھر میں نے عرض کیا کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سابقہ مشاہدہ کرنے قوت نہ کیونکہ ان کے پاس ایمان بالغیب یعنے اللہ تعالےٰ ہمارا خالق ہے اور ہمارے اعمال و افعال کا خالق کے سوا کچھ نہ تھا، تو یقیناً وہ انبیا کرام عام مومنین کی طرح ہوئے، دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان انبیا کے حصول مشاہدہ میں کوئی شک نہیں لیکن ان کے مشاہدہ سے مکمل حجاب نہ اٹھا تھا، اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ میں ستر و حجاب مکمل دور ہو چکا تھا۔

قرآن کو پالینے پر جناب موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام حضور کی اتباع کرتے

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ اپنے فرمودہ جواہر میں اس قول پر کہ قرآن کریم میں ایک ایسی شے ہے کہ اس پر ہر کس و ناکس کو طاقت نہیں بخشی گئی اور وہ ہیں انوار قدسی اور معارف ربانی اور اسرار ازلی اس حیثیت سے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام صاحب تورات ہیں اور جناب عیسیٰ علیہ السلام صاحب انجیل ہیں، اور سیدنا داؤد علیہ السلام صاحب زبور ہیں اگر وہ اپنی زندگی میں قرآن کو پا لیتے اور اسے سنتے تو انہیں قرآن کی اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا اور حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی اقتدا کرتے اور آپ کی سیرت طیبہ سے راہنمائی حاصل کرتے اور ضرور سب سے پہلے وہی حضور کی دعوت قبول کرتے اور آپ پر ایمان لاتے اور آپ کی مدد کے لیے آپ کے سامنے تلوار کے ساتھ کفار سے جنگ کرتے، ابن مبارک نے کہا کہ اسی کلام کے ہم معنی حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی ہے جس میں سرکار نے فرمایا ہے۔

لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ لَاتَّبَعَانِیْ۔ اگر موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام حیات ظاہری میں ہوتے وہ ضرور میری اتباع کرتے۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

اور ابن حجر نے کتاب التوحید کے آخر میں اس حدیث پر غور و فکر کیا ہے اور اس حدیث کی تخریج کو کئی طرق سے بہت لمبا ذکر کیا ہے۔

تنبیہہ

میں نے کلام ابن حجر پر اس کی شرح بخاری میں حدیث مذکورہ کی تخریج پر کافی تحقیق کی ہے اس کا ذکر مجھے کئی روایتوں سے ملا ہے ان میں سے ایک روایت امام احمد اور بزار کی ہے جو جناب جابر رضی اللہ عنہ سے بلفظ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے سرکار نے فرمایا کہ تم اہل کتاب لوگوں سے کسی شے کے متعلق مت پوچھو بے شک وہ تمہیں ہرگز راہ نہ بتائیں گے کیونکہ وہ خود گمراہ ہیں اور تم اگر ان کے پیچھے چلے یا تم حق کو جھٹلاؤ گے یا باطل کی تصدیق کر بیٹھو گے، اور اگر موسیٰ علیہ السلام اب تمہارے سامنے ہوتے تو میری اتباع کے سوا ان سے کسی کی اتباع کرنا جائز نہ ہوتی، اور ایک روایت میں احمد اور ابو یعلی بھی جناب جابر رضی اللہ عنہ سے بلفظ والذی نفسی بیدہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان عالم ہے یقیناً اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہوتا اور طبرانی میں ابو داؤد کی روایت سے ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر اس کی اتباع کرتے تو تم ضرور کھلے گمراہ ہو جاتے، اور ایک روایت میں احمد اور طبرانی عبداللہ بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جان عالم ہے اگر تم میں موسیٰ علیہ السلام ہوتے اور تم اس کی اتباع کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو ضرور تم گمراہ ہو جاتے اور ابو یعلی کی ایک روایت حضرت عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ میں اہل کتاب سے ان کی ایک کتاب کا نسخہ لینے جا رہا تھا پھر مجھے واپسی پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ یہ اہل کتاب کی ایک کتاب کا نسخہ لایا ہوں تاکہ ہمارے علم میں اضافہ ہو جائے، حضور علیہ السلام خشمگیں ہوئے حتیٰ کہ آپ کے دونوں رخسار مبارک سرخ ہو گئے اس کے بعد منادی سے ذکر فرمایا کہ اے لوگو یقیناً مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں یعنی کلام مختصر اور معانی بہت زیادہ اور میں تمہیں مختصر حتیٰ یعنی ایک روشنی دی دیا ہے سو تم اسے مشکل نہ کرنا، ابن حجر کہتے ہیں ان روایات کے ذکر کے بعد جو میں نے اس مقام پر نقل کیا ہے وہ بہت بسیط جملہ حدیث کے سب طرق اگرچہ ان سے حجت نہیں ہیں کہ ان کو حجت بنایا جائے لیکن ان سب کا

marfat.com

Marfat.com

مجموعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ ان کے لیے کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے۔

سیدی عبدالعزیز دباغ کے فرمودہ جواہر میں جو ابریز شریف میں مذکور ہیں ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے دباغ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے متعلق دریافت کیا کہ قسم بخدا میں تمہیں کسی چیز کی ترغیب نہ دوں گا اور نہ ہی میرے پاس کوئی ترغیب دلانے کی چیز ہے اور یہ بات حضور نے اشعریین کو دوران خطاب کہی پھر اس خطاب کے بعد حضور نے اشعریین کو ترغیب دلائی۔ حالانکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حق و صداقت کے سوا نہ کچھ کہتے تھے اور نہ ہی کچھ بولتے، دباغ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واقعی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حق و صداقت کے بغیر کوئی بات نہ کہی لیکن آپ کا کلام ایک منہ سے باطن اور مشاہدہ کے اعتبار سے برآمد ہوتا تھا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی بہت اونچی ذات کے مشاہدہ میں ہوتے اور اس مشاہدہ کی لذتِ عظیم کسی کو اس کی کیفیت بیان کرنے کی طاقت نہیں اور دنیا میں اس کی ہم مثل کوئی لذت نہیں ہے اور یہ لذت جنت والوں کو جنت میں ہی میسر آئے گی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی ذات کا مشاہدہ مع اس کی قوت اور رعب کے فرماتے اور اس مشاہدہ میں ڈر کی کیفیت نمایاں ہوتی کیونکہ جلال و ہیبت مشاہدہ میں آتی، حضور ان دونوں مشاہدوں کی صورت میں مخلوق سے غائب رہتے اور کسی کا مشاہدہ نہ فرماتے اور کچھ نہ کچھ یہی مفہوم حدیث میں گزر چکا ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر کبھی جبریل مخفی نہیں ہوئے مگر اس مرتبہ، اور کبھی آپ قوت ذات کا مشاہدہ کمالات کے ساتھ فرماتے تو یہ ایسی قوت ہے کہ اس کی سرایت ممکنات میں کارفرما ہوتی ہے اور اس مشاہدہ میں ذات برتر باطن سے غائب ہوتی ہے لیکن اس کے افعال باقی رہتے ہیں اور اس تیسرے مشاہدے سے احکام شریعت کا وضوح اور مخلوق کو تعلیم اور ان کا حق کو پہنچنا حاصل ہوتا ہے اور حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی جتنی بھی گفتگو ہوتی تھی وہ سب انہی مشاہدات سے ہوتی تھی بالترتیب کبھی پہلے کبھی دوسرے اور کبھی تیسرے مشاہدہ سے ہوا کرتی اور حدیث مذکورہ کی تخریج دوسرے مشاہدہ کے اعتبار سے ہے، دوسرے درجہ کے مشاہدہ میں محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم مشاہدہ ذات اور اس کی قوت میں غائب ہوا کرتے تھے یعنی اپنے آپ کی خبر بھی نہ ہوتی تھی چہ جائیکہ آپ کو غیر کی خبر ہوتی، پھر جب انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

اللہ علیہ وسلم ہمیں ترغیب دلائیں اور آپ کو اس مشاہدہ میں مصروف پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا اللہ کی قسم میں تمہیں ترغیب دلاؤں گا اور نہ ہی میرے پاس ترغیب دلانے کی کوئی چیز ہے، اور اس وقت آپ کا یہ کلام حق تھا، پھر جب آپ نے مشاہدہ کائنات کا رُخ کیا اور اونٹ کی رفتار کی طرح آہستہ آہستہ آپ کی توجہ مشاہدہ ذات سے ہٹ گئی تو آپ نے مشاہدہ کائنات اور اس کے لوازمات مثلاً امر کی اتباع و پیروی اور مخلوق کو اس کا حق دلانے کے لیے ڈٹ جانے کا حکم جاری کیا فرمایا کہ اشعریین قبیلہ کے لوگ کہاں ہیں تو انہیں بُلایا گیا اور حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ عطا فرما دیا تو وہ کہنے لگے یا رُسول اللہ! آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ہمیں کچھ بھی عطا نہ فرمائیں گے اور اب آپ ہمیں عطا فرما رہے ہیں، تو حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہایت موزوں اور مناسب جواب دیا کہ پہلے جو قسم کھائی تھی وہ مشاہدہ ذات کے اعتبار سے تھی کہ میں تمہیں کچھ ترغیب نہ دُوں گا اور اب تمہیں میں نے کچھ ترغیب نہ دلائی بلکہ اللہ نے ہی ہمیں ترغیب دلائی ہے یعنے میں نے جو قسم کھائی تھی کہ میں تمہیں ترغیب نہ دلاؤں گا اور نہ ہی میرے پاس ترغیب دلانے کی کوئی چیز ہے یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے بے شک ترغیب دلانے والا تو درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ میری ذات اور یہ خبر ہے حضور کے سابقہ ارشاد کی یہ آپ نے کچھ نہ کہا مگر حق ہی کہا نہ گفتگو کی مگر سچ کہا، ابن مبارک نے کہا کہ میں نے دباغ رحمۃ اللہ سے عرض کی کہ حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اندریں صورت قسم کا کفارہ کیوں ادا کیا جب کہ سرکار کا ہی ارشاد ہے کہ بے شک میں کسی چیز پر کوئی قسم نہیں کھاتا پھر اگر میں اس چیز سے بہتر دیکھ لوں تو اپنی قسم کا کفارہ دے دیتا ہوں اور میں بہترین چیز لایا ہوں، تو شیخ دباغ رحمۃ اللہ نے کہا کہ اس قصہ میں سرکار نے اپنی قسم کا کفارہ نہیں کیا اور جو کچھ حدیث کے مابعد میں مذکور ہے۔

درحقیقت وہ کلام کی ابتدا اور حکم بنیاد ہے اور شرعی قانون کا عطا کرنا ہے اور سرکار سے مطلقاً اس قصہ میں تکفیر صادر نہیں ہوئی، ابن مُبارک نے کہا کہ میں نے عرض کی کہ بہت سے اکابر علماً مثلاً حسن بصری وغیرہ اس مسئلہ پر تحقیق کی لیکن شیخ دباغ رحمۃ اللہ کا عرفان سب سے زیادہ صحیح ہے پھر شیخ دباغ رحمۃ اللہ نے کہا کہ تیسرے مشاہدہ میں سرکار کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ اس درجہ کا مشاہدہ میرے دل پر گراں گزرتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

marfat.com

Marfat.com

یہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں جیسے صحیح مسلم میں بیان کیا گیا ہے اور اس پر عیاض، نووی، عراقی، رحمھم اللہ تعالیٰ جیسے شیوخ حدیث نے ہمارے شیخ سے ملتی جلتی کلام کی ہے لیکن ہمارے شیخ کا کلام ایسا ہے کہ دیکھنے والا خود اندازہ کرلے گا کہ اس کا مقام منفرد ہے، آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام مخلوق کے بس میں نہیں کہ وہ ہمیشہ پہلے یا دوسرے درجہ کے مشاہدہ پر قدرت رکھیں بلکہ اسے پہلے اور دوسرے درجہ سے اتر کر تیسرے درجہ پر آنا از بس ضروری ہوتا ہے ورنہ سکون واطمینان میسر نہ ہو، لیکن حضور پُرنور کا یہ مقام ہے کہ اگر تیسرے درجہ کے مشاہدہ میں آئیں تو اسے گناہ شمار کرتے ہوئے اللہ سے استغفار کرتے ہیں۔

سرکار کا ہر قول اور کلام حق وصداقت پر مبنی ہوتا ہے

سیدی عبدالعزیز دباغ اپنے فرمودہ جواہر میں آپ نے ابریز میں اپنے اس قول کے بعد جو شرح مشاہدات میں گزر چکا ہے فرماتے ہیں ابن مُبارک کہتے ہیں کہ جب میں نے ان تینوں مشاہدات کے متعلق شیخ رضی اللہ عنہ سے سُنا اور آپ نے فرمایا کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام ان تینوں مشاہدوں سے تجاوز نہیں کرتا تھا یعنی آپ کا کلام اندریں مشاہدات ہی ہوتا تھا، اور بے شک سرکار دوعالم کا کلام غیر عارف اور جاہل کے سوا کسی پر مشکل نہ تھا اس لیے کہ محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے تمام حالات اور احکام حق وصداقت پر فرمایا کرتے تھے۔

ابن مُبارک کہتے ہیں کہ حدیث کا جو مقام میری سمجھ سے دراہوتا وہ میں دباغ رحمۃ اللہ سے دریافت کرلیا کرتا تھا میں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم شریف کی حدیث تابیر نخل کے متعلق سوال کیا، کہ جب حضور علیہ السلام نے کھجوروں کی دیکھ بھال کرنے والے مزارعین پر گزر فرمایا جب کہ وہ کھجوروں کی پیوندکاری میں مصروف تھے تو سرکار نے فرمایا یہ کیا کر رہے ہو تو وہ کہنے لگے اس سے کھجوریں اچھی اور پھل بھی اچھا ہوجاتا ہے تو حبیب خُدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ یہ کام نہ بھی کریں تو کھجوریں اچھی رہیں گی۔ تو انھوں نے کھجوروں کی پیوندی ترک کردی اور پھل ناقص اور معینہ مقدار سے کم اترا اس کے بعد حضور نے جب وہ پھل دیکھا تو فرمانے لگے کھجوروں کے پھل کو کیا ہوگیا تو وہ کہنے لگے حضور آپ نے ہمیں اس طرح کہا تھا تو سرکار نے

marfat.com
Marfat.com

جواب میں فرمایا کہ تم اپنی دنیا داری میں بہت تجربہ رکھتے تھے، اس پر شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور نے جو انہیں فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ بھی کرو تو کھجوریں اچھی ہو جائیں گی آپ کا یہ کلام حق تھا اور آپ کی یہ بات سچی تھی اور آپ سے یہ بات اس وجہ سے ظاہر ہوئی کہ آپ کو اللہ کی ذات کے موثر حقیقی اور فاعل مطلق ہونے پر پورا یقین اور مکمل اعتماد تھا اور سرکار کا یہ یقین اس مشاہدہ پر مبنی تھا کہ حق تعالٰے جل شانہ، کا تمام ممکن الوجود اشیاء میں فاعل اور موثر بلا واسطہ و بلا سبب ہے کیونکہ کسی ذرّہ کا سکون اور بال کی حرکت اور دل کی دھڑکن اور پسینہ کا نکلنا اور آنکھ کا اپنے حلقہ میں گردش کرنا اور کسی آنکھ والے کا اشارہ کرنا ان تمام افعال میں حق تعالٰے کی قدرت کاملہ بلا واسطہ کارفرما اور فاعل ہوتی ہے اور حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم اسی امر کا مشاہدہ کر رہے تھے جس طرح اس کے سوا تمام محسوسات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ مشاہدات عالم بیداری اور عالم خواب میں آپ سے مخفی نہ تھے کیونکہ یہ مشاہدات تو سرکار کا دل مبارک محسوس کرتا تھا جو کبھی نہ سویا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مشاہدہ والا کی اک نظر میں تمام اسباب کو رام کر لیتا ہے اور ایمان بالغیب کی وجہ سے شہود اور ظاہر میں ترقی کرتا ہے اور ایسا شخص اللہ تعالٰی کے اس قول کا ہمیشہ مشاہدہ کرتا وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ اور اللہ تعالٰی نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے اور اسے اس مشاہدے کا مناسب یقین ہوتا ہے بایں طور کہ اس آیت کے معنی سے یقین کامل کیا جائے اور دل میں کسی فعل کی نسبت غیر کی طرف کرنے کا خدشہ نہ ہو۔ اگرچہ یہ کھٹکا چیونٹی کے سر برابر ہی کیوں نہ ہو، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس درجہ یقین سے فوائد اور منافع کا دامن چاک اور تمام چیزیں خاص متاثر ہوتی ہیں۔ اور وہ اللہ تعالٰی کا ایک راز ہوتا ہے جس کے ساتھ نہ کوئی سبب ہوتا ہے نہ واسطہ پھر اس مقام کا شخص جب تمام اسباب کے گرا دینے کا اشارہ کرے اور فعل کی نسبت رب الارباب کی طرف کرے تو اس کی ہر بات حق اور کلام سچی اور پکی ہوتی ہے اور جو شخص غیب پر ایمان رکھتا ہے اس کے نزدیک اللہ تعالٰے کے اس قول وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ میں مشاہدہ نہیں ہے بلکہ وہ صرف افعال کی نسبت کا مشاہدہ کرتا ہے جس کے سامنے افعال ظاہر ہوں آیت کے معنی اور فعل کی نسبت اللہ کی طرف کرنے میں اس شخص کو صرف ایمان کہ جسے اللہ تعالٰی نے عطا کیا ہے رغبت دلاتا ہے۔

www.muhammadilah.net
marfat.com
Marfat.com

تو اس کے پاس کشش کی دو چیزیں ہیں ایک اللہ کی طرف وہ ایمان ہے جو صاحب ایمان کو حق کی طرف کھینچتا ہے اور دوسری چیز اس کی اپنی طبع اور مزاج ہے ہے جو کسی غیر سے ایک فعل کا مشاہدہ کرتی ہے اور اسے باطل کی جاتی ہے پھر حق و باطل ان دونوں چیزوں کے درمیان ہمیشہ کارفرما رہتا ہے تو کبھی ایمانی کشش کا غلبہ ہوتا ہے اور سابقہ آیت کا معنی ایک دو لمحوں میں منکشف ہو جاتا ہے اور کبھی طبعی جاذب کو غلبہ ہوتا تو وہ طبع کو مذکورہ آیت کے معنی سے ایک دو دن کے لیے زائد اوقات میں غافل کر دیتا ہے خلاف عادت یقین کی نفی ہو جاتی ہے اسی لیے اس چیز کا وقوع نہ ہوا جو حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا خلاف عادت یقین فوت ہو چکا تھا جس پر سرکار علیہ السلام کا باطن شامل تھا اور اس کے مطابق حضور علیہ السلام کا کلام حق اور بات سچ تھی اور جب سرکار نے اپنے فرمان کے مطابق اس شے کے وقوع نہ ہونے کا اصل سبب دریافت کر لیا اور یہ بھی اچھی طرح جان لیا کہ اس سبب کا زائل ہونا ان کی طاقت سے باہر ہے تو انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا اور ارشاد فرمایا کہ تم اپنی دنیا کا بہت زیادہ علم اور مہارت رکھتے ہو۔ اس کلام کے بعد ابن مُبارک نے کہا کہ میں نے بہت غور کرنے کے باوجود اصول حدیث کے بڑے بڑے علماً سے نہ یہ جواب سُنا اور نہ ہی کسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھا، پھر میں نے دباغ رضی اللہ عنہُ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔

[اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ ۔الحدیث) ترجمہ: میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا ہوں جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

دباغ رضی اللہ عنہُ کہنے لگے کہ عِنْدَ بمعنی مَعَ ہے اور اس سے مُراد معیّت ہے اور کھانا کھلانے اور پانی پلانے سے مُراد حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے من جانب اللہ ایک خصوصی قوّت ہے۔

حضور پُرنور صلّے اللہ علیہ وسلّم کی ولادت باسعادت

سیّدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرمودہ جواہر میں صاحب ابریز کے جواب میں فرماتے ہیں جب انہوں نے آپ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت ولادت اور

marfat.com
Marfat.com

اس کا سال اور مہینہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے بڑی کشف اور تحقیق سے جواب دیا، کہ محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش رات کے آخری حصہ میں فجر سے پہلے شروع ہوئی اور طلوع فجر تک سرکار کی والدہ ماجدہ سرکار کو جنم دے کر فارغ ہو چکی تھی اور اپنی والدہ کے شکم اطہر سے سرکار کے باہر آنے کی مدت کی گھڑی بڑی مقبول ساعت تھی جس کی فضیلت احادیث میں مذکور ہے میں نے سرکار کی ولادت کو امر عظیم جانا اور اس کا حکم قیامت تک طویل سمجھا، سیدی دباغ رحمۃ اللہ نے کہا کہ سرکار کی ولادت کی گھڑی تمام اولیا اللہ رُوئے زمین سے حاضر خدمت ہوئے جن میں غوث اور سات قُطب اوتاد اور ابدال رضی اللہ عنہم تھے اور ان کا اجتماع مکہ سے باہر غار حرا میں ہوا درآنحالیکہ وہ نُور اسلام کی گرزیں اٹھائے ہوئے تھے اور بعض ان میں سے تمام اُمت کی مدد کے لیے دعا مانگ رہے تھے تو اس وقت جس شخص نے اس گھڑی کو پالیا اور اس کی دُعا ان کی دُعا میں شامل ہوگئی اسے اللہ نے قبول کر لیا اور اس کی حاجت پوری کر دی - ابن مُبارک کہتے ہیں کہ دباغ رحمۃ اللہ علیہ ہمیں اس گھڑی قیام کرنے پر اکثر بتا دیا کرتے تھے، اور یونہی میں آپ کے ساتھ آملا اور آپ نے سورۃ کہف اس سے آخر سورۃ تک پڑھی -

اِنَّ الَّذِیْ آمَنُوْا وَعَمِلُوا[1]	ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے
الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ	فردوس کے باغ میں ان کی مہمانی ہے وہ
الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِیْنَ	ہمیشہ انہی میں رہیں گے ان سے جگہ بدلنا نہ
فِیْھَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَلًا	چاہیں گے -

میں یہ چاہتا تھا کہ قبولیت کی گھڑی میں میں آپ کے ساتھ شریک دُعا ہو جاؤں پھر میں نے اس طریقہ کو پورے سترہ سال اپنایا یہاں تک کہ میں سن رسیدگی کو پہنچا، اور سونے سے پہلے اس آیت کی تلاوت اس گھڑی میں قیام کے لیے مُجرّب ہے اور میں نے خود بھی تجربہ کیا اور میرے علاوہ اور لوگوں نے بھی آزمایا اور آزمائش صحیح رہی - پھر ذکر کیا گیا کہ صاحب ابریز نے آپ سے سرکار کی پیدائش کا ماہ و سال پوچھا جس پر آپ نے فرمایا کہ حبیب خُدا صلے اللہ علیہ وسلم ربیع الاوّل

---

[1] پ ۱۶، سورۃ کہف، آیت ۱۰۷، ۱۰۸ -

www.muhammadilah.net
marfat.com
Marfat.com

شریف کی ساتویں تاریخ کو عام الفیل میں ہاتھیوں کے خانہ کعبہ پر حملہ کرنے سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ کے وجود کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے ہاتھیوں کا لشکر واپس لوٹا دیا اور سرکار کی مدت حمل تقریباً دس ماہ تھی۔

محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرمودہ جواہر میں صاحب ابریز کے جواب میں فرماتے ہیں، صاحب ابریز کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے سرکار کی ڈاڑھی کے متعلق سوال کیا کیونکہ اس میں اختلاف روایات تھا تو آپ نے فرمایا کہ سرکار کی ڈاڑھی ٹھوڑی میں گھنی تھی اور لمبائی میں درمیانی تھی اور رخساروں کے بالائی حصہ پر ہلکی تھی اور آپ نے ایک دوسرے جواب میں فرمایا کہ حضور کی بغلوں میں بال نہ تھے کہ ان سے بو آئے بلکہ سرکار کے مبارک سینہ اور کندھوں پر ہلکے ہلکے بال تھے۔ اور سرکار کا سینہ نمایاں کشادہ اور سرکار کے کندھے موزوں تھے اس لیے آپ کی مبارک بغلوں میں بال بہت کم تھے اور آپ کی بھویں ملی ہوئی نہ تھیں، اور دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرے جواب میں فرمایا کہ سرکار کے سر کے بالوں میں اختلاف ہے کبھی سرکار لمبے بال رکھتے تھے اور کبھی چھوٹے اور قربانی کے موقعہ آپ سر منڈواتے تھے اور آخری عمر شریف میں آپ کی گردن پر پانچ یا چھ بال سفید تھے چند بال کنپٹیوں پر بھی سفید تھے۔ اور ٹھوڑی مبارک پر بال کچھ زیادہ سفید تھے سرکار نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے بالوں کو مہندی سے ہلکا سا سرخ رنگ کیا اور مدینہ طیبہ میں بھی چند مرتبہ مہندی کا استعمال کیا۔ اور آپ سر کے عین وسط سے مانگ نکالا کرتے تھے اور آپ کی مانگ ام المومنین حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نکال دیا کرتی تھیں اللہ بہتر جانتا ہے۔

حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی رفتار پر وقار

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ اپنے فرمودہ جواہر میں ابریز میں مذکور ہے کہ صاحب ابریز کہتا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ عنہ سے حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی رفتار کے

marfat.com
Marfat.com

متعلق سوال کیا کہ کیا آپ چلتے وقت دائیں بائیں جھانکتے تھے جس طرح بعض روایات میں ہے یا آپ سامنے ہی توجہ رکھتے تھے جس طرح ایک روایت ہے کہ گویا حضور چلتے وقت اُونچائی سے نیچے اتر رہے ہوں یا ٹیلے سے اتر رہے ہوں، تو مجھے آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ حضور چلتے وقت دائیں بائیں دیکھ لیا کرتے تھے۔ صاحب ابریز کہتے ہیں کہ اتفاق سے میں اور آپ رضی اللہ عنہُ ایک مقام کی طرف جا رہے تھے اور ہمارے ساتھ کوئی تیسرا نہ تھا مجھے فرمانے لگے آؤ میں آپ کو دیکھاؤں کہ محبوب خُدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ظاہری زندگی میں اس دنیا میں کس طرح چلا کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہُ نے میرے سامنے ساٹھ قدم لیے اور دائیں بائیں دیکھ رہے تھے میں اس رفتار کے حُسن وجمال یُوں محسوس کرنے لگا کہ میری عقل کے طوطے اُڑ رہے ہیں میری آنکھ نے قبل ازیں ایسی حسین وجمیل رفتار کبھی نہ دیکھی تھی جو عقول کو ورطۂ حیرت میں گم کر دے، اور آپ رضی اللہ عنہُ نے بھی سرکار کے اس عمل کی کمال نقشہ کشی کی ہے۔

سرکار کے سینہ مُبارک کا چاک ہونا

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ اپنے جواہر میں ابریز کے اس قول پر کہ میں نے دباغ رضی اللہ عنہُ سے سرکار کے شق صدر کے متعلق سوال کیا کہ وہ کب ہوا کیونکہ اس میں حدیثوں کا اختلاف ہے تو آپ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ تین مرتبہ، پہلی مرتبہ جنابہ حلیمہؓ کے پاس شق صدر ہوا اور حضورؐ سے شیطان کا حصہ خارج کر دیا گیا جو مٹی کا عنصر چاہتا ہے کہ حکم کی مخالفت کی جائے اور خواہش کی پیروی کی جائے، اور دوسری مرتبہ جب آپ دس برس کے ہوئے آپ کے دل سے ردی اور فاسد مادہ سرے سے الگ کر دیا، اور تیسری مرتبہ قریب نبوت ہوا۔ صاحب ابریز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اکثر احادیث ظاہر میں اس طرف ہیں کہ شق صدر اسرا کی شب واقع ہوا، شیخ رضی اللہ عنہُ کہتے ہیں کہ ایسے نہیں بلکہ شق صدر کسی آلہ اور خون خارج ہونے کے بغیر ہوا ہے اور سلائی سوزن اور دھاگہ کے بغیر اور حضور کو اس میں کسی درد والم کی زحمت سے نہ ہوئی کیونکہ یہ حق سُبحانہ کا کام تھا اللہ بہر حال بہتر جانتا ہے۔

ابن مُبارک نے کہا کہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں شقِ صدر پر اتفاق ہے اور جب آپ

marfat.com
Marfat.com

دس برس کے تھے اور شق صدر ہوا، اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے جسے عبداللہ بن امام احمد نے زوائد مسند میں نکالا ہے اور جو شق صدر قریب نبوت واقع ہوا اسے ابو داؤد نے اپنی مسند میں اور ابو نعیم اور بیہقی نے دلائل نبوت میں ذکر کیا ہے اور شب اسریٰ شق صدر کا بعض نے انکار کیا ہے اور کہا کہ یہ رد نہیں کیا جا سکتا مگر شریک بن عبداللہ بن ابی نمر المدنی کی روایت سے جو روایت منکرہ ہے، ابن حجر نے کہا ہے صحیح بات یہ ہے کہ بے شک یہ بخاری مسلم میں روایت شریک کے بغیر ثابت ہے ابوذر کی حدیث سے اور ابن حجر نے کتاب التوحید کے آخر میں یہی دیکھا ہے بے شک میں جانتا ہوں کہ شیخ رضی اللہ عنہ بالکل بے پڑھے ہیں اور آپ کا کلام فقط کشف اور روحانی مشاہدہ سے ہے تو درست یہی ہے کہ سرکار کو شق صدر شب اسریٰ میں نہیں ہوا، اور اللہ سب سے زیادہ علم والا ہے، ابن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ ایک مشہور بات ہے کہ سرکار کی سبابہ انگلی آپ کی وسطی انگلی سے بڑی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکار کے پاؤں مبارک کی سبابہ پاؤں مبارک کی وسطی انگلی سے بڑی تھی، اور دونوں مبارک ہاتھوں کی سبابہ وسطی کے برابر تھیں، اللہ بہتر جانتا ہے۔

نزول وحی کے آغاز میں سرکار سے جبریل بغلگیر ہوئے

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ اپنے فرمودہ جواہر میں ابریز کے اس قول مذکور پر فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ سے حضور کو تین مرتبہ جبریل کے ملنے کے متعلق پوچھا جب وہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ۔ ترجمہ: اپنے رب کا نام پڑھیے۔

لے کر آئے، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں تو جبریل نے معانقہ میں حضور علیہ السلام کو بھینچا اور اس سے سرکار کو بہت مشقت ہوئی، تو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ جبریل کو بھینچنے میں یہ حکمت تھی کہ جبریل اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وسیلہ بنا رہے تھے کہ جس کے بعد کوئی ملال باقی نہ رہے اور دوسری مرتبہ جبریل کا ملنا اس لیے تھا کہ وہ سرکار کے رعب میں داخل ہو کر اس کی پناہ لے اور تیسری مرتبہ ملنے میں جبریل آپ کے امتی ہونے کا شرف حاصل کرنا چاہتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

اور شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جبریل کا حضور کو لفظ (اِقْرَأ) کہنے کا مطلب یہ تھا کہ کلام قدیم کی تبلیغ زبانِ حادث سے فرما دیجیے بے شک قرآن کریم سب کا سب حضور علیہ السلام پر اسی مقام پر اترا جہاں اقرأ سے شروع ہوا تھا، اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مُراد بھی یہی ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ[1] رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا لوگوں کے لیے
هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ ہدایت اور راہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں۔

شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جبریل علیہ السلام حبیب خدا علیہ السلام سے یہ تمنا کر رہے تھے کہ آپ ان قدیم معنی اور ازلی مکالمات جو آپ کو یہاں حاصل ہوئے ہیں کی تبلیغ فرما دیں۔ تو حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو ارشاد فرمایا کہ میں پڑھنے والا نہیں یعنی مجھے یہ تاب نہیں کہ میں کلام قدیم اور ازلی بات چیت کو حادث زبان سے تبلیغ کروں تو پھر جبریل علیہ السلام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حادث زبان سے تبلیغ کرنے کی تعلیم دی اسی لیے حضور جبریل علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے۔

یہ بھی سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودہ جواہر میں ہے جو میں نے دوسرے باب سے اولین فوائد سمجھ کر حاصل کیے اور اس میں بعض قرآنی آیات اور سریانی زبان کے متعلق ابن مُبارک کے آپ سے سوالات ہیں، ابن مُبارک نے آپ سے سوال کیا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اسمأ گرامی میں ایک اسم (مشفح) ہے کیا یہ کاف یا ق کے ساتھ ہے اس میں علما کا اختلاف رہتا ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ یہ ف کے ساتھ ہے اور شفح" سے مشتق ہے اور اس کا معنی حمد ہے اور یہ لفظ سریانی ہے۔ ابن مُبارک نے کہا کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پھر کے اسم گرامی (المنحمنّا) کے متعلق سوال کیا کہ اس کے صحیح تلفظ اور ضبط میں بھی علما کا اختلاف ہے ان علما میں بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ پہلے میم کی رفع یعنی پیش اور دوسرے میم کی کسرہ یعنی زیر کے ساتھ ہے تلفظ یوں ہے (المُنحمِنّا) اور بعض علما یہ کہتے ہیں کہ پہلے میم کی فتح یعنی زبر اور دوسرے میم کی کسرہ یعنی زیر ہے تلفظ یوں ہے۔ (المَنحمِنّا) تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

---

[1] پ ۲، سورۃ بقرہ، آیت ۱۸۵۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

اس اسم گرامی میں دونوں میموں کی فتح یعنی زبر ہے اور یہ دو کلموں سے مرکب ہے ایک کلمہ نہیں ہے تلفظ یوں ہے (اَلمَنْ حَمَنَّا) لفظ من میم کی فتح یعنی زبر اور نون کی کسرہ یعنی زیر کے ساتھ ایک الگ کلمہ ہے اور حمنا ح اور میم کی فتح یعنی زبر اور نون کی شد کے ساتھ ایک دوسرا کلمہ ہے اور پہلے کلمہ سے مُراد وہ نعمت ہے جس کے ساتھ ظاہری اور باطنی نفع وابستہ ہو نفع ظاہری جو اشخاص کے لیے عالم مثال میں ہے اور نفع باطنی جو روحوں کے لیے عالم ارواح میں تھا گویا من ایسی نعمت ہے جس سے تمام مخلوقات اور سب جہان سیرابی حاصل کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم ایسے ہی تھے، اور دوسرے کلمہ سے مراد پہلے کلمہ کی صفت ہے۔ بیشک پہلی نعمت انتہا کو پہنچی اور حد درجہ تک بلند ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہُ نے گویا سرکار کے متعلق یوں کہا، آپ کی ذات ایک ایسی نعمت ہے جو حد درجہ کو پہنچی نہ اس سے پہلے کوئی ایسی نعمت تھی نہ بعد میں ہوگی اور یہ لفظ بھی سریانی ہے۔

یہ بھی سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودہ جواہر میں ہے کہ جب ان سے ابن مُبارک نے قرآنی سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات کے متعلق سوال کیا مثلاً (کھیعص) ان کی تفسیر اس وقت تک سمجھ میں نہیں آتی جب تک تمام حروف کی الگ الگ تفسیر نہ کی جائے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کاف مفتوحہ سے عبد کی طرف اشارہ بلکہ یہ وضع ہی اسی لیے کیا گیا ہے اور (ف) ساکن فائے مفتوحہ کے معنی کی تحقیق کے لیے ہے تو اس میں وہی کچھ ہے جو (ف) مفتوحہ میں تحقیق و تقریر کی زیادتی وغیرہ ہے اور (ف) مفتوحہ کا معنی وہ شے ہے جو طاقت بشری سے دُور ہو اس لیے یہ ساکن ہے اور اس کی معنویت میں کوئی نہیں ہے۔ اور (ہا) مفتوحہ پاک صاف رحمت پر اشارہ کرنے کے لیے مقرر کی گئی ہے رحمت ہے جس میں کدورت وغیرہ شامل نہیں ہے اور (یا) ندا یعنی پکار کے لیے ہے اور (ع) مفتوحہ ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے پر دلالت کرتا ہے کے لیے وضع کی گئی ہے، اور (ی) ساکن ملنے ملانے اور گھل مل جانے پر دلالت کرتی ہے، اور (ن) ساکن نون مفتوحہ کے معنی کی تحقیق کے لیے ہے اور نون مفتوحہ کا معنی وہ بھلائی ہے جو ذات میں ہمیشہ برقرار رہے، اور (صَ) مفتوحہ مکمل فراغت پر دلالت کرنے کے لیے ہے، اور (صْ) ساکن صاد کے معنی کی تحقیق

marfat.com
Marfat.com

کے لیے ہے کیونکہ صاد حروف اشارہ میں سے ہے اور حروف اشارہ اپنے ماقبل کے معانی کے لیے تحقیق فراہم کرتے ہیں اور یہ خاصہ ان حروف کا نہیں جو اشارہ کے لیے وضع نہیں کیے گئے تو پھر جب یہ ساکن ہو تو ان کے مفتوحات کے معنی متحقق ہو جاتے ہیں ان حروف کی یہ تفسیر بلحاظ وضع ہے اور ان حروف کا معنی مُراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے تمام مخلوق کو حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام اور اپنے ہاں قدر و منزلت کی عظمت بتا دی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر احسان فرما دیا جب پوری مخلوق کی نورانیت کو حضور ہی سے مدد چاہنے والی بنا دیا۔ اور اس کا بیان پہلی تفسیر میں مذکور ہے کہ بے شک (کاف) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم عبد ہیں اور (ف) ساکن کی دلالت لایطاق پر ہے اور اس لایطاق میں ذرہ برابر شک نہیں اور اس کے لایطاق ہونے کا معنے یہ ہے کہ بے شک سرکار نے تمام مخلوق کو عاجز کر دیا نہ خدا آپ کی حقیقت کو کسی نے پہلے پایا اور نہ آپ سا کوئی بعد میں ہوگا اس لحاظ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سید کل کائنات ہیں، اور (الہا) مفتوح کی دلالت غیر کو پاک و صاف کرنے والی رحمت پر ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

اور محبوب خدا نے ارشاد فرمایا کہ بہر حال میں ایسی رحمت ہوں جس سے خلق کو ہدایت ملتی رہتی ہے، اور (یا) سے مذکور عبد کو پکارا گیا کیونکہ اس پر انتقال کی عین (ع) دلالت کر رہی ہے اور دد خود (ی) ساکن سے تاکید شدہ ہے اس لیے کہ یہ حروف اشارہ میں سے ہے اور حروف اشارہ تاکید کے لیے لائے جاتے ہیں یہ پہلے ذکر بھی کیا جا چکا ہے اس سے انتقال اور وصال کے سنگم کا فائدہ حاصل ہوتا انتقال شدہ شے کا بیان نون ساکن سے ہے یہ وہ نور ہے جس سے مخلوقات کا قیام و انتظام ہے اور جس کی طرف انتقال ہوتا ہے اس کا معنی (صاد) میں ہے تو معنی کلام اب یوں ہوگا کہ میرے محبوب بندے یقینی اور لازمی چال چلو ہر اس شخص کی طرف جو اپنے مقام اور موجود ہونے میں انوار کے ساتھ مشغول ہیں تاکہ وہ آپ سے مدد طلب کریں کیونکہ آپ سب کی اصل ہیں اور ان سب کا مادہ آپ ہی سے ہے، بے شک معانی حروف کو بہترین ترتیب

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

دے دی گئی ہے اور کلام کو اچھے سلیقہ سے منظم کر دیا گیا ہے اور یہ اس لیے کہ سریانی زبان کے حروف کے معانی بھی اسی طرح جس طرح دوسری زبانوں کے کلمات کے معنی ہوتے ہیں جس طرح کلام کو کسی زبان کے چند کلمات سے جمع کیا جاتا اور اس وقت تک وہ کلام صحیح نہیں ہوتی جب تک ان کلمات کے معانی کو ترتیب نہ دے دیا جائے۔ اور سریانی زبان میں بھی یونہی کلمات کو ترتیب دے دینے سے مفہوم واضح نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے معانی کی صحیح ترتیب نہ ہو جائے، اور بعض الفاظ کو بعض سے کسی مناسب کے لحاظ سے لے لیا جاتا اور یونہی سریانی زبان کے علاوہ جب زبانوں کی کلام کو چند الفاظ سے اکٹھا کیا جاتا ہے تو ان الفاظ کے معنی کو مقدم مؤخر کرنے اور ہم معنی دو لفظوں میں اجنبی اور مشہور کا فرق کرنے اور جس چیز پر ایک معنی کی صحت موقوف ہو کو چھپانے کی ضرورت درپیش آتی ہے اسی طرح جب سریانی کلام کو کئی حروف سے جمع کیا جاتا ہے، تو حروف کے معانی کو مقدم مؤخر کرنا کہیں معنی مخفی کرنا یا حذف کر دینا امر ناگزیر بن جاتا ہے۔

شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جن اسرار و رموز کے معانی کو ہم نے بیان کیا ہے اس سے صاحبان کشف اور اہل مشاہدہ اچھی طرح باخبر ہوتے ہیں اللہ کے دوست یقیناً اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ سید کل کائنات کی کتنی بڑی حیثیت ہے کہ جو انعام و اکرام سرکار کو عطا ہوئے وہ طاقتِ بشری سے باہر ہیں نیز اس امر کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں کہ حضور کے علاوہ انبیا کرام اور ملائکہ اور انہیں اللہ نے کیا کیا اعزاز بخشا ہے اور اس مادے کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں جو سید کل کائنات کی طرف سے تمام مخلوق پر اثر انداز ہے گویا تمام مخلوق سرکار کے نوری ریشوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ ان ریشوں کا لامتناہی سلسلہ انبیا اور ملائکہ وغیرہم تک پھیلا ہوا ہے اور اس پھیلاؤ کے عجائب و غرائب سے محظوظ ہوتے رہتے ہیں، اور شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک پرہیزگار شخص نے روٹی کا ایک ٹکڑا کھانے کے لیے اٹھایا اور اس میں جو نعمت بھی اولاد آدم کو نصیب ہوتی ہے اچھی طرح غور کیا تو اس روٹی کے ٹکڑے میں ایک نور کا ریشہ دیکھا اس نور کے پیچھے پیچھے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ نوری ریشہ سرکار کے نور سے مل گیا پھر دیکھا کہ یہ ایک نوری ریشہ جو سرکار کے نور سے مل گیا تھا تھوڑا تھوڑا پھیلنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ وہ ان تمام ریشوں سے مل گیا جو مخلوق پر فیضان و انعامات کا اصل ذریعہ اور سبب ہوتے ہیں ان

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

مبارک کہتے ہیں کہ شیخ ابھی کوئی بات کر رہے تھے میں نے کہا اللہ ہمیں ان کی جماعت میں داخل فرمائے پھر ہمارے اور ان کے درمیان کبھی جدائی نہ ہو، شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک رسوائے زمانہ شخص نے یونہی یاوا گوئی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیا کہ مجھے ہمارے سردار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ہدایت ایمان کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوا نورِ ایمان تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے نبی کی طرف سے نہیں تو اسے کچھ خدارسیدہ بزرگ لوگوں نے کہا کہ اگر ہم تیرے نورِ ایمان اور سرکار کے نور کے درمیانی رابطہ کو کاٹ دیں اور صرف تیرے نورِ ایمان کی ہدایت باقی رہنے دیں جس کا ابھی تو ذکر کر رہا تھا تو اس بات پر خوش ہے تو اس نے ہاں سے جواب دیا کہ میں راضی ہوں، شیخ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی یہ بات پوری نہ ہوئی تھی کہ یکایک اس نے صلیب کو سجدہ کر دیا۔ اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا منکر ہوگیا اور کفر کی حالت میں مرا ہم اللہ کے فضل وکرم سے سلامتی ایمان چاہتے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ اولیا اللہ ذاتِ حق اور رسول اللہ کی قدر و منزلت سے پورے پورے واقف ہوئے ہیں اور جو کچھ ذکر کیا جا چکا ہے ان سب احوال وکیفیات کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ جس طرح کہ وہ محسوس کی جانے والی سب چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ نگاہ بصیرت آنکھ کی نگاہ سے کئی درجہ زیادہ طاقت رکھتی ہے اس کا ذکر عنقریب آئے گا، اور اب بھی اولیا اللہ تمام انبیائے کرام اور ان کے احوال ومقامات کا مشاہدہ کرتے ہیں مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام کو مع ان کے حالات ومقامات جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام ملے ہیں مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ سید کل کائنات کی طرف سے سیدنا زکریا علیہ السلام تک پھیلے ہوئے ہیں اور یونہی جو کچھ مذکورہ صورت میں ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے احوال ومقامات اور سیدہ مریم علیہا السلام کے حالات ومقامات اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات ومقامات اور ہمارے سردار حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اور موسیٰ و ہارون اور ادریس و آدم علیہم السلام اور ہر نبی کو اللہ نے جو انعام بخشا ہے ان کی زیر نظر ہیں اور یہ مذکور تفسیر کچھ نہ کچھ انہی اسرار و رموز کی نشاندہی کرتی ہے، اگر مزید تفسیر کی جائے تو اس کا تعداد و شمار ممکن نہیں اسی لیے ہم نے کہا کہ جو کچھ اس سورت میں ہے وہ کچھ اسرار و رموز ہیں بے شک تمام موجودات اشیائے بولنے والی اور خاموش اور عقل والی اور بے عقل اور روح والی اور بغیر

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

رُوح انھی رموز و اسرار میں سب کی سب داخل ہیں۔ ابن مُبارک کہتے ہیں کہ میں نے جب شیخ رضی اللہ عنہٗ سے بہترین تفسیر سُنی تو میں نے اُن سے ابو زید کے حاشیہ کے حوالہ سے سوال کیا جو انھوں نے سیدی مُحمد بن سلطان سے نقل کیا اور سیدی عبدالنور نے جو کچھ سیدی ابو عبداللہ بن سُلطان سے نقل کیا تھا اور یہ یعنی عبدالنور جناب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں ہیں اُنہوں نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں اللہ کے اس قول کہیعص اور حمعسق کے متعلق بعض فقہا سے اختلاف کر رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر جاری فرما دیا یا یہ کہ میں نے کہا کہ یہ اسرار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہی ہیں، پھر انھوں نے یُوں کہا کہ (کاف) کا مطلب کہ آپ ہستی کی جائے پناہ ہیں اور آپ تمام ہستی ہیں اور آپ سے ہر موجود پناہ لیتا ہے۔ (ہا) کا مطلب ہم نے آپ کو بادشاہت عطا کی اور آپ ہی کے لیے فرشتے تیار کئے (یا عین) کا مطلب اے آنکھوں کی آنکھ اور (صاد) کا مطلب کہ آپ میری تمام صفات کے مظہر اتم ہیں یعنی جو رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے بے شک اس نے اللہ ہی کی اطاعت اور فرمانبرداری کی اور (ح) کا مطلب ہم نے آپ کی حمایت کی اور (میم) کا مطلب ہم نے آپ کو بادشاہ بنا دیا (عین) کا مطلب ہم نے آپ کو علم عطا کیا، اور (سین) کا مطلب ہم نے آپ کا مقام بلند کیا اور (قاف) کا مطلب ہم نے آپ کو اپنا قُرب بخشا، پھر وہ فقہا مجھ سے جھگڑنے لگے تو میں نے کہا کہ ہم رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں آپ ہمارے درمیان بہتر فیصلہ فرما دیں گے ہم چلے اور رسول اللہ سے ملاقات کی تو سرکار نے ارشاد فرمایا کہ جو مُحمد بن سُلطان نے کہا ہے وہ حق ہے پھر شیخ رضی اللہ عنہٗ نے کہا جو کچھ سیدی مُحمد ابن سُلطان نے کہا ہے وہ حضور کے مقام کی نسبت سے بالکل صحیح ہے لیکن جو کچھ میں نے ان حروف کی تفسیر میں کہا ہے وہ ان حروف کی وضع اور اصل کے تقاضہ سے کہا ہے، پھر کہا کہ میں کہتا ہوں۔ تجھ پر شیخ رضی اللہ عنہٗ کی بلندی تفسیر مخفی نہیں رہی ہوگی کہ بے شک فرشتہ کا فرشتہ ہونا اور ملکوتیت کی تیاری یہ دونوں چیزیں حضور پرنُور صلے اللہ علیہ وسلم سے دُوری کا تقاضہ کرتی ہیں اور نہ ہی آپ سے فرع واقع ہوتی ہیں تو فرشتہ اور فرشتگی اور تمام مخلوقات کہاں سے (صاد) کے تحت درج ہو سکتی ہیں پھر سب مخلوق پر یہی حکم ہوگا کہ تمام مخلوق کا مادہ اور اصل سید کل کائنات کے وجود

marfat.com
Marfat.com

سے ہے حرف نون اور حرف عین اسی کا تقاضا کرتے ہیں اور اس کے قول وجود کی پناہ گاہ وہ جو جس کی طرف ہر موجود پناہ لیتا ہے کا یہی معنی ہے اور اس کی طرف سیدی محمد بن سلطان نے اشارہ کیا ہے اور یہ نون اور عین اور صاد کے تحت درج ہیں۔

سیدی عبدالعزیز دباغ کے ارشادات میں سے ہی ہے جو انہوں نے ابریز میں ذکر کیا ہے اپنی اس بات سے میں نے آپ سے اللہ کے اس قول کے متعلق سوال کیا۔

واذقالت الملٰئکۃ یا مریم — ترجمہ: اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم بے
ان اللہ اصطفاک ۔(الآیۃ)[1] — شک اللہ تعالیٰ نے تجھے چن لیا ہے۔

دوسرے قول والوں کی درستی کے متعلق کہا اور وہ عورتوں سے نبوت کی نفی ہی ہے اور اللہ کے لیے اس نوعیت کی کوئی نبوت نہیں ہے جہاں تک جنابہ مریم کا تعلق ہے وہ صدیقہ اور سچی ضرور تھیں۔ پھر آپ نے نبوت اور ولایت کے درمیان فرق کرتے ہوئے ذکر کیا کہ بے شک نبوت کا نور اصلی ذاتی اور حقیقی ہے جو ذات کے ساتھ اپنی اصل حقیقت میں پیدا ہوا ہے اسی لیے نبی ہر حال میں معصوم ہوتا ہے اور ولایت کا نور اس سے ذرا ہٹ کر ہے پھر کہا جو کئی اور دوستوں نے نبی اور ولی کے درمیان عدم و ملکہ[2] کے اعتبار سے فرق کرتے ہوئے ذکر کیا ہے۔ وہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ جس پر راز کھل جائیں خواہ وہ نبی ہو خواہ وہ ولی ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ فرشتوں کے حقائق کا مشاہدہ کرے وہ اپنے جس حال میں بھی ہوں اور یہ ان سے باتیں کرے اور وہ ان سے باتیں کرے پھر کہا اس سلسلے میں جو ہم نے اپنے شیخ سے سنا ہے اگر اسے ہم ظاہر کر دیں تو وہ ضرور طالبوں کے لیے نشانی اور شوق رکھنے والوں کے لیے ایک عمدہ چیز ثابت ہو لیکن وہ ایسا بھید ہے جسے ظاہر نہیں کیا جاتا مگر میں پسند کرتا ہوں کہ اس جگہ پر دو باتیں اپنے شیخ کے علوم میں سے ذکر کرتا جاؤں ان دونوں میں سے ایک تو یہ ہے اس لیے کہ اسے

---

[1] پ نمبر ۳، سورت آل عمران، آیت ۴۲۔

[2] علم منطق میں چار تقابل جن سے تیسرا تقابل عدم ملکہ ہے تضائف، تضاد، ایجاب و سلب دو چیزوں کا ایک جگہ میں ایک وقت میں ایک حیثیت سے اکٹھا ہونا منع ہو تقابل عدم ملکہ کہلاتا ہے (کتب منطق)

marfat.com
Marfat.com

منکشف ہو جائے وہ اس کا مشاہدہ پہلے مقام میں کرتا ہے اس لیے کہ اسے کئی اُمور سے کشف ہوتا ہے ان میں سے بندوں کے افعال کو ان کی تنہائیوں میں جاننا ہے اور انہیں میں سے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کا مشاہدہ کرنا ہے اور اسی میں سے اس آگ کا مشاہدہ کرنا ہے جو پانچویں زمین میں ہے اور اس کے علاوہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے، اور کہا کہ یہ آگ وہ ہے جو برزخ کی آگ ہے اس لیے کہ برزخ ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک پھیلا ہوا ہے اور روحیں اس میں اپنی اشباح سے نکلنے کے بعد کئی درجوں پر ہوتی ہیں اور بدبختوں کی رُوحیں اللہ پناہ دے اسی آگ میں ہوں گی اور یہ تنگ تنگ جگہوں کی صورت میں ہوں گے جس طرح کہ کنویں اور غاروں اور پہاڑوں کی کھویں اور کہا کہ یہ آگ جہنم کی آگ نہیں ہے اس لیے کہ جہنم ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کے کرّہ سے خارج ہے اور یوں ہی جنّت اور اس امر کا بھی ذکر کیا کہ بسا اوقات انشراح صدر والا شخص عالم علوی اور سفلی یعنی اُونچی اور نچلی دنیا کا مشاہدہ کر لیتا ہے جس طرح کہ آسمان سُورج چاند ستارے شیطان اور ڈراؤنی آوازیں، پھر کہا کہ اس شرح صدر والے شخص پر لازم ہے کہ وہ ان چیزوں میں سے بڑا نہ جانے اور وہ جو کچھ دیکھے حقیر جانے ورنہ اس کا حال رُکھا جائے گا اور اس کا کام مخمصے میں پڑ جائے گا اس لیے کہ ذات کشادگی کے وقت میں بے توجہ ہوتی ہے اور ہر ایک چیز کی طرف عدم توجہی برتتی ہے اور یہ مشاہدہ شُدہ چیزیں سب کی سب اندھیرے میں ہوتی ہیں۔ پھر کہا جو شخص ان پہلے اُمور میں سے کسی چیز سے واقف ہو جائے تو اس کے ساتھ تمام شیطان اور تمام جادوگر اور نجومی وغیرہ بھی شامل ہونگے ہم اللہ سے ایسے کشف سے پناہ مانگتے ہیں جس پر اللہ رحم کر دے اسے اپنی طرف کشش کرتا ہے۔

اس میں شوق پیدا کرتا ہے اور اس کی دلی تمنا کو بڑھا دیتا ہے اور اس کے ساتھ یہ تمام پردے تار تار ہو جاتے ہیں، اور بہر حال وہ جو مشاہدہ کرے اس کا دوسرے مقام میں تو کشف ہوتا ہے۔ باقی رہنے والے انوار کی بدولت جس طرح کشف کر لیا جاتا ہے پہلے مقام میں ظلماتی اور فانی اُمور کے ساتھ پھر وہ مشاہدہ کر لیتا ہے اس مقام پر فرشتوں کا اور کراماً کاتبین کا اور اس کچہری کا جسے اولیاء اللہ تعبیر کرتے ہیں اور مشاہدہ کر لیتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام کا اور جو بھی ان کی طرف منسوب ہیں اور وہ اپنے طور طریقے پر صحیح تھے پھر وہ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام کے مقام

marfat.com
Marfat.com

کا مشاہدہ کرلیتا ہے۔ اور جو آپ کے ساتھی ہوں۔ پھر وہ حضرت ادریس علیہ السلام کو بھی پہچانتا ہے اور ان کو بھی پہچانتا ہے جو اس کے ساتھی ہوں۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے مقام کو بھی پہچانتا ہے اور جو آپ کا ساتھی ہوا اسے بھی پہچانتا ہے پھر حضرت ادریس علیہ السلام سے پہلے والے تین پیغمبروں کے مقام کو بھی پہچاننے لگ جاتا ہے جن کے نام عام لوگوں میں جانے پہچانے نہیں ہیں، پھر کہا کہ اگر ہم کھول کھول کر انبیاء مذکور کے مقام کو بیان کرنا شروع کردیں کس طرح دیکھے گا فرشتہ اپنی اصلی حقیقت پر ضرور سنے گا سننے والا کچھ جب کہ اس کے دل پر کچھ نہ ہوگا اور جس پر راز عیاں ہو جائے ان اُمور کے متعلق اس پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ پہلی چیزوں میں سے کسی پر واقف نہ ہے اس لیے کہ اس کی ذات اس وقت توجہ مرکوز کیے ہوئے ہوتی ہے تو جب ان میں سے کسی چیز کے متعلق واقف ہوگی تو اس کی ذات پر اسرار کھل جاتے ہیں یہاں تک کہ جب حضرت سیدنا عیسٰی علیہ السلام کے مقام سے واقف ہوگا تو انہیں اچھا جاننے لگے گا اور ان کا رضا جویاں رہے گا اور اسی وقت ان کے دین کی طرف لوٹے گا اور ملتِ اسلام سے نکل جائے گا ہم اللہ سے ایسے کشف سے بھی سلامتی چاہتے ہیں اور ایسی صورت میں کشف والا شخص بہت بڑے خطرے سے دو چار رہتا ہے اور ہلاکت اس کے سر پر منڈلانا شروع کردیتی ہے تو ایسے میں ہمارے آقا و مولا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام کا مشاہدہ کرلیتا ہے پھر جب وہ آپ کے مقام کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تو اسے نیک شگون حاصل ہوتا ہے اور اسے مکمل سکون و اطمینان میسر آتا ہے اس لیے کہ آپ کی ذات میں اللہ عزوجل کی طرف کشش کرنے کی ایک خاص قوت ہے جو آپ ہی کی ذات کا حصہ ہے۔ اور یہ کسی اور مخلوق کا خاصہ نہیں اسی لیے آپ سب مخلوق سے زیادہ عزت دار اور تمام جہانوں سے افضل ہیں۔ جب صاحب کشف ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام کی طرف بڑھتا ہے۔ تو اس کی کشش اللہ عزوجل کی طرف بڑھ جاتی ہے اور مقام کے کٹ جانے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اس میں کچھ اور راز بھی ہیں جنہیں بسط وکشاد والے پہچانتے ہیں ہمیں بھی اللہ انہیں میں سے کرے اور ان کی برکتوں سے اللہ ہمیں محروم نہ رکھے۔ پھر اس کے علاوہ جو صاحب کشف دیکھتا رہتا ہے جب ہمیں یہاں اس ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ جو شخص چاہے وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سیدی عبدالعزیز وباغ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ارشادات میں سے جو انہوں نے ابریز میں اپنے اس قول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور میں نے آپ سے سوال کیا اللہ کے اس قول کے متعلق۔

وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ[1] — اور آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

اللہ نے اپنے نبی کو کس طرح ڈانٹ پلائی حالانکہ وہ عارف لوگوں کے سردار ہیں اور نبیوں رسولوں کے راہنما و پیشوا ہیں تو آپ نے مجھے یوں جواب دیتے ہوئے کہا کہ بے شک نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جب حضرت زید نے جنابہ زینب کی طلاق کے متعلق مشورہ کیا تو آپ نے حضرت زید کو حکم کیا کہ زینب کو اپنے پاس رکھیں اور اس کی حسن معاشرت کے لیے خدا سے ڈریں حالانکہ نبی علیہ السلام جانتے تھے کہ بے شک وہ زینب حضرت زیدؓ کی طرف صبر کر سکتیں ہیں اور آپ نے اس امر کو مخفی رکھا اور ظاہر نہ ہونے دیا اور اپنی ذات کی خود ہی ڈانٹ پلاتے ہوئے اپنے جی میں کہنے لگے کہ آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں اور یہ ڈانٹ ڈپٹ درباطن اپنی ذات پر فرما رہے تھے تو اللہ جل شانہٗ نے آپ کے باطن کو ظاہر فرماتے ہوئے وحی کی صورت میں آپ کے ان الفاظ کو نازل فرما دیا، آپ نے کہا جس پر اللہ تعالیٰ سب کچھ عیاں کر دے اور وہ آسمانی کتابوں پر غور کرے تو وہ ان میں قدیم کلامِ الٰہی کے نور کو پائے گا اور جس پر نبوت کی طبعی حالت نزول وحی کے وقت ہو اس نور کو بھی پا لیتا ہے پھر آپ نے کہا کہ اہل کشف جب قرآن کی تفسیر کے درپے ہوتے ہیں تو ان کے لیے اسباب نزول کے سوا کچھ سامنے نہیں ہوتا اور اسبابِ نزول سے مراد یہ نہیں جو ظاہر علم میں ہوتے ہیں بلکہ اسبابِ نزول سے مراد وہ حالات و تجلیات مراد ہیں جو نبی کی ذات میں نزول کے وقت موجود ہوتے ہیں تو اس حالت میں وہ ان سے ایسی چیز سنے گا جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ وہ ان سمندروں کی غوطہ خوری کرتے ہیں جو حضور علیہ السلام کے باطن میں ٹھاٹیں مار رہے ہیں۔

پھر کہا میں نے آپ سے اللہ کے اس قول کے متعلق بھی سوال کیا۔

---

[1] پ ۲۲، سورت الاحزاب، آیت ۳۷۔

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ	اور تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دے
حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا	دیا جب تک نہ کھلے تھے تم پر سچے اور ظاہر نہ ہوئے
وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِيْنَ[1]	جھوٹے۔

تو آپ نے مجھے جواب دیتے ہوئے کہا جو اس حقیقت کے قریب ہے کہ بے شک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا حکم ہوا کہ وہ معاف کر دیں اور درگذر فرمائیں اور حسنِ معاشرت سے رہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہاں تک کہہ دیا۔

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا	اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور
مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ	تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ	معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں
فِى الْاَمْرِ[2]	میں ان سے مشورہ لو۔

تو یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخلوق کے ساتھ عادتِ کریمہ تھی جب منافق جنگ سے پیچھے رہنے کے لیے آئے اور اپنی اپنی عذر داریاں ظاہر کیں تو حضور علیہ السلام نے انہیں بیٹھے رہنے کی اجازت دے دی حالانکہ آپ ان کے نفاق کو خوب اچھی طرح جانتے تھے اور آپکا اجازت دے دینا صرف رحمت پر مبنی تھا جب حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ معاشرت کا حکم دیا اور آپ کو اس معاشرت کے لیے مخصوص کیا اور آپ کے قلبِ انور کو متوجہ کیا کہ ان کے ساتھ ظاہر کا چلنا چلیں پھر آپ کے باطن میں آیت کے نازل کرنے سے ایک جدت پیدا کی جو ان کی گھبراہٹ پر ایسی وجہ سے دلالت کر رہی تھی کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے نہ آپ کی طرف سے کیونکہ آپ بہت بڑے صاحب حیا ہیں مثلاً اللہ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِىَّ فَيَسْتَحْيٖ	بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو تمہارا
مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ[3]	لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں
	نہیں شرماتا۔

---

[1] پ ۱۰، سورت توبہ آیت ۴۳، [2] پ ۴، سورت آل عمران، آیت ۱۵۹۔

[3] پ ۲۲، سورت الاحزاب، آیت ۵۲۔

marfat.com
Marfat.com

تو اللہ نے پسند کیا کہ عتاب کی صورت میں آپ کے لیے ایک آیت نازل کرے تاکہ آپ تہمت سے دُور ہٹ جائیں اور خالصاً نصیحت میں داخل ہو جائیں اور ان لوگوں کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بار بار منافقت میں مصروف رہنے سے ڈانٹ دیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ جو منافقت کرے اور آپ کا دشمن ہو اور آپ کے ساتھ جھگڑے اس کے خلاف وکالت کرتا ہے تو اب اس عتاب کی صورت اپنے ضمن میں بہت سی مصلحتیں رکھتی ہے جو کہ در باطن عتاب ہے ہی نہیں اور دوست اپنے دوست کی طرف سے جھگڑا مول لینے میں وکالت کرتا ہے لیکن یہ معاملہ ہر ایک کے ساتھ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ کسی کو ایسا گمان رکھنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سچے کو جھوٹے سے نہیں پہچان سکتے۔ حالانکہ آپ پر یہ معمولی سا کام کیسے مخفی رہ سکتا ہے جب کہ آپ کے سامنے کل عالم کائنات کے حالات ظاہر ہیں اور آپ سچے سے جھوٹے کو اس وقت بھی پہچانتے تھے اور اب بھی پہچانتے ہیں اور آپ کے غلاموں جو اہلِ کشف ہیں ان کو بھی یہ مقام حاصل ہے اور وہ آپ کی محبت کی بدولت ہی اس مقام کو پہنچتے ہیں کیونکہ انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانیت سے ایک بال برابر سیرابی حاصل کی ہوتی ہے اور یہ ذکر گزر چکا ہے کہ یہ قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا ہے تو پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا علم کتنا ہوگا، ابن مبارک نے کہا کہ میں آیت کی اس تقریر میں جو کچھ بہتر کہا گیا ہے میں کہوں گا کہ یہ بہتری وہی سمجھ سکتا ہے جو مفسرین کے کلام پر غور کر سکتا ہے اور بیضاوی نے کہا ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اذن دینے میں غلطی کی ہے اور معافی دینا اسی کا نتیجہ ہے، اور شیخ الاسلام ذکریا نے اپنے حاشیہ میں کہا اور زمخشری نے بھی انہی کی تابعداری کی ہے جب کہ طیبی نے دعویٰ کیا ہے کہ زمخشری نے اس عبارت میں صریح غلطی کی ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ یہ اس نے کیسے کر دی ہے۔ ان اشارات کی مثالوں میں یعنی معافی کا مقدم ذکر کرنا مخاطب کی تعظیم کی خبر دینا اور اس کی کمال تعظیم و توقیر کرنا ہے۔ وہ یونہی ہے کہ جس طرح اس کی مثال میں کہا ہے کہ یعنی ایسا ذکر کرنا گناہ کے پہلے ہونے کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ اس کی تعظیم ثابت کرنے پر دلالت کرتا ہے جس طرح کہ ہم کسی کی تعظیم کرتے ہوئے اسے کہیں اللہ تجھے معاف کرے جو تُو نے میرے متعلق کیا ہے اللہ تجھ سے راضی ہو جائے جو میرے کلام کے متعلق تیرا جواب ہے اسی لیے علامہ تفتازانی

marfat.com

Marfat.com

نے کہا کہ مصنف یعنی زمخشری کو ایسی بُری عبارت لائق نہ تھا کہ وہ ایسی بُری عبارت کو نقل کرے جب کہ خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے رعایت برتتا ہے کہ آپ کو اپنے کلام میں اذن دینے سے پہلے ہی معافی دے دی اور آپ کا اذن دے دینا بھی آپ کے بلند درجہ اور اختیاری قوت کی خبر دیتا ہے۔ استفہام کی صورت میں اس کلام کو وارد کرتے سے اگر ان کی بات پر انکار کا ارادہ ہو تو تحقیق کہا جائے گا کہ یہ ایک اچھا کام چھوڑا اور افضل کام کو ترک کیا بلکہ درحقیقت اس میں عزت اور تعظیم ہے مثلاً اللہ تجھے معاف کرے جو تو نے میرے کام میں کیا ہے۔ حافظ سیوطی نے بھی اپنے حاشیہ میں زمخشری کی اس عبارت کی تائید کی ہے اور صاحب انصاف نے درمیان میں سے ایک صورت نکالی ہے کہ اگر زمخشری کی اصل مُراد یہ معنی نہ ہو تو پھر اس نے غلطی کی ہے یا اس کی مُراد ہو گی لیکن اللہ نے اس سے حضور کے مقام کو مخفی رکھا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ آداب الٰہی سے واقف نہیں ہوا۔ پھر طیبیؒ اور تفتازانیؒ کے کلام کو نقل کرتے ہوئے کہا اور قاضی عیاض نے شفا میں یُوں کہا ہے کہ ابتدائے کلام میں معافی کا ذکر کرنا اس معنی کے قائم مقام ہے کہ اللہ تیری اصلاح کرے اور اللہ تجھے عزت بخشے، اس مقام پر حسن بن محمد بن صالح نابلسی نے زمخشری کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام جنۃ الناظر وجنۃ المناظر فی انتصار لابی القاسم الطاہر صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے بہت متقدمین اور اہل تقویٰ پرہیزگار لوگوں نے تفسیر کشاف کے پڑھنے اور مطالعہ سے منع فرمایا۔ اور تقی الدین سُبکی نے بھی اس کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام سبب الانکفاف عن اقراء الکشاف کے حاشیہ میں آپ دیکھ لیں تو آپ کو زمخشری کی بہت سی غلطیاں ملاحظہ ہوں گی اللہ بہتر جانتا ہے۔ سیدی عبدالعزیز دباغؒ کے بعض وہ ارشادات جو ابریز میں ہیں اپنے اس قول کے ساتھ ذکر کیا ہے میں نے آپ سے اللہ کے اس قول کی تعبیر کا سبب نبی علیہ السلام کے حق میں دریافت کیا۔

وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ[1] ترجمہ: اور تمہارے صاحب مجنون نہیں۔

اور جبریل علیہ السلام کے متعلق اللہ کے اس قول رَسُولٍ كَرِيمٍ سے اللہ کے قول مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ۔

---

[1] پ ۳۰، سورت التکویر، آیت ۲۲۔

marfat.com
Marfat.com

تک دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ قرآن حضور علیہ السلام پر نورِ حق سے نازل ہوا اور جب تعبیر کی جاتی ہے تو نبی کی ذات کے قریب کی حالت تعبیر کی جاتی ہے یا یہ تواضع کی بنا پر ہوتا ہے یا کسی اور بنا پر ہوتی ہے لیکن یہ اس مقام پر آپ سے جبریل علیہ السلام کے ساتھ تعظیم ہے حالانکہ ذاتی طور پر وہ چھوٹے ہیں اور مجھے آپ نے ایک بار پھر کہا کہ اللہ کے اس قول کا ذکر مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ماقبل کو برقرار رکھنے کے لیے اور جو چیز حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہے اس کو صحیح رکھنے کے لیے تو وہ گویا کہہ رہا ہے جس کو ہم نے جبریل علیہ السلام کے حق میں کہا کہ لایا ہے وہ اس کے پاس سے جس کی سچائی، امانت اور معرفت کو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جو کچھ وہ کہتا ہے، اور مخبر جب اس صفت پر ہو کہ اسے اپنی خبر دینے پر اعتماد ہو اور وہ مجنون نہیں ہوتا کہ بے تکی باتیں کرتا رہے اور اللہ کے اس قول سے اصل غرض مخاطب لوگوں کی عقلوں کی اصلاح ہے۔ حضور علیہ السلام کی حالت کی تعریف نہیں ہے یہاں تک کہ کہہ دیا جائے کہ حضور علیہ السلام کی اس صفت سلبی سے تعریف چھوٹی کی ہے اور جبریل علیہ السلام کے حال کی تعریف بڑے بڑے اوصاف کے ساتھ اللہ تعالے زیادہ جاننے والا ہے (خبردار) میں ایک بڑی اچھی تحریر اپنی کتاب فضائلِ محمد میں لکھ رہا تھا جب ان واردشدہ آیات کا ذکر آیا حضور علیہ السلام کے فضائل میں اللہ کے اس قول پر ۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ	ترجمہ: بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھا ہے
عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ	جو قوت والا ہے مالک عرش کے حضور عزت
ثَمَّ اَمِيْنٍ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ	والا وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے امانت دار
وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ وَمَا	ہے اور تمھارے صاحب مجنون نہیں اور
هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ وَمَا	بے شک انھوں نے اسے روشن کنارے
هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ فَاَيْنَ	پر دیکھا اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں
تَذْهَبُوْنَ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ	اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں ۔

لہ پ ۳۰، سورۃ التکویر، آیت ۱۹ تا ۲۷ ۔

marfat.com
Marfat.com

لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ پھر کدھر جاتے ہو وہ تو نصیحت ہی ہے سارے جہان کے لیے ۔

یہ جو کچھ میں نے یہاں لکھا ہے یہ ایک نص تو ہے لیکن ان آیات سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ السلام کے فضائل کی تعداد بیان کرنا مقصود نہیں ہے یہاں تک کہ کہہ دیا جائے کہ جبریل کو بہت سی اچھی صفات کے ساتھ اللہ نے کیوں متصف کیا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جنون کی نفی پر ہی اختصار کر دیا گیا ہے ۔ دراصل یہاں مقصود قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کرنا ہے ۔ اللہ جل جلالہٗ نے جبریل علیہ السلام کو بہت سی اچھی صفات سے متصف کر کے قرآن کے متعلق جو لوگوں کا ایک اشتباہ تھا اس کا ازالہ کیا اور وہ یہ اشتباہ تھا کہ شائد قرآن فرشتہ ہی کی کلام ہے ۔ اللہ تعالٰے نے قرآن میں ان کی تردید فرمائی ۔ کہ نہ یہ کسی فرشتہ کی کلام ہے اور نہ ہی شیطان دھتکارے ہوئے کا قول ہے ۔ تو اب محتاجی اس امر کی تھی کہ جناب جبریل علیہ السلام میں بہت سی اچھی صفات بیان کر دی جائیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنون کی نفی ہی از حد ضروری تھی کیونکہ مخالفین کا گمان تھا کہ یہ ایک سحر زدہ انسان ہے اس کا کلام کسی حد تک صحیح نہیں اور پھر نفی جنون اچھی یادداشت کے لیے ضروری ہے ۔ جو جبریل علیہ السلام سے حضور علیہ السلام سے حضور علیہ السلام قرآن مجید وصول کرتے تھے اور وہ مخالفین اس بات کا علم رکھنے کے باوجود کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا عقل بھی بہت زیادہ ہے اور اس کی تیزی بھی اپنے کمال پر ہے اور آپ کی فضیلت بھی بہت زیادہ ہے اور آپ ہر اچھی صفت سے متصف بھی ہیں تو دراصل ان کا شک اس قرآن میں شیطان دھتکارے ہوئے کے قول سے تھا تو اللہ نے اس قول کی نفی فرما دی اور آپ کے لیے جنون کی نفی سے عقل ثابت ہوتی ہے اور عقل ایک ہی ایسی صفت ہے جو تمام اچھی صفات کا مجموعہ ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے وصف جنون کی نفی اس لیے کی ہے کہ اور صفاتِ جمیلہ کے ذکر کی ضرورت در پیش نہ آئے ۔ جس طرح کہ جبریل علیہ السلام کے لیے صفاتِ جمیلہ کا ذکر کر دیا گیا دراصل وہ لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ محامد سے واقف تھے اس لیے آپ کے متعدد اوصاف ذکر نہ کیے گئے بخلاف جبریل علیہ السلام کے کہ قبل ازیں وہ لوگ جبریل علیہ السلام کو نہ جانتے تھے جو شخص قرآن کریم میں غور و خوض کرتا ہے ۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

تو اس کے سامنے بہت سے ایسے مقام آتے ہیں جن میں اللہ جلّ شانہٗ نے مشرکین کے گمان باطل ہٹ دھرمی اور جہالت کی تردید کی ہے مثلاً ان کا یہ گمان کہ قرآن پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں یا شیطانوں کی نازل کردہ کلام ہے اور اس کے علاوہ ان کے مکر و فریب اور غلط سلط باتیں سب کی اللہ نے تردید کی ہے اور قرآن مجید کو ایک مکمل معجزے سے تعبیر کیا بایں طور کہ اگر سب مخلوق بھی اکٹھی ہو کر کوشش کرنے لگ جائے کہ کلام اللہ جیسی ایک چھوٹی سی سورت بنا کر لے آئیں وہ ایسا کرنے سے عاجز ہی آئیں گے اور قادر نہ ہوں گے اور جبریل علیہ السلام کا مکمل اوصاف سے ذکر کیا جانا اس امر کا تقاضا کرتا ہے جو کچھ اسے ملا ہے وہ صحیح ہے جس طرح کہ سورہ التکویر میں اور اس کے علاوہ سورہ النجم میں اللہ کے اس قول میں ہے

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ؕ[1] اس کو مضبوط قوت والے نے تعلیم دی۔

اور کچھ اس کے ساتھ ملی ہوئی دوسری آیات اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ان اوصاف کی نفی کی ہے۔ جس سے کہ صحتِ کلام الٰہی مشتبہ ہوسکتی ہے وہ جو کہ جبریل علیہ السلام نے ملاحظہ کیا جس طرح کہ جنون اس کی نفی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سورہ التکویر اور سورۃ نون میں بھی اللہ کے اس قول کے ساتھ نفی کی ہے۔

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ؕ[2] آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

اور اسی سورۃ میں آپ کے لیے سب سے اچھی وصف بھی اپنے اس قول کے ساتھ بیان کی۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ؕ[3] ترجمہ: اور بے شک آپ کی خُو بُو بڑی شان کی ہے۔

اور سورۃ النجم میں گمراہی بھٹکنا اور اپنی خواہش سے بولنے جیسے کاموں کی نفی اپنے اس قول سے کی ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ تمہارے صاحب نہ بھٹکے نہ بے راہ چلے

---

[1] پ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۵۔ [2] پ ۲۹، سورۃ نون، آیت ۲۔

[3] پ ۲۹، سورۃ نون، آیت ۴۔

marfat.com

Marfat.com

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ[1] اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتا۔

یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ ذات حق کی کامل توجہ قرآن مجید کو کلام قدیم ثابت کرنے کے لیے ہے۔

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ؕ[2]

ترجمہ: باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں والے کا۔

تو یہاں سے پتہ چلا کہ اس مقام پر حضرت جبریل علیہ السلام کا اوصاف جمیلہ کی کثرت سے ذکر کیا جانا اور حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم سے صرف جنون کی نفی کیا جانا اس کو مانع نہیں کہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم جناب جبریل علیہ السلام اور تمام مخلوق سے افضل و اعلی ہوں اور سرکار کی افضلیت پر تمام اُمت کا اتفاق ہے اور یہ اُمت بھی ایسی ہے جو گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی چند معتزلہ نے اگرچہ غیر معتبر سا اختلاف کیا ہے لیکن اس اختلاف کی لشکر کثیر اور جم غفیر کی تعداد کے سامنے کچھ حیثیت نہیں ہے اور بہت سے مفسرین اس طرف چلے ہیں۔ جس طرح کہ کشاف میں ہے کہ رسول کریم سے اس جگہ پر دوسری صفات اور محامد سے مُراد حضرت محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت جبریل علیہ السلام پر بے شمار دلائل سے ثابت ہے۔ اور ان سب میں سے قوی صحیح اور واضح دلیل یہ ہے کہ شب معراج جبریل علیہ السلام کا سدرہ پر رک جانا اور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا معہ جسم شریف تنہا اعلیٰ مقامات سے آگے نکل جانا اور وہاں قلموں کی آواز کو سننا اور بہت سی چیزوں کا جاننا اور پہچاننا اس سلسلے میں جو مجھ پر ظاہر اور عیاں ہوا ہے وہ میں نے کسی پر نہیں دیکھا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت جبریل علیہ السلام پر بہت زیادہ ہے۔ بسا اوقات آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم جبریل کو یا اخی یعنی اے برادر سے خطاب فرمایا کرتے تھے اور یہ سرکار کی خصوصی شفقت تھی اور یہ ایک اخلاقی عادت بھی ہے کہ جب چھوٹے کو بڑا بُلائے تو مہربانی محبت بھلائی اور عاجزی کو پیش نظر رکھ کر مخاطب کرے۔ اگر حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے کسی طور کم ہوتے تو یا اخی کی بجائے یا سیدی یا جبریل کہہ کر پکارتے جس طرح کہ

---

[1] پ ۲۷، سورہ النجم، آیت ۳،۴۔ [2] پ ۲۴۔ سورہ حم سجدہ، آیت ۴۲۔

marfat.com

Marfat.com

عام طور پر اچھی سوسائٹی کے لوگ باہمی گفتگو میں بڑے چھوٹے میں گفتگو کے آداب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اگر ان میں سے چھوٹا بڑے سے خطاب کرتے ہوئے قدر کی نگاہ سے یا اخی کہہ دیتا ہے یا فلاں کہہ دیتا ہے تو اس کو منہ پھٹ اور بے ادب تصور کیا جاتا ہے اس مقام میں شکوک و شبہات وہم و گمان اور جو صاحب کشاف سے لغزش ہوئی ہے کو دُور کرنے کے لیے بات لمبی ہو جائے گی عقل کے پھسلنے سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کیونکہ عقل کا پھسلنا قدموں کے پھسلنے سے زیادہ خطرناک ہے یہاں وہ بات ختم ہوگئی جس کو میں نے وہاں ذکر کیا تھا اور یہ دراصل اس بات کی تفصیل ہے جس کو سیّدی عبدالعزیزؒ نے دوسرے جواب میں اجمالاً ذکر کیا تھا۔ خُدا کا علم ہر حال میں بہتر ہے۔ سیّدی عبدالعزیز دباغؒ کے بعض ارشادات میں سے جو انہوں نے ابریز میں اپنے اس قول کے ساتھ ذکر کیا ہے اور میں نے آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى[1]

ترجمہ: اس پیارے چمکتے تارے محمّد کی قسم جب یہ معراج سے اترے تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

کے متعلق سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسُول اللہ کی رسالت کو صحیح ثابت کرنے کے لیے النجم یعنی ستارے کی قسم کیوں کھائی جب کہ نورِ رسالت اور نجم کے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں اس لیے کہ نجم تو پتھروں میں سے ایک پتھر ہے۔ تو آپ نے کہا کہ ستارے کی قسم اس حیثیت سے واقع نہیں ہوئی کہ وہ نجم پتھر ہے بلکہ اس حیثیت سے قسم ہے کہ اس میں نورِ حق ہے وہ نورِ حق جس کی مدد سے جنگلوں اور سمندروں کے اندھیرے کافور ہوتے ہیں اور راہ متعین ہوتی ہے۔ پھر ایک ضرب المثل بات کرتے ہوئے کہا کہ جب دو آدمی دوران سفر راستہ بھول جائیں اور بے خرچ ہو جائیں اور ان کا کوئی ساتھی بھی نہ ہو تو انھیں اپنی ہلاکت کا یقین ہوگا۔ آزادی اور نجات کا نہ ہونا بھی یقیناً سمجھتے ہوں گے تو ان دونوں میں سے اگر ایک کو ستاروں کی پہچان ہوگی جس کی مدد سے وہ اپنے سفر کا رُخ متعین کرے گا۔ اور رات کی تاریکی میں اسے حفاظت کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے جا کر اپنے ارادہ اور مُراد کے مطابق

---

[1] پ ۲۷، سورہ النجم، آیت ۱ ، ۲ -

marfat.com
Marfat.com
www.muhammadiah.net

پہنچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے نجات دے دیتا ہے۔

ایک دوسرا شخص ستارے کی پہچان سے بالکل نابلد ہو اور اس سے بھی ناواقف ہو کہ ستارے سے کیسے راہنمائی لی جاتی ہے اور ستارے کی پہچان میں کسی ساتھی کی مدد بھی حاصل نہ کی۔ تو وہ گمراہی کی وادیوں میں حیران کبوتر کی طرح ہمیشہ ہمیشہ بھٹکتا رہے گا جس طرح کبوتر گرمی اور سردی سے متاثر ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے یونہی اس شخص کا حال ہوگا۔

حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں کا یہی حال ہے گویا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مذکور دو شخصوں کے درمیان ہوں۔ یعنی ایک جماعت تو وہ جو آپ پر ایمان لائی اور آپ کی تصدیق کی اور آپ کی تابع فرمان رہی تو وہ اس کی برکت سے جنت میں داخل ہوئی، اور ایسے ایسے انعامات پائے جن کو بیان کرنا مشکل ہے جس طرح کہ پہلا شخص زادِ راہ اور رفیقِ سفر کے ساتھ چلے تو وہ اپنی حاجت اور مُراد کو گھنے سایوں اور جنت کی آسائشوں میں پہنچا۔ اور ایک گروہ جس نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو جھٹلایا اور ہمیشہ اللہ کی ناراضگی اپنے سر لی اور اسی حالت میں مر گئے تو جہنم انھیں اپنی تپش اور ٹھنڈک سے جلاتا رہے گا جس طرح کہ وہ دوسرا آدمی گرمی اور ٹھنڈک سے جل جاتا ہے۔ تو اب درحقیقت مقسم بہ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اور مقسم علیہ یعنی وہ دو شخصوں کے درمیان ایک تعلق واقع ہے یعنی ایک فرد تو اس قسم کے افراد میں سے ہے جو کہ نُورِ حق کو پہچانتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس فرد کو اس دوسرے فرد پر ترجیح ہوگی جس کے افراد نُورِ حق کو نہیں پہچانتے۔

اور سیدی عبدالعزیز دباغؒ کے بعض ارشادات میں سے جو انھوں نے ابریز میں اپنے اس قول کے ساتھ ذکر کیے اور میں نے آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق سوال کیا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ[1]

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرما دی۔ تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

---

[1] پ ۲۶، سورہ فتح، آیت ۱، ۲۔

marfat.com
Marfat.com

تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس فتح سے مُراد مشاہدۂ ذاتِ الٰہی ہے اس لیے کہ اللہ کے پہلے کام میں یہ بات تھی کہ سب مخلوق اسے نہیں پہچانتی تھی اور سب مخلوق اسے ایک جگہ کے سوا پہچان بھی نہیں سکتی تھی اور اللہ تعالیٰ فیصلہ کرچکا کہ مخلوق کے لیے دو جگہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور خلق کے درمیان پردہ کیا اس شخص کے سوا جس پر اللہ رحم کرے تو اس پردے کی بنا پر اللہ نے انہیں ذاتی مشاہدے اور اس کی ذات کے مشاہدۂ بالفعل سے روکے رکھا کیونکہ اگر وہ اپنی ذات سے پردہ اٹھالیتا تو سب لوگ اس کا مشاہدہ کر لیتے جس طرح کہ اللہ نے فرمایا۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔[1] ترجمہ: اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ۔[2] ترجمہ: اور ہم اس کی طرف اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ۔[3] ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں

وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا۔[4] ترجمہ: اور نہ اس سے کم۔ اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔

نیز وہ اپنے سب اعمال کا بھی مشاہدہ کر لیتے کہ یہ اللہ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور وہی ان کے اعمال کا فاعل ہے وہ خود نہیں ہیں وہ خود تو ایسے جسم ہیں جو ان افعال کا ظرف یا ٹھکانہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں حرکت دیتا ہے جیسے چاہے، اور پھر اس بات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کہا بھی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ۔[5] ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے۔

---

[1] پ ۲۷، سورہ حدید، آیت ۴ [2] پ ۲۶، سورہ ق، آیت ۱۶۔
[3] پ ۲، سورہ البقرۃ، آیت ۱۸۶۔ [4] پ ۲۸، سورہ مجادلہ، آیت ۷۔
[5] پ ۲۳، سورہ الصّٰفّٰت، آیت ۹۶۔

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

اس سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی آدمی کبھی بھی گناہ نہیں کرتا اس لیے کہ گناہ اپنے وقت میں اس شخص سے ہوگا جو اپنے رب سے غافل ہو، لنے والا اور چھپا ہوا ہو تو آپ نے ابن مبارک کو جواب میں یہ کہا ایمان والے اگرچہ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے اعمال کا اللہ ہی فاعل ہے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے افعال کی ادائیگی کا ارادہ بخشنے والا ہے یہ اعتقاد کبھی موجود ہوگا اور کبھی غائب بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس حاضری اور غائب ہونے کا سبب ایک پردہ ہوتا ہے تو ان کا اعتقاد صرف ایمان بالغیب پر قائم رہتا ہے اور ظاہری مشاہدے سے وہ بے نیاز ہوتے ہیں لیکن جس پر اللہ تعالیٰ فضل و کرم کر دے اس کے حجابات اُٹھ جاتے ہیں اور مشاہدہ ذات سے وہ شخص مشرف ہو جاتا ہے۔ تو وہ نہیں دیکھے گا مگر حق سے حق تک اور فتح مبین سے اس کی طرف اشارہ ہے۔

تو میں نے کہا یہ حجابات کا اٹھنا کب واقع ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کہ ذات حق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ہی آپ سے مخفی نہ تھی، میں نے کہا یہ فتح تو ہر نبی بلکہ ہر عارف کے لیئے ثابت ہے تو اس میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کیا ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ فتح طاقت اور کمزوری کے لحاظ سے مختلف ہے تو جو قوت اور طاقت عقل روح نفس ذات اور اخفا اور اظہار کے اعتبار سے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے کسی دوسرے کے لیئے ثابت نہیں ہے یہاں تک کہ تمام انبیاء اور عارف لوگوں کو جمع کر لیا جائے اور یہ فتح مبین کی قوت ان پر ڈال دی جائے تو وہ سب کے سب پانی بن کر بہہ جائیں گے اور بال پریشان ہو جائیں گے اور لفظ ذنب سے مراد اللہ کے اس قول مَا تَقَدَّمَ میں اس کا سبب ہے اور وہ غفلت ہے اور پردوں کی تاریکی ہے جو مٹی کی اصل فطرت میں داخل ہے پھر کہا کہ یہ غفلت اور حجابات گناہ کے لیے یوں ہی ہیں جس طرح کہ ایک بدبودار میلے کچیلے کپڑے پر مکھیاں بیٹھتی ہوں تو جب تک یہ کپڑا کسی کے بدن پر رہے گا مکھیاں مسلسل بیٹھتی رہیں گی اور جب وہ کپڑا اس سے ہٹا لیا جائے تو وہ مکھیاں بھی اُڑ جائیں گی تو کپڑا حجاب کی مثال ہے اور مکھیاں گناہ کی مثال ہیں۔ تو جو شخص اس کپڑے کو مکھیوں کے لیے مقرر کر دے تو یہ نہایت مناسب ہوگا۔ یُونہی یہاں گناہ سے مراد وہ حجابات ہیں اور مَا تَقَدَّمَ مَا تَاَخَّرَ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ان حجابات کا مکمل طور غائب ہونے سے کنایہ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی تاکہ آپ کے

marfat.com
Marfat.com

مکمل حجاب اُٹھ جائیں اور آپ پر ہماری نعمتیں پوری ہو جائیں آپ ہدایت اور مدد یافتہ ہو جائیں بہر حال حجاب کا اُٹھ جانا بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ پردے کے اُٹھ جانے سے بہتر کوئی نعمت نہیں اور ہدایت معرفت سے بڑھ کر کوئی ہدایت نہیں اور جس شخص کی یہ حالت ہو جائے اس سے بڑھ کر اور کوئی مدد نہیں تو میں نے کہا کیا یہ صورت ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ خاص ہے تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا کیوں تو آپ نے فرمایا کہ آپ ہر ایک چیز کی اصل ہیں اسی لیے تو تمام انبیا میدانِ محشر میں پکار اُٹھیں گے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو لاؤ وہ خدا کے ایسے بندے ہیں جن کے سبب اللہ پہلوں اور پچھلوں کو معاف کر دے گا۔ ابن مبارک نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ جو کچھ شیخ نے کہا ہے اعلیٰ قسم کی معرفت سے کہا ہے اور بہت بہترین کہا ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے لائق تھا اور عزت و تعظیم میں بالکل مناسب تھا۔ اور آپ کی پاکیزگی کے موافق تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں بالکل صحیح تھا اور ترتیب آیت اور اس کی روانی کے لحاظ سے بھی مناسب ہے ہماری طرف سے اللہ تعالےٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اس آیت کے مفہوم میں بہت سی مخلوق نے کلام کیا جن کی کوئی معین تعداد نہیں ہے اور ان کے عقل و فہم میں بھی یہی معنی تھا جس کی طرف شیخ نے اشارہ کر دیا ان میں سے ایک سُبکی کبیر اور ابو یحییٰ شریف تلمسانی انہوں نے اس سلسلے میں ایک مستقل تالیف کی ہے اور اسی طرح حافظ سیوطیؒ نے بھی اس مسئلہ پر ایک بہترین تالیف کی ہے جس میں بہت سے علماء کے اقوال ہیں اور ان دونوں تالیفوں کا مجموعہ الشیخ ابو العباس سیدی احمد بابا سودانی نے پیش کیا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔

سیدی عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ارشادات میں جو انہوں نے ابریز میں ذکر کیا اور میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول:-

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝[1] ترجمہ: "غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا"

---

[1] پ ۲۹، سورہ جن، آیت ۲۶ -

marfat.com
Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ[1] ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔

حضور علیہ السلام کے ارشاد مبارک۔

خمسٌ لا یعلمھن الا اللہ۔ یعنی پانچ چیزوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ان آیات اور اس مذکورہ حدیث اور جو اخبار غیبیہ کشف وغیرہ عارف لوگوں اور اولیاء اللہ کو ہوتا ہے کیا مطابقت ہوگی اُمور غیبیہ اور کشف وغیرہ کرامات اولیاؑ میں ایک عام مشہور سی خبر ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے کلام اور حدیثِ رسول میں جو حصر مذکور ہے اس سے نجومیوں اور شعبدہ بازوں اور وہ شخص جس کے جن تابع ہوتے ہیں کا نکالنا مقصود تھا اس لیے کہ دور جاہلیت میں عربوں کا یہ اعتقاد تھا کہ یہ لوگ بھی غیب کی خبر رکھتے ہیں اور اُمور غیبیہ کو پہچانتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے فیصلے ان کی طرف لے جاتے اور ان کی ہر بات کو توجہ دیتے تو اللہ نے چاہا کہ ان کے اس غلط عقیدے کو ان کی عقلوں سے نکال باہر کرے تو اللہ تعالیٰ نے اس جیسی آیتیں نازل کیں جس طرح کہ اللہ تعالےٰ آسمانوں کی حفاظت کیے ہوئے ہے اور اسے ستاروں سے مزین کیا ہوا ہے اس سے مقصود بھی سب بندوں کو حق پر جمع کرنا ہے اور باطل سے روگردانی کرنا ہے اور اولیاؑ اللہ تو باطل سے نفرت کرنے والے ہوتے ہیں اور حق پرست ہوتے ہیں۔ تو اس آیت کا حصر اور اس کی مثل اور آیتوں کا حصر انہیں اُمورِ غیبیہ کے جاننے سے نہ نکالے گا۔ پھر میں نے شیخ سے سوال کیا کہ ہمارے محدثین اور علماؑ ظاہر نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پانچ چیزوں کو جاننے میں اختلاف کیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ علم السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

---

[1] پ ۲۱، سورہ لقمان، آیت ۳۴۔

marfat.com
Marfat.com

تو آپ نے اور ہمارے بعض جید علمأ نے کہا ان پانچ چیزوں کا علم سرکار سے کیسے مخفی رہ سکتا ہے جب کہ سرکار کے ایک ادنیٰ سے اُمتی جو اہل تصرّف ہو یہ امور مخفی نہیں ہوتے اگر یہ اُمور مخفی رہ جائیں تو تصرّف ممکن نہیں ہے اور اہل تصرّف اولیائے کرام سے ان پانچ چیزوں کا علم تواتر سے ثابت ہے اور یوں ہی میں نے آپ سے علمأ کے اس قول کے متعلق پوچھا کہ لیلۃ القدر کی پہچان حضور علیہ السلام سے مخفی رکھی گئی اسی لیے تو آپنے کہا کہ اسے طلب کرو نویں میں ساتویں میں پانچویں میں اگر حضورؐ علیہ السلام کو اس کی جان پہچان ہوتی تو لوگوں کے لیے اسے معین فرما دیتے تو شیخ نے غضبناک ہو کر کہا سُبحان اللہ پھر کہا کہ اللہ کی قسم میں لیلۃ القدر کی رات مَر جاؤں اور میری لاش پھُول جائے اور گدھے کے مُردار کی طرح پھول جائے اور میری ٹانگیں اوُپر کو اُٹھ جائیں ضرور میں اس حال میں بھی پہچانا اور جانا جاؤں گا۔ تو حضور علیہ السلام سے یہ مسئلہ لیلۃ القدر کس طرح مخفی رہ سکتا ہے حالانکہ آپ نے ہی اسے مختلف سالوں میں معین کیا۔ ایک مرتبہ رجب المرجب میں ہمارے لیے مقرر کیا اور دوسرے سال میں شعبان میں مقرر کیا اور تیسرے سال میں رمضان میں مقرر کیا اور چوتھے سال میں عید الفطر کی رات کو مقرر کیا۔ آپ ہمارے لیے اسے معین کرتے اس سے قبل کہ ہم پائیں اور ہمیں اس کی حفاظت کا بھی حکم کرتے اور ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ یہ منتقل ہوتی رہتی ہیں اور یوں ہی آپ ہمارے لیے جمعہ کا وقت بھی مقرر کرتے رہا کرتے تھے۔ سیدی عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ارشادات میں سے ہے اور یہ ان فوائد میں سے پہلا فائدہ ہے جس کو میں نے ابریز کے تیسرے باب میں سے لیا ہے آپ نے اپنے کلام کی عبارت کی روانی میں کہا کہ بندگی دو حال سے خالی نہیں یا وہ نیت اور ارادہ کے بغیر ہوگی یا اس میں اپنے ذاتی نفع کا ارادہ ہوگا اس کی مثال دو آدمی کی سی ہے جو دونوں ہی حضورؐ علیہ السلام پر دُرود پڑھتے ہوں تو جو اپنے ذاتی نفع کو مدِ نظر رکھ کر حضورؐ پر دُرود پڑھے تو اس کا اجر و ثواب کمزور نہیں ہوگا اور جو شخص حضور پر دُرود صرف خوشنودیٔ خُدا اور رُسول کی خاطر پڑھے تو اس کے اجر و ثواب کی کوئی انتہا نہ رہے گی اور نہ ہی اس کا شمار کیا جا سکے گا اور اس کا ثواب ہم پہلے کہہ چکے ہیں پہلے آدمی کے منہ سے نبی علیہ السلام پر دُرود شریف نکلا لیکن غفلت اور دل میں کئی اور شغل اور موانع کی موجودگی سے تو گویا اس نے عام سرسری طور دُرُود شریف پڑھا تو اسے اجر و ثواب بھی اتنا ملا اور دوسرا وہ شخص ہے جس کے منہ سے درود شریف

marfat.com
Marfat.com

نکلا مگر محبت وتعظیم سے اور محبت کا سبب یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی محب کے دل میں کارفرما ہو اور حضور کی عظمت کا ہونا یہ ہر موجود کے موجود ہونے کا سبب ہے اور اسی کے نور سے سب نور ہیں اور بےشک آپ لوگوں کو ہدایت بخشنے والی رحمت ہیں اور آپ پہلوں اور پچھلوں کے لیے رحمت ہیں اور تمام مخلوق کے لیے رحمت ہیں اور یہ ہدایت آپ ہی کی طرف سے ہے اور اسی وجہ سے وہ آپ پر درود شریف پڑھتا ہے کہ آپ اس عظمت پر فائز ہیں کسی اور وجہ سے نہیں جو اس کے ذاتی فائدہ کی طرف لوٹے۔ اور بہر حال تعظیم کرنے کا سبب یہ ہے کہ آپ کی عظمت شان دیکھی جائے خواہ کسی چیز کے ساتھ ہو اور یہ کیسے مناسب ہے کہ اس عظمت شان والے کی خصائل کی تعظیم بجا نہ لائی جائے اور بےشک تمام مخلوق میں آپ کی خصلت کے برداشت کرنے کی تاب نہیں ہے اس لیے کہ آپ کی خصائل اپنی حقیقت میں حضور پُرنور صلے اللہ علیہ السلام کے ساتھ اس حد تک ہیں کہ وہاں تک غور وفکر کی رسائی ممکن نہیں چہ جائیکہ ان کی برداشت کی بالفعل کوئی تاب رکھے، پھر جب کوئی شخص حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھتا ہے تو اس کا اجر وثواب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام اور ربِ جلیل کے کرم وعطا کے اندازے سے ہوتا ہے کیونکہ اس درود عرض کرنے کی اصل محرک اور رغبت دلانے والی چیز صرف آپ کی عظمت شان ہی ہے۔ اور اجر وثواب بھی اسی کے مطابق ہوگا پہلے شخص کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف ذکر کرنے میں اصل محرک اس کا نفس ہے اور اس کی ایک ذاتی غرض ہے اور اجر وثواب اس کے اصل محرک اور باعث کے مطابق ہوگا اور حق تعالے کسی پر کچھ زیادتی نہیں کرتا یونہی بندے کا عمل اس کے اور ربّ تعالیٰ کے درمیان ہے تو جب اس عمل کا اصل محرک اللہ کی کبریائی میں اس کی عظمت اور بزرگی ہوگی تو اجر وثواب بھی اسی کے مطابق ہوگا۔ والسلام۔

ابن مبارکؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ ہمارے علما کا اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ کیا ہمارے درود شریف پڑھنے سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں تو آپ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف کو اس لیے جائز نہیں کیا کہ اس میں ہم حضور کو فائدہ پہنچانے کا سوچیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف کو اس لیے روا رکھا ہے کہ ہم بالخصوص حضور پر درود پڑھتے وقت اپنے فائدے کا ارادہ کریں، اس کی مثال یوں دی جا

marfat.com
Marfat.com

سکتی ہے کہ ایک شخص کے کئی مملوک اور غلام ہوں تو وہ انہیں کاشت کرنے کے لیے ایک زرخیز اور مثالی زمین دے دے جس کی مثال زراعت اُگانے میں کہیں نہ ملتی ہو اور اس زمین میں سے خود بٹائی وغیرہ نہ لے بلکہ ساری کھیتی بطور عطیہ دے دے تاکہ وہ خوشحال ہو جائیں۔ بس یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارے درود شریف پڑھنے کا حال ہے کہ اس کا تمام اجر و ثواب ہمارے لیے ہے، اور جب کبھی اس کے اجر و ثواب کا نور چمک کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے جا ملتا ہے تو آپ اس کو اس چیز کی طرح دیکھیں جو اپنے اصل مرکز کی طرف لوٹ رہی ہو اور مرکز ذرا بھی اِدھر اُدھر نہ ہو۔ اس لیے کہ جو اجر و ثواب اہلِ ایمان کے لیے مکمل ثابت ہے وہ ایمان ہی کی بدولت ہے جو ان میں جلوہ گر ہے اور اہلِ ایمان کا ایمان بہرحال حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے تو درحقیقت ہمیں جو اجر ثواب بھی ملتا وہ حضور ہی کے توسط اور وسیلہ سے ملتا ہے بلکہ آپ ہی سے ملتا ہے

اس عالمِ دنیا میں اکیلی مثال ایک بحرِ بیکراں سے دی جا سکتی جب بارش کا پانی سیلابی صورت میں سمندر تک پہنچتا ہے تو درحقیقت یہ کوئی نیا پانی نہیں ہوتا بلکہ بارش کا پانی بھی تو اسی سمندر کا تھا۔ جو اس میں لوٹ آیا اور اس پانی کے لوٹ آنے سے سمندر میں کچھ اضافہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ پانی وہیں سے گیا اور وہیں سما گیا۔

پھر میں نے عرض کیا کہ بعض علما نے استدلال کیا ہے کہ ہمارے درود پڑھنے سے حضور علیہ السلام کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے بے شک بعض علماء نے آپ پر درود شریف پڑھنا اس نفع پر قیاس کیا ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو جنت میں خادموں اور غلمانوں سے ہوگا جس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نعمتوں اور ان پھلوں سے جو خوبصورت برتنوں میں رکھ کر آپ کو پیش کئے جائیں گے یوں ہی آپ کو ان انوار اور ان اجر سے ضرور فائدہ پہنچتا ہے جو ان حروف کے انوار رکھے ہوئے ہیں تو وہاں پر خدمت ہاتھوں سے ہوگی جو برتنوں میں پھل رکھ کر پیش کئے جائیں گے اور یہاں پر ان چہروں سے خدمت واقع ہوتی ہے جو ان حروف کے حامل ہیں اور نہ زیادہ ہوگا آپکا حال اس مثالی دنیا میں آپ کی جنت کے حال پر یہاں تک کہ قیاس کرنا منع ہو تو آپ نے فرمایا کہ وہ غلام اور غلمان کہاں سے آئے وہ بھی تو حضور علیہ السلام کے نور سے ہی ہیں بلکہ جنت اور جو کچھ اس میں ہے سب آپ کے نور ہی سے ہیں، اور بہرحال جو کچھ اس نے اس دنیا کے

marfat.com
Marfat.com

حوالے سے کہا ہے وہ صحیح ہے اگر وہ خدام حضور علیہ السلام سے دور ہوں گے تو بیچارا ایمان بھی حضور علیہ السلام سے دور ہوگا جب کہ حقیقت یوں نہیں ہے اور کون جانتا ہے کہ نبی علیہ السلام کو کیسے راحت ملتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عزیز القدر آپ دیکھیں گے کہ جب کوئی شخص درود و خیرات پڑھتا ہے تو وہ مستحکم ارادہ کرتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک تصور کو اپنے ذہن و فکر میں لائے اور ذاکر کو جو امور مطلوب ہوتے ہیں ان کا تصور بھی قائم کرتا ہے مثلاً وسیلہ، درجہ رفیعہ اور مقام محمود اور اس کے علاوہ جو ہر درود میں ذکر کیا جاتا ہے اور اس کا نفس اپنے مطلوب کو اللہ کی طرف سے ہی تصور کرے گا اور اپنی سوچ میں فرض کرلے گا کہ یقیناً اللہ نے اسے قبول کرلیا ہے اور اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طالب کے ذریعے سے عطا کر رہا ہے تو طالب کے ذہن میں یہ بات آجاتی ہے کہ اس کے درود پڑھنے سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے۔ پھر وہ خوش ہوتا ہے مسرور ہوتا ہے اور اپنے وظیفہ کو کثرت سے جاری رکھتا ہے اور درود پڑھنے میں تسلسل قائم کرتا ہے اور اونچی اونچی آواز میں پڑھنا شروع کر دیتا ہے، اور بزعم خویش یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ یہ سب کچھ اس کی دل کی رگوں سے برآمد ہو رہا ہے اس پر خوف طاری ہو جاتا ہے اور دل موم ہو جاتا ہے اور پھر اسے گمان ہونے لگتا ہے کہ اس حالت سے بڑھ کر کوئی اور حالت بھی ہے اور وہ ایسا گمان کرنے میں سراسر غلطی پر ہے اور اسے ایسا درود پڑھنے سے اللہ کا وصال نہیں ہوگا اس لیے کہ اس کا یہ پڑھنا اس کے اپنے تصور و فکر اور ظن سے متعلق ہے اور ایسے طالب کا ظن باطل ہے اور حق سبحانہٗ سے باطل کا کوئی تعلق نہیں اور جو چیز حق تعالیٰ سے متصل ہوتی ہے وہ چیز خارج میں اس حیثیت سے ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی آنکھوں کو کھولے تو خارج میں اسے ضرور دیکھ لے تو جو چیز ایسی ہوگی وہی حق تعالیٰ سے متعلق ہو سکتی ہے اور جس چیز سے آنکھیں کھلی ہوئی ہونے کے باوجود کچھ نظر نہ آئے وہ باطل ہے اور باطل کا حق سبحانہٗ سے کچھ تعلق نہیں تو ہر درود پڑھنے والے کو ایسی مصیبت سے بچنا چاہیے اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے لوگ غور و فکر کیے بغیر گمان کرتے ہیں کہ جو حلاوت اور نرمی درود پڑھتے وقت حاصل ہو رہی ہوتی ہے وہ مختصر

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

سے ہے جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے وہ حلاوت شیطان کی طرف سے ہے تاکہ وہ انہیں حق سبحانہ' سے دور رکھ سکے اور خالق و مخلوق کے درمیان مسلسل دوری بڑھاتا رہے تو مناسب یہ ہے کہ درود شریف پڑھتے وقت طالب کے دل میں حضور کی محبت اور عظمت کے سوا کچھ نہ ہو تو ایسے میں حضور کی محبت کا شعلہ ضرور چمکے گا، اور اگر پڑھنے والے طالب کو اپنا نفع مقصود ہو تو وہ طالب حجاب میں رہے گا اور اسے ثواب بھی کم ہو گا اور یوں ہی وہ طالب جو حضور کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے درود پڑھ رہا ہے تو ایسا درود نہ حق سبحانہ' کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور نہ ہی ایسے درود کی حق تعالیٰ کو ضرورت ہے اللہ بہتر جانتا ہے۔

اللہ سے کٹ جانے کے اسباب میں سے ایک سبب بغض صحابہ ہے۔

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ارشادات میں سے آپ کا یہ ایک قول ہے جو آپ نے ان کا اسباب کا شمار کرتے ہوئے ذکر کیا جن سے بندہ اللہ جل جلالہ' سے کٹ جاتا ہے اور وہ کل بیس۲۰ سبب ہیں ایک سبب چاروں خلفاء یعنی حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان فرق کرنا، آپ نے فرمایا کہ فرق کرنے کا معنی یہ ہے کہ بعض کے ساتھ محبت اور بعض کے ساتھ بغض و عناد رکھے جس طرح کہ خارجیوں اور رافضیوں کی علامت ہے اور یہ تفریق ذات مولیٰ سے کٹ جانے کا اصل سبب بنتی ہے۔ اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی نہ کسی خصلت کا مکمل حامل ہو کر وارث بن جاتا ہے۔ تو اس خلیفہ کا بغض نبی کے بغض تک لے جائے گا اور نبی کا بغض مولا سے کٹ جانے کا سبب ہے۔ ابن مبارک نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصلتوں میں سے کون سی خصلت ہے۔ تو آپ نے کہا کہ وہ اللہ کے ساتھ ایمان کی خصلت ہے اور بے شک نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں اللہ پر ایمان لانے کی ایک خاص کیفیت تھی کہ جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں تھی اور خصلت کو زمین والوں پر بشمول صحابہ کے اگر نازل کر دیا جائے تو وہ پگھل جائیں اور حضرت ابوبکر اس کیفیت میں سے اپنی جنت کے مطابق تھوڑی سی چیز کے وارث ہیں اسی لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے اللہ پر ایمان لانے کی خصلت میں حضرت ابوبکر

marfat.com

Marfat.com

کے کوئی بھی برابر نہیں ہے، اور اس خصلت میں نہ کوئی صحابی اور نہ تا اہل فتح میں سے ان کے ہم پلہ ہے اس لیے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب اسرار الوہیت میں پہنچے اور ربوبیت کے حقائق میں پہنچے اور عرفان کی باریکیوں میں پہنچے جہاں پہنچنے کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی بیان کی تاب ہے تو نبی علیہ السلام ایسے مقامات پر ابوبکر سے سمندروں میں کلام کرتے رہے جن میں حضور علیہ السلام نے خوب اچھی طرح غوطہ خوری کی۔ اس لیے حضرت ابوبکر کا مقام و مرتبہ اونچا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری تین سالوں میں ان خفیہ حقائق میں سے حضرت ابوبکر کے ساتھ کوئی کلام اس خوف سے نہیں کی کہ وہ پگھل نہ جائیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ خصلت تھی کہ آپ اہل ایمان کو نصیحت فرمایا کرتے اور ان کی دیکھ بھال میں لگے رہتے اور انہیں اپنی ذات پر ترجیح دیتے اور ان کے لشکروں کو مرتب کیا کرتے اور عوام و خواص کی اصلاح کیا کرتے حضرت عمرؓ اس مبارک خصلت سے اپنی بساط کے مطابق بہرہ ور ہوئے، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں نرم خوئی، تواضع، اور صلہ رحمی جیسی خصلت جو حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک انفرادی خصلت تھی سے اپنی شایان شان فیض یاب تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں حضور علیہ السلام کی ایک امتیازی خصلت شجاعت کے اپنی توفیق کے مطابق وارث بنے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یونہی تمام صحابہ کرام سرکار کی کسی نہ کسی خصلت کے ضرور وارث تھے بایں لحاظ کسی بھی صحابی کا بغض و عداوت قہر خداوندی کو دعوت دینا ہے اور ذات حق سے مکمل کٹ جانا ہے۔

اولیاء اللہ کی روحانی مجالس

سیدی عبدالعزیز دباغ کے بعض ارشادات میں سے یہ بھی ہے جو میں نے ابریز شریف کے چوتھے باب کے پہلے فوائد میں سے حاصل کیا یہ چوتھا باب آپ نے صالح اور ابرار لوگوں کی مجالس محافل کے سلسلہ باندھا ہے اس کے مؤلف ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا ایک مجلس غار حرا میں ہوئی یہ وہ غار ہے جس میں قبل از اعلان نبوت مشقت عبادت قیام و صیام برداشت کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک غوث غار کے باہر یوں بیٹھا تھا کہ مکہ مکرمہ اس کے دائیں کندھے کے پیچھے اور مدینہ شریف اس کے بائیں گھٹنے

marfat.com

Marfat.com

کے آگے واقع تھا اور چار قُطب اس کے داہنے جو حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہُ کے مسلک پر تھے اور تین قُطب اس غوث کے بائیں جانب تھے اور ان میں سے ہر ایک کا مسلک باقی تین مذاہب پر تھا یعنی حنفی شافعی حنبلی، اور صدر مجلس اس غوث کے آگے تھا جسے قاضئ دیوان کے نام سے یاد کیا جا رہا تھا اور وہ بھی مسلکًا مالکی تھا نبی خالد قبیلہ سے بصرہ کی طرف کا رہنے والا تھا اور اس کا نام سیدی محمّد بن عبدالکریم امرادی تھا اور وہ غوث صدر مجلس قاضئ دیوان کے ساتھ مصروف گفتگو تھا اور اس وکیل کو بنا بریں وکیل کے نام سے یاد کیا جا رہا تھا کہ تمام حاضرین کا ترجمان تھا۔

آپ رضی اللہ عنہُ نے کہ ان سات قُطبوں کو غوث کے حکم پر پورا پورا اختیار تھا اور ہر قُطب کے ماتحت کچھ اور لوگ بھی مخصوص کئے ہوئے تھے جو قوّت تصرّف سے مشرف تھے پھر اس وکیل کے پیچھے چھ صفیں تھیں جو گولائی میں داہنی طرف کے چوتھے قُطب سے لے کر بائیں جانب کے آخری قُطب تک تھی اور یوں ساتوں کے سات قُطب دائرے کی طرف بڑھ رہے تھے یہ صورت پہلی کی تھی اور دوسری صف بھی پہلی کی طرح دائرہ کی صورت میں تھی اور ایسے ہی تیسری صف تھی چھٹی اور آخری صف بھی باقاعدہ پہلی صفوں کی طرح تھی۔ اور آپ نے کہا کہ اس غوث کے پاس کچھ عورتیں بھی حاضر ہوئیں جن کی کل تین صفیں تھیں اور یہ صفیں ان تینوں قُطبوں کی طرف واقع تھیں جو قُطب صفِ اوّل کے دائرہ کے بائیں جانب بیٹھے تھے کیونکہ غوث اور تین قُطبوں کے درمیان کچھ کُشادگی تھی تو آپ نے کہا کہ اس غوث کے پاس بعض فوت شُدہ کامل لوگ بھی حاضر ہوئے اور وہ زندوں کی صفوں میں شامل تھا اور ان کی تین نشانیاں نمایاں تھیں۔

(۱) ان کا لباس متغیر نہ ہوا تھا۔ زندوں کے برعکس اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ زندہ لوگ کبھی تو سَر کے بال مونڈ لیتے ہیں اور کبھی نئے کپڑے پہن لیتے ہیں اور روزمرّہ کے نت نئے حالات قبول کرتے رہتے ہیں اور جو فوت شُدہ ہوتے ہیں، ان کی حالت نہیں بدلتی تو اس قسم کے آدمی کو کہ جس کی حالت بدلی ہوئی نہ ہو اگر تو کسی محفل میں دیکھے تو یقین جان لے کہ یہ فوت شُدہ انسانوں میں سے ہے کیونکہ تُو نے اسے سر منڈے دیکھا تھا اور ابھی تک اس کے سَر میں کوئی بال نہیں اُگا تجھے جان لینا چاہیئے کہ یہ اسی حالت پر فوت ہوا تھا اور اگر تو اس کے سَر پہ بالوں کو دیکھے اور نہ وہ زیادہ ہوئے ہوں نہ کم ہوئے ہوں اور نہ مُنڈے ہوئے ہوں تو اس صورت میں بھی آپ کو

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

جاننا چاہیئے کہ یہ اسی حالت پر فوت ہوا تھا "

(۲) کہ وہ زندوں کے کاموں میں کوئی مشورہ نہیں دیتے اس لیے کہ انہیں زندوں کے کاموں میں کچھ تصرف نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ وہ ایک دوسری دنیا میں منتقل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور وہ دنیا زندوں کی دنیا سے نہایت دُور ہے اور ان کا مشورہ عالمِ امور کے اُمور میں ہو سکتا ہے۔ آپ نے کہا قبروں کی زیارت کرنے والوں کے لیے یہ ادب ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے کہ جب وہ قبر والے کے لیے دُعا کرنے کا ارادہ کرے تو کسی نہ کسی ولی کو اپنی دُعا کی قبولیت کے لیے اللہ تک وسیلہ بنا لے اور پھر وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جائے گا اور اپنی دُعا کو قبولیت کے قریب کر دے گا۔

(۳) میّت کی ذات کا کوئی سایہ نہیں ہوتا کیونکہ میّت اگر آگ اور سُورج کے درمیان رکھے تو آپ اس کے سایہ کا مشاہدہ نہ کر سکیں گے کیونکہ وہ میّت اپنے جسدِ خاکی سے نہیں بلکہ رُوح سے حاضر ہوا ہے اور حقیقتِ رُوح میں ہلکا پن ہے بوجھ نہیں اور شفاف ہے کثیف نہیں۔ مجھے آپ نے کہا کہ کئی مرتبہ میں مقام حضوری تک پہنچا ہوں اور مجالس اولیاء اللہ کا تو بہت ہی اتفاق ہوا ہے۔ اور سُورج طلوع ہو رہا ہوتا پھر جب وہ مجھے دور سے دیکھ لیتے تھے تو میرا استقبال کرتے تھے اور میں محسوس آنکھ سے دیکھتا تھا کہ ان میں سے کسی کا سایہ تک نہ ہوتا تھا۔ آپ نے کہا بندگانِ حق کی مجلس میں فوت شُدہ لوگ بھی برزخ سے حاضر ہوتے ہیں اور رُوحانی پرواز کرتے ہوئے آتے ہیں اور جب مجلس کی جگہ کے قریب کچھ فاصلے پر آتے ہیں تو اتر کر زمین پر پیدل چلتے ہیں اور پیدل چل کر مجلس تک پہنچتے ہیں۔ زندہ لوگوں کا ادب اور خوف ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں۔ پھر کہا یُوں ہی رجال الغیب جب ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں تو ان کی ملاقات رُوحانی ہوتی ہے۔ تو جب ایک بندہ حق دوسرے کی جگہ کے قریب آتا ہے تو وہ با ادب ہو جاتا ہے پھر مثالی رفتار سے پیدل چل کر آتا ہے پھر آپ نے کہا کہ اس غوث کے پاس فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں لیکن وہ سب صفوں کے پیچھے بیٹھتے ہیں اور بڑے بڑے کامل جن بھی حاضری دیتے ہیں وہ روحانی طور پر سب سے پیچھے ہی بیٹھ جاتے ہیں اور ان کی تعداد ایک پوری صف کے برابر بھی نہیں ہوتی آپ نے کہا کہ فرشتوں اور جنوں کی حاضری کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ بے شک اولیاء اللہ اپنی شان کے

marfat.com
Marfat.com

لائق کئی ایسے امور ہوتے ہیں جن تک ان کی پہنچ ممکن نہیں ہوتی تو پھر وہ فرشتوں اور جنّوں سے ان امور تک رسائی کے لیے مدد لے لیتے ہیں پھر آپ نے کہا کہ بعض اوقات اس غوث کے پاس حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لاتے ہیں اور تشریف لاتے ہی غوث کی جگہ پر بیٹھ جاتے ہیں اور غوث اور مجلس قاضی دیوان کی نشست پر بیٹھ جاتا ہے اب صدر مجلس پچھلی صف میں چلا جاتا ہے، اور جب سرکار تشریف لاتے ہیں تو ان کے ساتھ ایسے انوار ہوتے ہیں کہ ان کو دیکھنے کی تاب نہیں ہوتی اور یہ انوار اس وقت جلانے والے گھبرانے والے اور مار ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ اور انہیں انوار میں شان وشوکت اور بزرگی اور عظمت تھی۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ ایک مشکل کام کو چالیس آدمی بڑی بے جگری سے سر کرلیں تو یہ ان کی دلیری پر مبنی ہوگا لیکن اگر انہیں ان انوار کے سامنے پیش کیا جائے تو اس وقت یہ حواس پریدہ ہوجائیں گے خبردار اللہ تعالے اپنے اولیا کو ان انوار کے مشاہدہ کی طاقت دیتا ہے جس کی وجہ سے بعض اولیا اللہ تو سرکار کے ارشادات کو اور آپ کے کلام کو جو اس غوث کی مجلس میں ہوتی ہے۔ ازبر اور یاد کرلیتے ہیں پھر آپ نے کہا کہ جب غوث کی مجلس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف لے جائیں تو آپ کے انوار اس غوث کے حال پر باقی رہتے ہیں اور وہ انوار خلافِ عادت ہوتے ہیں یہاں تک کہ مجلس میں کوئی بھی اس کی تاب نہیں رکھتا کہ اس کے پاس پھٹک جائیں بلکہ اس سے دُور ہٹ کر بیٹھتے ہیں اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے اس کی برداشت کی تاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نہیں ہوتی۔ جب ان کے پاس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نکل جائیں تو آپ کے عطا کردہ انوار کی متحمل ذات وہی غوث ہوتا ہے اور پھر اس غوث سے سات قطبوں پر تجلیات کا بٹوارہ ہوتا ہے اور سات قطبوں سے پھر پوری مجلس پر اس کی تقسیم کارہوتی ہے اور اس مجلس کا وقت اس کے متعلق کلام ہوچکی ہے۔

یہ وہ گھڑی ہے جس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنم لیا اور یہ تہائی حصہ رات میں قبولیت کا وقت ہے اور اس وقت کی قبولیت پر بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جس طرح کہ ایک حدیث میں ہے کہ ہمارے رب کی رحمت و تجلیات کا نزول آسمان دنیا پر ہوتا ہے یہاں تک کہ آخری رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور آواز آتی ہے۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

کہ کوئی شخص تجھ کو پکار کر دعا کرے میں اس کی فریاد کو سنوں - ابن مبارک نے کہا جو شخص اس گھڑی کو پا لینے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ سوتے وقت یہ آیت پڑھے :-

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۙ[1]

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔

آخر سورت تک اور یہ طلب رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس گھڑی میں جگا دے تو اللہ تعالیٰ اسے اس گھڑی میں بیدار ہونے کی توفیق بخشے گا۔ شیخ عبدالرحمن شابوئی کہتے ہیں کہ ہم نے اس چیز کا بے شمار مرتبہ تجربہ کیا ہے بلکہ اور بہت سے لوگوں نے بھی اس کا تجربہ کیا ہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک جماعت نے اس آیت کو پڑھا اور اللہ تعالیٰ سے اس گھڑی کی توفیق چاہی تو نتیجۃً سب کو اس گھڑی کو پالینے کی توفیق ہو گئی۔ میں نے آپ سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ سب سے پہلے وہ مجلس فرشتوں سے آباد تھی جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما دیا گیا تو پھر اس مجلس کی آبادی اس اُمت کے اولیأ کرام سے کر دی تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتے اس اُمت کے اولیأ کرام کے نائب تھے کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ جب کوئی ولی دنیا کی طرف نکلتا ہے تو اللہ اس پر فتح و نصرت کے دروازے کھولتا ہے اور وہ پھر اہل مجلس میں سے بھی ہو جب وہ کسی مخصوص جگہ پر آئے گا تو پہلی یا دوسری صف میں رکے گا اور اس میں بیٹھ جائے گا تو جو فرشتہ اس جگہ پر بیٹھا ہوا ہو گا وہ اُٹھ کھڑا ہو گا اور جب کوئی دوسرا ولی تشریف لائے گا اور وہ دوسری جگہ پر بیٹھنے کا سوچے گا تو اس جگہ کا فرشتہ اُٹھ کھڑا ہو گا اور یوں اس مجلس کی آبادی کا آغاز ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جاتی ہے اور ہر حال میں اللہ کی ثنا ہے جب کوئی ولی ظاہر ہو جائے تو فرشتہ اُوپر چڑھ جاتا ہے اور بہر حال ملائکہ اس مجلس میں باقی رہتے ہیں اور تمام صفوں میں پیچھے رہتے ہیں جس طرح کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے تو یہ وہ فرشتے ہیں جو درحقیقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے دنیا میں محافظ ہیں جب آپ کی ذات کا نور اس مجلس سے الگ ہو جائے تو وہ فرشتے اس پاک نور کو لے کر اس محفل میں باقی رہتے ہیں آپ نے کہا جب نبی علیہ السلام کسی مجلس میں تشریف لاتے ہیں تو آپ کے ساتھ خوب انوار و تجلیات ہوتی ہیں جن کو

[1] پ ۱۶، سورہ الکھف، آیت ۱۰۷۔

marfat.com
Marfat.com

برداشت کرنے کی تاب نہیں ہوتی۔ تو پھر اہلِ مجلس میں جو فرشتے ہوتے ہیں وہ سرکار دو عالم کے انوار کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں اور سرکار کے نور میں چھپ جاتے ہیں جب تک سرکار اس مجلس میں تشریف رکھیں کوئی فرشتہ بھی ان میں سے ظاہر نہیں ہوتا اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مجلس میں سے تشریف لے جائیں تو فرشتے اپنی اپنی نشستوں پر واپس لوٹ آتے ہیں۔ اللہ بہتر جانتے۔ پھر آپ نے کہا کبھی کبھی سید کل کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اس غوث کی عدم موجودگی میں بھی تشریف لاتے ہیں تو ایسی صورت میں اہلِ مجلس کو ڈر اور گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے کیونکہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے یوں تشریف لانے کے نتیجہ سے بے خبر ہوتے ہیں اور یہی کیفیت ان کے اوسان خطا کر دیتی ہے یہاں تک کہ سرکار کی ایسی جلوہ گری اگر بہت سے دن ہوتی رہے تو بہت سے جہانوں کی بربادی کا اندیشہ ہے۔ آپ نے کہا کہ سید کل کائنات صلے اللہ علیہ وسلم جب غوث کی عدم موجودگی میں تشریف لاتے ہیں تو پھر آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور ان کی والدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم کبھی کبھی تو یہ مجموعی طور پر سبھی ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ان میں سے بعض ہوتے ہیں، اور کہا کہ ہماری سردار فاطمہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی اس جماعت میں تشریف فرما ہوتی ہیں جو مجلس کے بائیں جانب ہوتی ہے جس طرح کہ ذکر ہو چکا ہے اور جنابہ فاطمہ ان عورتوں کی امام ہوتی ہیں شیخ نے کہا کہ میں نے جنابہ فاطمہ الزہرا سے سنا کہ وہ ایک رات اپنے والد ماجد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ رہی ہیں اور یہ یوں کہہ رہی تھیں کہ یا اللہ اس شخص پر رحمت بھیج جس کی روح روحوں اور فرشتوں اور عالمِ ایجاد کی محراب ہے اے اللہ اس پر رحمت بھیج جو نبیوں رسولوں کا امام ہے۔ اے اللہ اس پر رحمت بھیج جو اللہ کے مومن جنتی بندوں کا امام اور یوں ہی آپ درود پڑھتی رہیں میں نے آپ کے الفاظ کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

انبیاء کے معجزات اور حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا تصرف

اور سیدی عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ کے بعض ارشادات میں سے یہ بھی ہے جو صاحب ابریز نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے کہ میں ایک دن آپ رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے ہوئے

marfat.com
Marfat.com

سیدنا سلیمان علیہ السلام کا ذکر کیا اور جو کچھ بھی آپ کا مسخر کردہ جنوں انسانوں اور شیطانوں اور ہواؤں میں سے تھا ان سب کے متعلق بات چیت کی نیز جو کچھ اللہ نے ان کے والد گرامی داؤد علیہ السلام کو لوہے کے اوزاروں کی بناوٹ اور سخت دھاتوں کو نرم کر لینا گویا ان کے ہاتھ میں سخت دھاتیں گوندھے آٹے کی مانند ہو جایا کرتی تھیں یہ ان کو اللہ کی طرح ایک خاص عطا تھی کا ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نابینوں کو بینا کرنا اور کوڑھیوں کو شفا دلوانا اور مُردوں کا اللہ سبحانہٗ کے حکم سے زندہ کرنا اور اس طرح دوسرے انبیاء کے معجزات کا ذکر کیا تو میری طرف آپ رضی اللہ عنہٗ نے اس کا مفہوم یہ لیا گویا میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ سیدِ کل کائنات سب نبیوں رسولوں سے اعلیٰ و برتر تو ہیں لیکن آپ کے ہاتھ پر ان کی طرح کوئی معجزہ ظاہر کیوں نہ ہوا اور اگر ہوا تو کسی دوسرے سے ظاہر ہوا ہے آپ رضی اللہ عنہٗ فرمانے لگے کہ جناب سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت کا ملنا اور حضرت داؤد علیہ السلام آہنی صنعت میں ماہر ہونا اور جن چیزیں سے عیسیٰ علیہ السلام مشرف تھے یہ سب کچھ خدائی دین تھا اور ان سے بڑھ کر تو اہلِ تصرف حضور کی اُمت پر موجود تھے اور ان کے لیے جن وانس شیاطین اور ہوائیں اور ملائکہ مطیع و منقاد تھے بلکہ مکمل نظامِ کائنات ان کی تحویل میں تھا اور انہیں اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو اچھا اور مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت بخشی چونکہ یہ چیزیں اُمورِ غیبیہ سے تھیں تو انہیں مخلوق پر صیغۂ راز میں رہنے دیا تاکہ مخلوق معجزات پر ہی نہ رہ جائے اور اپنے خدائے بزرگ و برتر کو بھول جائے اور یہ سب کچھ جس اہلِ تصرف اور صاحب اختیار کو ملا ہے حضور ہی کی برکت سے ہے اور درحقیقت یہ سب حضور ہی کے معجزات ہیں پھر آپ نے ایسے رموز و اسرار کا ذکر کیا جن کی ظاہری عقل کو تاب و طاقت نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ارشادات میں سے ہے جو میں نے ابریز شریف کے پانچویں باب سے لی ہے اور یہ بات شیخ نے بعض فقہا کے جواب میں کہی ہے فقہا میں یہ بات چل رہی تھی کہ شیوخ و مشائخ کا مُریدین کے لیے تربیت دینا ختم ہو چکا ہے اور آپ رضی اللہ عنہٗ سے پوچھا کیا یہ صحیح ہے یا نہیں اور اسی سلسلہ میں شیخ زروق سے ایک بات بھی نقل کی گئی کہ اصطلاحِ تصوف کی تربیت تو ختم ہو چکی ہے مگر تکلف

marfat.com
Marfat.com

اور تصحیح کی تربیت باقی رہ گئی ہے اور کتاب و سُنّت پر بغیر کمی و زیادتی کئے مضبوطی سے عمل کرنا چاہیے۔
تو اس امر کا جواب آپ رضی اللہ عنہُ نے یوں ارشاد فرمایا کہ شیخ زروق اور ان کے شیوخ کا کلام تو احتیاط اور نصیحت کے طور ہے جبکہ اس سے ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ تربیت حقیقی سرے سے ختم ہو چکی ہے اور نہ ہی وہ ایسی لایعنی بات کر سکتے ہیں کیونکہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے نوُر کی خیر و برکت ہر حال میں شامل اور قیامت تک عام ہے اور جس شیخ نے توجہ سے اس نوُر کی ملاقات کر لی وہ حضور کے حالات سے باخبر ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی ذات کو سرکار کے فیض نور سے مکمل سیرابی حاصل ہوتی رہتی ہے نتیجتاً وہ حضور علیہ السلام کا متبع اور مُطیع ہو جاتا ہے تو تکمیل ایمان اور نورِ عرفان میں تائیدِ الٰہی ہوتی ہے اور یہ بات اسی کے ساتھ خاص ہے جو حضور کے نوُر کی طرف متوجہ رہے اس سے اس کی محبت بڑھ جاتی ہے۔
اور اس نور کی ملاقات سے فائدہ پہنچتا ہے ہوتا یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے جا ملتا ہے۔
اوہام اور وساوس از خود ختم ہو جاتے ہیں اور حضور کی محبت میں روز افزوں ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور شیخ موصوف کا شمار بھی ایسے اشخاص میں سے ہے اللہ کی حمد و تعریف ہر شہر اور ہر مجلس میں ہے آپ کو اہل سُنّت والجماعت سے کبھی نہ نکلنا چاہیئے اور شب و روز اس کی طلب میں رہیں تو آپ اسے پالیں گے بے شک اللہ نیک اور پرہیزگار لوگوں کا ساتھی ہے۔
سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ کے بعض ارشادات میں سے ایک یہ بھی ہے جو آپ رضی اللہ عنہُ نے ایک شخص کے سوال کے جواب میں کہا سائل نے کہا جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اسے بعالم بیداری حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے اس کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے۔
تو آپ رضی اللہ عنہُ سب سے پہلے ایسے شخص کے اوصاف ذکر کئے کہ ایسے شخص پر کائنات عالم کے مشاہدات کھُل جاتے ہیں اور مشاہدات پر سیر حاصل تقریر فرمائی۔ پھر کہا کہ جب ایسے شخص کی بصیرت مکمل ہو جائے اور نظر صاف ہو جائے تو اللہ جل جلالہٗ اس کے حال پر ایسی رحمت کرتا ہے جس کے بعد کچھ بدبختی باقی نہیں رہ جاتی تو اسے خدائے بزرگ و برتر اولین و آخرین کے سردار صلے اللہ علیہ وسلم کی عینی زیارت سے مشرف فرما دیتا ہے اور وہ بیداری میں زیارت کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ایسی چیز سے مدد فرماتا ہے جو باقی آنکھیں نہ دیکھ سکیں اور نہ ہی کوئی کان سُن

marfat.com

Marfat.com

سکے اور نہ ہی اس کا احساس کسی دل میں ہوتا ہے تو اب جا کر اسے ایک کیف و سرور ملتا ہے اور اسے نیک بختی نصیب ہوتی ہے اور حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے کہ آپ کی عاداتِ کریمہ اور اوصافِ حمیدہ اُمّت پر مخفی نہیں ہیں بالخصوص علماء رضی اللہ عنہم کا یقین ان کو اس چیز کے قریب جا پہنچاتا ہے جو آپ کی ذات کے ساتھ ظاہری اور باطنی طور پر مخصوص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت والی صلواۃ اور پاکیزہ سلام ہو۔

پس جو شخص آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زیارت کا دعویٰ کرے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ حال کے متعلق پوچھ لینا چاہیے پھر اس کا جواب غور سے سُنا جائے تو جواب سننے سے آپ کے سامنے نقشہ بندھ جائے گا اور آپ کے وہ حالات کبھی کسی سے مماثل نہیں ہوتے۔ فقط والسلام۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہُ نے کہا اس سلسلہ میں جو کچھ ذکر کیا جا چکا ہے اگر تم اس کو کافی سمجھو تو بہت اچھا اور کسی اور کلام کی اُمید کرتے ہو تو غور کیجیے یقیناً جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو کھولنا اور وسیع الظرف کرنا چاہے تو اس کی مدد انوار حق میں سے ایک نُور سے کر دیتا ہے اور وہ نور اس کی ذات پر تمام طرفوں سے داخل ہو کر اس کی ذات کو پھاڑ دیتا ہے یہاں تک کہ گوشت اور ہڈیاں بھی پھٹ جاتی ہیں اور وہ شخص اس نُور کی ٹھنڈک اور اس کے داخل ہونے کی مشقت کو یوں محسوس کرتا ہے جیسے وہ عالم نزع میں مبتلا ہو پھر اس نُور کُلحُسنِ کا رکردگی یہ ہوتی ہے کہ مخلوقات کے اس رازِ پنہاں میں مدد دیتا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندے کو کائنات کے مشاہدہ میں وسیع الظرف کرتا ہوتا ہے پھر تمام مخلوق کا حاصل سید کل کائنات جن کے حضور ہر علم حاضر ہے صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اللہ تعالیٰ جب بندے سے وعدہ کر لیتا ہے تو آپ ذات کا مشاہدہ بندے کے حال پر منکشف کر دیتا پھر وہ نہ صرف مشاہدہ بلکہ سرکار کی ذات کے ہر ہر بھید میں ماہر ہو جاتا ہے اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے ہم فرض کریں کہ جس شخص پر سربستہ راز منکشف ہوئے وہ بسط وکشادسے پہلے ایک اندھیرے والی چیز کی مانند تھا اور سرکار کی پاک ذات طرح طرح کے مراتب والے نُور کے قائم مقام جن کی انتہا ایک لاکھ سے بڑھ جاتی ہے اور جب ارادہ الٰہی بطور رحمت اس تاریک چیز کی طرف ہوتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

تو سرکار کے ان انوار و تجلیات سے ایک نُور اس چیز میں وسعت اور سیرابی کرتا چلا جاتا ہے اور اس تسلسل سے وہ تاریک چیز پھٹ جاتی ہے اسی طرح ہم اس نُور کے شعبہ صبر کو فرض کرتے ہیں جس سے اس کے مقابل گھبراہٹ اور پریشانی کی تاریکی اور سیاہی ہوتی ہے پھر اس تاریک چیز میں نور کا ایک اور درجہ کارفرما ہوجاتا مثلاً ہم شعبۂ رحمت کو فرض کر لیتے ہیں تو اس سے اس کی ضد یعنی عدم رحمت (رحمت کا نہ ہونا) کی تاریکی اور سیاہی دور ہوجاتی ہے۔ پھر اس نُور کا ایک دوسرا مرتبہ آتا ہے جس کو حلم کہتے ہیں اس کے مقابل کی تاریکی اور سیاہی دُور ہوجاتی ہے یہاں تک کہ اس تاریک چیز میں سرکار کے درجات نُورانیہ کے مسلسل آتے رہنے سے اس چیز کی تاریکی کے تمام اوصاف از خود ختم ہوجاتے ہیں۔ اس مقام تک رسائی کے بعد بندہ کو مشاہدہ ذات کی توفیق ہوجاتی ہے کیونکہ اس میں تاریکی اصلاً باقی نہیں رہتی اور یہ تاریکی بندے کی اپنی ذات کی طرف سے تھی جو اسے ذاتِ مطہرہ کے مشاہدہ سے مانع تھی جب سرے سے سیاہی دُور ہوگئی تو اب مشاہدہ ذات سے رکاوٹ بھی نہ ہوگی۔ اور بندے کو مشاہدۂ ذات سے ہماری مُراد یہ ہرگز نہیں کہ سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کے جمیع اسرار کا علی وجہ الکمال احاطہ کر لیتا بلکہ بندہ کو اپنی قوت اور بساط کے لحاظ سے مشاہدہ ہوتا ہے اور جس قدر رُوحانیت ہوگی اتنا ہی مشاہدہ نکھر انکھرا ہوگا۔ اور حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ نور سے کہ جب وہ اپنے مختلف مراتب سے دوسری چیز کو سیراب کرتا ہے قطعاً یہ مراد نہیں ہے کہ حضور کی ذات بابرکات میں نور کا وہ درجہ کم ہوجاتا ہے یا سرے سے خالی ہوجاتا ہو جس سے دوسری چیز کو سیرابی ہوئی ہے کیونکہ اصل نُور سے روشنی لے لینے میں اس کا کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ اس تقریر سے آپ پر کچھ مخفی نہیں رہا کہ یقیناً بندہ اس وقت تک حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کر سکتا یہاں تک کہ سرکار کی طرف سے انوار لطیفہ اور انوار شریفہ بندے کے حال پر وارد ہوں اور ان انوار سے لاتعداد حجابات اُٹھ نہ جائیں اور اس کو علامہ بوصیری نے مقطع کی صورت (

فان فضل رسول اللہ لیس لہٗ

حد فیعرب عنہ ناطق بفم

ترجمہ: یعنی حضورؐ کی بزرگی کی کوئی حدبندی نہیں کہ سُوجھ بُوجھ کی گویائی والا اپنے منہ کو

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

عیب ناک کرتا پھرے۔

اور میں خلاصۃً اس شخص کے حال کی خبر دیتے ہوئے کہوں گا جس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بعالم بیداری ہزاروں مرتبہ دیکھا ہوا اور جو کچھ اس پر بسط و کشاد کی کیفیت ہوتی یا کسی مشاہدہ سے محرومی ہوتی ہے جس سے کہ اسے مکمل سیرابی حاصل نہیں ہوتی اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایسی کوئی صورت نہیں کہ مشاہدہ سے مطلق محرومی ہو بلکہ کمال مشاہدہ کی نفی ہوتی ہے کیونکہ اس مشاہدہ کے کمال کا کوئی مرتبہ رہ جاتا بنابریں مشاہدہ حاصل تو ہوتا لیکن مکمل نہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے۔ اور شیخ کے کلام سے پانچویں باب کی نقل جو ہماری مراد تھی اس کا اختتام ہوا اور نویں باب جو اس حقیقت پر مبنی تھا ذکر کیا جا چکا۔

اور میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی علامت ہوتی ہے اور بندہ مومن کا بیداری میں حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کر لینے کی یہ علامت ہے۔ کہ اس کی تمام فکری صلاحیتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حضور کی ذات کی ہو کر رہ جاتی ہیں روزمرہ کے کام دھندے اور معمولاتِ زندگی اس شخص کی توجہ کو کبھی بٹا نہیں سکتے آپ ایسے شخص کو دیکھیں گے کہ کھانا کھانے پانی پینے سونے جاگنے یہاں تک کہ جھگڑے میں بھی اس کی سوچ حضور پُرنور کی ذات بابرکات سے وابستہ رہتی ہے اور اسی کے ارد گرد گردش کرتی رہتی ہے۔ اس پر میں نے شیخ سے عرض کیا کہ یہ کیفیت بندہ کو حیلہ وکسب سے ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا ہرگز نہیں کیونکہ کسب و حیلہ سے بندہ کو جب مہم یا مشکل کام درپیش آجائے تو غفلت اس وقت یقینی ہوگی درحقیقت یہ کیفیت بندہ کو من جانب اللہ یعنی اللہ کی طرف سے مرحمت ہوتی ہے جو بندے کو اس پر ہوشیار اور کاربند رہنے کی استعداد بخشتی ہے اندریں حالت بندہ اپنی ذات میں کچھ اختیار محسوس نہیں کرتا یہاں تک کہ بندے کو اگر کسی مشکل کا سامنا ہو جائے۔ تو اس

لہ روایت عبداللہ انصاری میں ہے کہ رُوح القدس نہ لہو لعب میں مشغول ہوتی نہ اس پر غفلت نسیان طاری ہوتا اور نہ ہی کچھ تغیر و تبدل اور انبیا اس رُوح سے عرش علی اور تحت السریٰ تک کی باتیں جانتے ہیں اور ایسے اشخاص کی رُوحیں بھی رُوح القدس سے بہرہ ور ہوتی ہیں۔ (تحقیق الفاضل)

www.muhammadian.net
marfat.com
Marfat.com

سے جلد نمٹ لیتا ہے اسی لیے مشاغل اور بے ترتیب مسائل اس کی اصل توجہ مرکز سے نہیں ہٹا سکتے ہوتا یوں ہے کہ بندے کی دلی دنیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس سے معمور رہتی ہے اور ظاہر داری لوگوں سے متعلق ہوتی ہے اس کا کھانا پینا گفتگو کرنا غرضیکہ دنیا و مافیہا کا سب کچھ اس کے لیے غیر ارادی طور پر ہوتا اور جس دنیاوی چیز کا وہ مشاہدہ کرتا ہے اس میں اس کے ارادے کو کچھ دخل نہیں ہوتا کیونکہ اصل اعتماد قلب وضمیر سے ہوتا ہے وہ ایک دوسری مقدس ذات سے وابستہ ہے بندے کی یہ کیفیت جب دیرپا ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے رسولِ عظیم اور نبی کریم کا بیداری میں مشاہدہ عطا فرما دیتا ہے اس فکر کی مدت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ایک ماہ صرف ہوتا ہے بعض کے نزدیک مہینہ سے زیادہ وقت لگتا ہے اور بعض کے نزدیک چند دنوں میں ہی یہ فکر اپنے مدعا میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ حضور جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ ایک مہتم بالشان اور اہم کام ہے جب تک اللہ کی طرف سے فیضان نہ ہو بندہ کو اس کا یارا نہیں مثلاً ہم فرض کریں کہ ایک مضبوط جسم کا قوی ہیکل انسان جس میں چالیس مردوں کی طاقت ہو تو دلیری اور جوانمردی سے حیوان مفترس شیر غراں کے کان تو پکڑ سکتا ہے لیکن اگر کبھی ایسے شخص پر حضور کا گزر ہو جائے تو اس کا جگر چھلنی ہو جائے گا اور جسم پگھل جائے گا اور اس کی روح پرواز کر جائے گی یہ سب کچھ دبدبۂ ذاتِ محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس پر شکوہ مقام سے آشنائی کے بعد جو لذت مشاہدہ ہوتی ہے نہ وہ کسی کیفیت میں آتی ہے نہ شمار میں یہاں تک کہ یہ مشاہدہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے نزدیک جنت میں جانے سے بھی افضل ہوتا ہے اس لیے جو شخص بھی جنت میں جائے گا اس جنت کا ہر انعام عطا ہوگا سوائے خاص خاص انعامات کے اور حضور کے مشاہدہ کا معاملہ کچھ اور ہے جس خوش نصیب کو مشاہدہ مذکورہ ہو جائے تو اس کی ذات جنت کی تمام نعمتوں سے سیراب ہو جاتی ہے وہ ہر رنگ کی لذت اور ہر طرح کی شیرینی یونہی پا لیتا ہے جس طرح جنتی جنت میں پا رہا ہو اور یہ کام اس عظیم شخص کے لیے بہت معمولی سا ہے جس کے نور سے جنت بنائی گئی ہے اس میں آپ کا شرف اور کمالِ بندگی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نیک بخت کو مردِ مشاہدہ ہو جس میں اس طرح کی سیرابی ہو اور اس کا یہ مشاہدہ پختہ ہو جائے تو پھر اس مشاہدہ میں سیرابی بھی ایک یقینی امر بن جاتی۔

marfat.com
Marfat.com

ابن مبارک نے کہا کہ مجھے شمائل امام ترمذی اور اس کی بعض شرحوں میں مطالعہ کے دوران اگر حضور کی ذات سے متعلق کسی چیز میں اختلاف ہو جاتا مثلاً حضور کی رنگت، قد و قامت، بالوں کی لمبائی، رفتار پُر وقار اور بعض دیگر احوال تو میں سیدھا اپنے شیخ کے پاس جا کر واقع او یقینی صورت دریافت کرتا تھا آپ عینی مشاہدہ سے برجستہ جواب عنایت فرما دیتے تھے۔ سیدی عبدالعزیز دباغ کے ارشادات میں سے ہے اور صاحب ابریز کا یہ قول میں نے نویں سے یہاں کلام سابقہ کی مناسبت سے ذکر کیا ہے۔ سیدی عبدالعزیز نے کہا ہے کہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کے بعد جب بندے کو اللہ تعالے کا مشاہدہ ہوتا ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ بندے کے فکر میں اللہ جلّ جلالہٗ کی طرف سے پہلے کی طرح کہ اس شخص کا فکر حضور کی ذات میں کھو جاتا تھا اس طرح اس کا تعلق اپنے رب سے ہو جاتا ہے پھر یہ تسلسل جب قائم ہو جاتا ہے تو ذاتِ حق کا مشاہدہ اس شخص پر کھل جاتا ہے اور اس کے اثرات ایسے شخص کے نتیجہ فکر اور دل پر مرتب ہو رہتے ہیں تو جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ سے اس شخص کو جنت کی تمام نعمتوں سے سیرابی میسر آتی ہے۔ تو مشاہدہ ذاتِ حق کتنا حصول نعمت ہو گا جو جنت اور ذات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خالق ہے اور سب چیزیں اسی کی پیدا کردہ ہیں شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں پر مشاہدۂ حق کی راہ کھل جاتی ہے ان کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک وہ جو ماسوائے اللہ سے بے نیاز ہو کر مشاہدہ حق میں کھو جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو درجہ کمال پر فائز ہوتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی رُوحیں مشاہدہ ذات میں کھوئی رہتی ہیں اور ان کی ذات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ میں ہمہ تن گوش رہتی ہے نہ ان کا رُوحانی مشاہدہ ان کے ذاتی مشاہدہ کو ختم کرتا ہے اور نہ ذاتی مشاہدہ رُوحانی مشاہدہ پر غالب آتا ہے اور یہی مشاہدہ کا درجہ کمال ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بجا طور پہ دوسری قسم کے لوگوں کا مشاہدہ بہتر کمال رکھتا ہے اس لیے کہ ان کا مشاہدہ (فی الحق) ہوتا ہے اور یہ پہلی قسم کے لوگوں کے مشاہدہ سے اتم و اکمل ہوتا ہے اور وجہ کمال یہ ہے کہ وہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ سے کبھی الگ نہیں ہوتے اور حضور کا ہی مشاہدہ۔ مشاہدہ حق کی ارتقا کا اصل سبب ہوتا ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ میں بڑھتا چلا جاتا ہے اس کا مشاہدۂ حق زیادہ کر دیا جاتا ہے اور جس کو مشاہدۂ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کم ہو اس کا مشاہدہ حق بھی

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

کم ہو جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہُ فرماتے ہیں کہ اگر بندے کے بس میں ہو اور اس کی عمر بھی نوّے برس تک کی ہو تو اس ساری مدت میں حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ کے بغیر کوئی مشاہدہ پسند نہ کرے تو اس کے مرنے سے پہلے ایک نہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ اسے مشاہدۂ حق میں فتح حاصل ہو گی اور یہ مشاہدہ حق اسے مشاہدہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم میں مسلسل ثابت قدم رہنے کی بدولت نصیب ہوتا ہے۔ بسا اوقات ان دونوں مشاہدوں کا حصول بیک وقت ایک ہی ساتھ اول سے آخر تک ہو جاتا ہے پھر شیخ رضی اللہ عنہُ اپنے سامنے شیشہ رکھ کر کچھ حروف دیکھنے لگے اندریں حال فرمانے لگے کہ ان حروف کی نوک پلک کا نکھار شیشے کے اُجلے پن کی تابع ہے جس شیشے کا جتنا پانی شفاف اور صاف ہو گا اتنا ہی اس کے سامنے آنے والے نقوش اور حروف میں اُبھار ہو گا میں نے عرض کیا ہاں بالکل درست ہے تو شیخ فرمانے لگے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ صاف شفاف شیشہ کے قائم مقام ہے اور مشاہدۂ حق حروف کی طرح ہے اس طرح جتنی مشاہدہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم میں صفائی ہو گی اتنی ہی مشاہدہ حق علائق اور عوائق سے دُوری ہو گی اور ذات از کی کا مشاہدہ سہل اور آسان ہو نا ابن مُبارک کہتے ہیں کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے یہ کلام اس وقت سُنا جب آپ بعض بلند پایہ فقہا کے اس سوال کا جواب دے رہے تھے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ کا ولی نماز چھوڑ دے تو آپ نے فرمایا کہ ولی اللہ کے لیے نماز ترک کرنا ممکن نہیں اور امکان اس لیے نہیں ہے کہ ولی اللہ ہمہ وقت دو مشاہدوں کا پابند ہوتا ہے ولی اللہ کی ذات مشاہدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مصروف ہوتی ہے اور اس کی رُوح مشاہدہ حق میں مشغول ہوتی ہے یہ دونوں مشاہدے اسے نماز پڑھنے اور دیگر اُمور شرعیہ سے غفلت نہیں برتنے دیتے بلکہ ہمیشہ یہی حکم کرتے ہیں کہ اُمور دینیہ کے تقدس کو بحال رکھا جائے ابن مبارک کہتے ہیں آپ رضی اللہ عنہُ نے ایک دوسری تقریر میں فرمایا کہ ولی اللہ نماز کیسے ترک کر سکتا ہے جب کہ اسے اصل رشد و فلاح سے آشنائی تو انہی دو مشاہدوں کی برکت سے حاصل ہوئی ہیں اور یہ بھلائی اور بہتری اسے نبی کی ذات کے اسرار سے سیرابی کے بعد نصیب ہوتی ہے اور ذات بابرکات سے یہ سیرابی اس وقت تک کیسے ممکن ہو سکتی جب تک کہ وہ کام نہ کیا جائے جو حضور کی ذات نے پابندی سے کیا ہو۔ نویں باب کی عبارت

marfat.com
Marfat.com

میں آپ کا کلام یہاں تک ہی ہے۔ اور آپ نے پانچویں باب میں فرمایا کہ اچھی طرح جاننا چاہیئے آپ کو اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ کہ ولی راز دان راستی اور حق کو خوب جانتا پہچانتا ہے اور وہ کسی مذہب کا پابند نہیں ہوتا اگرچہ اس سے تمام مذاہب کا شیرازہ بکھر جائے مگر شریعت مطہرہ کا احیا ان کی اپنی زندگی کا لازمہ ہوتا ہے اور ایسا ہو بھی کیوں نہ ولی تو وہ ہوتا ہے جس کے سامنے سے لحہ بھر کے لیے بھی حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات غائب نہیں ہوتی اور ولی اللہ مشاہدہ حق سے ایک لحظہ بھی الگ نہیں ہوتا اس مقام پر وہ نبی کی مراد اور مراد حق سے کما حقہ واقف ہوتا ہے اور احکام الٰہی خواہ تکلیفی ہوں یا غیر تکلیفی ان کا پابند ہوتا ہے ایسا ولی اپنے پر حجت ہوتا ہے اور اس کا غیر اس پر حجت تمام نہیں کر سکتا کیونکہ غیر راز دان کی نسبت ذاتِ حق سے زیادہ قریب ہوتا ہے جس کی یہ صفات ہوں اس کے لیے انکار کی کوئی راہ باقی نہیں رہ جاتی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے یہ کلام کر کے بعض مذاہب کی مخالفت کی ہے پھر آپ نے اس سلسلہ میں بہت لمبی تقریر کی اگر میں چاہتا تو شائد آپ اتنی طویل تقریر سے باز رہتے۔ سیدی عبدالعزیز دباغ کے بعض ارشادات میں سے ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے کئی سوالات پوچھے گئے کہ کیا حضور جانِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت اور تشخص جو ذہن مومن میں آتا ہے وہ عالم ارواح سے ہے یا عالم مثال سے یا عالم خیال سے ہے اور کیا صورت ذہنیہ معہ اپنے مشمولات روزمرہ کے سامنے آنے والی چیزوں اور گفتگو سے ہوتی اور کیا خوابی دنیا میں آپ کی وہ صورت شیطان سے محفوظ ہوتی ہے جس طرح کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰنِیْ حقاً فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّتَمَثَّلَ بِیْ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ (الحدیث)

ترجمہ: یعنی جس نے مجھے دیکھا اسے مجھے بے شک شیطان کو یہ قدرت نہیں کہ میری مثل بن جائے۔ یا جس طرح بھی حضور نے فرمایا ہے

یا وہ صورت اپنی مثل نہیں ہوتی جواب دے کر اللہ سے اجر پائیں اور آپ پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت کا جلوہ گر ہونا۔ یہ مشاہدہ کی رُوح اور عقل کے سبب سے ہے جو شخص اپنی مکمل توجہ حضور کی طرف متوجہ کر دے تو ایک دن اس کے ذہن میں حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت چھپ جاتی ہے اگر تو یہ غور و فکر لیے

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

شخص کی طرف سے ہو جو آپ کی ذات بابرکات سے واقف ہے جیسے صحابی یا وہ علمائے حق جو تحریری حُلیہ مُبارک سے کما حقہٗ با خبر ہیں پھر ان کی اصل مراد بھی یہی امر ہوتا ہے ان کے فکر میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت واقعی اور اعیانی ہی ہو گی۔ صحابی اور علمائے حق کے علاوہ جن لوگوں کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کسی ایسے آدمی کی صورت مستحضر ہوتی ہے جو اپنی صورت و سیرت میں انتہائے کمال پر ہو اور خارج میں وہ صورت فکری صورت سے موافقت اور مطابقت بھی رکھتی ہو تو زیارت رُوحانی کہلائے گی۔ اگر اس کی فکری صورت سے مخالفت ہو گی تو وہ صورت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتی صورت ہو گی رُوحانی نہیں ہو گی۔ اگر کوئی صحابی آں حضرت کے مشاہدہ کے متعلق بتائے یا علمائے حق میں سے کوئی حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر دے تو وہ آپ کی ذات ہی ہوتی ہے روح نہیں ہوتی اور ہر مکر کو مجال نہیں کہ ذاتِ محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کو جان جائے مگر اس شخص کا فکر جو آں حضرت کے تشخص سے اچھی آگاہ اور باخبر ہو۔ تمھاری یہ بات کہ کیا وہ عالم روح سے ہے اگر اس سے تمھاری مراد جلوہ زیبائی ہے تو یہ بھی مسلسل حضوری کی تمنا کرتے رہنے سے ہے اور یہ عالمِ ارواح سے ہے یعنے متفکر رُوحانی کی قوت کے اعتبار سے ہے، اگر اس سے تمھاری مُراد یہ ہے کہ جو صورت ہمارے فکر میں حاضر ہو وہ رُوح مُصطفےٰ ہے تو یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ وہ آپ کی روح نہیں ہو گی۔ اتفاقاً حضور علیہ السلام سے جب متفکر کو ملاقات یا شرف گفتگو حاصل ہو جائے تو پھر یہ امر خالی از دو حال نہ ہو گا، اگر متفکر کی ذات پاکیزہ ہے اور محمد کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اسے مُحبت خالص بھی ہے تو پھر سرکار کی مُبارک رُوح کے اسرار و رموز اور متفکر کی ذات کے درمیان کوئی خلیج باقی نہ رہے گی بلکہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوح اور متفکر کی ذات باہمی دوستی کے مقدس ناطوں میں منسلک ہو جاتے ہیں یہ پاکیزہ مشاہدہ حق صحیح ہوتا ہے اور اگر متفکر کی ذات پاکیزہ نہ ہو تو معاملہ برعکس ہوتا۔ اللہ توفیق بخشنے والا ہے۔

---

[1] کیونکہ تمام ارواح کا مابہ الاشتراک امر ربی ہے (مترجم غفرلہٗ)

[2] کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تماثل ممکن (اَیُّکُم مِثلِی) جہاں تک (انا بشر مثلکم) کا تعلق ہے وہ بلحاظ آدمیت ہے

تو وہ محبوب ہے جس کو بنا کر خود خدا کہہ دے
کہ اب تجھ سا حسین دنیا میں پیدا ہو نہیں سکتا

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

ابن مبارک رحمۃ اللہ نے کہا کہ میں نے ایک دن آپ رضی اللہ عنہُ سے ایسے متقی اور پرہیز گار لوگوں کا ذکر کیا جو اپنی جماعت میں ساتھیوں کے ساتھ ذکر و فکر میں مشغول ہوتے ہیں پھر ان میں سے کسی ایک حالت اور رنگ اور بیٹھنے کا انداز یکایک بدلنے لگتا ہے پھر اسے کہا جاتا ہے کہ آپ یوں کیوں کر رہے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ غور کرو تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اس سے اس کی مُراد یہ ہوتی ہے کہ ان کی اس محفل میں اس وقت حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں تقریباً یہ سب کچھ اس کا آنکھوں دیکھا ہوتا ہے اس بات کے پیشِ نظر میں نے شیخ سے عرض کیا کہ اس شخص کو جو یہ مشاہدہ حاصل ہوا ہے کیا یہ مشاہدہ فتح و کشا دینی روحانیت کھل جانے سے ہے یا مشاہدہ فکر ہے۔ اس کے جواب میں آپ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ یہ مشاہدہ فکر ہے مشاہدہ فتح نہیں ہے۔ اور مشاہدہ فکر اگرچہ مشاہدہ فتح سے کم درجہ کا ہے تاہم یہ بھی ان لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جن کی محبت بے لاگ ایمان خالص اور نسبت صاف ہو آخر کار یہ مشاہدہ فکر بھی اس شخص کا مقدر بنتا ہے۔ جس کا تعلق اور وابستگی حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم سے خصوصی طور ہو جائے درحقیقت کئی لوگوں کو یہی مشاہدہ فکر ہی ہوتا ہے اور وہ اسے مشاہدہ فتح سمجھ لیتے ہیں یہ اس قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ جو خدا آگاہ تو ضرور ہیں لیکن ابھی محرم راز نہیں ہوتے لیکن جب عامۃ المسلمین کا مشاہدہ قیاس کیا جائے تو وہ مذکور لوگوں کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے کیونکہ عام لوگوں کا ایمان ان کے ایمان کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ اللہ سب سے بہتر جانتا ہے۔

ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے بعض مستقل مزاج اور پختہ لوگوں میں سے ایک شخص سے سُنا جو عالم بیداری میں حضور کی زیارت کر لیا کرتا تھا اور اپنے گاؤں (فاس) میں رہ کر مدینہ منورہ کی معطر ہواؤں کو سونگھا کرتا تھا وہ شخص کہتا ہے کہ ہم حج کے لیے چلے جب میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کی زیارت کی مجھ پر کیف وجد طاری ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے مدینہ میں پہنچنے کے بعد عرب میں اپنے گاؤں (فاس) جانا نہیں چاہتا پھر میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف سے سنا کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اگر تم مجھے یہاں مقید سمجھتے ہو تو یہیں رہو اور اگر تم مجھے میری اُمت کے ساتھ سمجھتے خواہ جہاں کہیں بھی ہے تو پھر اپنے اپنے شہروں میں لوٹ جاؤ پھر میں اپنے گاؤں (فاس) آ گیا۔ پھر ابریز

marfat.com
Marfat.com

کے چھٹے باب میں کہا یہاں ہم صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک مختصر دستے کا ذکر کر رہے ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حاضر ہو کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن سے دریافت کرنے لگے اور قیام و صیام کے متعلق دریافت کرنے لگے اہل ایمان کی مائیں ازواج رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب آں حضرت کی عبادت کرنے کا ذکر کیا صحابہ کرام اسے بہت کم جاننے لگے پھر کہنے لگے کہ ہم حضور کی طرح تو نہیں ہو سکتے کیونکہ مقرب بارگاہ حق ہیں اور ان پہلی اور پچھلی خطائیں معاف ہو چکی ہیں۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تمام عمر روزے رکھوں گا اور دوسرے نے کہا کہ میں سویا نہیں کروں گا پوری پوری رات قیام و شب بیداری میں گزاروں گا تیسرا کہنے لگا کہ میں عورتوں سے شب باشی ترک کر دوں گا۔ اتفاق کہ صحابہ وہاں سے چلے گئے ابھی صحابہ کرام کچھ دور نہیں گئے تھے کہ حضور پر نور بھی اپنے دولت سرا میں جلوہ گر ہوئے تو آپ سے ام المومنین جناب حضرت عائشہ نے حال صحابہ سے آں حضرت کو خبر دی اور جو کچھ انہوں نے کہا سب کچھ بتا دیا تو آپ حضور نے انہیں واپس بلا کر فرمایا کہ تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور پرہیزگار ہوں مگر حقوق کا بھی سب سے زیادہ خیال رکھتا ہوں میں نفلی روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی روزے ترک بھی کر دیتا ہوں عبادت و قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے قربت بھی کرتا ہوں اور جو شخص میری سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں ہے اور وہ صحابہ [illegible] روایت سے مذکور ہیں [illegible] علی کرم اللہ وجہہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ [illegible] رضی اللہ عنہ اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تھے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

marfat.com
Marfat.com

اس آیت کا نزول ثابت بن قیس بن شماس سے متعلق ہے کیونکہ وہ کچھ بہرے تھے اور ویسے بھی بلند بانگ شخص تھے اور بات چیت بہت زور لگا کر کرتے تھے تو جب کبھی اسے حضور علیہ السلام سے بات کرنے کا اتفاق ہوتا تو آں حضرت کو اذیت ہوتی اس پر اللہ جل جلالہ نے یہ آیت حضور پر اتار دی تاکہ اسے تلقین آداب ہو اور دوسرے لوگ بھی عبرت سمجھیں۔ اس آیت کے سبب نزول میں ایک اور روایت بھی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کسی معاملہ میں حضور کے پاس بیٹھے جھگڑ رہے تھے تو اس آیت کا نزول ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ حضور کی خدمت میں حاضری کے وقت بہت آہستہ بات کیا کرتے تھے اور کبھی سننے والے کو بات سمجھنے میں وقت پیش آجاتی تھی اور کہا جاتا کہ جب آیت نازل ہوئی تو جناب ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نے قسم کھائی کہ وہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بات نہ کریں گے مگر رازدار کی طرح اور ایک مرید کے لیے یہی مناسب اور بہتر ہے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس یہی صورت اختیار کرے نہ اپنے شیخ کے پاس زیادہ کھلکھلا کر ہنسے اور نہ ہی اونچی آواز سے اظہار مسرت کرے مگر جب شیخ اسے خود خوش کرنا چاہے تو بلند آواز سے اظہار مسرت کر لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مگر پھر بھی حیا منہ کو ڈھک کر تاکہ شیخ کا وقار بحال رہے۔ جب خوشی سے جی بھر جائے زبان پر مہر سکوت لازم ہو جانی چاہیے اس میں شک نہیں کہ جن مریدین کو دیدار شیخ کے بغیر کسی پل چین نہ ہو اور اس امر کی استطاعت بھی نہ رکھتے ہوں تو وہ اپنے شیخ کی حرمت و وقار بحال رکھ کر بھی باطن شیخ سے مل جاتے ہیں، پھر سہروردی نے کہا کہ ابن عطا اللہ کے اس قول لا ترفعوا کے بارے یوں فرماتے ہیں کہ دراصل یہ کلام حکیمانہ طور ڈانٹ پلانے کے مترادف ہے کہ کوئی شخص بھی حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے مزاج نبوت سے ناگوار بات نہ کرے، اور جناب سہل نے یوں کہا ہے کہ آپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طالب علم کی حیثیت سے بڑھ کر بات نہ کرو یعنی خود کو متواضع کر کے مسئلہ دریافت کیا کرو اور جناب ابوبکر بن طاہر فرماتے ہیں کہ کسی ایسی بات کے متعلق مت پوچھو نہ خود بات کرو جو آں حضرت کی شان کے زیبا نہ ہو مثلاً آپ سے شدت کے ساتھ بات نہ کرو اور نہ آپ کا ذاتی نام لے کر پکارو یا محمد یا احمد جس طرح عوامی حلقوں میں تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عظمت و توقیر کے ساتھ کہو یا نبی اللہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

پھر ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں ایک دن باب الحدید کے پاس شیخ کے ساتھ تھا شیخ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ کوئی شخص معرفتِ الٰہی کی خواہش نہ کرے جب تک کہ اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آشنائی نہ ہو اور کوئی شخص معرفت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش نہ کرے جب تک اسے اپنے شیخ کی معرفت نہ ہو اور کوئی شخص معرفت شیخ کی تمنا نہ کرے جب تک کہ وہ لوگوں کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو۔

حضورؐ کا لواء الحمد اور مقام مشائخ

سیدی عبدالعزیز دباغ کے ارشادات میں سے ہے جو انہوں نے ابریز میں مشائخ پر بات کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ جل جلالہ نے مقام رضا کا وارث بنایا ہے بے شک حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ میں قیامت کے دن لواء الحمد ہو گا اور وہ ایک نورِ ایمان ہے۔ اور تمام مخلوق آپ کے پیچھے پیچھے ہو گی۔ اس میں آپ کی امت بھی ہو گی اور دوسرے انبیاء کی امتیں اور تمام انبیاء و مرسلین بھی اور ہر ایک امت اپنے نبی کے جھنڈے تلے ہو گی اور ان کے نبی کا جھنڈا حضور کے لواء الحمد کا طفیلی ہو گا اور سب انبیاء اپنی امتوں سمیت حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مبارک کندھے پر ہوں گے جب کہ آپ کی امت مطہرہ دوسرے کندھے پر ہو گی اس میں انبیاء کے بعد اولیائے کرام بھی ہوں گے اور اولیا انبیائے عظام کے ہم رتبہ ہوں گے اور حضور کے پیچھے جس طرح انبیاء اور ان کے متبعین چل رہے ہوں گے اسی طرح اولیائے کرام بھی چل رہے ہوں گے اور سب کے سب حضور کے فیضِ کمال سے مدد طلب کریں گے۔

اسماء الحسنیٰ اور ان کے معانی و حقائق

سیدی عبدالعزیز کے ابریز میں مذکور ارشاد میں سے ہے میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ اسماء الحسنیٰ باری تعالیٰ کے متعلق کہہ رہے تھے کہ بے شک ان کے رموز و اسرار انبیاء کو مشاہداتی طور حاصل ہوتے ہیں تو جس کو ایک معنی کا مشاہدہ ہو اس کے لیے ایک اسم مقرر کر دیا جاتا ہے۔ پھر انبیاء کو جتنا مشاہدہ ذاتِ حق ہوتا ہے اتنا ہی ان پر اسماء الحسنیٰ کو ظاہر کر دیا جاتا ہے۔

www.muhammadan.net
marfat.com
Marfat.com

پھر اسی اعتبار سے ان کی اپنی ذات ہی سے اسمأ نکلتے رہتے ہیں۔ تمام اسمأ انبیأ کو ایک پیرایہ میں حاصل ہوتے ہیں مثلاً سیدنا ادریس علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جن کے لیے علیم، قوی، عظیم، منان جیسے اسمأ وضع کئے گئے اسی طرح ہر نبی کے لیے کچھ نہ کچھ ان اسمأ میں سے مقرر کیا ہوا ہے لیکن انبیأ نے ان کا استعمال اپنی اپنی زبانوں میں کیا جب کہ قرآن مجید کا طرۂ امتیاز ہے کہ ان تمام اسمأ کو مجموعی شکل میں پیش کیا اور ان اسمأ کو سابقہ انبیا کی زبانوں تک محدود نہ رہنے دیا بلکہ خالص عربی زبان میں پیش کیا آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سب سے پہلا وہ شخص جس کے لیے اسم جلالت وضع کیا گیا وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اسم جلالت کا حصول انہیں اس لیے ہوا کہ جب حق سبحانہ نے ان میں روح پھونکی تو وہ صحیح وسلامت اُٹھے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور دوسرے پاؤں کے گھٹنے سے ٹیک لگائی، اندریں حالت انہیں رب جلیل کا ایک عظیم مشاہدہ ہوا، اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے ان کی زبان کو ایسی گویائی عطا کی کہ جس سے وہ من وعن ان اسرار و رموز کو بیان کرنے لگے جو انہوں نے ذات اقدس کے مشاہدہ سے پائے تھے اللہ نے اپنے علم میں یہ بات منظور کر رکھی تھی کہ ان اسمأ الحسنیٰ کو ناموں کی شکل دے دی جائے اسی لیے انہیں انبیا اور صوفیوں کی زبانوں پر جاری فرما دیا آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر سید کل کائنات حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کو ان اسرار و رموز کے لیے مقرر کر دیا جائے جو آپ کو ان مشاہدوں کے دوران حاصل ہوئے جن کو باقاعدہ ناموں کی شکل نہیں دی جا سکتی اور آپ بیان فرما دیں تو ہر سننے والا سننے کے ساتھ ہی پگھل جائے لیکن حق سبحانہٗ اپنے بندوں پر مہربان ہے اللہ بہتر جانتا ہے، ابن مبارک کہتے ہیں کہ مجھے شیخ رضی اللہ عنہ نے خبردار کرتے ہوئے کہا کہیں تو یہ گمان نہ کرنے لگے کہ اس کلام میں اختلاف عقیدہ لازم آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام اسمأ الحسنیٰ تو قدیم ہیں، ان تمام اسمأ کے قدم سے مُراد قدم معانی ہے قدم نطقی نہیں کیونکہ الفاظ عرض ہوتے ہیں اور عرض حادث ہوتے ہیں خصوصاً جب الفاظ کی ادائیگی آواز کی صورت میں کی جاتی ہے یہ امر بالکل واضح ہے اور اپنے کسی پہلو میں کوئی پیچیدگی نہیں رکھتا اللہ بہتر جانتا ہے۔

اولیأ اللہ پر اسمأ الحسنیٰ کے اثرات

پھر شیخ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ بے شک اولیائے کرام بھی ان اسمأ الحسنیٰ سے سیرابی

marfat.com
Marfat.com

حاصل کرتے ہیں ان میں بعض ولی ایسے ہوتے ہیں جو صرف ایک ہی اسم سے سیرابی حاصل کرتے ہیں پھر اس ایک اسم کا ردِعمل یہ ہوتا ہے کہ وہ ولی ہمیشہ ہنستا رہتا ہے یا روتا رہتا ہے یا اور عادتِ حسنہ کا اظہار اس ولی سے ہوتا رہتا ہے اور بعض دو اسمأ سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ اور بعض دو سے زیادہ اسمأ سے اکتساب فیض کرتے ہیں، ابنِ مُبارک کہتے ہیں میں نے شیخ رضی اللہ عنہُ سے عرض کیا کہ آپ کو کتنے اسمأ سے سیرابی حاصل ہے آپ رضی اللہ عنہُ نے بالکل صحیح فرما دیا کہ مجھے ایک صد ستانوے اسمأ سے مکمل سیرابی حاصل ہے آپ رضی اسمأ سے نہیں. میں نے عرض کیا کہ بالکل یہ اسمأ الحسنیٰ تو صرف ستانوے ہی ہیں تو آپ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا ستانویں کو سو کے عدد سے اگر پورا کر دیا جائے تو اسے شمار نہیں کیا جاتا کیونکہ لوگوں ہیں اس کی تاب نہیں اور وہ اسم (اللہ) ہے جو اپنے ضمن میں بزرگی بلکہ بہت بزرگی رکھتا ہے یہ وہ اسم ہے جس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جو سوال بھی اس کے وسیلہ سے کیا جائے تو سائل کو یقیناً عطاؤں سے نوازا جاتا ہے آخر کار شیخ رضی اللہ عنہُ سے سُنا کہ آپ کے باقی تین اسمأ کی کمی بھی پوری ہو گئی یعنی دوسرا سینکڑہ بھی پورا ہو گیا، اور آپ نے فرمایا کہ یہ سیرابی دو طرح کی ہوتی ہے. ایک سیرابی تو (مقام روح) میں ہوتی ہے اس درجہ کی سیرابی سے تو بعض اولیائے کرام ایک اسم سے فیضیاب ہوتے ہیں اور بعض وہ ہوتے جو سو سے کم اسمأ تک پہنچ جاتے ہیں لیکن پورے سو اسمأ سے سیرابی حاصل کرنا صرف (غوث) کا ہی حصہ ہے۔ اور دوسری سیرابی (مقامِ سر میں ہوتی ہے) اس پر آپ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ اس درجہ کی سیرابی ہیں سید کل کائنات حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام مخلوقات میں کوئی بھی سو تک نہیں پہنچ سکا۔ پھر ابن مُبارک کہتے ہیں کہ میں نے اسما الحسنیٰ پر شیخ رضی اللہ عنہُ کو کہتے سُنا اور وہ لوگ جو ان اسمأ کا ورد وظیفہ کرتے ہیں ان کے متعلق بھی آپ فرما رہے تھے کہ جو عامل بھی ان اسمأ کی اجازت شیخ کامل سے حاصل کر کے پڑھے اسے کچھ نقصان نہیں پہنچتا اور یونہی کسی غیر کامل دعارف شخص کے کہنے پر کسی کامل نے اسمأ کا عمل شروع کیا اسے نقصان ہوگا، میں نے عرض کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو آپ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ اسمأ الحسنیٰ کے لیے من جانب اللہ حق سبحانہٗ کے انوار ہیں سے انوار ہیں پھر جب تو کسی اسم کے ذکر کرنے کا ارادہ کرے اور اس اسم کے ساتھ اس کا نور بھی موجود ہو تو تجھے ضرر کچھ نہ ہوگا۔ اور اگر خدانخواستہ اس اسم کے ساتھ وہ

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

نور نہ ہو جو بندے اور شیطان کے درمیان ایک مضبوط حجاب ہوتا ہے تو اس عامل کی محنت میں شیطنت کارفرما ہو جائے گی اور شیطان اس بندے کے لیے کسی بھی نقصان کا موجب ضرور بنے گا اور دائم حضوری شیخ عارف جب اپنے مُرید کو اسماء الحسنیٰ میں سے کسی اسم کی عطا کر دے تو اسے اسم کے ساتھ وہ نور بھی دیتا ہے جو بندۂ مرید اور شیطان کے درمیان آہنی دیوار کا کام دیتا ہے اور مرید اطمینان سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اور شیطان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ پھر اس اسم کا نتیجہ نیت شیخ پر موقوف ہے اگر شیخ نے طالب کو وہ اسم حصول دنیا کے لیے عطا کیا ہے تو مُرید یقیناً دنیا پالے گا اور اگر معرفت الٰہی کے لیے وہ اسم عطا کیا ہے تو اسے معرفت حق ضرور نصیب ہو گی۔ اگر شیخ خود ہی مستور الحال ہو اور وہ مُرید کو خالی کسی اسم کے ورد کرنے کی اجازت دے دے لیکن دفاع شیطان کی کچھ ہدایت نہ ہو تو مُرید عامل ہلاک ہو جائے گا۔ ہم اللہ سے ہر وقت سلامتی چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں بھی یہ اسماء مذکور ہیں اور قرآن خواں ہمیشہ انہیں پڑھتے بھی رہتے ہیں انھیں تو کچھ ضرر نہیں ہوتا اس کی کیا وجہ ہے باوجودیکہ قرآن خواں نے تو باقاعدہ کسی شیخ سے اجازت بھی نہیں لی ہوئی ہوتی۔ اس پر شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے سردار نبی اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حق نے قرآن دے کر بھیجا ہے اور جس کو بھی آپ حضور کے زمانے سے لے کر قیامت تک قرآن پہنچے گا آپ ہر قرآن خواں کے دوران قرآن خوانی شیخ ہوتے اور امر قرآن خوانوں کے لیے شیطان سے مکمل دفاع کی ضمانت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی طفیل ہمیں بھی اس کا صحیح نفع پہنچائے۔ پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے ہر قرآن خواں کو اس کی قدر کے مطابق قرآن عزیز عطا کیا ہے یعنی جتنی کسی میں قرآن فہمی کی اُمور ظاہر میں تاب و طاقت ہو اور وہ اچھی طرح اسے سمجھ سکیں، اور قرآن ہر خواں کو قرآن مجید جمیع اسرار و رموز اور ہر ایک انوار خصوصاً وہ انوار جو ان اسماء میں مخفی ہیں عطا نہ کیا اور اگر حضور علیہ السلام سب قرآن خوانوں کو قرآن مجید اپنے جمیع انوار و تجلیات سے عطا فرما دیتے تو سب کے سب قطب ہوتے، ضرور کسی نہ کسی سے کوئی غلطی بھی سرزد ہو سکتی تھی اور کبھی نہ کبھی کسی کو ان اسمائے کوئی زحمت ہو سکتی تھی اور یہ امر حضور کی رحمت کو مانع تھا۔

سیدی عبدالعزیز دباغ کے ارشادات میں سے یہ صاحب ابریز کا اپنا قول ہے میں

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

نے آپ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں ہمیشہ اس ولی کے متعلق حیران رہا ہوں جو کہے کہ وہ پوری (کون) یعنی وجودِ ہستی پر حاوی ہے اور اس حیرانی کا اصل سبب یہ ہے کہ (کون[1]) یعنی وجودِ ہستی کا ایک بڑا دروازہ ہے جس سے باقاعدہ داخل ہوا جاتا ہے اور وہ سید کل کائنات ہی کی ذات بابرکات ہے اور ساری مخلوقات میں کوئی مخلوق بھی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کی متحمل نہیں ہو سکتی تو جو شخص دروازے پر ہی ہمت ہار جائے وہ مکان کے اندر داخل ہو کر حاوی کیسے ہو سکتا ہے اگر کوئی چور دروازے سے داخل ہو جائے خواہ شیطان کی مدد سے یا ظلمتِ نفسانی کے سبب سے لیکن ایسی صورت سے ایک معمولی مکان نہیں بھرتا چہ جائیکہ اس کا آنگن یا کوئی دوسرا مقام بھر جائے، اس پر آپ خود ہی فرمانے لگے کہ جاننا چاہیے کہ وجودِ ہستی کے جتنے انوار خواہ عرش سے یا فرش سے آسمانوں سے ہوں یا زمینوں سے جنتوں سے ہوں یا جنتوں کے اُوپر نیچے والے پردوں سے ہوں جب ان سب انوار کو یکجا کر دیا جائے تو حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کا ایک تھوڑا سا حصہ بنتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ مجموعہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اگر عرش پر رکھ دیا جائے تو حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے وہ پگھل جائے گا، اور اگر وہی نور عرش کے اُوپر والے سات پردوں پر رکھا جائے تو وہ تار تار ہو جائیں اور اگر تمام مخلوقات کو اکٹھا کر کے آں حضرت کا وہی نور اس پر رکھا جائے تو کائنات پر سکتہ طاری ہو جائے اور سرے نظامِ کائنات تعطل کا شکار ہو جائے جن کے نور کی یہ شان ہے ان کے سامنے ایسا شخص کیسے ہو سکتا ہے جو وجودِ ہستی کی کائنات کو پر کر دے مثلاً اس کی ذات اس وقت کہاں ہو گی جب مدینہ منورہ پہنچی ہوئی ہو گی اور آپ کی قبر شریف کے قریب ہو گی یا اس کی ذات اس وقت کیسی ہو گی جب برزخ پر چڑھ رہی ہو گی اور اس جگہ سے قریب ہو گی جس میں وہ نورِ عظیم ہے جو روح کے ساتھ قائم ہے یا تو اس کی ذات اس نور کی متحمل ہو گی اور یہ بات مسلّم ہے کہ جملہ مخلوق اس نورِ ازلی سے عاجز ہے۔ یا وہ اس جگہ سے چوک جائے گا پھر وہ (کون) یعنی وجودِ ہستی کو نہ بھر سکے گا، آپ خود اس اشکال کو لازماً جواب دیتے ہیں کہ وہ نورِ عظیم کی جگہ جسے برزخ سے تعبیر کیا گیا ہے وہ ماسمت عرش ہو اور

---

[1] وجود ثبوت کون حدوث فلاسفہ کا معرکۃ الآرا ایک مسئلہ بھی ہے۔ (امیر محمد شاہ غفرلہٗ)

www.muhammadian.net

marfat.com
Marfat.com

اور ہوسکتا ہے کہ کون سے مُراد زمین و آسمان کے مابین کا حصہ ہو اور برزخ کی جگہ جہاں نورِ عظیم موجود ہے اس کے علاوہ ہو، میں کہتا ہوں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو ولی کون کو بھرتا ہے وہ اس نور کی حیثیت سے بھرتا ہو جس کو حضور کے نور سے سیرابی ہو اور بذاتِ خود نہ بھرتا ہو اور ولی کی مثال سورج کی سی ہے جو زمین و آسمان کو چمکا دیتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ اس ولی کی مُراد کون پُر کرنے اپنی ذات نہیں بلکہ نورِ مصطفےٰ ہے لیکن اس ولی کا نور نورِ محمدی کے سامنے نصف النہار سورج کے سامنے چراغ کی مانند ہوتا ہے اور کہنا بالکل درست نہیں ہے کہ چراغ کی روشنی سے سورج بے نور ہو جائے گا اور سورج کا نور بھی تو حضور کے مقدس نور سے ایک کرن ہے تو وہ اکوان کو پر کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوگا، آپ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ (اکوان) پر کرنے سے مراد یہ نہیں کہ نور مکرم اس ولی کی وجہ سے کہیں غائب ہو جاتا ہے یا ماند پڑ جاتا ہے اور کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آفتاب کا نور مومنین کی رُوحوں کے نور سے ہے اور ان کی ارواح کے نور حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہیں، اس اُلجھن کا اصل سبب یہ ہے کہ جس طرح ہم سے اولیائے کرام کا نور در پردہ رہ جاتا ہے اسی طرح نور مکرم محمدؐ سے بھی حجاب میں رہ جاتے ہیں اگر پردہ اُٹھ جائے تو بلا مبالغہ ہر قسم کے انوار نورِ محترم کے مقابلہ میں اس طرح نصف النہار کے آفتاب کے ساتھ ٹمٹماتے چراغ رکھے ہوئے ہوں اور آسمانی سورج اور چاند ستارے بھی اسی طرح معلوم ہونے لگیں۔

سیّد عالم کا علم اور علم جبریل

سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ عنہُ نے صاحب احیا کے کلام کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

جب اس نے یہ کہا کہ سید الاولین کے علم سے جناب جبریل کا علم زیادہ ہے آپ نے فرمایا۔ کہ جبریل علیہ السلام اگر کروڑوں سال بلکہ لامحدود عمر پائیں پھر بھی اللہ اور رسول کے علم و معرفت کی ¼ چوتھائی تک بھی نہیں پہنچ سکتے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کا علم حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہو جائے کہ جب کہ جبریل اور عام ملائکہ حضور کے نور کی ایک کرن سے پیدا ہوئے ہیں اور تمام مخلوقات اور سب فرشتے آپ کے طفیل حصولِ علم و معرفت کرتے ہیں اور محبوبِ خدا

www.muhammadan.net

marfat.com
Marfat.com

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار سے وہاں علم ومعرفت حاصل کیا جہاں نہ جبریل جا سکتا ہے نہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے اور جب حضور علیہ السلام اپنے ربّ کے ہاں سے علم ومعرفت کا حصول مکمل کر چکے تھے اس سے طویل مدّت کے بعد اللہ نے حضور کے نُور سے جناب جبریل اور دیگر فرشتوں کو ابھی پیدا فرمانے کا ارادہ کیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود جناب جبریل اور تمام فرشتے اور صاحب کشف واہل معرفت اولیائے کرام بلکہ جن بھی اس مسئلہ سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ جناب جبریل کو علم ومعرفت کے جتنے مقامات حاصل ہوئے ہیں یہ سب حضور کی فیض صحبت کی برکت تھی اگر جبریل علیہ السلام حضور کی نیاز حاصل کرنے سے بے بہرہ رہتے اور جہد مسلسل اور اپنی ذاتی محنت پر عمر صرف کر دیتے پھر بھی انہیں علم ومعرفت کا ایک مقام بھی حاصل نہ ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو مفاد بھی جناب جبریل کو حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے وہ خود جبریل بھی جانتے ہیں اور یہ امر اہل معرفت پر بھی مخفی نہیں۔

جبرائیل کو خدمت مصطفےٰ کے لیے پیدا کیا گیا ہے

حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اللہ جل شانہٗ کا مخفی راز ہے جس کے لیے مولائے ذوالجلال نے حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ کی ذات کے حفاظتی دستے میں شامل کر دیا تاکہ وہ دوسرے ملائکہ کے ساتھ تھا آپ کی نگرانی پر لگا رہے پھر جبریل تمام کائنات کے مشاہدہ سے بھی قاصر تھا آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت اور وسیلہ سے جبریل علیہ السلام کو تمام کائنات کا مشاہدہ ہوا کیونکہ تمام مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات سے مدد طلب کرتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات بھی باقی اولادِ آدم علیہ السلام کی طرح بشریت سے آراستہ کر کے پیدا کیا گیا کیونکہ اولادِ آدم اپنے جیسی شکل وصورت والے پر ہی کچھ میلان کر سکتی تھی۔ اور اس کے علاوہ ان کو کوئی رغبت نہ ہو سکتی تھی اگر حضور ملکی اوصاف سے ظاہر ہوتے تو شیخ فرماتے ہیں کہ یقیناً ابنائے آدم ملائکہ کی صورت سے دہشت زدہ ہو کر گھبرا جائے کیونکہ ان کی صورتیں ایسی ہیں کہ بہت سے سر منہ اور ہاتھ پاؤں رکھتے ہیں اور ایک ایک کا وجود مشرق ومغرب کو پُر کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

حضرت جبریل علیہ السلام کو مخلوق کی رُشد و ہدایت کی بجائے سرکار کی غلامی کا شرف عنایت کر دیا گیا
شیخ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ اس سربستہ راز کو اہلِ کشف کے سوا کوئی نہیں جانتا، سید جبریل علیہ
السلام صرف آپ کی ذات بشریہ کے لیے حفاظتی کام سرانجام دیتے اور یہ کام بھی صرف اس مثالی
دنیا تک ہے جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح کا تعلق ہے اس سے کائنات کی ہر چیز چمک
رہی ہے اور آپ کی رُوح مقدس ہر ایک چیز سے باخبر اور آگاہ ہے، ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے
عرض کیا کہ کیا آپ کی رُوح ہی آپ کی ذات کے لیے حفاظتی کا کام سرانجام نہ دے سکتی تھی تو آپ
رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آپ کی رُوح سے الگ مشاہدہ نہیں کی جا سکتی
اور ذات کبریا کی واحدنیت ایک ایسا امر ہے کہ اس پر دوام اور ہمیشگی کی قدرت وہمت اس کو زیبا
ہے جو شخص اس کو قریب جانے اور اس کی ہمسائیگی پسند کرے تو ایک نہ ایک دن اس کا میلان طبعی
مکمل اسی طرف ہو جاتا ہے۔

مُصطفےٰ سدرہ سے آگے اور جبریل وہیں رہ گئے

شیخ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ آپ کی ذات کے لیے جبریل کی حفاظتی خدمات بھی اس حد
تک ہیں جو اس کی تاب وطاقت میں ہے اور سدرۃ المنتہیٰ کے نیچے جو کچھ وہ جانتا اور پہچانتا ہے۔
اور جو کچھ سدرۃ المنتہیٰ سے اُوپر ہے یعنی ستر پردے اور وہ ملائکہ جو ان پردوں میں رہتے ہیں وہاں
پر جبریل کی رسائی ممکن نہیں اور اس مقام پر جبریل علیہ السلام کو مشاہدہ کی مطلق طاقت نہیں ہے۔
کیونکہ وہاں کے انوار تجلیات بھاری ہیں، اسی لیے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حجابات
کو تنہا طے کیا اور آپ کے ساتھ جبریل علیہ السلام نہ جا سکے حالانکہ حضور نے جبریل علیہ السلام کو اپنے
ساتھ چلنے کو کہا تو جبریل نے صاف صاف اقرار کر لیا کہ مجھ میں اوپر جانے کی ہمت نہیں ہے اور
اس سے آگے جانا صرف آپ کا ہی کام ہے کیونکہ قادرِ مطلق نے آپ کو اس کی طاقت بخشی ہے، پھر
میں نے آپ رضی اللہ عنہٗ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امورِ وحی پر بات چیت کی اور ذاتِ حق کی
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا سے ملاقات

marfat.com
Marfat.com

بواسطہ جبریل علیہ السلام ہوئی جس طرح بہت سی قرآنی آیتوں میں مذکور ہے یا نہیں، تو آپ رضی اللہ عنہُ نے جواب دیا کہ عقلیں اس تقریر کی متحمل نہیں ہیں اور اس پر تحریر بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

صلاتِ مشیشیہ

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ کے ارشادات میں ہے جو انھوں نے قطب کامل وارث واصلُ موصل مولانا عبدالسلام بن مشیش رضی اللہ عنہُ کی صلاتِ مشیشیہ کی شرح میں فرمایا اور وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَنْ مِنْہُ انْشَقَّتِ
الْاَسْرَارُ وَانْفَلَقَتِ الْاَنْوَارُ
وَفِیْہِ ارْتَقَتِ الْحَقَائِقُ وَتَنَزَّلَتْ
عُلُوْمُ اٰدَمَ فَاَعْجَزَ الْخَلَائِقَ
وَلَہٗ تَضَاءَلَتِ الْفُهُوْمُ فَلَمْ
یُدْرِکْہُ مِنَّا سَابِقٌ وَّلَا لَاحِقٌ
فَرِیَاضُ الْمَلَکُوْتِ بِزَهْرِ جَمَالِہٖ
مُوْنِقَةٌ وَحِیَاضُ الْجَبَرُوْتِ
بِفَیْضِ اَنْوَارِہٖ مُتَدَفِّقَةٌ
وَلَا شَیْءَ اِلَّا وَهُوَ بِہٖ مَنُوْطٌ
اِذْ لَوْلَا الْوَاسِطَةُ لَذَهَبَ
کَمَا قِیْلَ الْمَوْسُوْطُ صَلٰوۃً
تَلِیْقُ بِکَ مِنْکَ اِلَیْہِ کَمَا
هُوَ اَهْلُہٗ۔

ترجمہ: یا اللہ اس کامل ترین شخصیت پر رحمت کاملہ نازل فرما جس کی بدولت مخفی راز کھلتے ہیں اور انوار و تجلیات بکھرتے ہیں جن سے حقائق بلند ہوتے ہیں اور آدمیت پر ایسے علوم و فنون نازل ہوتے ہیں جو مخلوق کو حیران کر دیتے ہیں اور ان کے سامنے ذہن کند ہو جاتے ہیں۔ ہم میں سے پہلے اور بعد میں آنے والے اسے نہیں پا سکتے اور ملکوتی دنیا کے باغات ان کے حسن و جمال کی وجہ سے پرکیف منظر پیش کر رہے ہیں اور عالم جبروت کے حوض آپ کے فیضان نور سے پرجوش ہیں اور کائنات کی ہر چیز انہی کے دامن رحمت سے لپٹی ہوئی ہے اگر آپ کا مبارک واسطہ نہ ہو تو پوری کائنات کا چراغ گل ہو جائے جس طرح کہا گیا ہے کہ آپ کی طرف صلوٰۃ کا ہدیہ بھیجا جاتا ہے اور یہی ایک کامیاب وسیلہ ہے

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

اور آپ اس کے لائق ہیں۔

یہ الفاظ بھی ہیں :-

اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ سِرُّکَ الْجَامِعُ الدَّالُّ عَلَیْکَ وَحِجَابُکَ الْاَعْظَمُ الْقَائِمُ لَکَ بَیْنَ یَدَیْکَ ۔

ترجمہ: یاالٰہی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جو تیری ذات کا ایک مخفی اور جامع الصفات راز ہیں جو تیری ذات اور تیرے حجاب پر رہنمائی فرماتے ہیں۔

یہ الفاظ بھی ہیں :-

اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْنِیْ بِنَسَبِہٖ وَحَقِّقْنِیْ بِحَسَبِہٖ وَعَرِّفْنِیْ اِیَّاہُ مَعْرِفَۃً اَسْلَمُ بِھَا مِنْ مَّوَارِدِ الْجَھْلِ وَاَکْرَعُ بِھَا مِنْ مَّوَارِدِ الْفَضْلِ وَاحْمِلْنِیْ عَلٰی سَبِیْلِہٖ اِلٰی حَضْرَتِکَ حَمْلًا مَّحْفُوْفًا بِنُصْرَتِکَ وَاقْذِفْ بِیْ عَلَی الْبَاطِلِ فَاَدْمَغُہٗ وَزُجَّ بِیْ فِیْ بِحَارِ الْاَحَدِیَّۃِ وَانْشُلْنِیْ مِنْ اَوْحَالِ التَّوْحِیْدِ وَاَغْرِقْنِیْ فِیْ عَیْنِ بَحْرِ الْوَحْدَۃِ حَتّٰی لَا اَرٰی وَلَا اَسْمَعُ وَلَا اَجِدُ وَلَا اُحِسُّ اِلَّا بِھَا وَاجْعَلِ

ترجمہ: بار الٰہ مجھے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے حسب ونسب کا حقیقی واقف کر دے اور بالخصوص مجھے آپ سرکار کی پہچان کرا دے تاکہ میں آپ کی معرفت جہالت کی اندھی غاروں میں واقع ہونے سے بچ جاؤں اور آپ کی وساطت سے فضیلت اور بزرگی کی چوٹیوں پر چڑھ جاؤں اور مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی پر چلنے کی استعداد عطا فرما دے اور ایسی استعداد عطا فرما کہ اس میں تیری تائید بھی شامل ہو اور مجھے باطل کے سامنے لا تو میں اسے روند ڈالوں اور مجھے توحید کے سمندر میں تیراک بنا دے اور مجھ سے حصول توحید میں مانع آلائشوں کو دور رکھ اور وحدت کے سمندر کے درمیان ڈبو دے تاکہ میں اس کی مدد کے بغیر نہ دیکھ سکوں نہ

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

الحجاب الاعظم حياة
روحي وروحه سر
حقيقتي وحقيقته
جامع عوالمي بتحقيق
الاول يا اول يا آخر
يا ظاهر يا باطن اسمع
ندائي بما سمعت به
نداء عبدك ذكريا
وانصرني بك لك و
اجمع بيني وبينك و
حل بيني بين غيرك
الله الله الله الذي
فرض عليك القرآن
لرادك الى معاد
ربنا آتنا من لدنك
وهيئ لنا من امرنا
رشدا ۔

سُن سکوں اور نہ کچھ پا سکوں اور نہ ہی محسوس
کر سکوں اور میری رُوحانی دُنیا کے لیے اپنے
حجابِ اعظم کو تریاقِ حیات بنا دے اور آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوح میری حقیقت کا
اصل راز ہے اور پہلی تحقیق میں آپ صلے اللہ
علیہ وسلم کی حقیقت میری ہر دنیا کو محیط ہے
اے اوّل و آخر اے ظاہر و باطن میری پکار
اسی طرح سُن لے جس طرح تُو نے اپنے بندۂ
خاص حضرت ذکریا علیہ السلام کی پکار سُنی
اور تیری ذات کی معرفت تو خود ہی میری
مدد فرما یا اللہ تو میرے اور اپنے درمیان
وصال فرما دے میرے اور تیری ذات کے غیر
پردہ ڈال دے اللہ کی وہ ذات ہے جس
نے اے نبی قرآن آپ کے سپرد کیا جو تجھے تیرے
اصل ٹھکانہ کی طرف لے جانے والا ہے۔
یا اللہ ہمیں اپنا قرب نصیب فرما یا الٰہی
ہمیں اس قابل کر دے کہ تمہارے سب کام
خوش اسلوبی سے انجام پائیں۔

ذکرِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کائنات وجود میں آئی ۔

ابن مبارک رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ کو اللّٰھُمَّ صلی علی ... انشق

marfat.com
Marfat.com

الاسرا اسا کی شرح میں سیدی محمد بن عبدالکریم بصری رضی اللہ عنہ سے حکایت کرتے ہوئے سنا،
اس میں کوئی شک نہیں کہ جب مولائے ذوالجلال نے زمین کی تمام برکات کو نکالنے کا ارادہ کیا اور اس
کے دفینوں کو برآمد کرنا چاہا مثلاً چشمے کنویں اور نہریں درخت پھل اور پھول کلیاں تو دولاکھ دس
ہزار فرشتے بھیجے انہوں نے زمین پر اتر کر پوری پوری گردش کی پھر وہ ستر ستر ہزار کی تعداد میں بٹ
گئے یعنی ان کی تین جماعتیں بن گئیں ایک جماعت کو حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم عالی جس کی
شرح وتنزلت علوم آدم میں عنقریب آئے گی ذکر کرنے لگی اور دوسری جماعت نے آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے قرب خداوندی کا ذکر چھیڑا اور آپ کے بلند مقامات پر گفتگو کرنے لگے اور
تیسری جماعت نورِ مجسم حضرت رسول برحق پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگی اندریں حال حضور کا مبارک
نوران ملائکہ کے ساتھ ہو گیا تو آپ کے اسم گرامی کی برکت سے کائنات وجود میں آگئی اور اس وقت
آپ کی ذات کو کائنات اور مشاہدہ کائنات کی حضوری قرب خداوندی سے تھی، شیخ رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ جب ملائکہ نے آپ کا ذکر خیر زمین پر کیا تو وہ حرکت سے سکون میں آگئی اور آسمان پر
ذکر مصطفےٰ کیا تو وہ طنابوں اور ستونوں کے بغیر تن گیا اور اولاد آدم کے جوڑوں اور جسمانی ساخت
پر ذکر رسول کیا تو بحکم الٰہی اولادِ آدم صحیح الجسامت ہونے لگی اور آدم کی آنکھوں کے درمیان جب ذکر
نبی ہوا تو وہ کھل کر چمکنے لگیں۔ انشقت الاسرا اسا کا یہی معنےٰ ہے میں نے عرض کیا کہ دلائل
الخیرات میں بھی یہی مذکور ہے، یعنی اس اسم پاک کو میں نے رات پر رکھا تو اس میں اندھیرا چھاگیا
اور دن پر رکھا تو روشن ہو گیا آسمانوں پر رکھا تو وہ مستقل ہو گئے اور زمین پر رکھا تو وہ ساکن
ہو گئی، پہاڑوں پر رکھا تو گڑ گئے۔ دریاؤں پر رکھا تو وہ جاری ہو گئے اور چشموں پر رکھا تو اُبلنے
لگے اور بادلوں پر رکھا تو وہ مینہ برسانے لگے شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں یہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ

لہ اس میں جدید سائنس کی تردید ہے، سائنسدانوں کے نزدیک زمین متحرک ہے ترمذی شریف کی حدیث
کی حدیث سے بھی ثابت ہے باب الصدقات میں ہے زمین کے دامن میں پہاڑ گاڑ دیئے تو وہ ساکن ہو گئی۔
(مترجم)

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

وسلم کا ہی اسم گرامی تھا جس کی برکات سے کائنات وجود میں آئی اللہ سب سے بہتر جانتا ہے۔
سیدی احمد بن عبد اللہ الغوث رضی اللہ عنہ کا کلام پہلے ذکر کیا جا چکا ہے جو انھوں نے اپنے ایک مرید سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اے بیٹا اگر ہمارے سرکار نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور نہ ہوتا تو زمین پر قدرت کا کوئی راز آشکارا نہ ہوتا یہ کلام آخر تک کی گئی، ابن مبارک نے کہا کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ کو انشقت الاسرار پر ایک درس تقریر کرتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا۔ کہ اگر رسول مقبول کی ذات نہ ہوتی تو جنتی اور دوزخی لوگوں کا امتیاز باقی نہ رہتا۔ اور سب کے سب جنت و دوزخ میں ایک ہی درجہ پر ہوتے یہ اس لیے کہ جب ذات حق نے نور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا تو اس کے علم اول میں یہ منظور ہوا کہ جنت و دوزخ میں لوگوں کے درمیان درجہ بندی کی جائے، کیونکہ کچھ لوگ آپ کے نور کو قبول کریں گے اور کچھ نظر انداز کریں گے، پھر جب اللہ نے اس نور کو پیدا کر دیا تو ان پر یہ ظاہر ہوا کہ وہاں جا کر ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو عجز اور خشوع کا اتنا درجہ پائیں گے۔ اور معرفت سے اتنا درجہ پائیں گے اور خوف خداوندی کا اتنا درجہ حاصل کریں گے ایسا ایسا رنگ اور ایسی ایسی قسم پائیں گے اور کوئی دوسرا ایک دوسری قسم سے سیراب ہوگا ان کے ظاہر ہونے سے پہلے پہل اور دوسرے لوگ ابھی عرصۂ عدم میں ہی ہوں گے، شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا درجات و مراتب کا فرق و امتیاز ہی انشقاق الاسرار کا معنے ہے۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ کو انشقاق الاسرار کی اور تشریح کرتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ بے شک انبیا و اولیا وغیرہم کے اسرار و رموز مجموعی طور پر ہمارے سرکار نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سر مخفی سے حاصل کردہ ہیں کیونکہ آپ کی ذات کے دو راز ہیں ایک سر تو مشاہداتی ہے جو اللہ کی عطا ہے اور دوسرا راز اسی سر مشاہدہ سے حاصل شدہ ہے اور یہ سر کسبی ہے، سر مشاہدہ کو ہم اس کپڑے کی طرح فرض کرتے ہیں جس میں کاریگر نے کوئی فنی دقیقہ چھوڑ دیا ہو، اور صاحب مشاہدہ کو ہم کپڑے کی صنعت محقق تصور کریں جب وہ کپڑے کی بُنتی میں ریشمی دھاگہ ملاحظہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ صنعت ریشم میں اس کی مدد فرمائے گا اور صنعت ریشمیں کے تمام احوال و امور سے واقف ہو جائے گا۔ مثلاً اگر وہ بُنتی پر غور کرے گا تو اللہ تعالیٰ بُنتی کے تمام انواع و اقسام پر اس کی مدد فرما دیتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اور ان اوزاروں اور آلات سے بھی واقف کر دیتا ہے جن پر صنعت پارچہ جات موقوف ہوتی ہے۔ اس طرح وہ ہر فن مولا بن جاتا ہے اور وہ ایسے فنون جان جاتا ہے جن کو ہم پہچانتے ہیں یا نہیں۔ نہ پہچانتے، اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ بھی تمام معارف کو شامل تھا جو مشیتِ ازلی میں مقرر کئے جا چکے تھے، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے عرض کیا کہ کپڑے مذکور اور سرکار کے مشاہدہ کے درمیان وجہ تشبیہ، اُمور مختلفہ میں، کپڑے مذکور میں تو مختلف کاریگری، اور مختلف اوزاروں کا فرق ہوتا ہے اور مشاہدہ آں حضرت میں اسمأ الحسنیٰ سے امتیاز ہوتا ہے جن میں اسرار و انوار ظاہر ہوتے رہتے ہیں، اور ایک دوسری وجہ بھی ہے کہ جس طرح کپڑے مذکور میں پارچہ بافی کے مختلف طریقے سب کے سب پائے جاتے ہیں اسی طرح اسمأ الحسنیٰ کے سب انوار و تجلیات مشاہدہ رسول کریم میں کار فرما ہوتے ہیں، ایک تیسری وجہ بھی ہے کہ جس طرح یہ صنعتیں اپنی پہچان میں مختلف ہیں لیکن ضرورت کے پیشِ نظر ان کی ایجاد وجود میں آتی ہے تو ان کا استعمال ہونے لگتا ہے اسی طرح اسمأ الحسنیٰ اپنے انوار کی سیرابی کے بعد اس دنیا میں استعمال ہوتے ہیں۔ تو وجہ تشبیہ ان تین چیزوں کے مجموعہ سے مرکب ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کی تکمیل میں امور کا مختلف ہونا اور استعمال ہونے کی نسبت بھی اشیأ کی طرف ہو، اللہ سب سے بہتر جانتا ہے۔

پھر شیخ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اس مشاہدہ کے تمام لوازمات کو شامل ہوتی ہے اور اس مشاہدہ کے تمام اسرار پر اسے اللہ کی تائید حاصل ہوتی ہے مثلاً خلق پر رحم کرنا ان سے محبت کرنا اور انہیں معاف کرنا اور ان سے درگزر کرنا طبعاً خلاف ورزی کی صورت میں برداشت کرنا اور ان کے لیے دعائے خیر کرنا تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی توفیق ہو۔ شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی مختار حبیب کردگار نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہُ کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے اور لوگ آج تک اس دعا کی قدر و قیمت نہیں پہچانتے، ابن مبارک رحمۃ اللہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ جب ہم مشاہدہ کو تمام اسمأ الحسنیٰ پر مشتمل تصور کر لیں اور صاحب مشاہدہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو سابق اور مذکور کپڑے کا محقق فرض کر لیں تو یہ امر قطعی اور یقینی ہو گا حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسمأ الحسنیٰ کے تمام انوار سے مکمل سیراب ہوں اور اسمأ الحسنیٰ کے تمام اسرار و رموز سے کلیتاً اللہ کی تمہید سے واقف ہوں، اس

marfat.com
Marfat.com

صورت میں حضور پرُ نور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات نورِ صبر تو رحمت نورِ حلم یعنی دبرداشت) نور عفو یعنی درگذر کرنا نور مغفرت یعنی خطا کاروں کو معاف کر دینا، نورِ علم اور قدرت کا نور، سُننے کا نور دیکھنے کا نور اور گفتگو کرنے کا نور، اسی طرح تمام اسمأ الحسنیٰ کا نور آں حضرت کی ذات میں علیٰ وجہ الکمال یقیناً تسلیم کئے جائیں گے۔ پھر شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم حضور علیہ السلام کے علاوہ مثلاً فرشتے اور انبیأ اور اولیأ کی طرف دیکھتے ہیں تو ہم انہیں حضور علیہ السلام سے بعض صورتوں میں مختلف پاتے ہیں باوجودیکہ ان انبیأ کی سیرابی اور وصل حضور کی بدولت ہے اور ان انبیأ کی ذوات میں جو اسرار پنہاں ہیں وہ بھی ذات سے ہی برآمد شدہ ہیں یہاں تک کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے بھی سُنا کہ اگر ذاتِ حضور صلے اللہ علیہ وسلم میں وہ خون اور گوشت اور وریدیں رگیں نہ ہوتیں تو حقائق امور کی معرفت میں رکاوٹ ہوتی ہیں تو انبیا علیہم السلام بات بھی نہ کر پاتے، مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق امر سے بات کرتے، جب انہیں خبر ہوئی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو چکے ہیں تو ان انبیأ کا کوئی اشارہ اور دلالت ایسی نہ ہوتی جس میں سرکار حضور پرُ نور مُراد نہ لیے جاتے یہاں تک کہ وہ انبیأ اور متبعین کو صاف صاف بتلا دیتے کہ وہ حضور علیہ السلام کے فیضان اور مدد سے فیض یافتہ ہیں اور درحقیقت وہ خود مستقل نبی نہیں ہیں بلکہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور وہ سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے حکم میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے باپ کے حکم میں ہیں اگرچہ آپ خارج میں بھی ہوتے تو سب مخلوق کا تعلق آپ سے بھی ہوتا اور سب مخلوق اس دعویٰ میں بھی متحد ہوتی، سابقہ اُمتیں اپنی اس دنیا سے علیحدگی اور موت کے باوجود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درجہ یقین سے جانتی ہیں اور آخرت میں آپ کا مقام ان پر روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا، سابقہ اُمتوں کا آخرت میں یہ عالم ہوگا۔ کہ انھیں بچھڑ دھکڑ ہوگی ان کے اور جنت کے درمیان کچھ فاصلہ ہوگا اور انہیں آواز آئے گی کہ میں تمہیں نہیں پہچانتا کہ تم نورِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہو اور فاصلہ اور بڑھ جائے گا اگرچہ وہ لوگ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے ہوں گے اس بیقراری اور عدم اطمینان کے عالم میں سب کے سب اپنے انبیائے کرام سے مدد طلب کریں گے اور ان کے انبیأ محبوب خُدا حضرت محمد مصطفےٰ سے مدد طلب کر رہے ہوں گے درحقیقت سب کو آپ ہی کی مدد پہنچے گی، شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر

marfat.com

Marfat.com

خون اور وہ کچھ جو مشیئت ایزدی میں عالم ازل کے اندر تھا نہ ہوتا تو یہ سب کچھ اس عالم مثال میں ہی واقع ہو جاتا، پھر میں نے عرض کیا کہ دموی کیفیت کو معرفت حق کے لیے رکاوٹ کیوں بتایا گیا ہے۔ شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیفیت ذات کو اپنے اصل مٹیالے پن کی طرف کھینچتی ہے اور اس سے ذات کا میلانِ طبع امور فانیہ کی طرف ہو جاتا ہے مثلاً تعمیر کرنا، درخت لگانا، اور مال جمع کرنا وغیرہ اس دموی کیفیت سے ان فانی چیزوں کی طرف ہر آن توجہ ہو جاتی ہے اور یہی معرفت حق سے حجاب اور غفلت کا اصل سبب ہے اور اگر یہ دموی کیفیت نہ ہوتی تو ذات کو ان فانی امور کی طرف مطلق توجہ نہ رہتی، ابن مبارک کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ حجابیت کے بھی کئی درجے ہیں عوام کے لیے سخت رکاوٹ۔ (نمبر ۲) خواص کے لیے کمزور درجہ کی رکاوٹ۔ (۳) اور دیگر انبیاءؑ کے لیے یہ رکاوٹ نہ ہونے کے برابر۔ (۴) سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ رکاوٹ سرے سے ہے ہی نہیں، میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ سیدی عبد السلام بن مشیش کے قول انفلقت الانوار کی شرح میں فرمانے لگے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہمارے سردار حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا پھر اس نور سے قلم اور ستر پردے اور وہ ملائکہ پیدا کیے جنہوں نے ان پردوں پر رہائش پذیر ہونا تھا پھر لوح کو پیدا کیا پھر لوح کی تکمیل اور اس پر حکم جاری کرنے سے پہلے عرش اور روحوں جنت اور برزخ کو پیدا کیا، بہر حال حق تعالیٰ جل شانہٗ نے عرش کو نور سے پیدا کیا اور یہ نور نورِ مکرم سے پیدا کیا اور نورِ مکرم ہمارے پیارے نبی آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ کا نور ہے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے عرش کی ایک بڑا یاقوت بنایا جس کے مقامِ عظمت اندازہ اور قیاس سے باہر ہے اور اس یاقوت کے عین درمیان میں ایک جوہر پیدا کیا تو دونوں کے باہمی ربط سے ایک سفیدی ظاہر ہوئی جو مثالی یاقوت میں چمکتی ہے اور ایک زردی ظاہر ہوئی جو جواہر کو ابدار کئے ہوئے ہے پھر اللہ جل شانہٗ نے اس جوہر کو پھیلا کر نورِ مصطفےٰ سے سیراب کر دیا پھر وہ یاقوت پھٹ کر جوہر کو سیراب کرنے لگا اور جوہر کو یہ سیرابی یاقوت سے سات مرتبہ ہوئی پھر وہ جوہر بحکم الٰہی بہنے لگا اور پانی کی شکل اختیار کر کے یاقوت کی نچلی طرف اتر آیا اور نچلی طرف ہی عرش ہے پھر بے شک وہ نورِ محترم جس سے عرش سینچا گیا تھا ایسا جوہر بنا جو جمے ہوئے پانی کی مانند تھا اس کے نچلے اور شفاف حصہ سے آٹھ فرشتے

marfat.com

Marfat.com

عرش اٹھانے والے پیدا کیے اور ثقیل اور بھاری حصہ سے ہوا پیدا کر کے اس میں ایک بڑی طاقت پیدا کر دی اور اسے حکم دیا کہ پانی کے نیچے اتر جائے تو اس نے پانی کے نیچے رہ کر پانی کا بوجھ اُٹھا لیا پھر وہ اسی خدمت پر مامور ہوئی، پھر ٹھنڈک پانی میں مضبوط ہونے اور جمنے لگی تو پانی نے ارادہ کیا کہ وہ اپنی اصل پر آئے ہوا نے پانی کا ساتھ دیا اور دراڑیں پانی پر ٹھنڈک جمنے سے واقع ہوئی ہوا انہیں پُر کرنے لگی جب دراڑیں پُر ہو چکی تو ان کے اندر تعفن پیدا ہونے لگا۔ بھاری اور غلیظ بُو پیدا ہو گئی۔ جس سے دراڑیں اندر ہی اندر مزید بڑھنے لگیں اور اس قدر وسیع ہوئیں کہ سات طرفوں کا محاصرہ کر لیا پھر ان سے اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کر دیں ور زمینوں کے اندر پانی اور دریا پیدا کر دیئے پھر پانی کے اُوپر جھاگ کی تہیں بیٹھنے لگیں تو اللہ جل شانہٗ نے اس سے سات آسمان بنا دیئے پھر ہوا حسبِ معمول مسلسل خدمت سرانجام دیتی رہی پھر پانی اور تیز ہوا کی آمیزش سے آگ بن گئی تیز ہوا کے جھونکوں سے آگ پھیلنے لگی اسی دن سے ملائکہ نے اسے پکڑ کر جہنم میں دبا دیا اور یہی اصل جہنم ہے، پھر وہ دراڑیں جن سے زمینیں بنی تھیں ان کو ان کی حالت پر رہنے دیا اور وہ جھاگ جس سے آسمان بنائے گئے ان کو بھی ان کے حال پر رہنے دیا اور وہ آگ جو ہوا میں پھیل رہی تھی اسے دوسری جگہ منتقل کر دیا اگر اسے پہلی جگہ رہنے دیا جاتا تو وہ دراڑوں اور جھاگ کو کھا جاتی جن سے ارضی و سماوی نظام وابستہ تھا۔ بلکہ اس آگ نے سارا پانی بھی پی لیا ہوتا۔

پھر اللہ جل شانہٗ نے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے نُور سے زمینوں پر عبادت کرنے والے فرشتے پیدا کئے اور آپ کے ہی نورُ سے آسمانوں کے فرشتے پیدا کئے کہ وہ آسمانوں پر عبادت کریں۔ پھر حُور عیں اور جنّت کی بعض جگہوں کے سوا جنّت کو ایک نوُر سے پیدا کیا اور اس نوُر کو نورِ مُصطفےٰ سے پیدا کیا اور برزخ کا آدھا حصہ جو اعلیٰ تھا وہ بھی نوُرِ محبُوبِ خدُا سے ہی پیدا ہوا، حاصل کلام یہ ہے کہ لوح و قلم اور برزخ کا نصف حصہ اور ستر پردے اور ان کے تمام فرشتے اور زمین و آسمان کے فرشتے بلا واسطہ حضورؐ کے نوُر سے پیدا ہوئے، عرش اور پانی جنّت اور حُوریں اس نوُر کے واسطہ سے بنی جو نوُر نوُرِ مُصطفےٰ برآمد ہوا پھر اس ترکیب تخلیق کے بعد تمام مخلوق نے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے نوُر سے سیرابی حاصل کی، بہرحال قلم نے حضور کے نوُر سے سات مرتبہ سیرابی حاصل کی، اور یہ قلم اعظم المخلوق کہلاتی ہے اس کی عظمت اس قدر ہے کہ اگر اس کے نوُر کو کھولا جائے۔

marfat.com
Marfat.com

تو زمین پھٹ کر ریت بن جائے، اور یونہی پانی نے بھی سات مرتبہ سرکار کے نور سے سیرابی حاصل کی لیکن قلم کی طرح نہیں، اور ستر پردوں کو تو حضور کے نور سے سیرابی حاصل ہوتی رہتی ہے اور عرش نے حضور کے نور سے دو مرتبہ سیرابی حاصل کی ایک ابتدا خلق میں اور دوسری تمام خلق کے بعد اس سے اس کو بے حد مضبوطی ہوئی، اور یونہی جنت بھی دو مرتبہ سرکار کے نور سے سیراب کی گئی بہرحال انبیا علیہم السلام اور سابقہ امتوں کے اہلِ ایمان اور اس امت کے مومنین نے سرکار کے نور سے آٹھ مرتبہ سیرابی حاصل کی۔

پہلی مرتبہ عالم ارواح میں جب اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کے نور کو پیدا کیا تو انہیں نورِ مصطفےٰ سے سیراب کیا۔

دوسری مرتبہ جب اللہ تعالیٰ نے روحوں کی تصویریں بنائی تو ہر روح کی تصویر بناتے وقت اسے نورِ مصطفےٰ سے سیراب کیا۔

تیسری مرتبہ روزِ الست کے دن جب انبیا اور مومنین کی روحوں نے جواب بلیٰ دیا تو ان کو بھی نور حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سرشار کر دیا گیا لیکن بعض نے زیادہ سیرابی حاصل کی اور بعض نے کم مومنین کے زمرہ میں امتیاز رہا بعض اولیا بن گئے اور عامۃ المومنین مسلمان، مگر کفار کی روحوں نے اس نور سے سیرابی پسند نہ کی تو ان کی روحوں کو اس سیرابی سے روک دیا گیا لیکن جب کفار کی روحوں نے دیکھا کہ جن روحوں کو نور نبی سے سیراب ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے ان میں نیک بختی اور عروج پایا جا رہا تھا تو وہ حرقِ ندامت سے شرابور ہو کر آفتابِ رسالت کے نور سے سیرابی چاہنے لگیں تو انہیں نور اور اجالے کی بجائے ظلمتیں اور تاریکیاں پلا دی گئیں۔

چوتھی مرتبہ جب ہر مومن کے شکم مادر میں تصویر اور اعضا اور جوڑ وغیرہ ترتیب دیئے گئے اور اس کی آنکھیں کھلیں تو اس کی ذات کو نور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سیراب کیا گیا تاکہ شکم مادر میں اس کے جوڑ ملائم اور نرم ہوں کانوں اور آنکھوں کے پردے کھلنے میں آسانی ہو اگر آپ کے نور سے شکم مادر میں سیرابی نہ ہوتی۔ تو اس کے جوڑوں اور اعضا میں نرمی نہ ہوتی۔

پانچویں مرتبہ شکم مادر سے برآمد ہونے پر اسے نور خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے سیراب کیا گیا تاکہ اس کے دل پہ یہ بات آ جائے کہ اس نے منہ کی طرح کھانا پینا ہے اگر

marfat.com
Marfat.com

ایسا نہ ہوتا تو وہ منہ کی طرف کبھی نہ کھاتا پیتا۔

چھٹی مرتبہ جب وہ اپنی ماں کے پستانوں سے دودھ کی پہلی چسکی لیتا ہے تو اس وقت بھی نورِ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم سے پیتا ہے۔

ساتویں مرتبہ جب اس میں رُوح پھونکی جاتی ہے تو اسے نورِ رسولِ کریم سے سیراب کیا جاتا ہے اگر نورِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جسم کو سیرابی نہ ہوتی تو اس میں رُوح کبھی داخل ہی نہ ہوتی۔ اور اس سیرابی کے باوجود بھی ملائکہ رُوح کو جسم میں داخل کرتے وقت بہت مشقت اُٹھاتے ہیں۔ پھر اگر رُوح کو جسم میں داخل ہونے کا حکم اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو فرشتے رُوح کو جسم میں داخل کرنے پر کبھی قادر نہ ہوتے اور میں نے ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہٗ سے سُنا کہ آپ نے فرمایا وہ فرشتے جو رُوح کو ذات میں داخل کرتے ہیں وہ اس فرشتہ حاکم کے مقابل چھوٹے چھوٹے بچوں کی مانند ہوتے ہیں اور یہ وہ فرشتہ ہے جو ان کو اللہ کے امر سے حکم کرتا ہے ذات میں داخل ہو جاؤ جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے فرشتے ذات میں رُوح کو کسی طور بھی داخل کرنے پر قادر نہ ہوں گے، پھر ہم اس حاکم فرشتہ پر غور کرتے ہیں جو ذات میں روح کو داخل کروانے پر پورا پورا متصرف ہوتا ہے تو ہم فیصلہ کر لیتے ہیں کہ یہ فرشتہ ذات کو رُوح کے داخل کرنے میں ضرور رام کر لے گا لیکن جب وہ فرشتے رُوح کو جسم میں داخل کرنے لگتے ہیں تو انھیں بے حد مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور وہ گھبرا جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کی چیخیں نکل جاتی ہیں پھر نہ جانے ان پر کیا گزرتی ہے، اللہ بہتر جانتا ہے۔

آٹھویں مرتبہ جب اس کی صورت دوبارہ قبر سے اُٹھانے کے لیے قائم کی جاتی ہے تو اسے نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سیراب کیا جاتا ہے جس سے وہ صورت پختہ ہو جاتی ہے، آپ رضی اللہ عنہٗ فرماتے رہیں کہ اس آٹھ مرتبہ کی سیرابی میں انبیا مومن اور تمام اُمتیں اور اُمتِ مسلمہ حضور کی یہ اُمت شریک ہیں۔ لیکن فرق ظاہر ہے یعنی جو سیرابی انبیا کو حاصل ہوئی اس پر اور کسی کو قدرت نہیں اسی لیے تمام انبیا درجہ نبوت و رسالت میں مساوی ہیں اور ان کے علاوہ انھوں نے اپنی قدرت سے سیرابی حاصل کی ہاں سابقہ اُمتوں اور اس اُمتِ مرحومہ کی سیرابی میں فرق نمایاں ہے، وہ فرق کچھ اس طرح ہے کہ بے شک اس اُمتِ مقدسہ کو جو سیرابی ہوتی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نُور سے تھی۔

marfat.com

Marfat.com

جو آپ کی مقدس ذات میں تھا اور اس نور سے آپ کو وہ کمال حاصل ہوا جو حد بیان سے باہر ہے۔ اور یہ وہ نور تھا جس نے آپ کی ذات اور روح کا اصل راز پا لیا تھا بخلاف دوسری اُمتوں کے ان کو یہ سیرابی صرف اس نور سے ہوئی جسے فقط آپ کی رُوح کا راز حاصل تھا اسی لیے اس اُمت مسلمہ کے مومنین سچے راست باز پختہ عقیدے والے میانہ روی کے حامل ہیں اور یہ اُمت سابقہ اُمم کے لیے نمونہ اور بہترین اُمت ہونے کی آئینہ دار ہے اس پر اللہ کی بیحد تعریف اور شکر ہے۔ شیخ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا کہ یونہی تمام مخلوقات کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس نورِ کریم سے سیراب کیا گیا اگر مخلوقات میں حضور کا نور جلوہ گر نہ ہوتا تو کوئی شخص بھی کسی چیز سے کچھ مفاد حاصل نہ کر سکتا۔

شیخ رضی اللہ عنہُ نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر نازل ہوئے اس وقت درختوں پر کوئی پھل نہ تھا اللہ نے درختوں کو پھلدار بنانے کا ارادہ کیا تو انہیں حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے سیراب کر دیا تو اسی دن سے پھل لگنے لگے جب کہ اس سے پہلے درخت شگوفے نکالتے تھے۔ اور تھوڑے عرصہ بعد خشک ہو کر گر جاتے تھے۔

سرکار کی نورانیّت کافروں تک اثر رکھتی ہے

اگر کافروں میں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ نور نہ ہوتا جس سے انہیں شکم مادر میں تصویر بننے اور رُوح پھونکے جانے اور شکم مادر سے برآمدگی اور دودھ پینے کے مواقع پر مدد ملی تو یکایک ان کی طرف جہنم کی آگ نکل کر انہیں کھا کر ان کا مکمل صفایا کر دیتی اور کافروں پر آخرت میں بھی اس وقت تک آتش دوزخ انہیں کھانے کے لیے نہ نکلے گی یہاں تک کہ ان سے سرکار دو عالم کا وہ نور چھین لیا جائے گا جس سے وہ دنیا میں صحیح و تندرست چلتے پھرتے رہے۔

ابنِ مبارک نے کہا پھر میں نے شیخ رضی اللہ عنہُ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب اللہ تعالیٰ شانہٗ نے نورِ مکرم پیدا کیا تو اس کے بعد قلم اور عرش لوح اور برزخ اور جنت کو پیدا کیا پھر ان فرشتوں کو پیدا کیا جو جنت اور عرش اور پردوں میں رہتے ہیں، عرش نے اللہ تعالیٰ شانہٗ سے عرض کیا یا اللہ تو نے مجھے کیوں پیدا کیا ہے تو ذاتِ حق نے عرش کو جواب دیا کہ میں نے تجھے اپنے محبوب بندوں کے لیے ان انوار سے پردہ کا کام لینے کے لیے پیدا کیا جو تیرے اُوپر ہیں میرے وہ محبوب

marfat.com

Marfat.com

بندے خاکی ہونے کے سبب سے ان کی تاب نہیں رکھتے اس وقت تک نہ کوئی کافر پیدا ہوا تھا نہ اس کا اصل ٹھکانہ جہنم پیدا ہوا تھا، پھر فرشتوں نے باور کر لیا کہ اللہ کے وہ محبوب بندے جنہیں اس نے مٹی سے پیدا کرے گا انہیں جنت میں رہائش دے کر عرش کا پردہ دے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے تمام گنہگاروں کی روحوں کے نور کو نورِ مکرم سے پیدا کیا، پھر اس نور کی درجہ بندی فرما کر اسے کئی ٹکڑوں میں بانٹ دیا اور ہر ایک ٹکڑے سے کوئی نہ کوئی رُوح پیدا کر کے انہیں کبھی صورت سے پر حضور کے نور سے کچھ نہ کچھ سیراب کر دیا اور اس حالت پر کچھ دیر رُوحیں قائم رہیں تو بعض رُوحوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے سیراب ہونے پر حلاوت محسوس کی اور بعض نے کوئی چاشنی محسوس نہ کی پھر جب اللہ نے اس امر کا ارادہ کیا کہ وہ اپنے دوستوں اور دشمنوں کے درمیان امتیاز کرے اور اپنے دشمنوں کا اصل ٹھکانہ جہنم بنائے تو تمام روحوں کو جمع کر لیا اور کہا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو جس نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے مٹھاس محسوس کی تھی اور اس نور کے لیے اس کی طبیعت نرم اور میلان کئے ہوئی تھی اس نے تو بطیب خاطر اللہ کو ہاں میں جواب دیا اور جس نے اس نور سے کچھ چاشنی نہ پائی تھی اس نے بادل نخواستہ ہاں کہہ دیا لیکن اس کے ہاں کرنے میں کچھ ڈر کا اثر اور کچھ مجبوری پائی جاتی تھی پھر بعد ازاں وہ اندھیر ظاہر ہونے لگا جو جہنم کا اصل ہے پھر ہر ساعت برابر بڑھنے لگا اور نور بھی بدستور ہر لحظہ بڑھنے لگا اس پر ان لوگوں کو نورِ مکرم کی قدر و قیمت معلوم ہوئی جنہوں نے اس سے کچھ مٹھاس محسوس نہ کر کے قہرِ خداوندی مول لیا اور اللہ نے جہنم انہی لوگوں کے لیے پیدا کر رکھا ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے، اور میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے دوبارہ سنا آپ فرمانے لگے اگرچہ انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے کچھ سیرابی حاصل کی ہے تاہم مکمل نہیں ہر ایک نے اس میں سے اتنا ہی پیا جو اس کے مناسب حال تھا اور جو اس کے لیے مقرر تھا۔
بے شک نورِ مکرم کے مختلف رنگ طرح طرح کے احوال اور بہت زیادہ اقسام تھے تو ہر ایک نبی نے خاص رنگ اور خاص قسم سے پیا۔ شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے نورِ مکرم پیا تو انہیں مقام سیاحت وسیر و تفریح حاصل ہوا، اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نورِ مکرم پیا تو انہیں مشاہدہ کامل کے ساتھ ساتھ مقامِ رحمت اور تواضع سے نوازا گیا اسی لیے آپ جب بھی کسی سے بات چیت کرتے تھے تو بڑی نرمی اور انکساری سے گفتگو فرماتے اور سننے والے کو گمان ہوتا کہ

marfat.com
Marfat.com

شاید یہ میرے لیے انکساری فرما رہے ہیں لیکن آپ صرف اللہ کے لیے تواضع اور انکساری فرماتے تھے۔
اور پھر ان کی قوت مشاہدہ بھی تو اس درجہ ہی کی تھی اور جناب موسیٰ علیہ السلام نے اس نورِ محرم سے پایا تو
انہیں بے شمار عطاؤں اور نعمتوں کے ساتھ ساتھ مشاہدۂ حق ہوا اور بھلائیاں نصیب ہوئیں جن کا اندازہ
نہیں کیا جا سکتا، اور یونہی تمام انبیاء اور ملائکہ کرام کو نوازا گیا، اللہ سب سے بہتر جانتا ہے۔ میں نے
آپ رضی اللہ عنہ سے سنا آپ نے فرمایا کہ جو کمال بھی کسی صاحب کمال کو نصیب ہوا خواہ وہ فرشتے ہوں
یا انبیاء خواہ وہ اولیا ہوں یا عام مومنین سب حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی برکت سے باکمال ہوئے
بن مبارک نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ تمام لوگوں میں فرق کیسے کیا جا سکے گا اس پر آپ رضی
اللہ عنہ نے فرمایا کہ جہاں تک فرشتوں کا تعلق ہے ان کی جسمانیت اور روح نور سے بنا ہے اور انبیاء
علیہم السلام کے اجسام خاک سے اور روح نور سے بنے ہیں لیکن انبیاء کی ذوات اور ارواح کے
درمیان ایک اور نور ہوتا جسے نورانیت مصطفےٰ کی سیرابی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور اولیائے کرام کی
پیدائش بھی انبیاء کی مانند ہی ہوتی ہے لیکن انبیاء عظام ان سے درجہ نبوت میں وہ فوقیت اور برتری
رکھتے جو طاقت سے باہر ہے اور اس کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی، اور عام اہل ایمان جسدِ خاکی
اور ارواحِ نورانی رکھتے ہیں اور جس نور سے اولیاء اور انبیاء ہیں اسی نور سے عام اہل ایمان کا تعلق بھی ہے
اگرچہ باریک دھاگے کی مانند ہے، ابن مبارک نے کہا میں نے عرض کیا انبیاء و اولیا اور عام اہل ایمان
کی انوار کا حضور کے نور سے کیا تعلق ہے اور یہ انوار آں حضرت کے نور سے فائدہ کیسے حاصل کرتے
ہیں اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک عام سی مثال اچھی عادت کے مطابق ذکر کرتے ہوئے کہا
کہ ان کے انوار استفادہ کی مثال اس بھوکی جماعت کی سی ہے جسے بھوک نے ستا رکھا ہو اور انہیں
بے کل کر رکھا ہو اور کھانا کھانے کا شوق بڑھ رہا ہو تو ان کے سامنے ایک روٹی رکھ دی جائے اور
ساری جماعت جی بھر کر کھائے اور روٹی میں ناخن کے معمولی تراشے جیسی بھی کمی واقع نہ ہو، اسی طرح
حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے کل عالم کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور آپ کے نور میں کچھ کمی
واقع نہیں ہو رہی اور حق سبحانہٗ روز افزوں ہمیشہ ہمیشہ اس نور کو پھیلاتا رہے گا لیکن آں حضرت
کے نور کی یہ افزائش حسی نہیں بلکہ باطنی ہے جس طرح نقص ظاہر نہیں ہو گا اسی طرح اس باطنی
نور کا اظہار بھی نہیں ہو گا، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نور سے فرشتے اور انبیاء

www.muhammadian.net
marfat.com
Marfat.com

عظام اور اولیائے کرام اور عام اہلِ ایمان کو بے حد فائدہ پہنچ رہا ہے لیکن یہ مدد درجات کے اعتبار سے ہوئی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

لیلۃ القدر کا سبب

میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ سورج چاند اور ستاروں کا نور نورِ برزخ سے مدد لیتا ہے اور نور برزخ نورِ مکرم اور نور ارواح سے مدد لیتا ہے اور نورِ ارواح براہِ راست حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے مدد لیتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پیدائش آدم علیہ السلام سے ذرا پہلے کچھ انوار ظاہر ہوئے اور پیدائش آدم کے بعد زمین اور پہاڑ پیدا کئے گئے اس وقت روحیں اور ملائکہ بارگاہِ حق میں مصروف عبادت تھے ابھی فارغ نہ ہوئے تھے کہ یکایک سورج چاند اور ستاروں میں انوار ظاہر ہونے لگے تو زمین کے تمام فرشتے رات کی تاریکی کا رُخ سورج کی روشنی میں تلاش کرنے لگے اور سورج اپنی روشنی پھیلا کر چلتا رہا اور فرشتے اس کے ساتھ ساتھ مسافت طے کرتے رہے یہاں تک کہ اسی مقام پر لوٹ آئے جہاں سے آغاز سفر کیا تھا اور یہاں پہنچ کر دہشت زدہ ہو گئے اور محسوس کرنے لگے کہ یہ کوئی آفت ناگہانی ہے اور ان فرشتوں نے تمام زمین کے فرشتوں کو اپنی اس جگہ پر بلا لیا جہاں وہ آکر رکے تھے پھر پہلے کی طرح طویل سوچوں میں کھو گئے، جب برزخی روحوں اور آسمانی فرشتوں نے زمین کے فرشتوں کو مبتلائے کرب اور گھبرائے ہوئے دیکھا تو آسمان سے اتر آئے تو اولاد آدم کی روحیں زمین کے فرشتوں کے ساتھ ہو لیں رات کا وقت ہو گیا تو زمین و آسمان کے فرشتے اور تمام روحیں یکجا ہو گئے سورج اپنی پہلی جگہ لوٹ آیا پھر انہیں کوئی نئی بات دیکھنے میں نہ آئی پھر سب کے سب بے خطر اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے پھر ایک سال کے بعد اس نظام سے بے تکلف ہو گئے، جس رات زمین آسمان کے فرشتوں اور روحوں کا اجتماع ہوا تھا یہی لیلۃ القدر تھی۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

کائنات کے تمام اسرار نورانیت مصطفےٰ کی تجلی ہیں

ابن مبارک رحمۃ اللہ نے کہا کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ کو ابن مشیش کے اس قول (وفیہ ارتقت الحقائق) کی شرح بیان کرتے سُنا کہ حقائق سے مراد حق سبحانہ کے وہ اسرار و رموز ہیں جو اس نے

marfat.com
Marfat.com

اپنی مخلوق میں بکھیر رکھے ہیں اور ان اسرار کی کل تعداد تین صد چھیاسٹھ ہے جو حیوانات میں ارادہ الٰہی کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں اور یونہی جماعات میں ظاہر ہوتے اور اسی طرح تمام مخلوقات میں ظاہر ہوتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نباتات میں نفع کا راز حقیقۃً حق سبحانہ تعالیٰ کے حقائق سے ہے اس لیے کہ ہر حقیقت ذات حق سے ہی متعلق ہے اس بات کا بیان انشاءاللہ عنقریب آ جائے گا۔ پھر یہ نفع ترقی کرتے کرتے بارگاہ رسالت میں اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ حضور کے علاوہ اس نفع کا کسی کو مشاہدہ نہیں ہو سکتا کیا آپ نے اس سے پہلے نفع کو نہ دیکھا جو کل کائنات کی مد طلب کرنے میں تھا یہ وجود ثبوت کون حدوث سب کچھ حضور ہی کے نور سے ہے ورنہ مخلوق میں کچھ پائیداری نہ ہوتی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، زمین میں بھی ایک راز ہے اور وہ یہ کہ جو کچھ اس میں ہے اس کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے اور یہ حق سبحانہٗ کے حقائق میں سے ایک حقیقت ہے پھر زمین کا فائدہ ترقی کرتے کرتے بارگاہِ نبوت میں اس حد تک پہنچ گیا جس کی تاب نہیں ہے یہاں تک کہ جتنے اسرار و معارف زمین میں ہیں مخلوقات پر عیاں کر دیئے جائیں تو مخلوق کے اوسان خطا ہو جائیں، اور اہلِ مشاہدہ میں قدرتِ حق کا ایک راز ہے اور وہ یہ ہے کہ حق سبحانہٗ سے چشم زدن کے لیے بھی غافل نہیں ہوتے اور یہ حقیقت بھی ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی ذاتِ محبوب کبریا میں اس حد تک پہنچ جاتی ہے۔ جو بشری طاقت سے باہر ہے اور اس کا بیان حضور پُر نور کے مشاہدہ میں گزر چکا ہے، اور سچے لوگوں میں بھی ایک قدرتی راز ہے اور وہ یہ کہ وہ ہمیشہ راستی پر قائم رہتے ہیں اور یہ حقیقت بھی حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم میں حدِ امکان سے بڑھ کر پہنچ جاتی ہے، اور اہلِ کشف لوگ بھی اللہ کے اسرار میں سے ایک راز ہیں اور وہ یہ کہ انہیں کماحقہ معرفت حق نصیب ہوتی ہے اور یہ حقیقت بھی حضور رسالت مآب میں اس حد تک پہنچتی ہے جس کی اصل حقیقت تک رسائی ممکن نہیں رہتی، نتیجۃً حقائق کا ارتقاء حق سبحانہٗ کے انوار سے سیرابی کے مطابق ہوتا ہے، جب حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم انوار و تجلیات کا اصل ہیں اور آپ ہی سے انوار پھوٹتے ہیں تو ایک یقینی امر ہو گا کہ آپ کی ذات میں حقائق آپ کی نورانیت کے مطابق ہوں گے اور آپ کی نورانیت حدِ طاقت سے بھاری ہے تو آپ میں جو حقائق ہوں گے ان تک رسائی بھی کسی کے بس کی بات نہیں ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

علومِ آدم کا نزول

ابن مبارک نے کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو مشیش کے اس قول پر کہتے ہوئے سُنا کہ علوم آدم سے مُراد وہ کچھ ہے جو انہیں ان اسمٰا سے حاصل ہوا تھا اور جو انہوں نے ان اسمٰا سے سیکھا تھا، اس کے کلام میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا[1] ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتا دیئے۔

ان اسمٰا سے مُراد اسمٰا علوی ہیں نہ کہ سفلی، کیونکہ ہر مخلوق کے دو نام ہوتے ہیں ایک علوی اور ایک سفلی، سفلی نام مسمّٰی کی اجمالاً خبر دیتا ہے جب کہ علوی نام سے مسمّٰی کی اصل حقیقت و کہنہ اور غرض و غایت کا پتہ چلتا ہے مثلاً (کلہاڑا) کے نام سے آدم علیہ السلام نے اچھی طرح جان لیا کہ یہ کس مقصد کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس لوہار کی کاریگری سے بھی واقف ہو گئے کہ اس نے کس فائدہ کے حصول کے لیے یہ تیار کیا ہے محض کلہاڑا کا لفظ سن لینے سے آپ کو اس کے تمام لوازمات و متعلقات کا علم ہو گیا اسی لیے آدم علیہ السلام نے سب مخلوق کو جان لیا اللہ کے اس اسمٰا کلہا سے مُراد وہ اسمٰا ہیں جو طاقت آدم میں تھے اور تمام انسانوں کو اس کی ضرورت تھی یا انہیں ان اسمٰا سے کوئی نہ کوئی تعلق تھا اور یہ اسمٰا سب مخلوق کو شامل ہیں خواہ مخلوق عرش علٰی کی ہو یا تحت الثریٰ کی ان میں جنّت دوزخ اور ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اور ان کے درمیان ہے اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان اور جو کچھ زمین میں یا اس کی خارجی سطح پر ہے ناہموار جگہ ٹیلے جنگلات دریا اور درخت متحرک و ساکن ہر قسم کی مخلوق کے اسمٰا اور ان کی اصل۔ فائدہ طبعی شکل اور ترکیبی عناصر جناب آدم علیہ السلام اچھی طرح جانتے تھے، اسم جنّت سے سیدنا آدم علیہ السلام نے یہ جانا کہ جنّت کہاں واقع ہے اور کس چیز کے لیے جنّت پیدا کی گئی اور جنّت کے تمام درجات کی ترتیب اور بعد بعث سکّان جنّت حور و غلمان ملائکہ و انسان وغیرہ کی تعداد بھی معلوم کر لی، اسی طرح دوزخ اور ہر آسمان کے متعلق بھی جان لیا، اور لفظ ملائکہ سے آدم علیہ السلام نے یہ جانا کہ فرشتے کس چیز سے پیدا ہوئے اور کس کام کے لیے پیدا کئے گئے ملائکہ کی کیفیت تخلیق اور ان کے مراتب

---

[1] پ ۱، البقرۃ، آیت ۳۱۔

marfat.com

Marfat.com

درجات کسی بھی مقام پر کسی فرشتہ کا استحقاق کس وجہ سے ہے اور دوسرے ملائک جن مقامات پر بھی ہیں کا استحقاق اسی طرح عرش سے زمین کی گہرائیوں تک کے فرشتوں کے حالات معلوم کرلیے یہ ہیں علوم آدم اور اولاد آدم انبیا و اولیا کاملین کے علوم رضی اللہ عنہم اجمعین، علوم جاننے میں ذکر آدم کی تخصیص اس لیے ہے کہ انھوں نے ان علوم کو سب سے پہلے جانا اور ان کی اولاد نے ان علوم کو بعد میں جانا اور وہ علوم جن میں آدم اور اولادِ آدم کو ضرورت تھی اور ان کی طاقت میں بھی تھے کہ تخصیص کرنے میں یہ راز ہے کہ معلوماتِ الٰہی کا احاطہ لازم نہ آئے۔

حضور علیہ السلام اور آدم و دیگر انبیا علیہم السلام کے علوم کا امتیاز

شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا تنزلت سے مراد آدم علیہ السلام اور دیگر انبیائے عظام کے کلام اور خدا کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں فرق قائم کرنا ہے کہ سب انبیا ان علوم کو کس طرح جانتے ہیں اور ہمارے نبی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے جانتے ہیں آدم علیہ السلام اور دیگر انبیا علیہم السلام نے جب ان علوم کی طرف توجہ کی تو انہیں مشاہدہ حق سے ایک خواب کی مانند کیفیت حاصل ہوئی اور جب مشاہدہ حق پر غور کیا تو ان علوم کو بمانند خواب جانا لیکن ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا داد طاقت کی بنا پر کوئی چیز رکاوٹ نہ بن سکی جب آپ نے حق سبحانہٗ کی طرف توجہ کی تو آپ نے پورا پورا مشاہدہ تام کیا اور مشاہدہ حق کی بدولت ان علوم اور دیگر اشیا جو عام طاقت بشری سے باہر ہیں کا مشاہدہ ہوا اور جب ان علوم کی طرف توجہ فرمائی تو ان علوم کے مشاہدہ کے ساتھ ساتھ آپ نے مشاہدہ حق سبحانہٗ بھی کر لیا اور درمیان میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بن سکی یعنی مشاہدہ حق سبحانہٗ مشاہدہ خلق کو مانع نہ ہوا اور مشاہدہ خلق مشاہدہ حق کو مانع نہ ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ابن مشیش کے قول (وتضاءلت الفهوم) پر کہا کہ حضور شافع یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں عقل و فہم حیرت زدہ ہوگئیں، نہ کوئی سابق یعنی انبیاء علیہم السلام اور نہ کوئی لاحق یعنی اولیائے کرام آپ کی ذات تک پہنچ سکا، ابن مشیش کے قول (وفيا ض الملكوت بزهر جماله مونقة) پر آپ نے کہا کہ عالم بالا اور اس کے تمام رہنے والوں فرشتے وغیرہم کے اسرار سب آپ کے نور سے چمک رہے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

عالم بالا کے درجات و تشریح

ابن مشیش کے قول (وَحِیَاضُ الْجَبَرُوْتِ بِفَیْضِ اَنْوَارِہٖ مُتَدَفِّقَۃٌ) پر آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عالم بالا کو مختلف اعتبارات سے عالم الملک، عالم الملکوت اور عالم الجبروت کہا جاتا ہے عالم الملک کے رہنے والے خواہ بولنے والے ہوں یا خاموش متحرک ہوں یا ساکن عاقل ہوں یا بے ہوش سب کے سب ایک نظر اور ایک توجہ سے ایک ہی معبود پر متفق ہیں اور وہ ایک معبود حق سبحانہ تعالیٰ ہے نیز وہ حق سبحانہ کی معرفت و مشاہدہ اور ان سے حق سبحانہ اختیارات چھین سکتا ہے پر متفق ہیں نچلی دنیا اور اہل زمین کا معاملہ ان سے کچھ برعکس ہے اہل زمین میں سے بعض اپنی اختلافِ نظری اور گمراہی کی وجہ سے سورج چاند ستاروں صلیب اور بتوں وغیرہ کی عبادت کرنے لگے اور یہ بات عالم بالا والے ہرگز قبول نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اپنی لائق شان سمجھتے ہیں کہ ایک معبود کو چھوڑ کر کئی خداؤں کی پرستش کریں، اور ہر ایسی دنیا جس کے باشندے کلمہ حق پر متفق ہوں تو عالم الملک ہی ہے اور یہ عالم بالخصوص عالم بالا ہے۔ عالم ملکوت اپنے تمام باشندوں کے انوار اور احوال و مقامات کے اختلاف کے اعتبار سے ہے۔ عالم جبروت ان انوار کے اعتبار سے جو وہاں کے باشندوں پر یوں چلتے رہتے ہیں جس طرح ہم پر ہماری اس مثالی دنیا میں ہوا چلتی رہتی ہے، یہ انوار ان پر اس لیے چلتے ہیں تاکہ ان ذوات اور ارواح اور معارف کو برابر سیرابی ملتی رہے اور ان انوار کی برکت سے وہ اپنے مقامات پر قائم رہ سکیں یہ انوار جو ان پر ہوا کی طرح چلتے ہیں اسی سے ان کے گزرے ہوئے احوال کی حفاظت ہوتی ہے اور حیاض جبروت سے انہی انوار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب یہ انوار حضور علیہ السلام کے نور سے مدد طلب کرتے ہیں تو لامحالہ جبروت کے حوض بھی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہی جوش مار رہے ہیں۔

ابن مبارک نے کہا کہ شیخ نے ان تین عالموں کا جو ذکر کیا ہے نہایت ہی بہترین ہے بعض لوگوں نے ان عالموں کی تشریح کچھ اس طرح کی ہے کہ عالم الملک وہ ہے جو حواس سے معلوم کیا جاتا ہے اور عالم ملکوت عقلوں کی مدد سے دریافت کیا جاتا ہے، اور عالم جبروت اللہ کی عطاؤں سے پایا جاسکتا ہے۔ اور بعض نے اس طرح کہا ہے۔ کہ عالم الملک محسوس میں ظاہر ہے۔ اور عالم ملکوت

marfat.com

Marfat.com

عقلوں میں چھپا ہوا ہے اور عالم جبروت ان دونوں کے وسط میں ہے جسے عالم الملک اور عالم ملکوت کی طرف سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

شیخ رضی اللہ عنہ نے ابن مشیش کے اس قول "وَلَا شَیْئَ اِلَّا وَھُوَ بِہٖ مَنُوْطٌ اِذْ لَوْ لَا الْوَاسِطَۃُ لَذَھَبَ کَمَا قِیْلَ الْمَوْسُوْطُ" پر یوں کہا ہے کہ بے شک کائنات کی ہر چیز حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگتی ہے اور آپ پر ہی کائنات کی ہر شئی مکمل اعتبار اور کامل بھروسہ کئے ہوئے ہے اور حقیقت بھی اسی طرح ہے، آپ حضور کی ذات ہر ایک شئی کے موجود ہونے کا واسطہ ہیں اور ہر ایک چیز آپ ہی کی وجہ سے موجود ہے اس لیے آپ حضور ہر ایک شئی کے لیے وسیلہ عظمیٰ ہیں اور موسوط سے مراد حضور علیہ السلام کے علاوہ ہر ایک چیز ہے، کما قیل سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دراصل اس قول کا قائل کوئی ہے اور ابن مشیش نے شہرت کی بنا پر کما قیل سے ایک زبان زد عام چیز مراد لی کہ اگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو نہ جنت ہوتی نہ دوزخ نہ آسمان ہوتا نہ زمین، نہ زمان ہوتا نہ مکان، نہ رات ہوتی نہ دن، اور نہ ہی کوئی اور چیز معرض وجود میں آتی۔

حضور کا علم تمام اہل علم سے زیادہ ہے

شیخ رضی اللہ عنہ نے ابن مشیش کے اس قول "اَللّٰھُمَّ اِنَّہٗ سِرُّکَ الْجَامِعُ" پر کہا کہ حق سبحانہ کی وہ ذات ہے جس نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا راز ٹھہرایا اور اس راز میں وہ کچھ جمع فرما جو کسی دوسرے میں جمع نہ کیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ جتنا کسی کے مشاہدہ کا دائرہ کار وسیع ہوتا ہے اتنے ہی اس کے معلومات وسیع ہوتے ہیں اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کا مشاہدہ نہیں ہے لہٰذا مخلوق میں آپ کے علم سے بڑھ کر کسی کا علم بھی نہیں ہے اور ہمیں اس بات میں تامل نہیں ہے کہ عرش و فرش اور عرش کے اوپر اور زیر زمین کے سب معلومات حضور علیہ السلام کے بے شمار علوم میں سے ایک علم کا ہزاروں حصہ ہے جب کہ سات حصص پر قرآن مجید مشتمل ہے۔

ابن مشیش کے اس قول پر شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا "اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْنِیْ بِنَسَبِہٖ وَحَقِّقْنِیْ بِحَسَبِہٖ" کہ نسب سے مراد حضور کا وہ باطنی مشاہدہ ہے جس سے سب مخلوق قاصر

marfat.com
Marfat.com

وعاجز ہے اور حسب سے مُراد سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ ہیں مثلاً رحمت علم، حلم اور آپ کے دیگر اخلاق کریمہ ہیں جب آپ کے مشاہدہ کے تحقق کی کسی میں تاب نہیں رہتی۔ تو پھر وہ اس مشاہدہ کے وسائل تلاش کرتا ہے اس طرح وہ اپنی پریشانی کا دور کر لیتا ہے، شیخ رضی اللہ عنہٗ نے کہا ہے کہ آپ ہر ممکن اس وہیے سے بچیں کہ شیخ کامل کی نظر جب کسی امر کام کا عزم بالجزم اور ارادہ مصمم کرتا ہے تو سرِّ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے یا کشف، تصرّف اور ولایت سے ہٹ جاتی ہے نہیں نہیں بلکہ شیخ کامل کی نظر کا مرکز ومحور حضور ہی کی ذات ہوتی ہے، سیدی عبدالسلام بن مشیش کے کلام کی شرح جو سیدی عبدالعزیز فرما رہے تھے یہاں اختتام کو پہنچی اور عبدالسلام بن مشیش ایک قطب کامل اور حضور علیہ السلام کے دین کے مکمل وارث تھے۔

پیدائش آدم علیہ السلام کا عجیب واقعہ

یہ واقعہ بھی سیدی عبدالعزیز کے فرمودہ ارشادات میں سے ہے اور یہ واقعہ ان فوائد میں پہلا ہے جسے میں نے آٹھویں باب سے لیا ہے ابن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہٗ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو دس دن میں ان کی مٹی جمع فرمائی اور اسے بیس دن تک پانی میں چھوڑ دیا پھر آدم کی تصویر چالیس دن میں بنائی اور تصویر بنانے کے بعد بیس دن پھر چھوڑ دیا یہاں تک کہ آدم علیہ السلام مٹی سے جسم کی طرف منتقل ہو گئے اور یہ مجموعی مدت تین ماہ بنتی ہے اور یہ مہینے رجب، شعبان اور رمضان ہی تھے پھر انہیں ذات حق نے جنت کی طرف اٹھا کر ان میں اپنی رُوح پھونک دی ابھی آپ جنت میں ہی تھے ان سے حوا علیہا السلام پیدا ہوئیں اور حوا کو جنت میں جنم لیے ابھی دو ماہ پورے ہونے ہی تھے کہ آدمؑ حوا پر شہوت نے غلبہ کیا تو آدم علیہ السلام نے حوا سے قربت کی وہ حاملہ ہوگئیں اور جنت سے اُترنے کے تیسرے ماہ بعد زمین پر پہلوٹے بچوں کو جنم دیا پھر اس کے بعد زمین پر حاملہ ہوئیں تو نویں ماہ جنم دیا، اور آج تک ان کی یہی رسم عورتوں میں چلی آرہی ہے کہ قانون تخلیق کے مطابق وہ نو ماہ مکمل ہونے پر بچہ دیتی ہے۔ ابن مُبارک کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ جس مٹی سے آدم علیہ السلام پیدا ہوئے وہ کیا تھی تو آپ رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ وہ ہر ایک کان کی مٹی تھی۔ سونے کی کان، چاندی

marfat.com
Marfat.com

کی کان، تانبے کی کان اور دیگر کانوں سے مٹی ایک جگہ اکٹھی کر کے آدم کو پیدا کیا گیا، پھر میں نے عرض کیا کہ یہ مٹی جمع کس نے کی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ مٹی فرشتوں نے یا جسے اللہ نے اس کام کے لیے پسند کیا اور ان سب میں سے حضرت جبریل علیہ السلام نے آدم کی مٹی اٹھائی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اے جبریل تجھ سے بھی زیادہ عزیز ایک مخلوق مٹی سے پیدا کروں گا تو جبریل علیہ السلام تیار تھے کہ اس مخلوق کی تخلیق میں میری خدمات بھی شامل ہوں تاکہ مجھے بھی عظیم مخلوق سے حصول برکت ہو در حقیقت اس وعدہ سے مراد سید کل کائنات حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

جناب آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے کلمہ طیبہ پڑھا تھا

پھر شیخ رضی اللہ عنہ نے کلام جاری رکھتے ہوئے یہاں تک ذکر کیا کہ بے شک آدم علیہ السلام نے اپنے بولنے کا آغاز اور بسم اللہ، اپنی پیدائشی تکمیل کے بعد اللہ اللہ اللہ تین مرتبہ کہہ کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا، پھر ابن مبارک نے کہا کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ کی تمام مخلوق میں سے اولاد آدم جیسی کوئی چیز خوبصورت نہیں ہے اور خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اولاد آدم تمام مخلوقات سے افضل ہے اور قدر و قیمت میں بھی زیادہ اور عقل و فراست میں اعلیٰ اور جسمانیت میں موزوں اور مضبوط اگر آدمی پر تفصیلاً غور کیا جائے، اور ذاتِ آدمی کے اجزائے ترکیبی، رگ و ریشہ اور جوڑوں کی ترتیب اور ان محاسن پر جو آدمی کے ظاہر و باطن میں پنہاں ہیں تو ذاتِ آدمی کے خالق و مصور سبحانہ کی خبر ہو جاتی ہے۔ ابن مبارک کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ ذاتِ آدمی کو ذاتِ ملک یعنی فرشتوں پر کس چیز کی وجہ سے فضیلت ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذاتِ آدمی بیک وقت بہت سی مخلوقات کی جامع ہے جو ذاتِ ملک میں یہ جامعیت نہیں پائی جاتی اور ذاتِ آدمی کو اس لیے بھی فضیلت ہے کہ جو کچھ ذاتِ ملک میں پایا جاتا ہے وہ آدمی میں بھی موجود ہے کیونکہ ذاتِ ملک نور سے ہوتی ہے اور اس نور میں عقل کی آمیزش کر دی جاتی ہے یہ صرف ذاتِ ملک ہی کی خصوصیت ہے اور کوئی دوسری مخلوق ایسی نہیں ہے جب کہ ذاتِ آدمی میں یہ ملکی نور بھی ہے عقل اور روح بھی مختلف رنگتیں مٹی، آگ، ہوا، اور پانی اور ان میں سے ہر ایک قدرتِ حق کا راز ہے۔

marfat.com

Marfat.com

یہ راز مجموعی طور ایک ذات میں جمع ہو جائیں تو اس ذات میں قدرت حق کے اسرار مضبوط ہو جاتے ہیں بلکہ وہ ذات قدرت کا شاہکار بن جاتی ہے بالآخر آدمیت بہت سی مخلوق کے مجموعہ کا دوسرا نام ہے۔ جبکہ دوسری کسی مخلوق میں یہ چیز نہیں پائی جاتی اس اعتبار سے آدمی کی ذات اقوی الذوات کہلائے گی اسی لیے ذاتِ آدمی کو اسرار و رموز جاننے کی وہ طاقت بخش دی گئی ہے جس کی فرشتوں میں بھی تاب و طاقت نہیں ہے اور اسی لیے ہی ہمارے سردار آقا و مولی حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو آدمی کی صورت میں پیدا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم، رموز یزدانی اور اسرارِ ربانی برداشت کرنے میں تمام مخلوق سے زیادہ قوی اور مضبوط ہیں یقیناً اگر عالم بالا میں آدمی سے زیادہ کوئی ذات طاقتور ہوتی تو حضورؐ کی تصویر اسی پر تیار کی جاتی۔

قدیم فلاسفہ کے علوم کے بارے دباغؒ کی رائے

یہ بات بھی سیدی عبدالعزیز دباغؒ کے فرمودہ ارشادات میں سے ہے جو انہوں نے کافر فلسفیوں کے مذکور کلام پر سوال کے جواب میں کہا، مثلاً سقراط، بقراط، افلاطون، جالینوس اور یہ بات پہلے ان فوائد میں سے جسے میں نے نوویں باب سے لیا ہے، ان حکما نے ستاروں اور ان کی گردش عالم علوی سے متعلق کچھ کہا اس پر سوال ہوا کہ ستارے اور ان کی گردش امر غیب ہے اور ان حکما کو اس غیب امر کا حصول کہاں سے ہوا اس بات کا جواب دیتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حق اور نور کو پیدا کر کے ان کے اہل اور عارف لوگ پیدا کئے اور یونہی باطل اور ظلمت کو پیدا کر کے ان کے اہل اور عارف بھی پیدا کئے تو اہل ظلمت و باطل پر ظلمتوں اور ان سے متعلق تمام امور کی پہچان کھل جاتی ہے اور اہل حق پر حق اور حق کے جمیع متعلقات کی پہچان بالکل آسان ہو جاتی ہے، اور حق یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی نبوت کا اقرار کرنا اور اس کی تصدیق کرنا کہ جو وہ پسند کرے اور چاہے اسے وہ سدا کر سکتا ہے اس کے ساتھ ساتھ انبیا اور ملائکہ اور ہر اس چیز کے ساتھ ایمان رکھنا جو رضائے مولی سے متعلق ہو ایمان بالحق کہلاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

کفر و حق کی وضاحت

ظلمت وہ کفر ہے اور ہر وہ چیز جو ذات حق سے تعلق کاٹ دے ان چیزوں میں سر فہرست دنیا اور دنیا کے فانی اُمور اور حوادث اور نئی نئی غلط سلط اختراعیں جو نت نئے انداز میں رونما ہوتی رہتیں ہیں اس پر یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا ئے دوں پر حضور علیہ السلام نے لعنت فرمائی ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم یُوں فرمایا کرتے تھے کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ذکر الٰہی یا جو چیز اس کے قریب ہے[1] کے علاوہ وہ ملعون ہے، اور بے شک حق انوار الٰہیہ میں سے ایک نور ہے اہل حق اس سے سیراب ہوتے ہیں اور اس سیرابی سے ان معارف الٰہی کے انوار روشن ہو جاتے ہیں اور بلاشبہ باطل ایک ظلمت ہے جسے اہل باطل نوش کرتے ہیں تو ان پر مشاہدہ کرتے وقت اس دنیا میں آسمان و زمین کے حالات منکشف ہو جاتے ہیں اور یہ انکشاف بھی ہو جاتے ہیں سے ہوتا ہے جن کا تعلق ان اجسام یا ان کی ہیئت سے ہے جو حادث[2] ہوتے ہیں مثلاً قدیم فلاسفہ کا ستاروں کے متعلق یہ کہنا فلاں ستارے کا مقام فلاں آسمان میں ہے اور جب فلاں ستارہ فلاں ستارے سے مل جائے تو یُوں یُوں ہو جاتا ہے۔

قدیم فلاسفہ منجم اور کہنہ شعائر اللہ کے متعلق

روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ نور جو آپ کی قبر منور سے پھیل کر عالم برزخ بلکہ قبہ برزخ عالم علوی تک پہنچا ہوا ہے اور اللہ کے عارف اولیاء کرام اور اہل ایمان کی وہ رُوحیں جو عالم برزخ میں منتقل ہو چکی ہیں نیکیاں لکھنے والے فرشتوں یا وہ فرشتے جو ہماری حفاظت پر مامور ہیں یا اس کے علاوہ وہ اسرار حق جن کا تعلق بارگاہ قدس سے ہے یا وہ رموز حق جو سطح زمین پر پھیلے ہوئے ہیں کے متعلق حکماء قدیم اور منجم کچھ نہیں جانتے کیونکہ ان اسرار کی دریافت سے ہمیشہ کے لیےلئن

---

[1] مثلاً محفل میلاد، محفل اعراس بزرگانِ دین، محافل نعت و قرأت قرآن کریم۔
(سید امیر محمد شاہ)

[2] "دگرگوں ہونے والی شے"

marfat.com
Marfat.com

کی عقلیں قاصر اور عاجز ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باطل اور ظلمت سے سیراب کر رکھا ہے اور وہ ان اُمور کی پہچان سے مکمل کٹ چکے ہوئے ہیں اور یونہی اہل باطل آسمانی رموز الٰہی کا مشاہدہ بھی نہیں کر سکتے مثلاً فرشتے جنت لوح وقلم وغیرہ اور نہ ہی وہ حق سبحانہ کو پہچانتے ہیں کہ وہ ان کا خالق ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور ہر وہ چیز جو وصال الٰہی کا سبب بن سکتی ہو کے حصول سے ان پر پردہ ڈال رکھا ہے ان پر اس شے کی دریافت کھُل جاتی ہے جس سے انہیں کچھ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ نقصان ہوتا ہے، فلاسفہ کی خبروں پر اللہ نے عالم علوی میں لعنت فرمائی ہے اور اکثر اوقات پیشین گوئیوں کی وادی میں غلطیاں کرتے رہتے ہیں، بہر حال اہل حق کو ہر کام کے ظاہر و باطن کا کشف تام ہوتا ہے لیکن اہل باطل کو اُمور ظاہرہ میں کچھ درک ہوتا ہے جس سے وہ زمین وآسمان اور ان کے مابین کی چیزوں اور لوگوں کے افعال و احوال ان کے زمان اور مکانوں میں جان لیتے ہیں اور یہ سب کچھ انہیں ظاہری نظر سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ بصیرت قیافہ سے معلوم ہوتا ہے اور بصیرت ایک ایسی چیز ہے جس کے سامنے پردے اور دیواریں حائل نہیں ہوتیں اور یونہی اہل باطل مستقبل میں آنے والے اُمور کا بھی مشاہدہ کر لیتے ہیں کہ فلاں ماہ اور فلاں سال میں یہ یہ واقعات رُونما ہوں گے، اہل حق اور اہل باطل اُمور ظاہرہ کے کشف میں مساوی اور برابر رہتے ہیں اسی لیے درجات ولایت میں درجہ کشف کو کمزور ترین درجہ تصور کیا جاتا ہے کہ یہ درجہ اہل حق اور اہل باطل دونوں میں پایا جاتا ہے صاحبِ کشف اگرچہ اہل حق میں سے ہی کیوں نہ ہو وہ اپنے آپ کو اہل باطل کے ساتھ مل جانے سے بے خطر محسوس نہیں کر سکتا بلکہ اس کا درجہ اور مقام بھی اس سے چھین لیا جاتا ہے جہاں تک امور غیبیہ کا تعلق ہے وہ صرف مردِ حق پہ ہی کھُلتے ہیں اور اہل باطل سے وہ اُمور در پردہ رکھتے ہیں پھر وہ مردِ حق امور غیبیہ کے ذریعہ اولیاء اللہ اور عارف لوگوں سے دور کی مسافت سے جس طرح ایک ہی مجلس کے لوگ کھُل مل کر باتیں کرتے ہیں بات چیت کرتے ہیں اور یُونہی قبروں پر اہل ایمان کی رُوحوں کا مشاہدہ اور کراماً کاتبین اور دیگر فرشتوں اور عالم قبر اور مرنے والوں کے احوال جان لیتا ہے پھر وہ بندۂ خُدا روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے وہ نُور نکلتا ہوا مشاہدہ کرتا ہے جو پورے عالمِ برزخ میں پھیلا ہوا ہے جب اسے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا عالم بیداری میں دیدار ہو جائے تو وہ شیطانی داؤں سے بے خطر ہو جاتا ہے کیونکہ آں حضرت کا دیدار رحمت خداوندی سے مل جانا

ہوتا ہے اور رحمت حق سے مل جاتا معرفت حق سُبحانہٗ کا اصل سبب ہے اور ذاتِ ازلی کا مشاہدہ بھی اسی رحمت حق سے ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ مردِ حق آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو ذات حق میں کھوئی ہوئی اور محو مشاہدہ پائے گا، تو وہ بندۂ مومن حضور کی ذاتِ گرامی کے سبب اور وسیلہ سے حق سبحانہٗ کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہنے لگے گا جس سے وہ معرفتِ حق ہر ساعت بڑھتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اسے مشاہدہ حق اور اسرارِ معرفت اور انوارِ محبت جیسی دولتیں مرحمت ہوتی رہیں گی۔ یہ امورِ باطنہ ہیں جن سے اہلِ حق اور اہل باطل کے درمیان فرق کیا جاسکتا ہے۔

حضور کی زیارت کی فضیلت

پھر علامہ نے بندۂ مومن کا عالم بیداری میں حضور کی ذات کے مشاہدہ کے متعلق یوں ذکر کیا ہے کہ بندۂ مومن کا فکر حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ ہمیشہ مصروف رہتا ہے اور یہ ذکر آخر عبارت تک ہے جو پہلے نقل کی جاچکی ہے ناویں باب کی مناسبت اور چوتھے باب کے فوائد کے تحت، پھر ابن مبارک نے کہا کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہٗ سے سُنا کہ مجھ سے ایک دن سیدی عبداللہ برناوی نے جو شیخ کے مشائخ میں سے بھی ہیں نے پوچھا کہ کیا آپ ایسی چیز کو جانتے ہیں جو جنت میں داخل ہونے پر بھی فوقیت رکھتی ہو اور دنیا میں کسی ایسی چیز کا علم آپ کو ہے جو دوزخ کے عذاب سے بھی بدترین ہو، میں نے عرض کیا کہ جس چیز کے بارے پوچھا گیا ہے اسے جانتا اور پہچانتا ہوں۔ جو چیز دخول پر بھی فضیلت اور عزت رکھتی ہے وہ عالم بیداری میں زیارت حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک ولی اللہ آج بھی اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح آپ کو ظاہری حیات میں صحابہ کرام دیکھا کرتے تھے یہ چیز جنت میں داخل ہونے سے افضل ہے اور جو چیز دوزخ میں داخل ہونے سے بھی بدتر ہے وہ ہے کسی عارف شیخ معرفت کا سلب ہو جانا چھین لیا جانا۔ آپ رضی اللہ عنہٗ نے کہا کہ میں اپنے خیال میں شیخ عبداللہ برناوی کو جواب عرض کر رہا تھا کہ وہ یکایک میرے پاؤں پر مُنہ کے گر پڑے اور میرے پاؤں چُومنے لگے میں نے عرض کیا کہ جناب آپ نے میرے پاؤں کیوں چُومے ہیں تو شیخ عبداللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ جو سوال میں نے اتنی قسم کے مشائخ سے کیا تھا ان میں سے کسی نے بھی

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

آپ کی طرح جواب نہیں دیا میں نے اس خوشی میں فرطِ محبت سے آپ کے قدم چوم لیے ہیں۔

حالاتِ عالمِ برزخ طول و عرض اور دیگر کیفیات کے لحاظ سے

سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودہ ارشادات میں سے یہ وہ ارشاد ہے جسے میں نے دسویں باب کے پہلے فوائد سے لیا ہے اس باب میں برزخ اور اس کی صفات اور کیفیات اور اس میں رُوحوں کا داخلہ ابن مُبارک کے قول کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے، ابن مُبارک رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ سے سُنا وہ برزخ کے بارے فرما رہے تھے کہ وہ اپنے نیچے سے ایک تنگ مکان کی طرح ہے پھر وہ اُوپر کی طرف اُٹھنا اور پھیلنا شروع کر دیتا ہے جب وہ اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو اس کے اوپر والے سرے پر ایک گنبد ہے اس کی حدود کے مطابق بنا دیا جاتا ہے، یقیناً برزخ کی اصل اور بُنیاد پہلے آسمان پر ہے اپنی مرکزی سطح سے ہماری طرف کبھی نہیں نکلتا بلکہ بلندیوں کی طرف چڑھنا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ ساتوں آسمان گزر کر لامتناہی بلندیوں پر چڑھ جاتا ہے اور ان بلندیوں پر اس کا ایک گنبد قائم کر دیا جاتا اتنا بڑا اس گنبد کا طول ہے اور اس برزخی گنبد کو سیدالاوّلین والآخرین کی مقدس رُوح نے رونق بخشی ہوئی ہے یا وہ شخص جسے اللہ نے عزت دے دی اس کی رُوح بھی گنبد برزخ کی زینت کا باعث ہے مثلاً اُمّہات المؤمنین حضور کی پاکدامن بیویاں سلام اللہ علیہن، اور آپ کے زمانے میں آپ کی آل و اولاد اور آپ کی اولاد میں سے ہر وہ شخص جو قیامت تک ہو گا بشرطیکہ وہ نیک کام کرتا رہا اور چاروں خلفاء کی رُوحیں اور ان شہیدوں کی ارواح جنہوں نے آں حضرت کے سامنے جامِ شہادت نوش کیا صرف اس لیے کہ حضور علیہ السلام کا مقام اور عزت و ناموس تا قیامِ قیامت باقی رہے ایسے لوگوں کی رُوحوں میں وہ بے پناہ قوت اور طاقت ہوتی ہے جو دوسرے عام لوگوں کی ارواح میں ہو ہی نہیں سکتی اور اس قوت اور حُسنِ کارکردگی کی بدولت انہیں برزخی گنبد تک رسائی ہوتی ہے۔ رضی اللہ عنہم۔ اور جو لوگ دینِ مُصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے مکمل وارث ہیں مثلاً غوث اور قُطب رضی اللہ عنہم کی رُوحیں بھی اس گنبد برزخ کے محل سے مشرف ہیں، اور اس برزخ کا عرض جاننے کے لیے آپ کو سُورج کی مثال کافی ہے جو چوتھے آسمان پر ہے اور وہ مشرق و مغرب کی بعید مسافت کو تو چند گھنٹوں میں

marfat.com

Marfat.com

طے کر لیتا ہے لیکن اس گنبد برزخ کے گرد مسلسل ایک سال تک گردش کرنے سے احاطہ کر سکتا ہے پھر اس گنبد برزخ کے سوراخوں میں رُوحیں قیام پذیر ہیں، سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی مُبارک روح یا اس شخص کی رُوح جس کی اللہ نے عزت افزائی فرما دی ہو اس گنبد برزخ میں رہتی ہیں جس طرح کہ ابھی ذکر بھی کیا جا چکا ہے لیکن حضور علیہ السلام کی مقدس رُوح اس گنبد برزخ میں ہمیشہ قیام پذیر نہیں فرماتی کیونکہ دوسری مخلوقات کی رُوحیں سرکار کی رُوح پاک کو وہاں برداشت کرنے کی تاب و طاقت نہیں رکھتیں اس لیے کہ آپ کی بابرکت روح میں اسرار الٰہی کی بہتات اور کثرت ہے اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت کی اصل متحمل حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی ہو سکتی ہے اسی لیے آپ کی مُبارک رُوح برزخ جیسی معین جگہ میں اقامت اختیار نہیں کرتی کہ آپ کی رُوحانیت کی برداشت کسی مخلوق میں نہیں ہے، چوتھے آسمان یا اس سے اوپر والے برزخ کی رُوحوں کے لیے ایسے انوار کہ ان کے سامنے اگر کوئی چیز بھی آئے تو وہ چیز پھٹ جائے، اور تیسرے آسمان یا اس سے نیچے والے برزخ کی اکثر رُوحیں بے نور ہیں اور وہ پردوں میں دبی رہتی ہیں اور وہ سوراخ جو گنبد برزخ میں ہیں وہ پیدائش آدم علیہ السلام سے پہلے ہی رُوحوں سے آباد تھے ان رُوحوں کے لیے طرح طرح کے انوار تھے لیکن یہ انوار عالم اجسام کے آغاز ہی سے کم ہوتے چلے گئے سو جب آدم علیہ السلام کی رُوح ان کی ذات پر اتر آئی تو برزخ کے اس سوراخ کی جگہ خالی ہو گئی جہاں پہلے آدم علیہ السلام کی رُوح اقامت پذیر تھی اسی طرح جیسے جیسے رُوحیں اترتی رہیں گنبد برزخ کے سُوراخ خالی ہوتے رہے۔ پھر جب موت کے بعد رُوح برزخ کی طرف لوٹ کر جائیں گی تو اس مقام پر نہ جائیں گی جہاں وہ پہلے تھیں بلکہ وہ کسی دوسری جگہ کی مستحق ہو چکی ہوں گی۔

اور ابن مبارک نے کہا کہ میں نے شیخ سے یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ اہل علیین کی رُوحیں چند دیگر مقامات پر ہوں گی اور کافروں کی سب سے نیچے ہوں گی پھر ابن مبارک نے کہا کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ وہ رُوحیں جو اصل دنیا پر تھیں جب ان کا دنیوی [illegible] ہو جائے گا اور کوئی بھی جگہ گنبد برزخ کے سوراخ میں باقی نہیں رہ جائے گی تو اس وقت قیامت قائم ہو جائے گی اور میں ابن مبارک نے شیخ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا [illegible] ایک شخص [illegible] قیامت کا [illegible] قیامت قائم ہو گی [illegible]

اِنَّ اللّٰہَ عِندَہٗ عِلمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الغَیثَ (آیت)[1] ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے۔

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ والہ وسلم کا بھی پانچ چیزوں[2] کے متعلق ارشاد ہے کہ انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور کا یہ فرمانا اسی خاص وقت میں تھا کسی حکمت کے تحت ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت مذکور کی پانچوں چیزوں میں سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں اور آپ پر یہ پانچ چیزوں کیسے مخفی رہ سکتی ہیں جب کہ آپ کی اُمت کے سات قُطب بھی انہیں جانتے ہیں اور قطب کا درجہ غوث سے کم ہوتا ہے تو غوث پر یہ چیزیں مخفی نہیں رہتیں حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام تو وراء الوریٰ ہے کیونکہ آپ ہر چیز کا اصل سبب ہے اور آپ ہی سے ہر ایک چیز وجود میں آئی ہے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود کتنی مرتبہ (شہر فاس) کے قبرستان میں اپنی آنکھوں سے ان انوار کو دیکھا جو زمین سے نکل کر برزخ کی طرف زمین سے اُگنے والے گنے کی طرح اُٹھ رہے ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ انوار اللہ کے برگزیدہ اولیائے کرام کے تھے، اور آپ رضی اللہ عنہ کئی بار فرما دیتے تھے یہاں اللہ جل شانہٗ کے ایک بڑے ولی کا ٹھکانا ہے اور یہ اس کا نور نکل کر برزخ کی طرف جا رہا ہے۔ یونہی وہ نور ہمارے آقا و مولیٰ کی آرامگاہ میں ہے، آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا نورِ ایمان آپ کی قبر شریف سے برزخ کی طرف ستون کی طرح سیدھا بڑھتا ہے جس میں آپ کی رُوح مُبارک ہوتی ہے ملائکہ ٹولیوں کی شکل میں آکر اس پھیلے ہوئے نور کے ارد گرد طواف کرتے ہیں اور اسے چھُوتے ہیں اور اس سے لپٹتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ شہزادی کے ساتھ لپٹتی ہیں پھر ہر فرشتہ عاجز ہو کر رہ جاتا ہے یا تو کسی خاص راز کی وجہ سے یا کسی کام کی برداشت نہ رکھنے کی وجہ سے یا اس پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے یا اس کا ایسے مقام پر آکر حضور کے نور کا طواف کرنا اسے محوِ حیرت کر دیتا ہے لیکن وہ ایک بار پھر طواف کرتا ہے تو اسے ایک عظیم قوت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے حاصل ہو جاتی ہے پھر وہ اپنے مقام پر لوٹ

---

[1] سورۃ لقمان، آیت ۳۴، پارہ ۲۱۔

[2] علم قیامت، بارش کا برسنا، کل کی کمائی، شکم مادر میں کیا ہے، اور موت کہاں واقع ہوگی، (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

آتا ہے اور اس کے کام میں بخشش ہو جاتی ہے اور ابھی وہ فرشتہ فارغ نہیں ہوتا کہ فرشتوں کی ایک جماعت آجاتی ہے اور ہر ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا طواف جلدی جلدی کرنا چاہتا ہے ابن مبارک نے کہا کہ مجھے ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ نے جب مجھ پر اپنی رحمت کا دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنی دیدۂ بینا سے دیکھا کہ (فاس شہر) سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو دیکھ رہا ہوں کہ اس سے نور نکل رہا ہے میرے دیکھتے دیکھتے وہ نور میرے بالکل قریب ہو گیا اور اسے دیکھ بھی رہا ہوں جب وہ نور میرے عین قریب آگیا تو اس سے ایک شخص نکلا اور وہ ہمارے آقا و مولیٰ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے تو مجھے سیدی عبداللہ برناوی فرماتے کہ سیدی عبدالعزیز تجھے اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے ملا لیا ہے اور یہ رحمتِ الٰہی حضور ہی کی ذات ہے اور میں آپ پر شیطانی مکر و فریب کا اب کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا ہوں اور ابریز شریف میں عالمِ برزخ سے متعلق بہت سے فوائد مذکور ہیں اگر شوق ہو تو اس کا مطالعہ کیجیے۔

جنّت اور اس کے مناظر

سیدی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودہ ارشادات میں سے یہ وہ ارشاد ہے کہ میں نے ابن مبارک کے حوالے سے گیارہویں باب کے پہلے فوائد میں سے لیا ہے ابن مبارک نے کہا کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ دنیا کی جتنی نعمتیں ہیں خواہ وہ سننے میں آئی ہوں یا نہ وہ سب جنت الفردوس تمام جنتوں سے افضل و ارفع و اعلیٰ ہے حالانکہ ہرگز ایسا نہیں، جنتوں میں ایک ایسی جنت ہے جس میں کوئی مادی نعمت بھی نہیں ہے لیکن وہ جنت الفردوس سے افضل و اعلیٰ ہے اور یہ وہ جنت ہے جس میں ذاتِ حق سبحانہٗ کا مشاہدہ
۱ کرنے والے انبیائے علیہم السلام اور اولیائے کرام مستقل قیام فرمائیں گے، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنت الفردوس میں زیادہ تر ہمارے آقا و مولیٰ اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لوگ ہوں گے اور ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت سے بے پناہ محبت ہے اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم جنت میں اپنی اُمتیوں کو دیکھنا پسند کیا کریں

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

گے اور انہیں پیامِ رحمت دیا کریں گے، اور رحمت اللعالمین کی یہی شان ہے۔ اسی لیے اللہ جل شانہٗ کے جنتِ انبیاء و اولیاء اور جنت الفردوس کے درمیان رابطہ قائم کر رکھا۔ اس میں مشاہدہ کی نعمت ہے اور جنت الفردوس میں خارجی اور مادی نعمتیں ہیں اور ان دونوں جنتوں کے عین درمیان میں حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے اور یہ مقام آپ کے سوا کسی کو نصیب نہ ہوگا، حضور علیہ السلام وہاں رہ کر اپنی تمام اُمت کو پیامِ رحمت دیں گے اللہ ہمیں بھی حضور کے انہی امتیوں میں شمار فرمائے اور توفیق ہو کہ ہم حضور کی کسی سُنت اور طریقہ سے اعراض اور بے رغبتی نہ کریں۔ آپ رضی اللہ عنہٗ نے کہا وہ مقام جہاں حضور علیہ السلام تشریف فرما ہوں گے وہ علیین نہیں ہوگا بلکہ اسے (دار المزید) یعنی بڑھتے انعاموں کا گھر کہا جاتا ہے اور مشاہدہ حق کے سوا اس میں کوئی اور نعمت بھی نہیں لیکن وہ جنت اس کے رہنے والوں کے لیے بہت عزیز ہوگی کیونکہ وہ اس میں ہر نعمت کی لذت محسوس کریں گے اور اس جنت والے ایک خاص رُوحانی لذت بھی محسوس کریں گے جب کہ دوسری جنتوں والے رُوحانی لذت نہ پائیں گے صرف جسمانی اور مادی لذتیں پائیں گے اور اگر کوئی ان دونوں لذتوں کے مجموعہ کو پائے گا تو وہ فقط پہلے اور بعد والوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے انہیں معرفتِ اسرار اور مشاہدہ کی بدولت یہ قدرت ہوگی ایک ساتھ جنت میں رُوحانی اور جسمانی لذت محسوس کریں گے۔ اس کے باوجود آپ حق سبحانہٗ سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہیں گے کیونکہ اسی سے انھیں یہ طاقت اور قدرت میسر ہوگی۔

جنت بھی حضور پر درُود و سلام پڑھتی ہے

یہ بات بھی سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات میں سے ہے کہ جنت بھی حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ درُود و سلام پیش کرتی رہتی ہے کیونکہ اس کی اصل بُنیاد بھی حضور علیہ السلام کے نور سے ہے اور جس طرح بچہ رو کر اپنے باپ سے لپٹتا ہے اسی طرح وہ آپ حضور سے لپٹتی ہے اور جہاں کہیں جنت آپ کا ذکرِ خیر سُن لے اس طرف لپکتی اور اُڑتی چلی جاتی ہے کیونکہ جنت کو آپ کے ذکرِ خیر سے اصل راحت اور سیرابی حاصل ہوتی ہے، پھر آپ رضی اللہ عنہٗ نے ایک چارپائے کی مثال ذکر کرتے ہوئے کہا وہ چارپایہ جو اپنی خوراک گھاس

marfat.com
Marfat.com

اور جَو وغیرہ کے لیے بھوک کی سختی سے بے تاب ہو اور چارپائے کو بھوک کے عالم میں جَو پیش کر دیئے جائیں جوں ہی وہ جو کی بو محسوس کرے گا تو وہ اس شخص کے قریب آجائے گا جس کے پاس جَو ہوں گی اور جب وہ شخص ذرا ہٹے گا تو وہ چوپایہ اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہے گا یہاں تک کہ وہ چوپایہ اس سے اپنی مطلوبہ خوراک حاصل کرے گا، اسی طرح جنت بھی اپنے مربی و محسن حضور پُرنور کے پیچھے پیچھے چلتی ہے اور یونہی وہ فرشتے جو جنت کے گوشوں اور دروازوں پر رہتے ہیں ہر وقت حضور ہی کا ذکرِ خیر کرتے رہتے ہیں ان سے جنت یہ ذکر سن کر دفورِ شوق سے روتی ہے اور ان فرشتوں کی طرف چلتی ہے اور وہ سب اس کی حوالی و اطراف میں ہی ہوتے ہیں پھر وہ اپنی تمام اطرف میں پھیلتی چلی جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر جنت کو اللہ تعالیٰ نے منع نہ کیا ہوتا حضور کی ظاہری زندگی میں ہی جنت دنیا پر نکل آتی اور حضور کے ساتھ ساتھ چلتی اور جہاں آپ جاتے وہیں جاتی اور جہاں آپ رات قیام فرماتے وہ بھی وہیں رات بسر کرتی لیکن حق سبحانہ نے اسے حضور کی طرف نکلنے سے منع کر رکھا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا غیب کے درجہ پر قائم ہے آپ صلے اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ السلام اور آپ کی اُمت جب جنت میں داخل ہو گی تو خوشی سے پھیلتی جائے گی اسے آپ اور آپ کی اُمت کے داخلے سے بے حد مسرت و شادمانی حاصل ہو گی پھر جب دیگر انبیائے عظام اور ان کی اُمتیں جنت میں داخل ہونے لگیں گی تو جنت تنگی اور گھٹن محسوس کرے گی وہ جو لوگ جنت سے کہیں گے کہ تو کیوں سمٹ رہی ہے تو جنت برملا جواب دے گی کہ نہ میں تم سے ہوں اور نہ تم مجھ سے ہو اسی اثنا میں ان لوگوں کو حضور علیہ السلام کی مدد پہنچے گی۔

ذکرِ مصطفےٰ سے جنت بڑھتی ہے

ابن مبارک نے کہا کہ میں نے شیخ رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ بے شک حضور پر پڑھا جانے والا صلوٰۃ و سلام یقیناً اور قطعی طور پر قبول کیا جاتا ہے اور اس میں ذرا برابر شک نہیں کہ حضور پر درود و سلام پڑھنا افضل الاعمال یعنی ہر بہتر کام سے بھی بہتر ہے اور یہی ذکر درود و سلام جنت کی اطراف میں رہنے والے فرشتے کثرت سے کرتے رہتے ہیں اور اس کی برکت سے جنت بڑھتی رہتی ہے نہ فرشتے

marfat.com
Marfat.com

حضور پر درود و سلام پڑھنے میں غفلت کرتے ہیں اور نہ ہی جنت بڑھنے سے کوتاہی کرتی ہے، اور ذکر حضور کرتے کرتے چل پڑتے ہیں اور جنّت ان کے پیچھے چل نکلتی ہے اور جنت بڑھنے سے نہیں رکتی۔ یہاں تک کہ وہ فرشتے تسبیح کرنے لگتے ہیں اور ابھی تسبیح سے کسی دوسرے عمل کی طرف مصروف نہیں ہوتے کہ اہل جنت پر حق سبحانہٗ کی تجلیات پڑنا شروع ہو جاتی ہیں جب ان تجلّیات کا مشاہدہ ملائکہ کریں گے تو وہ دوبارہ تسبیح میں مصروف ہو جائیں گے، پھر جنّت کی بڑھوتری رک جائے گی اور جنّت کا بڑھنا حضور علیہ السّلام پر درود وسلام کی برکت سے ہی ہے لیکن درود وسلام کی قبولیّت کے لیے پاک ذات اور صاف دل کا ہونا ضروری ہے کیونکہ پاک شخص اور صاف دل میں ریا تصنّع بناوٹ اور دیگر برائیاں نہیں ہوتیں اور حدیث رسول :ر

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔ ترجمہ: یعنی جس نے لاالہ الا اللہ کہا وہ جنّت میں داخل ہو جائے گا۔

کا بھی یہی مفہوم ہے کہ جب کسی شخص کی ذات پاک ہو گی اور دل صاف ہو گا تو اس وقت اس کا یہ کلمہ کہنے میں مخلص اور صرف رضائے مولیٰ کا طالب ہو گا۔ یہ آخری فائدہ ہے جسے میں نے گیارہویں باب سے نقل کیا اس فائدے کا بارہویں باب میں کوئی ذکر نہیں ہے اور بارہواں باب ابریز کا آخری باب ہے اور اس باب میں ہمارے مدعیٰ کے مطابق کوئی بات نہیں ہے پروردگارِ عالم حمد و ستائش کے لائق اور اللہ تعالےٰ حضور پُرنور منتہی المرتبت صلے اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرمائے۔ فرمودات دباغ رحمۃ اللہ علیہ اختتام کو پہنچے۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

حضرت امام علامہ شیخ محمد بن عبد الباقی زرقانی

شارح مواہب لدنیہ المتوفی سنہ ۱۱۲۲ھ

رحمۃ اللہ علیہ

کے

فرمودات گرامی

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودہ ارشادات میں سے ایک ارشاد مواہب کی شرح میں مصنف کے مقصد اوّل کے آغاز میں یوں ہے، جاننا چاہیے کہ جب حق سبحانہٗ نے مخلوق کی ایجاد اور تقدیر اور رزق کے متعلق ارادہ کیا تو حقیقتِ محمّدی کو ظاہر فرمایا اور یہ ذات اپنی پہلی تعریف میں ٹھہری ہوئی تھی اور لطائف کاشی میں حقیقت محمّدی کی وجہ تسمیہ یوں بیان کی گئی ہے کہ چونکہ یہ حقیقت بہت سے حقائق کو شامل ہے اور اپنی کلیت اور جزئیت سے ان حقائق میں سرایت[1] کئے ہوئے ہے اور کہا کہ حقیقت محمدی دراصل جملہ حقائق کی اصل اور اساس ہے اور یہ حقیقت تمام حقائق کے لیے واسطہ اور وسیلہ ہے اور یہ حقیقت بالکل وہی نور احمدی ہے جس کی طرف حضور علیہ السلام کے اس ارشاد سے اشارہ ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ ۔ ترجمہ: یعنی سب سے پہلے اللہ نے جو چیز پیدا کی وہ میرا نور ہی ہے۔

اس اعتبار سے حضور علیہ السلام سرچشمۂ انوار اور تمام رُوحوں کی اصل اور ہر کامل کے کمال کی آخری انتہا ہیں کیونکہ آپ کے بعد آپ جیسا اللہ تعالیٰ کسی کو پیدا ہی نہیں کرے گا۔

حضور کے متعلق اللہ نے انبیا سے عہد لیا

مقصد اوّل میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے امام زرقانی فرماتے ہیں :-

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ	ترجمہ: اور یاد کرو جب انبیاء سے پکا وعدہ
النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ	لیا کہ ضرور میں تمہیں کتاب و حکمت دُوں گا
کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ	پھر تمہارے پاس وہ رُسول آئے گا۔ جو
رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ	تمہارے پاس کی چیز کی تصدیق کرنے والا

---

[1] فلاسفہ کے نزدیک سرایت اس تاثیری قوت کا نام ہے جو دوسری چیز کو متاثر اور منفعل بنا دے جیسے لکڑی کو میخ کیل اور پانی اور دُودھ کو شکر و شہد، علامہ میبدی اور صدرا میں حلول کے ذیل میں ایسی امثلہ مذکور ہیں۔ پہلی حلول طریانی اور دوسری حلولِ سریانی کہلاتی ہے۔ (سید امیر محمد شاہ مترجم)

marfat.com
Marfat.com

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ[۱] ہوگا، ضرور تم اس کے ساتھ ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

بغوی نے اس آیت کے معنی میں اختلاف بیان کیا ہے کہا گیا کہ انبیاؑ سے یہ وعدہ یوں لیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی کتاب اور اپنی رسالت کی تبلیغ واشاعت کریں اور ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور اللہ نے ہر نبی سے یہ عہد لیا کہ وہ ہر بعد میں آنے والے نبی پر ایمان رکھے اور اس کی مدد کرے اگر وہ نبی اس کے زمانہ میں ظاہر ہو، اور جناب موسیٰ علیہ السلام سے یہ عہد لیا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں اور جناب عیسیٰ علیہ السلام سے حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق عہد لیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مجموعی طور پر تمام انبیاؑ سے حضور علیہ السلام کے متعلق عہد لیا گیا، اور اخذ میثاق یعنی وعدہ لیے جانے میں بھی اختلاف ہے، کہا گیا ہے کہ سب انبیا اور ان کی اُمتوں سے وعدہ لیا گیا اور اس عہد میں انبیاؑ کے ذکر کو اس لیے کافی سمجھا گیا کہ مقتدیٰ اور متبوع سے عہد لیا جانا مقتدی اور تابع کے عہد کو شامل ہے جناب علی اور ابن عباس نے یہی مُراد لی ہے۔

ابن مسعودؓ والی قرأت میں مجاہد اور ربیع کا قول ہے کہ یہ وعدہ ان اہل کتاب سے لیا گیا ہے جن سے انبیاء کرام بھیجے گئے اللہ کے قول ثُمَّ جَآءَكُمْ کو آخر تک پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ آنحضرت انبیاؑ کے سوا اہل کتاب کی طرف مبعوث ہوئے اس پر ابن مسعودؓ اور ابی کی قرآت صاف دلالت کرتی ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ۔ ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پکا وعدہ لیا جنہیں کتاب دی گئی۔

اس آیت کی مشہور قرأت سے مُراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاؑ سے ان کی اُمتوں پر وعدہ لیا کہ جس عہد کے وہ خود پابند ہیں اس پر اپنی اُمتوں کو بھی عملاً قائل کریں۔ پھر امام زرقانی نے مواہب کے اس قول :-

فَاِذَا عُرِفَ هٰذَا فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترجمہ: جب یہ جان لیا گیا تو ثابت ہوا کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم نبیوں کے نبی ہیں اسی

---

[۱] پ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۸۱۔

marfat.com
Marfat.com

نَبِيُّ الْأَنْبِيَاءِ وَلِهٰذَا ظَهَرَ فِي الْآخِرَةِ یہ آخرت میں ظاہر کر دیا جائے گا کہ تمام انبیاء
جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ لِوَائِهِ آپ کے جھنڈے تلے ہیں۔

سرکار سے تمام مخلوق پناہ لے گی۔

جس طرح حضور علیہ السلام نے حدیث انس رضی اللہ عنہ میں احمد کے سامنے کہا کہ میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا کہ آدم اور اس کے سوا میرے اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اس حدیث معتبرہ معنی یہی ہے جسے دھو معنوی سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں تمام مخلوق کے سروں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن امتیاز اور شہرت ہوگی طیبی اور سیوطی نے اس معنی کی توثیق کی ہے یا اس سے مراد حقیقی معنی ہے کہ آں حضرت کی ذات تمام مخلوق پر سائبان کی مانند ہوگی آپ حضور کی حقیقت اللہ بہتر جانتا ہے۔ تورپشتی اور طبری نے آدم او ماسں کے سوا کی تعبیریوں کی ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی ذات دو جہانوں میں سب مخلوق سے زیادہ حق سبحانہٗ کی تعریف کرنے والی ہے تو انہیں یہ مقام عطا کر دیا گیا کہ وہ پہلے اور بعد میں آنے والوں کو پناہ دیں اور سب مخلوق آپ سے پناہ لے۔

جس جگہ آپ کا جسم اطہر ہے وہ جگہ زمین کے تمام قطعات سے افضل ہے۔

امام عسقلانی سرکار کی ہجرت پر مواہب کا شرح مقصد اول میں فرماتے ہیں مواہب کی اصل عبارت یوں ہے

وَقَعَ الْإِجْمَاعُ عَلَى أَنَّ أَفْضَلَ	ترجمہ: اس بات پر اتفاق ہے کہ جس جگہ
الْبِقَاعِ الْمَوْضِعُ الَّذِي ضَمَّ أَعْضَاءَهُ	کو آپ کے اعضا مبارک سے شرف حاصل ہے
الْكَرِيمَةَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَ	وہ زمین کے تمام حصوں سے افضل ہے
سَلَامُهُ عَلَيْهِ۔	یعنی وہ جگہ جو آپ کے جسم اطہر سے مس ہو۔

سرکار کا روضہ منورہ کعبہ سے بھی افضل ہے کیونکہ آپ [illegible] تشریف فرما ہیں [illegible] نے [illegible] سے نقل کیا ہے کہ سرکار کا روضہ [illegible] سے بھی افضل [illegible] نے سرکار کے روضہ کی [illegible] پر فضیلت کی تصریح کی [illegible]

marfat.com
Marfat.com

یہ ہے کہ انبیاء کی ارواح اور جسموں کے مقامات زمینوں اور آسمانوں کی ہر دوسری جگہوں سے اشرف و اعلیٰ ہیں، بعض لوگوں کو اس امر میں اختلاف ہوا کہ زمین افضل ہے یا آسمان اس پر شیخ الاسلام بلقینی نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ زمین و آسمان کے تمام قطعات سے بالاتفاق حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی جگہ افضل ہے اس پر عز بن عبد السلام نے اشکال وارد کیا ہے کہ تفضیل کا دارو مدار ثواب عمل پر ہوتا ہے کسی جگہ یا کسی وقت میں عمل کرنے سے دوسری جگہ یا دوسرے وقت سے زیادہ ثواب ہوتا ہے اور آپ کے روضہ میں کوئی عمل نہیں ہوتا اس اشکال کو بلقینی کے شاگرد رشید علامہ شہاب الدین قرافی نے یوں رد کر دیا کہ اس تفضیل کا ثواب عمل پر دارومدار نہیں بلکہ یہ فضیلت قربِ خاص اور تشریف فرما ہونے کی وجہ سے ہے جس طرح قرآن مجید کی جلد کو دنیا بھر کی تمام جلدوں پر فضیلت ہے کہ قرآن کی جلد کو بلا وضو اور ناپاکی کی حالت میں ہاتھ لگانا شرعًا جائز نہیں بلکہ منع ہے اور یہ ہاتھ نہ لگانا کثرتِ ثواب کی وجہ سے نہیں، ورنہ لازم آئے گا کہ جس کو وہ ہاتھ لگا رہا ہے وہ قرآن کریم ہی نہ ہو یا قرآن کریم دوسری کتابوں سے افضل نہ ہو پھر عمل کرنا تو قرآن میں متعذر اور مشکل ہے اور دین ضرورت پر محمول ہے فضیلت کے اسباب ثواب سے بہت عام ہیں اور ان اسبابِ فضیلت کے لیے بیس ۲۰ ضوابط اور قواعد ہیں جن کا بیان کتابِ فروق میں ہے۔ پھر امام زرقانی نے کہا بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد ہے اور ان کا شمار کرنا صحرا نوردی سے کم نہیں ہے اس بات کو تقی الدین سُبکی نے یوں پیش کیا ہے کہ کبھی کبھی فضیلت کثرتِ ثواب اور کبھی کسی دوسری وجہ سے بھی ہوتی ہے اگر سرکار اپنی قبر شریف میں کوئی عمل نہ بھی کریں تو آپ پر اللہ کی رضا اور رحمت نازل ہوتی ہے اور فرشتے آپ کے پاس اُترتے ہیں اور حق سبحانہ کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آرام گاہ سے اتنی محبت کہ عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف دنیا بھر کی تمام جگہوں سے افضل نہ ہو اور اگر عز بن عبد السلام کی بات مان بھی لی جائے تو یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ ہر ایک شخص وہیں دفن کیا جاتا جہاں وہ پیدا ہوا ہو تو اس اعتبار سے آپ کے اعمال آپ کی ظاہری زندگی سے قبر شریف میں دُگنے ہو رہے ہیں کیونکہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعمال سے دُگنے ہیں، اور سمہوری نے کہا ہے کہ وہ رحمتیں جو آپ کی قبر شریف پر شب و روز نازل ہوتی ہیں ان کا فیض اُمّت کو عام ہے اور یہ رحمتیں احاطۂ گنتی سے باہر ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

کیونکہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے درجات ہمیشہ سے بڑھ رہے ہیں۔

حضور پُرنُور اپنے خصائل اور محاسن میں کوئی ثانی اور مماثل نہیں رکھتے۔

امام زرقانی مواہب کے تیسرے مقصد کی شرح میں نبی علیہ السلام کے شمائل وخصائل پر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے :-

اِنَّ اللّٰہَ اَدَّبَنِیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ۔ بے شک اللہ نے مجھے بہترین آداب سکھائے۔

یعنی اللہ نے مجھے ریاضتِ نفس اور محاسن اخلاق کی ظاہری اور باطنی فضیلت عطا فرمائی اور مجھے وہ غیبی علوم عطا فرمائے کہ اس کی تمام مخلوق میں مثال ہی نہیں مل سکتی، اور بعض عارفوں نے کہا کہ حق تعالے نے حضور کی آدابِ بندگی سے تربیت فرمائی اور مکارمِ اخلاق کی اشاعت میں مہذب فرمایا کیونکہ اللہ نے آپ کو رُسول بنا کر بھیجنے سے قبل ارادہ فرمار کھا تھا کہ آپ کا بندگی کرنا دنیا کے لیے ایک بہترین نمونہ ثابت ہو جس طرح حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ۔ یعنی جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو اسی طرح نماز پڑھا کرو۔

یہ آپ کے عبادت کرنے کی ظاہرداری ہے، اور آپ کے باطن کے حالات صادقوں اور صدیقوں کے لیے یعنی جو لوگ آپ کی اتباع اور آپ کی سیرت کو اپنی کامیابی کا راز سمجھتے ہیں کے لیے مشعلِ راہ ہے اللہ کے اس ارشاد سے بھی اشارہ ہے:-

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ[1] تم میری اطاعت کرو اللہ تمہیں دوست بنا لے گا۔

قرطبی نے کہا ہے کہ ذات حق نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عالم بچپن میں ہی ہر بد اخلاقی سے محفوظ رکھا اور بہترین آداب واطوار کا وارث بنایا اخلاق ومحاسن کے جاننے میں حضور کو کسی غیر کا محتاج نہ کیا یونہی اللہ تعالے آپ کی تربیت فرماتا رہا یہاں تک کہ آپ کو حالاتِ جاہلیت

---

[1] پ ۳، سورۃ آل عمران آیت ۳۱،

marfat.com
Marfat.com

سے غیرت اور نفرت آنے لگی، اور آپ پر کوئی جاہلانہ رسم غالب نہ ہو سکی بلکہ دورِ جاہلیت کی ہر برائی آپ تک آنے کے بعد اچھائی سے بدل جاتی اور آپ کے پاس اس دور میں بھی محاسن جمع ہوتے رہے۔

اور بعض نے کہا ہے ذاتِ حق نے محل قرب میں رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک روح کو آپ کے بدن کے ساتھ ملانے سے پہلے ہی اپنی عنایت اور قدرت سے آداب سکھا دیئے تھے اللہ کی عنایت سے آنحضرت کی انس و محبت مکمل ہوئی اور ذاتِ حق کی ہیبت و قدرت سے آپ کا ادب تمام ہوا پھر بعد ازیں آپ کی روح کو آپ کے بدن سے ملا دیا تاکہ آپ کی روح کا بدن کے ساتھ ملنے سے ان کمالات کی تفصیل ہو جائے جو ابھی معرضِ اجمال میں تھے، اور اس لیے کہ ہر روح اور بدن اپنے کمال کو جو اس کے حال سے مناسب ہو آپ کے وسیلہ سے پہنچ جائے، اور آپ کی ذات اہل کمال کی قائد او پیش رو بن جائے، اچھی زبان اور اچھے کام کے استعمال کو ادب کہا جاتا ہے۔ یا اچھے اخلاق کے استعمال کو ادب کا نام دیا جاتا ہے اسی طرح اچھے کاموں پر پابند رہنے اور بڑے کی تعظیم اور چھوٹے پر شفقت کرنے کو بھی ادب کہا جاتا ہے۔ مواہب کے تیسرے مقصد میں تشریح کرتے ہوئے امام زرقانی کا ارشاد ہے۔

وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْزَحُ وَلَا يَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا۔	یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلم خوش طبعی کیا کرتے تھے لیکن اس میں بھی سچائی اور راستی ہی ہوتی تھی۔

حضور علیہ السلام خوش طبعی لوگوں کی رعایت کے لیے فرمایا کرتے تھے کیونکہ انھیں آپ کے حال کے مناسب زیادہ بے قراری اور افسردگی کا امر تھا اور آپ کے طریقہ کی اقتداء پر مامور تھے۔ اگر زبان کی آزادی اور وسعت ترک کر دی جاتی تو مزید افسردگی لازم آتی کیونکہ لوگ اسے خلافِ طبع سمجھتے تھے، اور اس صورت میں لوگوں کو تنگی اور مشقت سے دوچار ہونا پڑتا، تو آپ خوش طبعی فرماتے کہ وہ لوگ خوش رہیں یہ بات ابن قتیبہ نے کہی ہے، اور خطابی کہتے ہیں کہ بعض اکابرین سے آپ کی خوش طبعی کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا چونکہ حضور مظہر جلالت کبریا تھے اس لیے آپ لوگوں کو اپنی قدرتی ظرافتِ طبع سے خوش فرما دیتے۔

marfat.com
Marfat.com

محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم وحی کی حالت میں

مواہب کے چوتھے مقصد میں خصائص مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم والے قول کی تشریح پر امام زرقانی کا ارشاد ہے۔

وَمِنْهَا اِنَّهٗ كَانَ يُؤْخَذُ عَنِ الدُّنْيَا حَالَةَ الْوَحْيِ۔	یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ایک خاصہ یہ بھی تھا کہ آپ حالت وحی میں دُنیا سے بے نیاز کر دیئے جاتے تھے اور بوقت نزول وحی دُنیا سے مکمل الگ تھلگ ہوا کرتے تھے

بخاری اور مسلم کی حدیث میں حضور علیہ السلام کی حالت وحی کو اس لیے واضح کیا گیا ہے کہ آں حضرت نزولِ وحی کے وقت سے لے کر اختتام وحی اور وحی لانے والے فرشتے کی علیحدگی تک عام حالت دنیوی سے غیبی اور استغراقی حالت میں رہتے تھے، سراج بلقینی نے کہا ہے کہ وحی کے وقت حضور علیہ السلام ایک برزخ میں ہوا کرتے تھے جو موت کے بالکل قریب ہوتا ہے اس دنیا وما فیہا سے آپ کی مکمل علیحدگی ہوتی تھی، جب عام برزخ میں میّت پر بہت سے حالات کھلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں ہی اس برزخ کے ساتھ خاص فرما دیا جس میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ برزخ بہت سے رموز و اسرار پر مشتمل ہوتا ہے اور بہت سے بندگانِ حق عالم خواب یا عام حالت میں اس برزخ میں داخل ہو کر حضور علیہ السلام کے وسیلے سے بہت سے اسرار پر اطلاع پا لیتے ہیں اس پر یہ حدیث شہادت اور گواہی دے رہی کہ مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔

ایک حدیث کی وضاحت

مواہب کے چوتھے مقصد میں ایک قول کی تشریح میں امام زرقانی فرماتے ہیں کہ شیخ تاج الدین بن عطا اللہ اپنی کتاب لطائف المنن میں ذکر کرتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن شاذلی نے کہا میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا اور آپ صلے اللہ علیہ السلام سے اس حدیث لَيُغَانُ عَلٰى

marfat.com
Marfat.com

قَلْبِیْ) تاکہ وہ میرے دل پر کیف و سُرور کے بادل اتار دے، کے بارے پوچھا تو حضور علیہ السلام نے مجھے فرمایا اے مُبارک[1] یہ انوار کے بادل ہیں غبار کے نہیں، محاسبی نے کہا مقربین حق انبیائے کرام اور ملائکہ اگرچہ عذاب الٰہی سے بے خطر ہوتے ہیں تاہم انہیں اللہ کی جلالت وعظمت کا خوف ضرور ہوتا ہے۔ سہروردی نے کہا کہ ہم اس بات کے قائل نہیں کہ دل کی بصیرت کا دھندلا جانا نقص کی علامت ہے بلکہ وہ کمال ہے یا تکمیل کمال کا ذریعہ ہے پھر اس کی مثال آنکھوں کی پلکوں سے دی کہ پلک جھپکتے رہنے میں آنکھوں سے تنکے اور گردوغبار دُور رہتی ہے اسی طرح رُوحانی بصیرت کے لیے ایک حجاب کی ضرورت ہے تاکہ اس پردہ سے بصیرت کی حفاظت ہوتی رہے اگرچہ ظاہرداری میں یہ نقص معلوم ہوتا لیکن درحقیقت یہ کمال کی صورت ہے، اسی طرح سرکار کی بصیرت بھی ذواتِ اغیار کی اٹھنے والی گرد سے اَٹ جاتی ہے ایسی صورت لاعلمی سے مطلقاً نہیں ہوتی بلکہ آپ کی بصیرت کا دفاع ہوتا ہے یہ ان کی کلامِ طویل کا خلاصہ ہے اور حضور علیہ السلام کے استغفار کرنے پر ایک اشکال وارد کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آن حضور تو معصوم ہیں اور استغفار کرنا معصیت کے وجود کا متقاضی ہے، اس اشکال کے کئی جواب ہیں جن میں سے ایک جواب لیغان علیٰ قلبی کے ذیل میں ہو چکا، اوران جوابات میں سے ایک ابن جوزی نے بھی ذکر کیا لیکن اس جواب کو بیہودہ اور بے عقل بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں اس نے یُوں کیا ہے کہ انبیا اگرچہ کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں لیکن وہ صغیرہ گناہوں سے معصوم نہیں ہوتے یہ کہہ کر اس نے مذہب مختار کا خلاف کیا اور مذہب مختار یہی ہے کہ انبیاء ارتکاب صغائر سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔ ان جوابات میں ایک جواب ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ انبیائے عظام عبادت کرنے کی جہد مسلسل کرنے میں عام لوگوں کی نسبت بہت زیادہ مضبوط ہوتے ہیں کیونکہ ذات حق نے انہیں اپنی معرفت سے نوازا ہوا ہوتا ہے اور وہ اللہ کا شکر کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور اس کے سامنے اپنی خلافِ اَولیٰ بات سے معذرت اور اعتراف کرتے رہتے ہیں، ان کے جوابات کا ماحصل یہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا معصیت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حق ادائیگی میں بتقاضۂ بشریت سہو یا کوئی کمی

---

[1] محمد مُبارک ابوالحسن شاذلی کا اصل نام ہے۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

کمی باقی رہ جانے کی وجہ سے تھا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ روزمرہ کے معمولات بشری جو درجہ اباحت میں بھی ہیں مثلاً کھانا، پینا، جماع، سونا، آرام کرنا، لوگوں سے بات چیت کرنا، اور مصالحتی اُمور پر غور کرنا، دشمن سے جنگ کرنا، پیغام خیرسگالی فراہم کرنا، اور دوسرے کا دل جیتنے جیسے اعمال۔ اللہ کے مشاہدے اور مراقبے اور تضرّع وزاری سے قدرے باز رکھ سکتے ہیں، اور اونچے درجہ کا شخص از خود ان رکاوٹوں کو گناہ تصور کر لیتا ہے اگرچہ واقعہ میں یہ اُمور گناہ نہیں ہیں اور اونچے مقام کے شخص کی شان زیبائی یہ ہے کہ وہ بارگاہِ حق میں ہر لحہ اور ساعت حاضر رہے ایک لحہ سہواً غیرحاضری کی وجہ سے آپ نے استغفار کیا ہو، اور ان جوابات میں سے ایک جواب یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام کا استغفار کرنا تعلیم اُمت اور اُمت کی شفاعت کے لیے تھا، اور غزالی نے کہا ہے سید دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم دائم ترقی کے مقام پر فائز ہیں جب ایک حال سے دوسرے پر ترقی فرماتے تو پہلے حال کو دوسرے کی نسبت گناہ کا درجہ دیتے پھر آپ حال سابق پر استغفار فرماتے یعنی آپ کا استغفار کرنا تعدد احوال کے اعتبار سے تھا لیکن حدیث کے ظاہری الفاظ غزالی کے قول کے مخالف ہیں کیونکہ اس میں تعدد احوال مذکور نہیں ہے۔

یارسول اللہ یا نبی اللہ سے حضور کو ذاتِ حق کا خطاب

چوتھے مقصد میں مواہب کے قول :۔

وَمِنْهَا أَيْ مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَاطَبَ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَاءِ بِاَسْمَائِهِمْ فَقَالَ يَا آدَمُ يَا نُوْحُ يَا اِبْرَاهِيْمُ يَا مُوْسٰى يَا دَاؤُدُ يَا زَكَرِيَّا يَا يَحْيٰى يَا عِيْسٰى وَلَمْ يُخَاطِبْهُ اِلَّا يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ، يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔	ترجمہ: حضور علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حق سُبحانہٗ نے تمام انبیاء کو ان کے ناموں سے یاد فرمایا مگر اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو یارسول اللہ یا نبی، یا مزمل، یا مدثر جیسے پیارے پیارے القاب سے خطاب فرمایا۔

marfat.com
Marfat.com

پر امام زرقانی ارشاد فرماتے ہیں کہ سہلی نے کہا ہے کہ مزمل اور مدثر سرکار کے ان اسماء میں سے نہیں ہیں جن سے آپ کا مکمل تعارف ہو سکے ایسا خطاب تو صرف آپ کی مناسبتِ حال کے اعتبار سے ہے یعنے جیسے حال میں آپ حضور اس وقت تھے اسی مناسبت سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب فرمایا اور ایسا کرنا عرب کی عادات میں بھی شامل تھا جس طرح حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ جناب علی کرم اللہ وجہہ کو مخاطب فرما کر کہا کہ اے ابو تراب[1] کھڑے ہو جائیے، اور جناب حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کہا اے نومان[2] اُٹھ جائیے، آپ کا ان حضرات کو یہ فرمانا ان کے حال کی مناسبت سے تھا جب کہ یہ ابو تراب اور نومان ان کے اصل اسماء نہ تھے، اسی طرح آپ کو ذاتِ حق کے یوں پکارنے میں مزمل اور مدثر آپ کے اصل اسماء میں سے نہیں ہیں مگر یہ کہ نام ذکر کئے بغیر مخاطب کے خطاب فرمانے میں وہ کچھ ہوتا ہے جو نام پکارتے میں نہیں ہوتا، لیکن حضور علیہ السلام کو اس طرح مخاطب کرنے میں اللہ کی مُراد و منشا یہ ہے کہ آپ کو ایسی صفت سے پکارا جو آپ کی ذات کے ساتھ قائم بھی ہو اور مُراد ہیں مزمل اور مدثر بھی ہیں، پھر ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ اللہ نے آپ کو ندا کر کے پکارا ہے اور ایسا کرنے میں وہ ذکر مُراد نہیں جو بغیر ندا ہے مثلاً مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ[3]، یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ[4]	یعنی حضور علیہ السلام تمہارے مَردوں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔
وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ[5]	اور خوشخبری دینے والا رسول میرے بعد آئے گا جن کا نام نامی احمد ہو گا،
وَآمِنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ[6]،	یعنی جو کچھ حضور محمد مصطفےٰ پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لے آؤ۔

---

[1] جناب علی کو سرکار علیہ السلام نے یہ خطاب ازرہ الطاف و عنایت عطا فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ طفولیت میں خاک بازی فرمایا کرتے تھے۔

[2] جناب حذیفہ کو آپ حضور نے نیند کی کثرت کی وجہ سے نومان کہہ کر پکارا۔ (مترجم غفرلہٗ ولوالدیہ)

[3] پ ۲۶، سورۃ فتح، آیت ۲۹ - [4] پ ۲۲، سورۃ احزاب، پارہ ۴۰ - [5] پارہ ۲۸، سورۃ صف، آیت ۶ - [6]

marfat.com

Marfat.com

ان مقامات میں حضور کے ذاتی نام ذکر کرنے میں یہ فلسفہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دیگر انبیا سے آنحضور کی ذات کے لیے عہد لینا چاہ رہا تھا اگر آپ کا نام نامی اسم گرامی ذکر نہ کیا جاتا تو وہ آپ کو پہچان نہ سکتے۔

حق سبحانہ کا قیامت کے دن حضور علیہ السلام کو یوں مخاطب فرمانے یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر اقدس سجدے سے اٹھائیے، وَقُلْ تُسْمَعْ کہیے سب کچھ سنا جائے گا۔ میں حضور علیہ السلام کی ایک عظمت ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا نام سے اس وقت پکارا جانا تمام مخلوق جو حمد و تعریف سرکار کے لیے کرتی ہے یا اس وقت کرے گی کی بنا پر ہے اس تعظیم حضور پر غور کرنا چاہیے کہ ذاتِ حق آنحضور کو ہر مقام پر اعلیٰ تعظیم سے پکارتی ہے اور پکارے گی اور یہ تعظیم مناسبت کے اعتبار سے مثلاً دنیا میں یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارا تاکہ آپ کی نبوت اور رسالت کی گواہی ہو جائے اور آخرت میں جب حقائق کھل کر سامنے آجائیں گے تو آں حضرت کو ان کے نام سے ہی پکارا جائے گا۔ کیونکہ آپ کو وہاں آپ کے تمام اسمأ سے پکارا جانا ہی موزوں اور مناسب ہوگا۔ ذات حق آپ کو باور کرانا چاہے گی کہ تمام مخلوق آپ کو یا محمد یعنی تعریف کیے ہوئے شفاعت کی اُمید سے پکار رہی ہے اور آپ واقعی شفاعت قبول کیے جانے والے ہیں، ارفع کے ارشاد کے بعد کہا جائے گا، قُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ یعنی کہیے سنا جائے گا مانگئے دیا جائے گا یہ عزت پر عزت، اور عنایت پر عنایت کے طور پر ہوگا، مزید برآں جو طریق خطاب ذاتِ حق نے اپنے محبوب علیہ السلام کے لیے اختیار کیا ہے اس میں دیگر انبیا سے خطاب کی نسبت بہت زیادہ عنایت و مہربانی ہے۔

جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کو ذاتِ حق نے فرمایا :-

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ یعنی خواہش کی پیروی نہ کیجیے وہ تجھے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔[1] راہِ حق سے بہکا دے گی۔

اور ہمارے مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ارشاد حق تعالیٰ ہے :-

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔[2] یعنی وہ کوئی بات اپنی خواہش سے کہتے

---

۱ پ ۲۳۔ سورہ ص۔ آیت ۲۶۔ ۲ پ ۲۷۔ سورہ نجم۔ آیت ۳۔

marfat.com
Marfat.com

اس میں بھی عظمتِ مصطفےٰ ہے کہ والنجم کے قسمیہ کلام کے بعد آں حضرت کے بیانِ گفتگو کی راست گوئی بیان فرمائی اور جناب موسیٰ علیہ السلام کے قول کو اللہ نے یوں ذکر کیا ہے :-

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ [1]

اے میری قوم میں تمہارے ہاتھوں بھاگ نکلا جب میں تم سے خوفزدہ ہوا ،

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج مکہ اور ہجرت کو یوں بیان فرمایا ۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا [2]

یعنی یاد کیجئے اے محبوب جب کافر آپکے ساتھ داؤ کھیلنا چاہتے تھے ۔

اس ارشاد سے کنایۃً آپ حضور کی ہجرت طیبہ مُراد ہے کتنی اچھی تعبیر ہے کہ آپکا ذکر اس فرار سے نہیں کیا جس میں تذبذب یا لڑکھڑاؤ ہو، مواہب کے چوتھے مقصد کے قول ۔

وَمِنْهَا اَيْ مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ حَرَّمَ عَلَى الْاُمَّةِ نِدَاءَهٗ بِاِسْمِهٖ قَالَ تَعَالٰى لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا وَقَدْ يَعْلَمُ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَهٗ وَتَسْمِيَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا بِالْاِسْمِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ وَالنِّدَاءُ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرٰتِ [3]

ترجمہ : یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھے کہ تمام اُمت پر آپ کا نام لے کر پکارنا حرام قرار دے دیا اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بُلاتے ہو اس طرح سید الرسل کو نہ بُلاؤ تم تو ایک دوسرے کا نام لیکر پکارتے ہو اُونچی آواز سے مکانات کے پیچھے سے بھی پکارتے ہو اس طرح سے نام لے کر رسول علیہ السلام کو مت پکارو ۔

---

[1] علم بلاغت کا مشہور مسئلہ ہے کہ متکلم مخاطب کو خطاب کی بجائے غیبوبت سے یاد کرتے اس کی مُراد مخاطبت کی شان کا اہتمام کرنا ہوتا ہے ''تلخیص، معانی، مطول'' (مترجم)

[2] پ سورہ آیت [3] پ ۹ ، سورہ انفال ، آیت ۳۰ ۔

[4] پ ۱۸ ، سورہ نور ، آیت ۶۳ ۔

marfat.com

Marfat.com

وَلٰكِنْ قُوْلُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	بلکہ کہو، یا رسول اللہ یا نبی اللہ پست آواز سے
يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَعَ التَّوْقِيْرِ وَ	احترام اور نیازمندی کے ساتھ یہ بھی
التَّوَاضُعِ وَخَفْضِ الصَّوْتِ	کہا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بلانے کو تم
وَقِيْلَ لَا تَقِيْسُوْا دُعَاءَهٗ	اپنے بلانے پر مت قیاس کرو کہ جب ایک
اِيَّاكُمْ عَلٰى دُعَاءِ	دوسرے کو بلاتے ہو اس کی طرف جلدی چلا
بَعْضِكُمْ بَعْضًا فِيْ جَوَازِ	جانا یا نہ جانا جائز ہو سکتا ہے لیکن مصطفےٰ
الْاِعْرَاضِ وَالْمُسَاهَلَةِ	بلائیں تو جلدی حاضر ہوتے ہیں ہی خوش
فِي الْاِجَابَةِ ۔	نصیبی ہو گی ۔

پر امام زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور کے بلاوے پر جلدی جانا واجب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ	ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول
اِذَا دَعَاكُمْ[۱]	کے لیے حاضر ہو جاؤ جب بھی تمہیں بلائیں۔

اور بغیر اجازت واپس لوٹ جانا حرام ہے جس طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ	ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم
يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا[۲]۔	میں سے چپکے ہی کسی چیز کی آڑ لے کر نکل
	جاتے ہیں ۔

جناب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بلا اضافت یَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ کہہ کر پکارنا امام شافعی نے پسند نہیں کیا، اور حافظ ابن حجر نے حضور کو ان کی کنیت سے پکارنے کو منع قرار دیا ہے جب کہ ان کے شاگرد شیخ زکریا نے اس بات کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ جب کنیت سے بالاتفاق تعظیم مراد ہو تو آں حضرت کو کنیت سے ندا کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر عبدالعزیٰ کو روائتی تعظیم سے ابی لہب قرآن نے ذکر کیا ہے حالانکہ وہ کنیت کا مستحق نہ تھا تو سرکار کو کنیت کے ساتھ پکارنے میں کیا حرج ہو سکتا ہے ۔

---

[۱] پ ۹، سورہ انفال، آیت ۲۴ [۲] پ ۱۸، سورہ نور، آیت ۶۳ ۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

شیخ ذکریا ابن حجر کے کلام سے اتفاق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذکور آیت سورہ نور میں مطلقاً ان بلانے والے کو منع کیا کہ حضور کو جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو کنیت یا دوسرے طریقوں سے ہرگز نہ بلائیں اور حافظ ابن حجر نے ترکِ تعظیم کی حکمت پر غور نہیں کیا ورنہ وہ یوں نہ فرماتے۔

حضور علیہ السلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں

امام زرقانی مواہب کے چوتھے مقصد میں وَمِنْهَا اَیْ مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهٖ) یعنی آنحضرت کے خواص میں سے ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں، پر کہتے ہیں کہ بیہقی نے کہا کہ انبیاء کی ارواح وصال کے بعد ان کے اجسام کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ شہیدوں کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ رہتے ہیں اور ہمارے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ انبیاء کی ایک جماعت کو ان کی اُمتوں سمیت نماز پڑھتے دیکھا اس بات کی سچی خبر حضور علیہ السلام نے عطا فرمائی۔ اور آپ کی ہر بات ہی سچی ہے، اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہم جس قدر بھی حضور علیہ السلام پر صلوات وسلام پیش کرتے ہیں وہ باقاعدہ آپ کی خدمت عالیہ میں حضور کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور تمام کے اجسام زمین پہ حرام قرار دے دیئے گئے ہیں، اور سیوطی نے کہا ہے کہ ہر نبی اپنی نبوّت پر شہیدوں کی طرح بعد از وصال قائم رہتا ہے اور انبیاء علیہم السلام بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا	ترجمہ: جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں
فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ	ہرگز مُردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب
اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ[1]	کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

احمد، ابویعلی، طبرانی، حاکم، اور بیہقی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ میں نو مرتبہ حضور علیہ السلام کی شہادت کی قسم کو آپ کے شہید نہ ہونے کی قسم پر

---

[1] پ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۶۹۔

marfat.com
Marfat.com

ترجیح دیتا ہوں اس لیے کہ اللہ نے آپ کو نبی اور شہید بنایا، بخاری اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہُ سے روایت کیا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جس مرض کے دوران وصال ہوا اسی مرض میں ہی ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اب بھی اس کھانے کا درد محسوس کر رہا ہوں جو میں نے مقامِ خیبر پر کھایا تھا اور میرا انقطاع دنیا میں اسی زہریلے کھانے کی وجہ سے ہوگا، پہلی حدیث میں ابن مسعود کی بھی یہی مُراد تھی کہ حضور علیہ السلام کی شہادتِ عظمیٰ کی اصل وجہ بجری کی وہ ران تھی جس میں یوم خیبر یہودیہ نے زہر ملا کر حضور کے سامنے پیش کیا تھا اور آپ نے اسے کھا لیا تھا۔

مواہب کے چوتھے مقصد کے قول :- فَإِنْ قُلْتَ الْقُرْآنُ نَاطِقٌ بِمَوْتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ اللهُ تَعَالَىٰ "إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ"، وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنِّيْ امْرءٌ مَقْبُوْضٌ)

سوال پر امام زرقانی فرماتے ہیں،، اگر تو کہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت پر قرآن شہادت دیتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ بھی انتقال فرمانے والے ہیں اور دیگر انبیاء بھی مرنے والے ہیں، اور حضور علیہ السلام کا اپنا ارشاد ہے کہ میں رُوح قبض کیا ہوا انسان ہوں۔ اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہُ نے کہا کہ کون جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا ہے بے شک حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں، اور تمام اُمت مسلمہ کا آپ کی موت پر اتفاق ہے۔

الجواب میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب شیخ تقی الدین سُبکی نے دیا ہے کہ آپ کی یہ موت وقتی اور آنی تھی،، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرنے کے بعد حیاتِ اُخروی عطا کر دی گئی ہے اور آپ کی یہ زندگی شہیدوں کی زندگی سے بھی افضل و اعلیٰ ہے اور آپ کی رُوحانی زندگی بلا اشکال ثابت ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ انبیائے عظام کے جسم مٹی سے متاثر ہو کر بوسیدہ نہیں ہوتے اور ارواح کا جسموں کی طرف عود کر آنا تمام مُردوں میں ثابت اور صحیح ہے تو پھر شہداء اور انبیاء کی رُوحیں تو بطریقِ اولیٰ ان کے جسموں سے ملی ہوئی ہیں، بہر حال رُوح کا جسم کے

لہ پ زمر، سورہ ۳۹، آیت ۳۰۔

marfat.com

Marfat.com

ساتھ مرنے کے بعد ہمیشہ رہنا یا بدن کا دنیوی زندگی کی زندہ ہونا یا بدن کا رُوح کے بغیر زندہ رہنا محلِ نظر ہے، درحقیقت یہ زندگی مشیت ایزدی پر موقوف ہے، اس میں شک نہیں کہ رُوح کا بدن کے ساتھ ملنا عادتاً ہے عقلاً نہیں لیکن یہ مقام ایسا ہے کہ صحتِ سماعت کے بعد عقل اسے جائز سمجھ کر اس کی تابع ہو جاتی ہے، علماء حق کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھتے تھے جناب موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا جسمانی زندگی کا متقاضی ہے اور یونہی شبِ اسریٰ میں انبیاء کی حاضری اور باجماعت نماز پڑھنے سے بھی جسمانی زندگی ثابت ہے لیکن اس سے یہ نہیں ہوتا کہ بدن دنیاوی زندگی کی طرح ہو جائے اور اسے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی محتاجی ہو بلکہ اس کا ایک دوسرا حکم ہے جس طرح حیاتِ حقیقی کے ثابت ہونے میں کوئی عقلی استحالہ نہیں انبیائے عظام کے لیے علم وسماعت جیسے ادراکات کے ثبوت میں کوئی شک نہیں بلکہ حدیثوں میں وارد ہے کہ عام مُردے بھی سُنتے اور جانتے ہیں یہ ساری حکایت شیخ زین الدین مراغی نے کی ہے اور کہا کہ اس صورت میں عزت افزائی ہوتی ہے اور اس کے لیے للچانے والے للچاتے رہتے ہیں، امام زرقانی انباء الاذکیا میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا اپنی قبر شریف میں زندہ ہونا اور دیگر انبیاء کا اپنی اپنی قبور میں زندہ ہونا ہمارے نزدیک علم قطعی سے معلوم ہے اور ہمارے پاس اس کے بے شمار دلائل اور احادیث متواترہ ہیں اور اس موضوع پر بیہقی نے ایک تالیف بھی کی ہے اور قرطبی نے اپنے شیخ سے ایک تذکرہ کیا ہے کہ موت صرف عدم اور نیستی کا نام نہیں بلکہ ایک حال سے دوسرے میں منتقل ہونے کا نام موت ہے اس پر شہداء کا قتل ہونے کے بعد زندہ رہ کر اپنے رب کے پاس روزی پانا اور خوش وخرم رہنا دلیلِ خاص ہے اور یہ زندگی مثالی دنیا کے لوگوں کی طرح ہے۔ جب یہ زندگی شہداء کے لیے یقینی ہے تو انبیاء اس زندگی کے زیادہ حق دار اور بطریق اَولیٰ اس حقیقی زندگی سے بہرہ ور ہیں اس بات کی صحت میں کوئی شک نہیں کہ زمین اجسامِ انبیاء کو نہیں کھا سکتی اور حضور علیہ السلام شبِ معراج بیت المقدس میں انبیاء کے اجتماع میں تشریف لائے اور آسمانوں پر بھی انبیاء سے ملاقات کی اور حضور نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور جو انہیں سلام کہتا اس کا جواب بھی دیتے تھے ان سب باتوں کو

marfat.com

Marfat.com

جاننے کے بعد یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ انبیا کی موت صرف آنی ہوتی ہے کہ وہ ہم سے غیب ہیں اور ہم انھیں نہیں پا سکتے اگرچہ وہ زندہ اور موجود ہیں اور ہماری قسم کا عام فرد بشر انہیں نہیں دیکھ سکتا مگر جسے اللہ تعالیٰ عظمت عطا فرما دے وہ ان کا مشاہدہ کر ہی لیتا ہے اور یہ صرف اولیائے کرام کا حصہ ہے جناب موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اور پھر ان کا آسمان پر دیکھا جانا مستبعد نہیں ہے اوّل یہ کہ انبیاء کے لیے کچھ علیٰی سیرگاہیں اور چراگاہیں ہوتی ہیں کہ ان میں اُوپر چڑھ کر پھر لوٹ آتے ہیں اور جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔ دُوم یہ کہ ان کی رُوحیں بدن سے الگ ہونے کے بعد رفیق اعلیٰ کے پاس چلی جاتی ہیں لیکن رُوحیں بدن کے حالات کی اطلاع اور اپنا تعلق بدن سے رکھتی ہیں جس سے شناخت اور نزدیکی میں مدد ملتی ہے اور اسی تعلق کی بنا پر سلام کہنے والے کے سلام کا جواب دیا گیا اور کھڑے ہو کر قبر میں نماز پڑھی گئی اور پھر اسی کو آسمان پر بھی دیکھا گیا اور دیگر انبیاء عظام بیت المقدس میں اور پھر آسمانوں پہ دیکھے گئے، اسی طرح ہمارے پیارے نبی کی مُبارک رُوح رفیق اعلیٰ کے پاس ہے اور آپ کا بدن شریف آپ کی قبر میں ہی ہے اور حضور پُرنُور صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام کہنے والے کو جواب عنایت فرماتے ہیں، اس شخص کی بات ناقابل فہم تصور کی جائے گی جو یہ کہے کہ آں حضرت نے بعالم خواب موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا یا ان کی تشبیہ و تمثیل دیکھی یا آپ نے حال وحی سے خبر دی اور یہ تمام چیزیں عینی اور حقیقی نہیں اور اس کو تکلف سے کہا جائے گا۔

اور بیہقی نے کتاب حیات الانبیا میں نقل کیا اور حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہُ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انبیاء عظام صرف چالیس راتیں اپنی قبروں میں فارغ رہتے ہیں اور بعد ازیں اللہ کے حضور میں صور پھونکے جانے تک نماز پڑھتے رہیں گے، حافظ ابن حجر نے کہا کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی سند میں سہو ہے نیز حافظ ابن حجر نے یہ بھی کہا کہ غزالی اور رافعی نے لفظ

أَنَا أَكْرَمُ عَلَى رَبِّي أَنْ يَتْرُكَنِي	یعنی میں اپنے رب کے ہاں حرمت بخشا جاؤں
فِي قَبْرِي بَعْدَ ثَلَاثٍ۔	گا کہ مجھے میری قبر میں تیسری رات کے بعد
	چھوڑ دیا جائے گا۔

www.muhammadilah.net

marfat.com

Marfat.com

ذکر کیا ہے جب کہ ان الفاظ کی کوئی اصل موجود نہیں، مگر یہ الفاظ ابن ابی لیلیٰ نے نقل کئے ہیں اور یہ نقل کرنا اس لیے بھی اچھا نہیں کہ یہ قابل تاویل ہے۔ اور بیہقی نے کہا کہ اگر اس کی صحت کو مان لیا جائے تو مراد یہ ہوگی کہ وہ تین راتوں کے بعد اپنے مولیٰ کے حضور ہمیشہ ہمیشہ نماز پڑھتے رہیں گے۔

حضورؐ کا وسیلہ جنّت کے ایک اعلیٰ درجے کا دوسرا نام ہے

امام زرقانی چوتھے مقصد میں مواہب کے اس قول:-

وَمِنْهَا اَیْ مِنْ خَصَائِصِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَسِیْلَةُ وَهِیَ اَعْلٰی دَرَجَةٍ فِی الْجَنَّةِ — یعنی آں حضرت کے خواص میں سے وسیلہ بھی ہے جو جنّت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔

پر فرماتے ہیں کہ مسلم شریف کی حدیث مرفوع میں مذکور ہے، یہ سرکار کے وسیلہ سے متعلق ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِی الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ حَلَّتْ عَلَیْهِ الشَّفَاعَةُ وَهِیَ اَعْلٰی دَرَجَةٍ فِی الْجَنَّةِ۔

ترجمہ: سرکار دو عالم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن سے آذان سنو تو جو کچھ وہ کہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل کرتا ہے پھر اللہ سے میرے وسیلہ کا سوال کرو بے شک یہ جنّت میں ایک مقام اور ہر شخص اس مقام کے لائق نہیں مگر اللہ کا خاص بندہ اور مجھے اُمید ہے کہ وہ میں ہی ہوں اور جو شخص میرے وسیلہ سے سوال کرے گا اس پر میری شفاعت حلال ہوگی اور یہ وسیلہ جنّت کا ایک اعلیٰ درجہ بھی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

اَلْوَسِیْلَةُ دَرَجَةٌ عِنْدَ اللّٰهِ — ترجمہ: وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا

marfat.com
Marfat.com

لَیْسَ فَوْقَھَا دَرَجَۃٌ فَسَلُوْا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔

درجہ ہے جس کی اوپر کوئی درجہ نہیں اللہ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو۔ اس حدیث کو احمد نے روایت کیا ہے۔

ابن کثیر نے کہا کہ وسیلہ جنت کے درجۂ اعلیٰ کی نشانی ہے اور یہ درجہ حضور ہی کے ساتھ مخصوص ہوگا اور اسی درجہ میں آپ کا گھر ہوگا اور یہ درجہ جنت کے تمام مقامات میں سے عرش کے زیادہ قریب ہوگا۔ ابن کثیر کے علاوہ دیگر علما نے کہا کہ وسیلہ وسل سے مشتق ہے اور فعلۃ کے وزن پر ہے یہ اس کیفیت کا نام ہے کہ اہل وسیلہ آزادی اور قرب خاص سے جنت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوں گے جس طرح حدیث میں مذکور ہے کہ وسیلہ جنت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے اور ممکن ہے کہ اس درجہ کو سب سے پہلی حیثیت دے دی گئی ہو کہ اس درجہ پر فائز ہونے والا ذات حق سے قریب ہو جائے، اور قرب خاص اس وسیلہ ہی کی بدولت ہوگا، حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم بارگاہ حق میں سب سے زیادہ قریبی درجہ میں ہوں گے کیونکہ آپ اللہ سے سب کی نسبت زیادہ محبت کرنے والے ہیں اور آپ کو خوفِ خدا بھی سب سے زیادہ ہے اور معرفت حق بھی آپ کو ہی سب سے زیادہ حاصل ہے اور اپنے رب کی عبادت بھی آپ سب سے زیادہ کرتے ہیں پھر قرب حق سے آپ کو خصوصیت کیوں نہ ہو اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو حکم کیا گیا ہے کہ وہ اللہ سے آپ کے وسیلہ کے لیے سوال کرے تاکہ اس رات کی دعا میں ایمان کی افزائش سے سرفراز کیا جائے نیز اس وسیلہ کے لیے اللہ نے کئی اسباب بنائے ہیں جن میں ایک سبب آپ کے وسیلہ کے لیے آپ کی اُمت کا دعا کرنا ہے کیونکہ ہدایت اُمت آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی ہے، بہرحال فضیلت تمام مخلوقات پر ایک فائز مرتبہ ہے نیز احتمال ہے کہ یہ وسیلہ ہی کا کوئی دوسرا درجہ ہو۔

جنت کے دو موتی

ابن ابی حاتم نے جناب علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ جنت میں دو موتی ہیں ایک سفید اور دوسرا زرد، سفید موتی حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل بیت کے لیے

marfat.com
Marfat.com

کا نام، اور زرد موتی جناب سیدنا ابراہیم اور ان کی اہل بیت کے وسیلے کا نام ہے، ابن کثیر نے کہا یہ حدیث غریب ہے اسے مصنف نے آخری مقصد میں ذکر کیا ہے۔

عبدالجلیل قصری نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو ذاتِ حق سے اتصال کا ذریعہ بنانا وسیلہ کہلاتا ہے، بلاتمثیل حضور علیہ السلام جنت میں ذات جل مجدہٗ کے وزیر ہوں گے اور کسی کو آپ کے وسیلہ کے بغیر کچھ حاصل نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی شی مل سکے گی بعض نے کہا کہ اگرچہ معنی میں عمدگی ضرور ہے لیکن لفظ "شیٔ" سے تفسیر کرنے میں اصل شارح سے اختلاف ہے کیونکہ شارح نے "شیٔ" ذکر نہیں کیا کہ عذاب الٰہی اور جہنم بھی ایک شی، جو آپ کے وسیلہ کے بغیر ہوگا یا ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا بہتر تھا کہ جو شی آپ کے وسیلہ پر موقوف ہوگی اس کا آپ کے واسطہ کے بغیر ملنا ممکن نہیں ہوگا۔

مواہب کے پانچویں مقصد میں امام زرقانی حدیث معراج اور آدم علیہ السلام کے اس قول:

مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ۔ یعنی اے بہترین نبی اور اے صالح اور نیکوں کی اصل بیٹے تجھے خوش آمدید۔

اور روایت تحریک میں ہے۔

مَرْحَبًا وَاَهْلاً بِابْنِیْ نِعْمَ الْاِبْنُ اَنْتَ۔ اے میرے اچھے بیٹے آپ کو خوش آمدید اور آپ اپنے گھر تشریف لائے ہیں۔

پر فرماتے ہیں کہ صالح وہ ہوتا ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ہمیشہ پاس خاطر رکھے اور یہ ایسی صفت ہے جو بھلائی کو مجموعی طور پر شامل ہے، اور جناب آدم علیہ السلام نے حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ صفت صلاح سے یاد کیا ایک مرتبہ نبوّت کے ساتھ اور ایک مرتبہ بنوّت کے ساتھ اس میں اشارہ ہے کہ آپ مقام نبوت اور آداب فرزندی میں یکتا اور بے نظیر ہیں گویا جناب آدم علیہ السلام نے آپ سے یوں کہا کہ اے اپنی نبوت میں مکمل اور ختمی مرتبت نبی اے اولاد ہونے کی بہترین مثال، اس میں آدم علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کو بیٹا کہہ کر فخر محسوس کیا اور وصف صلاح کو بھلائی کے یقین سے استعمال فرمایا، جب کہ دیگر انبیاءؑ نے بھی وصف صالح سے ہی آں حضرت کو یاد فرمایا اور انبیاءؑ اپنی اپنی ملاقات پر یہی لفظ آپ کو فرماتے رہے صادق اور امین جیسے الفاظ

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

کسی نبی نے بھی نہیں کیے اور بعض نے کہا کہ آپ صلاح الانبیاء ہیں اور ان کی اُمتوں کے لیے صلاح الامم نہیں ہیں اور آپ صلاح انبیاء میں کامل ترین ہیں کیونکہ آپ ہی کی وجہ سے سابقہ انبیاء کے کئی فساد دُور ہوئے تو آپ ان کے لیے ایسے صلاح خاص ہیں جو ان کے وقت میں عموم صالحین کو شامل نہیں کیونکہ بہت سے انبیاء عظام آرزو کرتے رہے ہیں کہ وہ صالحین اُمت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اعلیٰ درجے کا شخص گھٹیا سوسائٹی کے لوگوں سے ملنے کی کبھی آرزو اور چاہت نہیں رکھتا اس سے معلوم ہوا کہ اُمت اجابتِ رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے مجملہ افراد اعلیٰ نوعیت کے ہیں جو آرزوئے انبیاء سابقین ہیں اور صلاح کے نام سے وہی شخص موسوم کیا جاسکتا جس کی بدولت کسی کی اصلاح ہوئی ہو اور فساد دور ہوا ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ پر مواہب کے چھٹے مقصد پر اللہ کے اس ارشاد:۔

حضور افضل الانبیاء ہیں

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ؕ[1]	اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

عبارت مواہب :۔

مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	ان الفاظ سے مُراد حضرت رسولِ برحق صلی
رَفَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ ثَلٰثَةِ	اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تین
أَوْجَهٍ بِالذَّاتِ فِي الْمِعْرَاجِ	وجہوں سے بلند فرمایا (۱) آپ کو ذاتی
وَبِالسِّيَادَةِ عَلٰى جَمِيْعِ	بلندی سے معراج کے ساتھ سرفراز فرمایا۔
الْبَشَرِ وَبِالْمُعْجِزَاتِ لِاَنَّهُ	(۲) تمام لوگوں پر آپ کی سرداری قائم کی۔
أُوْتِيَ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ مَالَمْ	(۳) آپ کو وہ معجزات عطا فرمائے جو آپکے
يُؤْتَ نَبِيٌّ قَبْلَهُ ۔	سوا کسی نبی کو عطا نہ کیے گئے۔
قَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ فِي هٰذَا الْاِبْهَامِ	زمخشری نے کہا کہ ابہامیہ جملے میں بھی حضور علیہ

---

[1] پ ۳، سورہ بقرہ، آیت ۲۵۳۔

marfat.com
Marfat.com

مِنْ تَفْخِيْمِ فَضْلِهٖ وَاِعْلَاءِ قَدْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَا يَخْفٰى لِمَا فِيْهِ مِنَ الشَّهَادَةِ عَلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَلَمُ الَّذِيْ لَا يَشْتَبِهُ وَالْمُتَمَيِّزُ لَا يَلْتَبِسُ اِنْتَهٰى۔

السلام کی قدر و منزلت کی برتری نمایاں ہے کیونکہ یہ بات مخفی نہیں کہ محبوبِ خدا قدرتِ حق کے وہ انمٹ نشان ہیں جن کی مثال نہیں ملتی اور کائنات میں آپ اس قدر ممتاز و منفرد ہیں کہ کوئی آپ کا مماثل اور مشابہ نہیں ہے عبارت مواہب ختم ہوئی۔

امام زرقانی فرماتے ہیں اس آیت قرآنی کے الفاظ سے حضور علیہ السلام کی ذات ہی مُراد ہے اگرچہ لفظ بعض ابہام واخفا ہی کا متقاضی ہے اگر اس لفظ بعض سے مُراد آپ ہی کی ذات لی جائے تو زیادہ موزوں ومناسب ہوگا کیونکہ آں حضرت دیگر رسل وانبیأ سے ممتاز و منفرد ہیں۔

علامہ تفتازانی سے حضور علیہ السلام کو لفظ بعض سے تعبیر کئے جانے پر فرمایا ہے کہ اس میں حضور کی شہرت پر تنبیہ ہے کہ بلندیٔ درجات کی دنیا میں وہم کو قطعاً یہ مجال نہیں ہو سکتی کہ وہ آپ کے علاوہ کوئی اور مُراد لے لے اور آپ کو معلوم ہوگا کہ بسا اوقات اسم نکرہ جو سراسر ابہام ہی کا دوسرا نام ہے بزرگی اور عظمت کے لیے علم بن جاتا ہے اور لفظ بعض بھی اپنے ضمن میں ایسی ہی تنکیر رکھتا ہے جو باعث عَلَم ہے۔

جہاں تک زمخشری کے قول کا تعلق ہے اس نے لفظ بعض سے آں حضرت کی ذات مُراد لے کر بہت اچھا کیا ہے تاہم اس سے بعد کے اس قول میں صریح لغزش ہوئی ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ لفظ بعض سے حضرت ابراہیم یا کوئی دوسرا اولوالعزم پیغمبر مُراد ہو بعض محققین نے کہا ہے کہ زمخشری نے صداقت اور راستی سے ہٹ کر یہ بات کہی ہے کہ لفظ بعض سے کوئی دوسرا پیغمبر بھی مُراد لیا جا سکتا حالانکہ اس بات پر اجماع امّت ہے کہ حضور علیہ السلام افضل الانبیأ ہیں اور اس اجماع کی تائید روایت ابن عباس سے ثابت ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم نے فضیلت انبیأ کا ذکر چھیڑا اور ہم نے اس سلسلے میں حضرت نوح اور ابراہیم اور جناب موسٰی وعیسٰی کا ذکر کیا تو حضور علیہ السلام نے اپنی ذات سے قطع نظر فرمایا کہ ان میں سے کوئی شخص بھی یحیٰی بن ذکریا سے

marfat.com
Marfat.com

بہتر نہیں ہوسکتا، اور زمخشری کی تعبیر کو رد کرنے کے لیے ایک تائید یہ بھی ہے کہ جناب یحییٰ علیہ السلام کا بہتر ہونا ان کی جزوی فضیلت سے جس طرح کہ سب انبیاء کے جزوی فضائل ہیں کوئی نبی بالکلیہ کسی دوسرے نبی سے افضل ہیں یہ حضور ہی کا خاصہ ہے کہ وہ سب انبیاء پر مکمل فضیلت رکھتے ہیں۔

پھر امام زرقانی نے مواہب کے اس قول :۔

وَقَالَ قَوْمٌ آدَمُ أَفْضَلُ لِحَقِّ الْاَبُوَّةِ۔ — یعنی ایک قوم نے کہا کہ آدم علیہ السلام باپ ہونے کے ناطے افضل ہیں۔

پر کہا کہ یہ کوئی بات نہیں کہ آدم علیہ السلام کا صرف باپ ہونا فضیلت کا باعث بنے کیونکہ بہت سی شاخیں عظمت اور بزرگی کی وجہ سے اپنی جڑ سے افضل ہو جایا کرتی ہیں اور بسا اوقات اصل کی عظمت اور شرافت اس کی فرع سے پہچانی جاتی ہے۔

علامہ بوصیری فرماتے ہیں۔

وَکَمْ اَبٍ قَدْ عَلَا بِابْنٍ ذُرٰی شَرَفٍ
کَمَا عَلَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَدْنَانُ

ترجمہ: پُروقار اور باعظمت بیٹوں کے سبب کتنے ہی باپوں کے نام روشن ہوئے ہیں جس طرح قبیلہ عدنان رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے سربلند ہوا"

مواہب کے چھٹے مقصد میں اس حدیث :۔

حضور علیہ السلام کا مقام انکسار

اَنَا اَکْرَمُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَئِذٍ عَلٰی رَبِّیْ وَلَا فَخْرَ۔ — یعنی میں قیامت کے دن اپنے رب کے ہاں اولاد آدم میں سب سے زیادہ عزت پاؤں گا اور مجھے کوئی فخر نہیں۔

پر امام زرقانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضور نے اپنی قدر و منزلت اور کثرت فضیلت و انعام سے خبر دی ہے اور اس حدیث میں لا فخر ترکیب نحوی کے لحاظ سے حال موکدہ ہے لا فخر کی تعبیر غیر مفتخر بہ سے ہے اور لا فخر کا جملہ ذکر کرنے اس لیے فرمایا کہ عرف عام میں فخر کا اطلاق تکبر

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

پر بھی کیا جاتا ہے تاکہ کسی کو وہم نہ ہو کہ سرکار نے باندازِ تکبر یہ کلام کہی ہے قرطبی نے کہا کہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد اس لیے فرمایا کہ آپ کو اس بات کی اشاعت وتشہیر کا من جانب اللہ حکم کیا گیا تھا پھر خوش عقیدگی کا وجوب بھی ایسے ارشادات پر مرتب ہوتا ہے اور بے شک حضور علیہ السلام کو حق بھی ہے کہ آپ ایسے ارشادات ظاہر کریں تاکہ لوگوں کو آپ کے دین میں زیادہ سے زیادہ داخل ہونے کا شوق پیدا ہو اور جو شخص دینِ مصطفےٰ میں داخل ہو وہ راسخ العقیدہ بن جائے اور آپ کے پیرو متبعین کے دلوں میں آپ کی محبت کی شمع فروزاں رہے اور آپ کے خدام اعمال حسنہ کی کثرت کریں اور اپنے احوال میں شادمان وکامران رہ کر دنیا اور آخرت کی نیک نامی کا شرف حاصل کریں واضح سی بات ہے کہ آقا کی عظمت خدام کے احوال پر ضرور رنگ لاتی ہے۔

جملہ انبیا کے کمالات حضور میں بیک وقت موجود تھے

مواہب کے چھٹے مقصد میں اس قول :-

وَاسْتَدَلَّ لَهُ الْفَخْرُ الرَّازِيُّ	کمال محمدی پر فخرالدین رازی نے معالم میں
فِي الْمَعَالِمِ بِأَنَّهُ تَعَالَى وَصَفَ	استدلال کیا کہ ذاتِ حق نے تمام انبیاؑ کو
الْأَنْبِيَاءَ بِالْأَوْصَافِ الْحَمِيدَةِ ثُمَّ	اوصافِ حمیدہ سے متصف کرنے کے بعد
قَالَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	حضور علیہ السلام سے فرمایا۔
أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللهُ	ترجمہ: کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت
فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ فَأَمَرَهُ أَنْ	مرحمت کی تو ان کی ہدایت کے پیچھے
يَقْتَدِيَ بِأَسْرِهِمْ فَيَكُونُ	چلیں، گویا اللہ نے حضور کو سابقہ انبیاؑ کی
إِتْبَاعُهُ بِهِ وَاجِبًا وَإِلَّا	اقتدا کا حکم دیا جس کا بجالانا حضور واجب
فَيَكُونُ تَارِكًا لِلْأَمْرِ	ہوا نہیں تو لازم آئے گا کہ حضور نے امر
وَهُوَ مُحَالٌ وَإِذَا أَتَى بِجَمِيعِ	ذوالجلال کو ترک کر دیا اور ایسا کرنا بارگاہِ
مَا أَتَوْا بِهِ مِنَ الْخِصَالِ	محمدی میں محال اور ناممکن ہے تو جب حضو

marfat.com

Marfat.com

الحَمِيْدَةِ فَقَدِ اجْتَمَعَ فِيْهِ مَا كَانَ مُتَفَرِّقًا فِيْهِمْ فَيَكُوْنُ اَفْضَلُ مِنْهُمْ ۔

نے سابقہ انبیاء کی تمام اوصافِ حمیدہ کو عملاً اپنا لیا نتیجہ یہ نکلے گا جو اوصاف کمالات انبیاء میں انفرادی طور تھے وہ جناب رسول مقبول میں مجموعی طور پائے گئے بایں وجہ آپ ان سب سے افضل ہوئے ۔

اس پر امام زرقانی فرماتے ہیں کہ جب کوئی تنہا ایک منظم جماعت جتنا کام کر دکھائے تو وہ اکیلا شخص پوری جماعت سے افضل ہوگا اور یہ بھی بعید نہیں کہ اسے ہر ایک فرد پر فضیلت ہو یا سب پر مجموعی فضیلت رکھتا ہو، البتہ اس دلیل میں اشکال بھی ہو سکتا ہے جس کا قائل عز بن عبد السلام ہے عبد السلام نے کہا کہ سابقہ انبیاء کی مجموعی اوصاف حمیدہ کو سمیٹ لینے میں حضور کی ان سے برابری تو قابل تسلیم ہے لیکن آپ کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی، اور اس نے یہ بھی کہا کہ حضور سابقہ انبیاء کے ہر فرد سے انفرادی طور افضل ہیں لیکن آپ جمیعتِ انبیاء پر افضل نہیں ہیں، یہ سن کر عبد السلام کے معاصر علماء کی ایک جماعت نے اس کے کافر ہو جانے کا فتویٰ دیا کیونکہ اسے دیگر انبیاء کے ساتھ حضور کے درجۂ تساوی میں بھی توقف تھا اللہ اسے اپنی گرفت سے بچائے۔

اشکال کا رد

زرقانی فرماتے ہیں کہ اگر آپ چار شخصوں میں سے انعام کے طور پر ایک کو ایک دینار دیں اور دوسرے کو دو دینار دیں اور تیسرے کو تین دینار اور چوتھے کو چار دینار تو لامحالہ چار دینار والا انفرادی طور پر ایک سے زیادہ انعام یافتہ تسلیم کیا جائے گا اور اگر آپ اسے چھ دینار دے دیں تو مجموعی طور پر سب کے برابر مانا جائے گا۔ اور اگر آپ اسے دس دینار دے دیں تو وہ شخص سب سے زیادہ انعام یافتہ قرار دیا جائے گا۔

تو اب یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم حل میں انبیائے سابقین سے برابر ہیں۔ اور اسرارِ الٰہی کے علم میں خصائص اور معجزات میں قربِ الٰہی اور قدر و منزلت میں آپ کا درجہ سب سے افضل ہے اور کثرت ثواب میں بھی آپ سب سے فائق و اولیٰ ہیں کیونکہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی تعداد دیگر انبیاء کی امتوں کی مجموعی تعداد سے دگنی[1] ہے اور پھر آپ کی امت کا اجر

[1] میدان محشر میں کل حاضرین کی صفیں ایک سو بیس ہوں گی جن میں سے اسی صفیں امت مصطفےٰ کی
بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

تو آپ بھی قیامت کے دن آپ ہی کے لیے ہوگا اور اس سلسلہ کی دوسری نظیر یہ بھی ہے کہ رہائشی منازل میں جس کی منزل سب سے اُونچی اور آخری ہوگی، وہی سب سے اعلیٰ وارفع ہوگا، سورہ بقر اور تیسرے پارہ کی سب سے پہلی آیت میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ آپ مجموعۂ انبیاء سے رُتبوں بلند ہیں آپ ہی سب سے اعظم وافضل ہیں۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

حُبّ رُسول صلے اللہ علیہ وسلم کی علامات

مواہب میں ساتویں مقصد کے اس قول پر :-

وَمِنْ عَلَامَاتِ الْحُبِّ الْمَذْكُورِ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَعْرِضَ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهِ إِنْ لَوْ خُيِّرَ بَيْنَ فَقْدِ غَرَضٍ مِنْ أَغْرَاضِهِ أَوْ فَقْدِ رُؤْيَتِهِ إِنْ لَوْ كَانَتْ مُمْكِنَةً فَإِنْ كَانَ فَقْدُهَا أَشَدَّ عَلَيْهِ مِنْ فَقْدِ غَرَضٍ مِنْ أَغْرَاضِهِ فَقَدِ اتَّصَفَ بِالْمَحَبَّةِ الْمَذْكُورَةِ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ لَا فَلَا ۔

ترجمہ: رُسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبّت کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنی ذات کے آئینہ میں دو چیزیں پیش نظر ہوں ایک اس کی اپنی ذاتی غرض، اور دوسری دولت دیدار مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم امکانی صورت میں اگر یہ دونوں چیزیں گُم ہو جائیں تو اسے اپنی غرض سے محرومی کا ذرا بھی احساس نہ ہو لیکن زیارت مصطفےٰ کی گمشدگی سے اسے ایک پل چین نہ آئے یہ سرکار کی محبت کی علامت ہے اگر ایسا نہ ہو تو پھر زبانی دعویٰ کے سوا کچھ نہیں ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ہوں گی اور صرف چالیس صفیں سابقہ انبیاء کی اُمتوں کی ہوں گی ۔ (ترمذی)

(سیّد امیر محمد شاہ)

marfat.com
Marfat.com

امام زرقانی فرماتے ہیں کہ یہاں تک حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے مزید برآں یہ بھی کہا کہ سرکار کی محبت میں کسی چیز کے پائے جانے یا گم ہونے تک ہی بات محدود نہیں بلکہ اس کی مثال یوں بھی دی جاسکتی ہے کہ وہ شخص سنتِ مصطفیٰ کی مدد کرے امورِ شرعیہ کو آباؤ اجداد کی غلط رسوم سے بچائے اور مخالفین شریعت کی شاکھ ہی کاٹ دے اور اس کے ذیل میں ہی امر بالمعروف یعنی ہر اچھے کام کا حکم اور نہی عن المنکر یعنی ہر بُرے کام سے منع کرنا۔

ابن حجر نے مزید کہا ہے کہ اس بات میں فضیلتِ فکری کی طرف اشارہ ہے یعنی مذکورہ محبت میں انسان پہچانا جاتا ہے وہ اس طرح کہ انسان کو یا اپنی ذات محبوب ہوگی یا کوئی دوسری چیز اگر اسے اپنی ذات محبوب ہو تو وہ اپنی ذات کی ہمیشہ بقا و سالمیت چاہے گا، اور اپنی ذات کو ہر آفت سے ہر ممکن بچانے کی سرتوڑ کوشش کرے گا اور یہی مطلوبہ چیز کی حقیقت ہے اور اگر اسے کسی دوسری چیز سے محبت ہوگی تو یقیناً اس کی محبت میں کوئی نہ کوئی مفاد ضرور کارفرما ہوگا خواہ وہ مفاد تقاضۂ حال کے اعتبار سے ہو یا آخری نتیجہ کے طور پر، جب کسی کو حضور علیہ السلام کی طرف سے مطلوبہ نفع کی اُمید ہو جائے خواہ بطور مشاہدہ یا کسی سبب سے اسے معلوم ہو جائے کہ اس کی ذات کی بقا کا اصل سبب حضور پرنور ہی ہیں اور باور ہو جائے کہ ہر قسم کے نفعوں سے سرکار کی ذات سے حصول فائدہ سب سے بڑی بات ہے تو وہ خوش نصیب عام لوگوں کی نسبت حبِ رسول سے زیادہ مستفیض ہونے کا مستحق ہوگا کیونکہ اسے سرکار سے اثر کرنے والی محبت کا نفع حاصل ہوا ہے لیکن لوگ غفلت اور حاضر باش ہونے میں مختلف درجے رکھتے ہیں۔

حضور پر صلوٰۃ بھیجنے کی فضیلت اور فائدے

مواہب کے ساتویں مقصد میں اس قول پر:

وَاَمَّا فضیلۃُ الصلوٰۃِ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فقد وَرَدَ التصریحُ بِھَا فی احادیث قویۃ۔ ترجمہ: آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے کی تصریح بہت سی ثقہ اور مضبوط حدیثوں میں وارد ہوتی ہے۔

امام زرقانی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ بھیجنے کے بے شمار فضائل میں سے یہ

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

فضیلتیں بھی ہیں کہ سرکار پر صلوٰۃ بھیجنے سے کفارہ گناہ ہوتا ہے درجات بلند اور اعمال کی صحت ہوتی ہے خطاؤں کی بخشش اور ملائکہ الٰہی صلوٰۃ بھیجنے والے کے لیے بخشش اور مغفرت طلب کرتے ہیں نیز ذرہ برابر نیکی اُحد پہاڑ کی مانند اور نیکی کا ایک پیمانہ کئی مکمل پیمانوں کے برابر لکھا جاتا ہے اور یہ وظیفہ اُمورِ دنیا و دین کے لیے اس شخص کے حق میں کفایت کرتا ہے جو کامل توجہ سے سرکار پر صلوٰۃ بھیجے اور یہ عمل گناہوں کو یوں جلا دیتا ہے جس طرح لکڑی کو آگ جلا دیتی ہے اور غلام آزاد کرنے پر بھی یہ عمل فضیلت رکھتا ہے اور اس کی بدولت کئی خوف ناک صورتوں سے نجات ملتی ہے اور بارگاہِ مصطفیٰ علیہ السلام میں شرفِ حاضری ہوتا ہے حضور علیہ السلام کی شفاعت واجب اور اللہ کی رضا رحمت ہوتی اور اللہ کے غضب اور قہر سے امن ملتا ہے اور سایہ عرش میں مقام اور اس کی برکت سے نیکی کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور حوض کوثر کی سیرابی اور پیاس کے خطرے سے مکمل امان دوزخ سے نجات پُل صراط کی برق روی اور موت سے پہلے ہی مقام قرب کی نشست خاص کا حصول اور جنت میں بیویوں کی کثرت جیسی نعمتیں ملیں گی، نیز سرکار دو عالم پر صلوٰۃ بھیجنا بیس سے بھی زیادہ غزوں میں شمولیت سے افضل ہے اور تنگی کی حالت میں صدقہ کرنے کے قائم مقام اور اس سے اعمال کو حقیقی طہارت اور پاکیزگی میسر آتی ہے اور اس کی برکت سے مال بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور سو سے زیادہ حاجتیں روا ہوتی ہیں اللہ کے نزدیک عبادتوں میں سب سے زیادہ محبوب عمل بھی یہی ہے اس سے مجالس و محافل آراستہ ہوتی ہیں عرصۂ حیات کی تنگی دُور ہوتی ہے اور اسی سے دولتمندی کی راہیں کھلتی ہیں اور یہ عمل کرنے والا عام لوگوں کی نسبت بارگاہِ رسول میں زیادہ قریب ہو جاتا ہے اور سات پشتوں تک اس کی اولاد کو رُوحانی فائدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں وہ آدمی مقرب شمار ہوتا ہے درود و صلوٰۃ ایک نُور ہے جس سے دشمنوں پر غلبہ دل سے نفاق اور کدورت چھٹ جاتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں مقام پیدا ہوتا ہے اور درود پڑھتے رہنے سے خواب میں ہمیشہ سرکار کی زیارت نصیب ہوتی رہتی ہے اور یہ عمل تمام اعمال سے زیادہ بابرکت ہے اور تمام کاموں سے افضل اور اس کا نفع دنیا اور دین میں سب سے زیادہ ہے صلوٰۃ کے متعلق حافظ سخاوی نے بدیع میں بہی کچھ کہا ہے اس سلسلہ میں بہت سی احادیث بھی منقول ہیں۔ اور حافظ سخاوی کے تمام منقولات میں نے اپنی کتاب سعادت دارین میں جس کی شان کی آج تک

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

کوئی تالیف نہیں ہوئی جسے شوق ہو وہ اس کا مطالعہ کرے۔

حضور علیہ السلام کا مرضِ اسہال میں طبی مشورہ

مواہب کے آٹھویں مقصد میں امام زرقانی حضرت ابو سعید خدری کی حدیث جو بخاری و مسلم میں ہے پر فرماتے ہیں:۔

اِنَّ رَجُلاً اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخِیْ یَشْتَکِیْ بَطْنَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِسْتَطْلَقَ بَطْنُہٗ فَقَالَ اِسْقِہٖ عَسَلاً فَسَقَاہُ فَلَمْ یَزِدْہُ اِلَّا اِسْتِطْلَاقاً فَقَالَ صَدَقَ اللّٰہُ وَکَذِبَ بَطْنُ اَخِیْکَ۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ سرکار کی خدمت میں ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ یارسول اللہ میرے بھائی کو سوءِ ہضم یعنی (بدہضمی) کی شکایت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میرے بھائی کا پیٹ بہہ رہا ہے اس پر آں حضرت نے فرمایا کہ اسے شہد پلا دے تو اس نے شہد پلایا مگر اسہال اور بدہضمی میں بظاہر اضافہ ہو گیا حضور نے فرمایا کہ اللہ کا فرمان سچا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹ کہہ رہا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے چونکہ اس شخص کے بھائی کے پیٹ میں فاسد مادہ کثرت سے تھا اور آپ اس لیے بار بار شہد کے استعمال کا مشورہ دیتے رہے تھے تاکہ وہ فاسد مادہ خارج ہو جائے جب اس نے اپنے بھائی کو ایک دوبار مزید شہد پلایا تو بالکل تندرست ہو گیا، اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے۔

اِنَّ اَخِیْ یَشْتَکِیْ بَطْنَہٗ فَقَالَ اِسْقِہٖ عَسَلاً ثُمَّ اَتَی الرَّجُلُ الثَّانِیَۃَ فَقَالَ اِسْقِہٖ عَسَلاً ثُمَّ

ترجمہ: بے شک ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میرے بھائی کو پیٹ کے مرض کی شکایت ہے تو آپ نے فرمایا کہ اسے شہد پلا دے پھر دوبارہ آیا

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

اتاہ الثالث فقال اسقہ عسلا ثم اتاہ فقال فعلت فلم یبرأ فقال صدق اللہ وکذب بطن اخیک۔

آپ نے شہد کے استعمال پر زور دیا پھر سہ بارہ آیا پھر آپ نے شہد پلانے کو کہا وہ پھر آ کر کہنے لگا کہ آپ کے فرمان کے مطابق کیا ہے لیکن افاقہ نہیں ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کا فرمان سچ ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔

پھر اس نے اپنے بھائی کو شہد دیا تو وہ بالکل صحت مند ہو گیا، اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نے اسے صدق اللہ فرمایا یہ اس لیے تھا کہ وہ تیمارداری کے ساتھ ساتھ بار بار بارگاہِ رسالت سے بھی فیض یاب ہوتا رہے۔

پھر امام زرقانی فرماتے ہیں قرطبی نے کہا کہ اس حدیث کے مفہوم میں بعض بے دین طبیبوں کو اعتراض ہوا ہے وہ یہ کہ جب شہد کے مسہل ہونے پر اجماعِ اطبا ہے تو اسہال والے شخص کے لیے شہد کو تجویز کرنا کیسے درست ہو سکتا، درحقیقت یہ کلامِ اطباء صداقتِ مصطفےٰ علیہ السلام کے سامنے اور اس فنِ طب کے سامنے جس کی ارتقا کا اصل سبب حضور ہی کی ذات ہے کے سامنے بالکل غلط اور بے بُنیاد ہے یہ جواب طبِ اسلامی کے علمائے نے دیا ہے۔

(۱) جس شخص نے سرکار کی سچائی بطورِ معجزہ معلوم کر لی ہو اس کا حق یہی کہ سرکار کی جو بات اسے سمجھ نہ آئے اور اس کی عقل قاصر ہو کر رہ جائے تو وہ حضور کی سچائی کا اقرار صدق دل سے کرے کہ جو سرکار نے فرمایا وہ فی نفسہٖ حق اور سچ ہے خطا اور قصور کو اپنی ذات اور اپنے سؤِ فہم پر منسوب کرے پھر جس عمل کی کسی چیز سے متعلق ہونے کی اصل وجہ اور کیفیت بھی رُسول صادق علیہ السلام نے بیان کر دی ہو اس پر غور کرنا چاہیئے تحقیق کرنے کے بعد انکشاف ہو گا کہ جو کچھ صادق کائنات علیہ السلام نے فرمایا ہے وہ حق اور سچ ہے۔

(۲) اس اعتراض سے معترض فنِ طب میں بالکل کورا اور جاہل ثابت ہو گا کہ اس نے مطلق کو مقید یعنی شہد کے مطلق پیامِ شفا کو مسہل قرار دیا پھر یہ ستم ظریفی کہ اس پر اطباء کا اجماع نقل کیا جو سراسر غلط ہے دوسرے جواب کی تائید میں امام مازری نے کہا کہ وہ چیزیں جو طب میں

www.muhammadan.net

marfat.com

Marfat.com

پائی تو جاتی ہیں لیکن تفصیل طلب ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک وقت میں ایک چیز مریض کے لیے بطور دوا کام کرتی ہے اور وہی چیز کسی اور عارضہ میں دوسرے وقت بیماری کے مزاج کی معاون ثابت ہوتی ہے اور تکلیف میں شدت کی صورت پیدا ہو جاتی ہے تو اندریں صورت علاج کے لیے وہ چیز ضروری سمجھی جائے گی جو مزاج مریض کے لیے مفید ہو اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک مخصوص وقت میں کسی خاص شخص کے لیے ایک چیز میں شفا موجود ہوتی تو اس چیز سے ہر حال میں اور ہر شخص کے لیے شفا طلب نہیں کی جا سکتی بلکہ اطبا اس بات پہ متفق ہیں کہ بلحاظ عمر ایک ہی بیماری کے مختلف علاج ہوتے ہیں۔ دونوں جوابات کی روشنی میں معترض کی جہالت آشکارا ہو گئی۔ ہم سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لیے اطبا کی سچائی سے استدلال کرنے والے نہیں ہیں بلکہ جو حضور علیہ السلام کی تکذیب کریں ہم ان کی مذمت کریں گے اور انہیں کافر قرار دیں گے اور انہیں ان کے ہر فن سے نکال دیں گے کیونکہ ہمارے آقا و مولیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی جھوٹ کہا ہی نہیں۔ امام زرقانی کے فرمودہ جواہر میں سے ہے آپ نے مواہب کے نانویں مقصد میں اس قول پر :-

وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ لِيَقْطَعَ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ فَأَخَذَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَنَقَهُ حَتّٰى سَالَ لُعَابُهُ عَلٰى يَدِهِ

ترجمہ: یعنی ایک روز حضور علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے درمیان میں شیطان آ ٹپکا کہ آپ کی نماز خراب کر دے تو سرکار اسے پکڑ کر اس کا گلا دبا دیا حتی کہ اس کے منہ کا لعاب سرکار کے ہاتھوں پر بہنے لگا۔

یہ حدیث بخاری و مسلم و نسائی میں ہے اور بخاری کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔

سرکار کا ابلیس کو قید کرنا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس ایک شب دوران نماز ایک سرکش جن آیا کہ وہ میری نماز میں مخل ہوا اللہ نے مجھے اس

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلٰوةَ فَاَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَاَرَدْتُ اَنْ اَرْبِطَهُ اِلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِيْ سُلَيْمَانَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ فَرَدَدْتُهُ خَاسِئًا۔

پر ایسی قدرت بخشی کہ میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کی دیواروں میں سے کسی دیوار کے ساتھ باندھ دوں یہاں تک تم سب لوگ صبح اُٹھ کر اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو پھر میں نے اپنے بھائی جناب سلیمان کی بات یاد کی جو انہوں نے اللہ سے کہ اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کو زیب نہ دے بے شک تو ہی سب کچھ دیتا ہے پھر میں نے اسے ذلیل کر کے لوٹا دیا۔

شفاعت کبریٰ حضور ہی کا خاصہ ہے

مواہب کے دسویں مقصد میں امام زرقانی اس حدیث شفاعت پر۔

فَيَقُوْلُ عِيْسٰى اِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَّغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنِّيْ اتَّخَذْتُ اِلٰهًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: میدان محشر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے بے شک میرا رب آج کے دن اتنا غضب ناک ہے کہ اس طرح پہلے نہ کبھی غضب ناک ہوا اور نہ بعد میں کبھی ایسا غضب ناک ہو گا اس حدیث میں ابو ہریرہ کی روایت میں عیسیٰ کی کسی لغزش کا ذکر نہیں ہے اور روایت ابن عباس میں کہا کہ میں نے اللہ کے سوا معبود بنا لیا۔

نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا

مجھے اپنی فکر ہے اور یوں تین مرتبہ کہا اور پھر کہا کہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ پھر

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — سب انبیاء آں حضرت کے پاس آئیں گے اور
فَيَقُوْلُوْنَ يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ — کہیں گے کہ اے محمد صلے اللہ علیک وسلم
رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَآءِ — آپ اللہ کے خاص رسول ہیں اور خاتم النبیین
وَقَدْ غُفِرَلَكَ مَا تَقَدَّمَ — ہیں آپ کے پہلے اور بعد والے خلافِ اَولیٰ
مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ — بخش دیئے گئے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے فی الواقع اگر کوئی لغزش ہوئی بھی ہوتی تو آپ کو کوئی مواخذہ نہ ہوتا۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ حضرت عیسٰی و موسٰی علیہما السلام کے عذر خواہ ہونے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس سے کوئی چیز واقع ہوئی ہوا سے اپنی تقصیر کا احساس باقی رہتا ہے اور مواخذہ کا ڈر بھی مکمل طور رفع نہیں ہوتا اگرچہ نص قرآنی سے ثابت ہے کہ عیسٰی و موسٰی علیہما السلام کی خطائیں معاف کردی گئیں، اس کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو اس لائق نہ جانا کہ شفاعت کرسکیں ان کے اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان فرق ظاہر کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے تو کوئی خطا مطلقاً صادر ہی نہیں ہوئی اسی لیے حضرت عیسٰی اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے ہمارے آقا و مولیٰ کو صاحب الشفاعت تسلیم کرکے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہوں گے[1] آپ حضور کے پہلے اور بعد کے خلافِ اَولیٰ معاف کر دیئے گئے مراد یہ ہے کہ یقیناً اللہ نے انہیں واضح کر دیا کہ اگر محبوب خدا سے خدانخواستہ کوئی لغزش ہوتی بھی تو انہیں کسی قسم کا مواخذہ نہ ہوتا۔ حافظ ابن حجر نے کہا الحمد للہ یہ نفیس کلام فتح الباری سے ملا ہے۔

اور قاضی عیاض نے کہا احتمال ہے کہ انبیائے سابقین نے حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا مددگار مان لیا ہوگا اور فرداً فرداً آپ سے صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کی ذمہ داری قبول کروانے کی کوشش کرنے لگیں گے اور ایسی صورت میں بھی آپ کی عزت و شرف اس مقام پر سب پر عیاں ہو جائے گی، اس موقعہ پر آپ کی ملاقات کے لیے پانچ انبیاء کرام خاص کئے جائیں گے جناب آدم علیہ السلام نوح علیہ السلام جناب ابراہیم جناب موسٰی جناب عیسٰی علیہم السلام حالانکہ دوسرے

---

[1] آنکہ آمد نُہ فلک معراج او — انبیاء اولیاء محتاج او
(عطار) مترجم غفرلہٗ

marfat.com
Marfat.com

اوالوالعزم پیغمبر انبیاءٔ و مرسلین جو اپنی اپنی شریعتوں کے وارث ہوں گے اور ان کے وہ ساتھی بھی موجود ہوں گے جنہوں نے طویل مدت اور عرصہ دراز تک ان کی شریعتوں پر عمل کیا ہو گا مذکورہ انبیاءٔ کو یہ اعزاز اس طرح دیا جائے گا کہ آدم علیہ السلام سب کے والد ہوں گے اور جناب نُوح بھی آدم ثانی کی حیثیت سے دوسرے درجہ کے باپ ہوں گے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مرکز ادیان اور جد الانبیاءٔ ہوں گے اور مُوسیٰ علیہ السلام کثرت اتباع میں حضور علیہ السلام کے بعد دوسرے درجہ پر اور دیگر انبیاءٔ کی نسبت سب سے زیادہ پائے جائیں گے اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا ہو گا اور اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور کی اُمت سے اُٹھیں گے لوگوں کو جناب رُوح اللہ کے فضل و شرف اور قیامت کے ہول کی وجہ سے ان کے آنے کی خبر تک نہ لگے گی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جس شخص نے دنیا میں یہ حدیث سُن رکھی ہو گی اسے ذرہ برابر شک نہیں رہے گا اور وہ پہچانے گا شفاعت کرنے کے لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی خاص کئے ہوئے ہیں اس کے باوجود اسے یاد نہیں آئے گا کہ سب انبیاءٔ کرام میں سے سرکار ہی اس مقام کے لائق ہیں درحقیقت یہ نسیان ان پر اللہ کی طرف سے مذکورہ حکمت کے تحت طاری کیا جائے گا، یہاں زرقانی کی عبارت ختم ہوئی۔

حضور علیہ السلام سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اور شفاعت قبول کیے جانے والے ہوں گے

امام شعرانی اپنی کتاب یواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں کہ شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اور شفاعت قبول کیے جانے والے کی خبر ہمیں اس لیے دی ہے کہ ایک تو آپ کی ہم پر شفقت ہے اور دوسرا یہ کہ ہمیں قیامت کے دن ایک نبی سے دوسرے نبی کے پاس جانے کی زحمت اور مشقت سے راحت اور اطمینان ہو اور اس دن ہر ایک نفسی نفسی پکار رہا ہو گا تیسرا یہ کہ حضور علیہ السلام نے ہمیں اپنے مقام سے آگاہ کر دیا تاکہ ہم قیامت کے دن اپنے اپنے مقامات پر صبر و استقلال سے خوش خوش بیٹھے رہیں یہاں تک کہ حضور علیہ السلام کی باری آ جائے اور آپ فرمائیں اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا یعنی میں ہی اس کے لائق ہوں، میں ہی اس کے لائق

marfat.com
Marfat.com

ہوں لیکن ہر وہ شخص جسے دنیا میں اس حدیث کو نہ سنا ہوگا یا سنا تو ہوگا مگر بھول چکا ہوا سے بہرطور
ایک نبی سے دوسرے نبی کے پاس جانے کی مشقت ضرور اٹھانا پڑے گی ہاں جس شخص کو یہ حدیث
خوش قسمتی سے پہنچی ہوگی اور قیامت تک اسے یاد بھی رہ جائے اور یہ یادداشت بھی سرکار کی شفقت
سے ہی اُمت پر باقی رہے گی، اور حدیث میں سرکار علیہ السلام کا لا فخر فرمانا اس لیے ہے کہ میں اولاد
آدم اور نبیوں رسولوں پر سردار ہونے پر فخر نہیں کرتا اور اس سے میری مُراد یہ ہے کہ تمہیں قیامت
کی وحشت اور مشقت سے راحت اس وعدۂ سابقہ کے مطابق مل جائے جو اللہ جل وعلا نے مجھ سے
کر رکھا ہے کہ میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے شفاعت قبول کیا
جانے والا ہوں اور اس میں آپ کا لا فخر فرمانا ایک صحیح غرض سے بھی تھا اور وہ غرض یہ تھی کہ اس
قول سے نہ صرف میری نفاستِ طبع عیاں ہوگی بلکہ میری تمام اُمت کے لوگوں کا بھی تزکیہ نفس
ہو جائے گا کہ وہ مخلوق کو دیکھ کر اپنے آپ کو فخر سے پاک محسوس کریں گے یہ شیخ محی الدین کی بات ختم
اس عبارت کو میں نے اپنی کتاب فضائلِ محمد کے اوائل میں بھی نقل کیا ہے اور بعد ازیں میں
نے ان کی مذکور کلام نقل کی ہے اور وہ یہ ہے کہ مذکورہ حدیث میں قیامت کے دن صرف سرکار
کو ہی سیادت اور سرداری کے ساتھ اس حکمت کے تحت خاص کیا جائے گا کیونکہ دُنیا میں آپ سب
لوگوں کے سردار بلکہ دنیا اور آخرت میں اللہ کی تمام مخلوق کے سردار ہیں لیکن قیامت کے دن
ہی تمام مخلوق کی آپ کی سرداری مکمل ظاہر ہوگی اور تمام جہانوں والے موافق و مخالف سرکار کی
اپنی اُمت اور دوسری اُمتوں کے لوگ آپ کی سرداری کا مشاہدہ کر کے آپ کی سرداری کا مشاہدہ
تسلیم کریں گے اس کے باوجود حضور علیہ السلام اس خطرے سے کہ لوگ مجھ سے فضائل اور کثرتِ
معجزات کی بنا پر الوہیت کا عقیدہ نہ رکھنے لگیں جس طرح کہ بعض دوسری اُمتوں کے لوگ یہ عقیدہ
رکھتے تھے کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ میں عام بندے کی طرح ہی اٹھتا بیٹھتا اور کھاتا پیتا ہوں اور
فرمایا کرتے کہ میری ذات میں وہ مبالغہ آرائی نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق
مبالغہ سے کام لیتے ہوئے انہیں اللہ کا بیٹا بنا دیا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہا کرو، ایک مرتبہ
ذاتِ حق نے حقیقتِ محمدی کو اس بات میں اختیار دیا کہ آپ فرشتہ ہونے کی حیثیت سے نبی بننا
پسند کرتے ہیں یا بندہ ہونے کی حیثیت سے تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے بندہ ہونے کی حیثیت

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

سے نبی ہونا پسند کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکمت یہ تھی کہ میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور دوسرے دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا جب بھوک آئے گی تو اس کو دور کرنے کے لیے اللہ سے سوال کروں گا اور جب پیٹ بھر کر کھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤں گا اور اس سے ملتی جلتی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن میں سرکار کی حقیقتِ بندگی و تواضع واضح طور پر بیان کی گئی ہے جس طرح سرکار نے ایک عورت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں خشک کیا ہوا گوشت پکا کر کھاتی تھی۔

جاننا چاہیے کہ حضور نے اپنی ذات کو جن اوصاف سے متصف کیا ہے یا آپ کے غلاموں نے آپ کو جن جن اوصاف محمودہ سے موصوف کیا ان میں اترانے یا فخر و غرور کی کوئی بات نہیں جس سے سرکار علیہ السلام نے اپنے اس قول لَا تُطْرُونِي سے منع فرمایا ہے (الاطرا) کا معنی ہوتا ہے کسی شئی کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنا حضور علیہ السلام کے اوصاف میں کوئی ایسا وصف نہیں جس میں ایسا مبالغہ ہو بلکہ آپ کی تعریف میں جو کچھ بھی ہے وہ آپ کے صحیح احوال کی عکاسی کرتا ہے۔ امام بوصیری فرماتے ہیں :-

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِي نَبِيِّهِمُ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيهِ وَاحْتَكِمِ
وَانْسُبْ إِلٰى ذَاتِهِ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ إِلٰى قَدْرِهِ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمِ
فَإِنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهُ
حَدٌّ فَيُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

ترجمہ: اپنے نبی سے متعلق جو عقیدہ نصاریٰ کا تھا تم اسے چھوڑ دو اور اپنے نبی کی شان کے زیبا جو تم چاہو مضبوط فیصلہ کر سکتے ہو اور اپنے نبی کی ذات سے جو بزرگی بھی چاہو منسوب کر سکتے ہو اور آپ کی قدر منزلت کے لیے جو چاہو عظمتیں منسوب کر دو بے شک فضیلت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی ایسی حد بندی نہیں جس سے کہنے والا اپنا منہ خاک آلود کر لے۔

مسکینی سرکار کا اوڑھنا بچھونا تھی

جس تعریفی مبالغہ سے سرکار نے منع فرمایا وہ یہ تھا کہ آپ کو کوئی الوہیت کا عقیدہ نہ رکھے۔

www.muhammadilah.net

marfat.com

Marfat.com

جس طرح مسیح علیہ السلام پر نصارٰی کا عقیدہ ہے اس لیے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس مبالغہ آمیز تعریف سے یاد نہ کرو جس طرح نصارٰی نے عیسٰی علیہ السلام کے متعلق مبالغہ سے تعریف کی تم میں کوئی بھی ایسا نہ ہو جو اپنے نبی کی الوہیت کا قائل ہو باوجودیکہ آپ میں کمالِ فضیلت اور معجزات کی کثرت اس حد تک تھی کہ باقی تمام مخلوق میں کہیں یہ کثرت وجود میں آئی یہ سب کچھ اللہ کی عطا تھی اور آپ بار بار اپنے متعلق اللہ کا بندہ ہونا فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے کہ میں بندہ ہوں میں مسکین ہوں اور دُعا کیا کرتے کہ بارِ الٰہ مجھے مسکینوں میں زندہ رکھنا اور مسکینوں میں ہی مارنا اور مجھے قیامت کے دن مسکینوں کی صف میں ہی اُٹھانا سرکار کی مقام الوہیت کے تقدس کو بحال رکھنے پر اتنی تاکید کے باوجود کچھ باطل فرقوں نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور کچھ بعد والے لوگوں پر عقیدۂ الوہیت قائم کر لیا جس طرح ایک نابند فرقہ جناب علی کرم اللہ وجہہٗ کی الوہیت کا قائل ہے۔

ارشاداتِ امام زرقانی ختم ہوئے۔

www.muhammadilah.net

marfat.com
Marfat.com

عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسی المتوفی سنہ ۱۱۴۳ھ رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

صلاتِ مشیشیہ کے خطبہ کی شرح میں شیخ عبدالغنی کے فرمودہ ارشادات میں سے ہے کہ سب
تعریفیں اس اللہ جل شانہٗ کے لیے ہیں جس نے ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر عزت
تکریم بخشتے ہوئے صلوٰۃ بھیجی اور آں حضرت عرب و عجم کے سردار ہیں جنہیں سب سے زیادہ افضل قرب
اور مخلوق میں سے زیادہ اُونچے رتبے ملے ہیں اور تعریف کے لائق وہ ذات ہے جس نے
اہلِ عنایت کو حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ بھیجنے کی توفیق بخشی اور جس نے حضور پر درود بھیجنے کو منزلِ ولایت
کا زینہ بنا دیا صراطِ مستقیم پر چلنے اور انجام کار کے لیے دلیل اور ہر گناہ کے لیے کفارہ بنا دیا اہل
عنایت اُمّت رُسولِ عربی صلے اللہ علیہ وسلم اور اہل قُرب اور شرع محمّدی کے پابند لوگوں سے
ہمیشہ بے حد محبت کرتے رہتے ہیں اہلِ عنایت کے دلوں میں انوارِ محبت جگمگاتے رہتے اور ان
کی ارواح حضوری اور قُرب کے عنبرین اور عطر بار جھونکوں کی سیر کرتی ہیں نُورِ محمّدی کے مشاہدے کی
برکت سے ان کی زبانیں وہ حقائق بیان کرتی ہیں جو ان کے دلوں میں مخفی اور جو کچھ رموزِ احمدی
کے کمال سے ان کی رُوحوں پر عیاں پر ہوتا ہے اور یہ لوگ اس کیفیت سے اپنی وابستگی ہمیشہ
قائم رکھتے ہیں یہاں تک کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کی صحیح پہچان ہو جاتی ہے۔
درحقیقت حضور علیہ السلام کو کماحقہٗ جس طرح ان کی عظیم قدر و منزلت ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے
مخلوق اگرچہ امکانی حد تک سرکارِ دو عالم کی تعریف میں گفتگو کرے اور اس میں پورا اخلاص اور
وفاشعاری بھی ہو لیکن پھر بھی بہت دور ہے کہ سرکارِ دو عالم کی قدر و منزلت پہچان لی جائے
البتہ مصطفیٰ علیہ السلام کے بعض حالات دلوں کے سبزہ زار میں ضرور گردش کرتے رہتے ہیں
تاہم ان کی چوٹی سر کرنے کے لیے کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ ایسا کون شخص ہے جو اس
حقیقتِ حال کو واضح الفاظ میں بیان کر سکے یا اس حقیقت پر کچھ صحیح طور کہہ سکے اور حضور پر
صلوٰۃ بھیجنے والے روشن ضمیر لوگوں کی صف میں شامل ہو جائے اور ان کے مسلک پر چل کر
ان کا بہتر جانشین ثابت ہو اور اس حقیقت پر مقامِ قُرب میں مدلل گفتگو کے ساتھ یا اپنی گفتگو

لے اللہ اس ذات کا نام ہے جس کا وجود کوئی تغیر قبول نہ کرے اور ہر کمال اس کی ذات پر ختم ہو جائے۔
لے اچھے مقصد کے حصول کے لیے بے شمار قدرتی اسباب کا پیدا ہو جانا توفیق کہلاتا ہے۔ مترجم سید امیر محمد شاہ
(مترجم غفرلہ ولوالدیہ)

www.muhammadilm.net

marfat.com

Marfat.com

کی تحریر جس میں نزاکتِ ادب ملحوظ خاطر رہے قربِ حضوری حاصل کرے وہ تو صرف شیخ امام، قطب عارف الٰہی جن کا طریقہ کتاب وسنّت کے مطابق جن کے حالاتِ زندگی عظمتِ سنتِ رسول کے آئینہ دار جن کا خاندان عالی قدر بزرگی والا ہے۔ سیدی عبدالسلام بن مشیش الحسینی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے فیوض وبرکات اپنے فضل وکرم سے ہم پر ہمیشہ قائم ودائم رکھے چونکہ صلوٰت مشیشیہ جناب عبدالسلام بن مشیش سے منسوب ہے یہ صلوٰۃ اپنے ضمن میں ایسے ایسے اعلیٰ حقائق اور نہایت لطیف قسم کے دقائق واسرار جو عالم غیب میں عارف لوگوں کے آسمانِ قلوب پر اللہ کی طرف سے ظاہر ہوتے تو مجھ سے مخدوم ومہربان، سید وعبادت گذار نیک وطاعت شعار پیر طریقت رہنمائے اسرار حقیقت حمایت حق میں چٹان اور خاموش سمندر کی طرح حوصلہ مند اور صاحب برداشت جناب ابوحفص عمر بن عیسیٰ بن عبدالوہاب الشریف الحسنی اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے خاندان کی برکت سے ہمیں بے حد فائدہ دے نے مذکورہ صلوٰۃ کے متعلق سوال فرمایا مجھے ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جواب دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا پھر ترجمۂ مصنف ذکر کیا گیا۔

حضور علیہ السلام کے اسم گرامی کے وسیلے سے دعائیں قبول اور عطائیں انمول ہو جاتی ہے

شیخ عبدالسلام بن مشیش کے اس قول:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مَنْ مِنْهُ انْشَقَّتِ الْاَسْرَارُ وَانْفَلَقَتِ الْاَنْوَارُ۔	ترجمہ: یاالٰہی جس مقدس ذات قبلہ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے راز کھلتے ہیں اور انوار پھوٹتے ہیں ان پر صلوٰۃ بھیجے

پر عارف نابلسیؒ فرماتے ہیں کہ اللّٰھمّ کے قول سے مصطفےٰ علیہ السلام کے وسیلے ذاتِ حق کی توجہ دلانا اور پسندیدہ شے کے حصول کی طلب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کے وسیلہ سے کرنا مقصود ہے کیونکہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ایسا بابرکت ہے کہ اس کے وسیلہ سے جب دعائیں کی جائیں تو مقبول ومنظور ہوتی ہیں اور انعاماتِ خداوندی مانگے جائیں تو عطا کئے جاتے ہیں اور صلّ کے قول سے اس امر کی دعا اور طلب کی گئی ہے کہ حق سبحانہٗ اپنے محبوب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کہے اور حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ جلّ مجدہٗ کے درود وسلام پڑھنے سے مراد یہ

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

ہوتا ہے کہ ذاتِ حق اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو انعام وعزت سے ممتاز ومنفرد فرما دے اور اسی لفظ صلوٰۃ کی نسبت جب فرشتوں کی طرف کی جائے تو معنی طلب رحمت واستغفار ہوتا ہے اگر لفظ صلوٰۃ بندوں کی طرف منسوب ہو تو دعا والتجا مراد ہوتی ہے، اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے عزت بخشنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ان کی عزت دوبالا فرما دے اور اپنی ذات کے قریب تر فرمالے اور بندوں کی طرف سے آپ پر درود وسلام بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کو قربِ خداوندی کے لیے وسیلہ بنائیں جس طرح مفلس ونادار شخص امراء ورؤسا کو تحائف اور ہدیے پیش کر کے ان سے قربِ خاص یا افزونی انعام کی توقع کرتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور علیہ السلام کو اللہ کے درود وسلام کے بعد کسی دوسرے کے درود وسلام، یا صلوٰۃ بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی البتہ سرکار علیہ السلام پر درود وسلام پڑھنا بندوں پر اس لیے لازم ہے کہ انہیں اللہ کی معرفت اور محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب ہو جائے گا اور ان کے لیے ایسے وسائل پیدا ہو جائیں جن سے وہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام اور سچی سرکار میں قرب اور نزدیکی حاصل کریں، بنیادی طور پر اللہ ہی کی طرف سے حضور پر صلوٰۃ بھیجی جاتی ہے اور بندوں کی طرف سے آپ پر صلوٰۃ بھیجنا تاکیدی طور پر ہے جاننا چاہیے کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کیا جاسکتا کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صلوٰۃ ذاتِ حق نے خود بھیجی ہے وہ صلوٰۃ بہرحال دوسروں کی صلوٰۃ بھیجنے پر فوقیت رکھتی ہے اپنی صلوٰۃ کے بعد اللہ تعالیٰ کو کسی دوسرے کے صلوٰۃ بھیجنے کی ضرورت مطلق نہیں ہے لیکن اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیارے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور درود وسلام بھیجنے کو اپنی رضا اور خوشنودی کا اصل سبب بنا دیا ہے۔ اور اسے اپنی بارگاہِ قرب کے لیے دروازہ بنا دیا، دروازۂ خیرات کی چابی اور کرامتوں کا زینہ اور برکتوں اور نعمتوں کے حصول کا بہترین ذریعہ بنا دیا یہ عبادت گذار لوگوں کی عبادتوں میں سب سے افضل عبادت ہے اور اہل سلوک کے لیے قرب کا ایک بہت بڑا طریقہ ہے اور مریدین کی ارادت پر مدلل دلیل ہے اور اہل عشق ومحبت کے لیے ایک پختہ نشانی ہے اور اہل وصال کی جائے پناہ اگرچہ اس صلوٰۃ کے مقامات مختلف ہیں تاہم اس کا اصل مرجع اور مرکز حضور ہی کی ذات ہے اور اس کی حقیقت آپ ہی کی ذات سے آشکارا

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہے جب جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھا جائے تو وہ درود واقعتاً جناب محمد علیہ السلام پر ہی پڑھا جاتا ہے کیونکہ بندے آپ ہی کے حکم سے آپ پر درود پڑھتے ہیں یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر شایانِ شان طریقہ سے اللہ کے سوا کوئی شخص درود نہیں پڑھ سکتا اور خدائے ذوالجلال ذکر مصطفیٰ اپنی ذات کے ساتھ یا اپنے عمل خاص کے ساتھ کرتا ہی رہتا ہے۔

حقیقت محمدی پُراسرار شے ہے

اور ان کے قول عَلَیٰ مَنْ مِنْهُ انْشَقَّتِ الْاَسْرَارُ وَانْفَلَقَتِ الْاَنْوَارُ سے ہمارے آقاؤ مولیٰ اور ہمارے سردار حضرت محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور اسرار لفظ سِرّ کی جمع ہے ان سے اسرارِ ذات وصفات اور اسرارِ عمل مراد ہیں اور یہ تمام اسرار اللہ کے اسم (الباطن) کی وجہ سے صیغہ راز میں تھے اور مولائے ذوالجلال کی کبریائی کی وجہ سے یہ اسرار مخلوق سے مخفی رہتے تھے جب حضور علیہ السلام تشریف لائے تو ان اسرار کو اسم (الظاہر) کی تحویل میں دے دیا اور انہیں اللہ کے اسم (مُبِیْن) کے ساتھ ظاہر فرما دیا اور جب اہل ایمان کی آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیا تو تمام اسرار روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گئے اس اعتبار سے حضور سرِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہی ان اسرار کو ظاہر فرمانے والے اور آنکھوں سے پردہ اٹھانے والے ہیں اور آپ ہی کے نُور سے اسرار و رموز ظاہر ہوئے ہیں اور اسرار محمدی ہی سے انوار چمک رہے ہیں، ان انوار سے انوارِ ایمانی مُراد ہیں جو اہلِ ایمان کے دلوں میں ضیا بار ہیں اور یہ انوار بعثت محمدی سے قبل تاریکی و کفر میں چھپے ہوئے تھے اور شرک کے زہریلے دھوئیں میں دبے ہوئے تھے نُورِ محمدی کی آمد سے جن کی ہدایت اللہ کو منظور تھی ان کے آسمان دل چمک اُٹھے اور ان سے کُفر کا اندھیرا چھٹ گیا اور نور ایمان جگمگانے لگا۔

ل حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِیَ یعنی جب ذکر کیا جائے تو میرے ساتھ ہی آپ یاد کئے جاتے ہیں گویا میرا ہی ذکر تیری یاد کے بغیر ناتمام اور نامکمل ہے سبحان اللہ عظمت مصطفیٰ کے کیا کہنے کہ ذکر مصطفیٰ کے بغیر ذکر خدا ادھورا رہ جاتا ہے۔ (سید امیر محمد شاہ قادری مترجم)

marfat.com
Marfat.com

شیخ رضی اللہ عنہ نے انشقت الاسرار کے قول سے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی یہ انوار آں حضرت ہی کی ذات سے ظاہر ہوئے ہیں اور آپ ہی سے برآمد ہوئے ہیں اور ان انوار کا اصل مبدا اور مصدر سرکار علیہ السلام ہی کی ذات ہے، انکشافِ اسرار پر جو گفتگو ہم نے کی اعتبارِ مقامات سے ہے یعنی جس مرتبہ کا خود صاحب حال ہوگا اسی قدر اس پر اسرار منکشف ہوں گے ۔ ماحاصل کلام یہ ہے کہ قدرت کے سربستہ رازوں کو حضو علیہ السلام نے ہی ظاہر فرمایا ۔ باوجودیکہ دل غافل تھے اور رُوحیں بے خبر تھیں، مُصطفےٰ علیہ السلام نے دلوں کی غفلت دُور کر کے انہیں ان اسرار سے باخبر کیا اور رُوحوں کو تعلیم دے کر ان کی جہالت دور کر دی ۔

عبدالسلام بن مشیش کے اس قول (وَفِیۡہِ ارۡتَقَتِ الۡحَقَائِقُ) یعنی حقائق ترقی کرتے ہیں حقیقتِ محمّدی میں گم ہو جاتے ہیں پر امام نابلسی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام حقائق ترقی کرتے ہیں اپنی انتہا کو پہنچ جاتے ہیں وہ حقائق خواہ علوی ہوں یا سفلی معنوی ہوں یا حسی لطیف ہوں یا کثیف تمام اشیاء کے حقائق آپ ہی کی ذات کے گرد گھومتے اور آپ کے باطن میں روشن ہوتے ہیں یہاں تک کہ آپ کا دل اقدس ان حقائق کا سرچشمہ اور آپ کا باطن ان کا مرکز بن جاتا ہے ۔ تو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مُبارک دل اسرار و حقائق کی کان اور آپ کا مقدس باطن علوم و انوار کی جائے نزول بن جاتا ہے ان اسرار و حقائق کے لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اقدس کو اس لیے مخصوص کیا گیا ہے کہ قدرت نے آپ کے دل میں ایسی فراخی اور وسعت دی ہے جو کسی دوسرے کے دل میں نہیں ہے جو چیز آپ کے دل میں سما سکتی ہے وہ دوسرے رسولوں نبیوں عارفوں اور صدیقوں کے دلوں میں نہیں سما سکتی پھر آپ کا دل اقدس عرشی حقائق اور اسرار کرسی اور علوم لوحی اور انوار ملکوتی کی نہ ختم ہونے والی کان ہے کیونکہ آپ کی رُوح اور دل عالمِ علوی سے ہی تو ہیں اور گہری نسبت سے ایک چیز کا دوسری چیز کی طرف کھنچا چلا جانا ایک فطری تقاضا ہے اسی لیے حضورِ پُرنور کی ذات وجود ہستی میں ایک پُر اسرار شے ہے ۔

حضو علیہ السلام ظاہر میں اولادِ آدم ہیں مگر درحقیقت آدم کے باپ ہیں

عارف نابلسی شیخ کے اس قول (وتنزلت علوم آدم فاعجز الخلائق) یعنی آپ

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی سے آدم علیہ السلام پر وہ علوم نازل ہوئے جن کے حصول سے مخلوق عاجز رہ گئی ہے پھر فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فائدہ پہنچانے والے ہیں اور کسی سے فائدہ طلب کرنے والے نہیں ہیں علما کی روحیں اور عارف لوگوں کے دل ان عارفوں میں مرسلین انبیا اور اللہ کے نیک بندے شامل ہیں ان سب لوگوں کے قلوب ملکوتی اسرار اور معارف ربانی اور علم وحکمت حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس سے حاصل کرتے ہیں اسی مناسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک روح کو ابوالارواح کہا جاتا ہے۔ تمام علما کے علوم اور عارفوں کے معارف اور حکما کی حکمتیں یہ سبھی حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم سے حاصل کردہ چیزیں ہیں اور آپ ہی کے معارف اور حکمتوں کا نتیجہ ہیں، عالم وعارف وحکما لوگ جو کچھ بھی علوم ومعارف اور حکمتیں جانتے پہچانتے اور سمجھتے ہیں ان کو حضور کے علوم کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سمندر سے نسبت دی جاسکتی ہے، آپ کی ذات علوم کا سمندر اور سرچشمہ ہے اور آپ کا دل اقدس علوم ومعارف کی کان ہے اور آپ کا باطن علوم ومعارف کی اصل جائے نزول ہے بلکہ آپ کی ذات میں علوم ومعارف کا بھاری بھرکم بیڑا لنگر انداز ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنے وجود ذاتی میں وارث ہیں اور وجود روحانی ہیں موروث یعنی وارث بنائے ہوئے ہیں کہا جاتا ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جب آدم علیہ السلام ملاقات کریں گے تو حضور سے مخاطب ہوکر کہیں کہ آپ میری جسمانی اولاد ہیں اور آپ میرے روحانی باپ ہیں یہ بات بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آپ کی روح واقعی ابوالارواح ہے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے رازدان ہیں۔

شیخ عبدالسلام کے اس قول :۔

تَضَاءَلَتِ الْفُهُوْمُ فَلَمْ يُدْرِكْهُ
مِنَّا سَابِقٌ وَلَا لَاحِقٌ ۔

یعنی ایسے علوم جن کے سامنے سوچ سمجھ تھکی ہاری ہے ہم میں سے انہیں کوئی نہیں پا سکتا نہ پہلوں میں نہ بعد میں آنے والوں سے۔

پر عارف نابلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں شیخ رحمۃ اللہ نے حضور علیہ السلام کے پوشیدہ راز اور

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

آپ کی رُوحانیت اور صورت محمد کی رفعت شان کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ صورت محمدؐ کی حقیقت عقل انسانی سے بالاتر ہے رضائے مولیٰ کے بغیر اپنے علم سے اس حقیقت کے باطنی اور مخفی تو درکنار ظاہری اور نفس لامری اُمور کا احاطہ بھی مُشکل ہے، کیونکہ آں حضرت کے مخفی راز اور آپ کی حقیقت کو سمجھنے میں فہم و فراست حیرت زدہ اور عقل دنگ رہ جاتی ہے بلکہ عقل وفہم تو دیگر انبیاء مرسلین کی حقیقت سے قاصر ہے چہ جائیکہ عقل سیدالانبیا اور امام المرسلین کی حقیقت کا کچھ ادراک کرتے یعنی ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت یا آپ کے پوشیدہ راز کی جو معرفت بھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے یہ ان کو ان کی عقلوں کی درجہ بندی کے لحاظ سے ہوتی ہے اور جو کچھ بھی ان پر ظاہر ہوا یہ انعام الہی ہے اگر لوگ اس کی قدر پہچانیں اور اس کی عظمت اور عزت بحال رکھیں، اور کچھ حقیقت حضور علیہ السلام سے لوگوں پر مخفی رہتی ہے یہ بھی اللہ کی طرف سے ان پر رحمت خاص ہے کیونکہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اگر حق پر قائم نہ رہتی لوگوں پر ظاہر ہو جاتی تو لوگ ایک آزمائش میں اُلجھ جاتے اور ذاتِ حق نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، آپ کی ذات سے لوگوں پر جو کچھ ظاہر ہوا ان کے لیے نعمت ہے اور جس پر کچھ مخفی رہا اس کے لیے رحمت ہے، پھر حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور رسالت اور ان کی خصوصیات پر جس قدر بھی لوگوں کو اطلاع ہوتی ہے یہ ان کو ان کی منازل اور مقامات کے لحاظ سے ہوتی ہے، ہر جس شخص پر بھی خصوصیات نبوّت و رسالت منکشف ہوتی ہیں وہ اس کے مقام اور اس کی رُوح کو جتنا قُرب حضور علیہ السلام کی رُوح سے ہوتا ہے کے مطابق ہی انکشاف ہوتا ہے اور نبوّت و رسالت پر سب سے بڑا کشفِ تام اور سب سے زیادہ اطلاع دوسرے لوگوں کی نسبت جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تھی رسالت محمدی اور حقیقتِ احمدی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر جس قدر مُنکشف ہوئی اتنا کشف کسی اور کو حاصل نہ ہوسکا کیونکہ خلیفہ اوّل جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور کی نبوّت پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں اور سب سے پہلے آں حضرت کی رسالت کی تصدیق کرنے والے ہیں پھر اس پر ایمان لانے اور تصدیق کرنے کے لیے کوئی دلیل و حجت طلب نہ کی، بلا توقف اور بن سوچے سمجھے آں حضرت کی ذات کا اقرار کر لیا۔

marfat.com
Marfat.com

حضور علیہ السلام ہر مخفی راز اور ہر روح کے فیض رساں ہیں

عارف نابلسی مصنف کے اس قول :

فَرِیَاضُ الْمَلَکُوْتِ بِزَھْرِ جَمَالِہٖ مُوْنِقَۃٌ وَحِیَاضُ الْجَبَرُوْتِ بِفَیْضِ اَنْوَارِہٖ مُتَدَفِّقَۃٌ۔

یعنی ملکوتی باغات آپ کے حسن کی کلی کھلنے سے پر رونق ہیں۔ اور جبروتی حوض آپ ہی کے فیضانِ نور سے موج زن ہیں۔

پر فرماتے ہیں کہ روحوں کے مرکز کو ملکوت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور مراکز اسرار سے مراد جبروت ہے، ہمارے آقا و مولیٰ اپنے حسن و جمال سے جب ملکوت یعنی مراکز ارواح میں ظاہر ہوئے تو تمام روحوں کو اکٹھا کر لیا اور جب مرکز اسرار میں ظاہر ہوئے تو انہیں واضح اور منکشف فرما دیا۔

ہر ایک چیز کا سرکار سے تعلق کیسا ہے

عارف نابلسی مصنف کے اس قول :

وَلَا شَیْئَ اِلَّا وَھُوَ بِہٖ مَنُوْطٌ۔

یعنی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا آپ کی ذات سے تعلق نہ ہو۔

پر فرماتے ہیں کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز کا حضور علیہ السلام سے کیا تعلق ہے سرکار سے بعض کا تعلق اس بنا پر ہے کہ اپنے وجود میں سرکار کی محتاج ہیں اور بعض چیزیں سرکار سے مدد طلب کرنے کا تعلق قائم کئے ہوئے ہیں ہر ایک چیز کا اُستاد یعنی نسبت آپ ہی کی طرف ہے اور ہر ایک چیز آپ ہی سے مدد طلب کرتی ہے کیونکہ (اِذْ لَوْلَا الْوَاسِطَۃُ لَذَھَبَ کَمَا قِیْلَ الْمَوْسُوْطُ) جس طرح کہا گیا ہے کہ اگر واسطہ نہ ہو تو واسطہ حاصل کرنے والی چیز از خود ختم ہو جاتی ہے، اس وجود ہستی کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کے اعتبار کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود نہ ہو تو کائنات کا وجود سرے سے ناپید ہو جائے اس لیے کہ وجود ہستی کو نسبت سرکار سے واسطہ اور موسوط کی نسبت ہے۔

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

اور عارف نابلسی شیخ کے اس قول ،

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ سِرُّكَ الْجَامِعُ الدَّالُ عَلَيْكَ وَحِجَابُكَ الْاَعْظَمُ الْقَائِمُ بَيْنَ يَدَيْكَ ۔

ترجمہ: اے اللہ بے شک حضور علیہ السلام تیری ذات کا مخفی راز ہیں اور جامع الصفات ہیں تیری ذات کی طرف راہنمائی کرنے والے اور بڑے حجاب اور پردے کی طرف راہنمائی فرمانے والے ہیں جو تیری ذات اور مخلوق کے درمیان واقع ہے ۔

پر فرماتے ہیں کہ شیخ نے اپنی کلام کے ضمن میں سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے تین مقامات کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ (۱) حضور علیہ السلام ذاتِ حق کے مخفی راز ہیں جو جامع الصفات ہیں سونمبر۲) حضور علیہ السلام آئینہ نما ہیں ، نمبر ۳) حضور علیہ السلام خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں ۔

ان تینوں مقامات کے لیے ذاتِ حق جلّ وعلا نے مصطفےٰ علیہ السلام کو منتخب کر کے انہیں اہلیت عنایت فرمائی کہ وہ انہیں خوش اسلوبی سے قائم رکھیں ، اور اس اقامت کے لیے آپ کو من جانب اللہ تائید و نصرت بھی عطا کی گئی ، اور ان مقامات کی اقامت میں آپ کو آسانی اور نظم و ضبط سے نوازا گیا ۔ ان مقامات میں اگرچہ دیگر انبیأ علیہم السلام بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں مگر ان مقامات میں جو آپ کا درجہ اور مقام ہے اس تک کسی اور کو رسائی نہیں ہے ۔ حضور علیہ السلام بدرجۂ اکمل سِرِّ الٰہی ہیں کیونکہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مجموعۂ اسرار کا اصل مرکز اور منبع ہے جن اسرار کا تعلق اسمأ صفات سے ہے جہاں تک اسمأ افعال و احوال کا تعلق ہے حضور علیہ السلام نہ صرف ان کو ظاہر فرمانے والے ہیں بلکہ ان کے مظہر اتم ہیں یہ قوتِ اظہار ہی اللہ کا وہ راز ہے جسے اس نے اپنی پوشیدہ معلومات عُلویہ اور سفلیہ میں ودیعت کر رکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وہ حقیقی سربستہ راز ہے جس کے ذریعہ سے تمام اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور آپ کی ذات نورِ خدا ہے جس کی بدولت ظاہر و باطن کے تمام انوار چمکنے چمکانے کے قابل ہیں یا رہیں گے آپ کی ذات خلقت کے لیے ایک ایسا راز ہے جس سے ذاتِ کبریا جلّ مجدہٗ کا امرِ کُن قائم ہے اگر وہ سِرِّ محمدی

marfat.com
Marfat.com

اور سرِ محمدی جسے اللہ نے ملکوتی اور مُلکی مخلوق کے لیے مقرر کر رکھا تھا نہ ہوتا تو ان مخلوقات کے ساتھ اسمائے صفات اور اسمائے افعال کبھی قائم نہ ہوتے اور کوئی ایسا نشان باقی نہ رہتا جس پر کوئی استدلال قائم ہوسکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وجود باری تعالیٰ کی بہت بڑی دلیل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی طرف متوجہ کرانے کے لیے اپنے محبوب رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور اللہ نے آپ کو مخلوق کی راہنمائی کے لیے بھیجا کہ وہ راہِ حق کی پہچان کریں اور آپ اس وقت تشریف لائے۔ جب بے راہروی اور گمراہی عام اور جہالت کی کثرت تھی اور اس گمراہی اور جہالت کی وجہ سے لوگ ذاتِ حق سے منہ موڑے ہوئے تھے اور اللہ کے درِ رحمت سے وحشی جانور کی طرح تیزی سے آگے نکل جاتے تھے تو انھیں حضور علیہ السلام نے وصالِ حق کی راہ بتلائی اور دروازہ بخشش خداوندی کے سامنے انہیں لا کھڑا کیا اور انہیں صراطِ مستقیم پر چلنے کا گُر بتایا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتِ حق کی دلیل تام ہے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال و اعمال کے ذریعہ مخلوق کو راہ حق بتلائی اور ذاتِ حق کے جلال وجمال کے مشاہدہ کے لیے رُوحوں کو بیدار کر دیا اور ہر دعوتِ حق دینے والے نے دعوت حق دینے میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور ہر ایک دلیل اپنے دلیل ہونے میں حضور کی ذات کی محتاج ہے حکمت احمدی نے لوگوں کو حرم کبریا سے آشنا کیا۔ اور سیاستِ[1] محمدی نے لوگوں کو دعوتِ حق دینے میں اس وقت سے آغاز کیا ہوا ہے کہ ابھی تک عظمت و وقار کے حجابات بھی اٹھائے نہیں گئے تھے۔ اور حکمت احمدی نے لوگوں کو معرفت حق اس طرح فراہم کی کہ ان کی آنکھوں سے غبار کے غلیظ و دبیز پردے دُور کیئے اور گمراہی کے کالے بادل ہٹا دیئے، بایں وجہ حضور علیہ السلام بذاتِ خود خالق و مخلوق کے درمیان ایک پردہ ہیں اور آپ ذات حق کے لیے بایں معنی پردہ ہیں کہ حقائق ذات میں عقل غور و فکر کرنے سے عاجز اور قاصر تھی اور عقل کو غور و فکر کرنے کے قابل ہونے کے لیے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا اسی لیے حضور علیہ السلام کو ذات نے عقل کی رہنمائی کے لیے مامور بنا کر بھیج دیا۔

---

[1] اصلاح امور دینیہ ہی اصل سیاست ہے (جنیدی) مترجم غفرلہٗ۔

marfat.com
Marfat.com

حضور علیہ السلام کی پہچان ہی معرفت حق ہے

عارف نابلسی رحمۃ اللہ علیہ مصنف کے اس قول :-

اَللّٰھُمَّ الْحِقْنِیْ بِحَسْبِہٖ	ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم
وَحَقِّقْنِیْ بِنَسْبِہٖ وَعَرِّفْنِیْ	کے حسب ونسب کی حقیقت پر آگاہ فرمادے
اِیَّاہُ مَعْرِفَۃً اَسْلَمُ	اور مجھے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ پہچان
بِھَا مِنْ مَوَارِدِ الْجَھْلِ	عنایت فرما دے جس کی بدولت میں جہالت
وَاَکْرَعُ مِنْ مَوَارِدِ	کی کٹھن گھاٹیوں میں بے خطر رہ سکوں اور
الْفَضْلِ -	بزرگی کے دروازوں سے سیرابی حاصل کر سکوں -

پر فرماتے ہیں کہ درحقیقت اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت کا خاصہ ہے کہ وہ بار آور اور نتیجہ خیز ہوتی ہے وہ معرفت، معرفت ہی نہیں جو بے مقصد ہو شیخ رضی اللہ عنہ نے اللہ سے وہی معرفت طلب کی ہے جو باقاعدہ با مقصد اور نتیجہ خیز ہو اور کہا کہ یا اللہ مجھے وہ معرفت عطا فرما جس سے حصول بزرگی ہو اور جہالت سے بچ سکوں اس امر میں کوئی شک نہیں کہ جسے کما حقہٗ حضور علیہ السلام کی پہچان ہو جائے وہ کمال بزرگی بھی پا لیتا ہے اور جہالت کی بے راہ روی سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے اور سرکار کی اس پہچان سے بہرحال یہی نتیجہ مرتب ہوتا ہے اور جس شخص پر حضور علیہ السلام کی جان پہچان متحقق ہو جائے اسے ان دو وصفوں یعنی کمال بزرگی کا حصول اور جہالت کی تاریکی سے محفوظ اور ممتاز و منفرد کر دیا جاتا ہے کیونکہ معرفت رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی تقاضا ہے اور ایسا ہو بھی کیوں نہ عارف اور معروف تو بہر کیف باہم قریب ہوتے ہیں اور عارف کی روح معروف کی روح سے ملی ہوئی ہوتی ہے، پھر دونوں قرب اور خاطر جمعی پیروی اور اقتدا کے متقاضی ہوتے ہیں بایں وجہ تابع از خود متبوع کے پیچھے کھینچا چلا جاتا ہے اور اپنے مقتدا کے چشموں سے سیرابی حاصل کر لیتا ہے یہاں تک کہ اس کی ذات دنیا جہان کی راز دان ہو جاتی ہے اور اس کی روح کو وہ علوم لدنیہ اور اسرار معرفت حاصل ہوتے ہیں جو اسے جہالت کی تاریک گھاٹیوں سے بچا لیتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں پھر وہ مکمل طور پر علم سے متصف کیا جانے لگتا ہے اور اس کا قلب و رُوح علم و معرفت سے سرشار ہو جاتا ہے پھر اس قسم کا عالم ان روشنیوں اور اُجالوں سے ہمکنار کر دیا جاتا ہے جس سے مقرب لوگ بہرہ ور ہوتے ہیں اور یہ عالم ان چشموں سے سیراب کر دیا جاتا ہے جن سے عارف لوگ پیتے ہیں اور لفظ کرع اس تشنہ لب اور غمگین شخص کے پینے سے تعبیر ہے جسے سیرابی کا شوق حد درجہ ہو، اور موارد فضل سے مُراد مقربین کا مشرب و مسلک ہے اور ان کے اسرار و رموز مُراد ہیں جو خالی تجسس اور اسباب سے حاصل نہیں کئے جا سکتے بلکہ محض اللہ کے فضل و کرم اور ربانی عنایت اور عطا سے حاصل ہوتے ہیں اسی مناسبت سے موارد الفضل کہا ہے۔

اتباع سُنّتِ محمدّی سے ہی ہر سالک کمال کو پہنچتا ہے

عارف نابلسی مُصنّف کے اس قول :-

وَاحْمِلْنِیْ عَلٰی سَبِیْلِهٖ اِلٰی حَضْرَتِكَ حَمْلًا مَحْفُوْفًا بِنُصْرَتِكَ ۔	ترجمہ: یااللہ مجھے مُصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر اپنی بارگاہ میں ایسی حضوری عطا فرما جو تیری تائید و نصرت سے لپٹی ہوئی ہو۔

پر فرماتے ہیں کہ سچے لوگوں کا بارگاہِ حق میں یہی مطلوب و مُدعا ہوتا ہے اور ان کے ہر مقصد اور مُراد حرم قدس تک رسائی ہی ہوتی ہے لیکن طریقِ مُحمّدی صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کے طور پر اور حمل علی سبیل سے مُراد وہ قدرتی پر کشش اسباب ہیں جو سالک کی بارگاہِ حق میں طریق مُحمّدی صلے اللہ علیہ وسلم پر کھینچ لیتے ہیں، اللہ جل شانہٗ جب کسی سالک کو اپنی بارگاہِ کریمہ میں پہنچانے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے اپنے محبُوب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کا شوق عطا فرماتا ہے تو وہ سالک طریق مُحمّدی صلے اللہ علیہ وسلم پر پابندی کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حال اور گفتار و عمل اور حرکت و سکون تک اللہ کی تائید و نصرت سے کامل اور مکمل اتباع کرنے لگتا ہے تو وہ سالک اپنے درجات سلوک میں ہر وقت اپنے رب سے مشغول رہتا ہے اپنی ذات سے اسے مطلقاً سروکار نہیں رہتا اور یہی صورت قُرب و وصال کی علامت ہے اور اس علامت کی حقیقت جاننے میں

marfat.com
Marfat.com

بہت سے اہل تصوف بھی ناآشنا ہیں درحقیقت یہ علامت قرب و مشاہدہ کے مقامات سے ہے اور جب بندہ صفات حق کا اس درجہ پر مشاہدہ کرنے لگے تو اس مقام کو حضرت صفات کہتے ہیں اور جب بندہ افعال حق کا مشاہدہ کرنے لگے تو اسے حضرتِ افعال کہتے ہیں۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعت مطہرہ سے عقل کی عقل حیران کر دی ہے

عارف نابلسیؒ مصنف کے اس قول :-

وَاجْعَلِ اللّٰھُمَّ الْحِجَابَ	ترجمہ: یا اللہ اپنے بہت بڑے حجاب یعنی
الْاَعْظَمَ حَیَاۃَ رُوْحِیْ وَ	حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو میری روح کے
رُوْحَہٗ سِرَّ حَقِیْقَتِیْ	لیے زیست بخش فرمائے اور آپ کی روح
وَحَقِیْقَتَہٗ جَامِعَ عَوَالِمِیْ۔	تو میری اصل حقیقت کا راز ہے اور میری
	ہر دنیا کو محیط ہے۔

پر فرماتے ہیں کہ حجابِ اعظم سے وہی مراد جو پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خالق و مخلوق کے درمیان ایک بہت بڑا واسطہ اور حجاب ہیں اور واقعی آپ ایسے ہیں کیونکہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی شریعتِ مطہرہ سے عقلوں پر پردہ ڈال کر انہیں ذاتِ حق کے اسرار میں جا نکلنے سے پابند کر دیا ہے کیونکہ عقلیں اسرارِ قدرت تک رسائی نہیں رکھتیں جب کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ عظیم راز عنایت فرما دیا گیا ہے تاکہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کائنات کے لیے ایک رحمت اور نعمت ثابت ہوں اور روحوں کی بقا بھی آپ ہی سے قائم رہے کیونکہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے حجاب ہونے سے روحیں فنا اور ہلاکت سے محفوظ ہیں اگر اس دنیا میں روحوں پر اسرارِ قدرت آشکارا ہو جائیں اور ان سے حفاظت محمدی کا پردہ اٹھ جائے تو کائنات کا شیرازہ بکھر جائے اور پاش پاش ہو کر رہ جائے اور یہ موجودات اس پہاڑ کی طرح ریزہ ریزہ ہو جائے جو جناب موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے سامنے گرد و غبار بن کر اڑا دیا گیا تھا، اسی لیے عارف لوگ اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ اس دنیا میں نہ تو کسی ولی پر تجلی ذات منکشف فرماتا ہے اور نہ ہی

marfat.com

Marfat.com

کوئی اسے دیکھ سکتا ہے مگر اس پردے کی مدد سے جو ذاتِ حق کی حقیقت کے ادراک کو مانع ہوتا ہے اور اگر یہ پردہ اُٹھ جائے تو وجود مٹ جائے اور رُوحیں فوت ہو جائیں باین معنی حجابِ اعظم سے رُوحیں زندہ اور سلامت ہیں اسی مناسبت سے شیخ نے اپنی رُوح کی زندگی کے لیے حجابِ اعظم کا سہارہ طلب کیا ہے اور ہمارے کہنے سے بھی اشارہ ہے اس مقام پر غور کرنا چاہیے۔

اور حضور کی رُوح میری حقیقت کا راز ہے شیخ کے اس قول سے مُراد ہے کہ رُوحِ محمدی میری حقیقت کا راز ہے تو گویا میری حقیقت سرکار کے وسیلہ سے حقیقتِ محمدی ہے اور سرکار دو عالم کی رُوحِ مُبارک میری ہر دنیا کو محیط ہے سے مُراد حقیقتِ مُحمدی ہی ہے کیونکہ یہ حقیقت انسانیت کی ہر دنیا کے لطائف کو احاطہ کئے ہوئے ہے عارف باللہ سیدی شیخ عبد الغنی نابلسی کا کلام جو انھوں نے سیدی عبد السلام بن مشیش کی صلوٰۃ پر نقل کیا تھا اختتام کو پہنچا۔

حضور علیہ السلام اپنی حقیقت میں سب پر مقدم ہیں اور ظاہری پیدائش میں نبی آخر الزماں اور ختم المرسلین ہیں

عارف نابلسی فصوص الحکم[1] شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی شرح میں (حکمتِ مُحمدی) کے بارے فرماتے ہیں کہ حکمت محمدی کا باب خاتمۃ الفصوص ہے اور اس باب کو خالد بن سنان علیہ السلام کی حکمت کے بعد ذکر کیا ہے کیونکہ یہ حضور کے زمانہ کے قریب ہوئے ہیں اور اس لیے کہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں تو مناسب سمجھا گیا کہ جس طرح حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے فصوص کی ابتدا کی گئی اسی طرح حضرت رُسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر سے اختتام کتاب کیا جائے اس لیے کہ حضور علیہ السلام آئین نبوت و رسالت کے جامع ہیں اور انبیاء و مرسلین کے مجموعی اوصاف و محامد کے اصل سرچشمہ ہیں اور آپکا ذکر تمام انبیاء کے بعد کئے جانے میں اجمال بعد تفصیل ہے یا طویل اور لمبے حساب کو سہل طریقہ سے حل کرنے کے لیے ابتدا میں

---

[1] یہ مشہور کتاب علم تصوف میں شیخ محی الدین ابن عربی کی تصنیف ہے، خصوصاً الہیات میں بے مثال ہے۔

[2] امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضور کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضور کی بزرگی کے جھنڈے بلندیوں میں گڑے ہوئے ہیں جن کے نیچے تمام مخلوق سستا رہی ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

marfat.com
Marfat.com

کیلئے مقرر کیے جاتے ہیں کی طرح ہے، پھر اس قول کی شرح میں کہا:

فَصُّ حِكْمَةٍ فَرْدِيَّةٍ فِي كَلِمَةٍ مُحَمَّدِيَّةٍ۔ ترجمہ: منفرد حکمت کی چھاپ، کلمہ محمدی میں ہے۔

کہ حکمت محمدی کو منفرد ہونے سے اس لیے مخصوص کیا گیا ہے کہ حضور کی ذات بھی تو تکمیل فضیلت میں منفرد ہے اور کرامت عامہ میں ممتاز ہے اور آپ کا رتبہ سب پر مسلّم ہے آپ کے درجات نقش دوام اور لافانی ہیں اور آپ کا عزو شرف دونوں جہانوں میں بلند ہے اور آپ کی اونچی شان کے جھنڈے زمین و آسمان کے درمیان گڑے ہوئے ہیں۔

مصنّف کی کامل توجہ حکمتِ محمدی پر ہی مرکوز رہی کیونکہ یہ حکمت مہتم بالشان ہے اسی لیے کسی اور حکمت کے علل اور اسباب بیان نہیں کیے، اس حکمت کا اہتمام شان اگلی عبارت سے صاف ظاہر ہے۔

اِنَّمَا كَانَتْ حِكْمَتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْدِيَّةً لِاَنَّهُ اَكْمَلُ مَوْجُوْدٍ فِيْ هٰذَا النَّوْعِ الْاِنْسَانِيِّ وَلِهٰذَا بُدِئَ بِهِ الْاَمْرُ وَخُتِمَ فَكَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ ثُمَّ كَانَ بِنَشْاَتِهِ الْعُنْصُرِيَّةِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔	ترجمہ: حکمت محمدی اس لیے ممتاز و منفرد ہے کہ یہ اس بنی نوع انسان میں بدرجۂ اتم موجود تھی اسی وجہ سے اس کے ساتھ عالم امر کی ابتدا ہوئی اور اختتام بھی اس سے ہوا آپ اپنی حقیقت میں جب بھی نبی تھے کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں ہی تھے اور ظاہری پیدائش میں آپ خاتم النبیین ہیں۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نورِ خدا ہونے کی حیثیت سے سب سے پہلی مخلوق ہیں اسی لیے ذاتِ حق نے آپ ہی سے عالم امر کن کا آغاز کیا، حدیث جابر میں مذکور ہے جسے عبدالرزاق نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَنْ اَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى	ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس چیز کی خبر دیجیے جسے

marfat.com
Marfat.com

قبلَ الاشیاَ قالَ یا جابرُ — اللہ نے سب سے پہلے پیدا کیا ہے حضور
اِنَّ اللہَ خلقَ قبلَ الاشیاءِ — علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے جابر اللہ
نُورَ نبیّکَ مِن نُورِہٖ ۔ — تعالٰی نے تمام چیزوں سے پہلے اپنے نور
(الحدیث) — سے تیرے نبی کا نور پیدا کیا ۔

حضور علیہ السلام کا اس وقت سے نبی ہونا کہ آدم پانی اور مٹی میں ہوں کے قول پر کہا کہ اس پر مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں، طبرانی حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا کہ آدم علیہ السلام ابھی رُوح و جسم کے درمیان ہی تھے، ابن سعد نے قتادہ سے مرسلاً روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تمام نبیوں سے اپنی خلق میں سب سے پہلے ہوں اور اپنی بعثت میں سب سے بعد میں ہوں حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔ کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی خلقت میں کامل اور اپنے مقام اور مرتبہ میں بہت عظیم ہیں اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو ایسا نور بنایا کہ اپنے اجمال کی تفصیل بھی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے کچھ اس طرح کی ہے کہ آپ کی نورانیت کے لیے آدمی کا ڈھانچہ اپنی عظیم صورت ظاہر کرنے کے لیے پیدا کیا۔ پھر اسے کامل انبیا اور مرسلین علیہ السلام کے جسموں میں چمکایا یہاں تک کہ اس دنیا میں ظاہر فرما دیا اور اس سے سخاوت اور اچھے اخلاق کے خالی برتن لبالب کر دیئے، حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا اوّل و آخر ایک جیسا ہے اور آپ ایسے کامل انسان ہیں جن پر مکمل بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

علم آدم علیہ السلام اشیا کے ناموں تک محدود تھا جب کہ سرکار کو ان اشیا کی کنہ و حقیقت تک معلوم تھی

عارف عبدالغنی نابلسی شیخ اکبر کے مذکورہ کلام کے ایک قول فرماتے ہیں:

فَکَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَوَّلُ — ترجمہ: آں حضرت کی ذات بابرکات وجود
دَلِیْلٍ عَلٰی رَبِّہٖ فَاِنَّہٗ اُوْتِیَ — باری تعالٰی کی سب سے بڑی اور پہلی دلیل ہے۔
جَوَامِعَ الْکَلِمِ اَلَّتِیْ ھِیَ — کیونکہ آپ کو وہ جامع کلمات عطا کئے گئے

marfat.com
Marfat.com

مُسَمَّیاتُ اَسْمَاءِ آدَم - جو آدم علیہ السلام کے بتائے ہوئے ناموں کے مجسمے تھے۔

ذات حق جل شانہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے ناموں کا علم دے دیا اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناموں کے علاوہ ان اشیأ کے حقائق ذوات کا بھی علم عنایت فرما دیا اس اعتبار سے جناب آدم علیہ السلام صرف اشیأ کے ناموں کو ظاہر کرنے والے ہیں جب کہ حضور علیہ السلام اشیأ کے ناموں سے بڑھ کر ان کی وہ حقیقت بھی ظاہر فرمانے والے ہیں جو ان ناموں کے اندر داخل تھی، آدم علیہ السلام کو حافظ الاسمأ یعنی نام دان کہا جائے گا اور حضور علیہ السلام کو حافظ الاسمأ والذوات یعنی اشیأ کے ناموں اور ان کی حقیقت کے نگران کہلائیں گے۔ جس طرح دوسرے ناموں میں سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایک نام ہے اور دوسری چیزوں کی طرح محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایک چیز ہیں اسی طرح آدم علیہ السلام بھی ایک نام اور ان کی ذات بھی ایک شے ہے لیکن آدم علیہ السلام ابوالاسمأ ہیں اور حضور علیہ السلام ابوالاسمأ بھی ہیں اور ابوالذوات بھی ہیں اور تمام کلمات کی صورتوں اور تمام ذوات کے حقائق عالم اجسام کے ناموں اور عالم ارواح کی ذاتوں سے باخبر ہیں کیونکہ اجسام ارواح سے ہیں اور روحیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہیں اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور سے ہیں اللہ کا ارشاد ہے کہ اللہ زمینوں آسمانوں کا نور ہے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا
مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا	اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک
مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ	طاق کہ اس میں چراغ ہے اور وہ چراغ
زُجَاجَۃٍ [2]	ایک فانوس میں ہے۔

---

[1] وہ مختصر کلام جو اختصار الفاظ و عبارت کے باوجود اپنے ضمن میں کثیر مطالب اور مفاہیم رکھے۔ جامع الکلم کہلاتی ہے۔ (مترجم سید امیر محمد شاہ قادری)

[2] پ ۱۸، سورۂ نور، آیت ۳۵۔

www.muhammadilah.net

marfat.com

Marfat.com

یہ ارشاد الٰہی (مَثَلُ نُوْرِهٖ) کی اصل ہے یعنی حضور علیہ السلام کا نور ایسا ہے کہ اس سے خدائے ذوالجلال نے ہر ایک چیز پیدا کر دی جس طرح پہلے حدیث جابر کے حوالہ سے ذکر کیا جا چکا ہے کلام اللہ میں نُوْرِہٖ سے مراد حضور ہی کا نور ہے۔ کمشکوٰۃٍ سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ فِیْھَا مِصْبَاحٌ سے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مراد ہے۔ المصباح فی زجاجہ سے بندہ مومن کی روح مراد ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے۔

اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؎۱۔ ترجمہ: زمینوں آسمانوں میں کوئی نہیں مگر وہ اللہ کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔

حدیث قدسی میں ہے اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ میری جلالت و کبریائی کے لیے میرے آسمان اور زمین کی کشادگی ناکافی ہے جب کہ میں بندہ مومن کے دل کی وسعت میں سما جاتا ہوں

سورہ کوثر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے آپ کو بہت زیادہ بھلائی سے نوازا۔ اور کوثر جنت کی ایک نہر کا نام بھی ہے اور کوثر یہ وہ کثرت ہے جو وحدت میں سموئی ہوئی ہے اور یہی جوامع الکلم ہے جسے ذات حق نے ایک اور تعبیر سے یوں بیان فرمایا ہے۔

قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ؎۲۔ ترجمہ: تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔

اللہ نے ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا:-

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ترجمہ: اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی اس کے پیچھے سات سمندر اور تو اللہ کی

؎۱ پ ۱۶، سورہ مریم، آیت ۹۳۔ ؎۲ پ ۱۶، سورہ کہف، آیت ۱۰۹۔

marfat.com

Marfat.com

کیا انبیا علیہم السلام معصوم ہیں یا غیر معصوم

سیدی عبدالغنی نابلسیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب فتح ربانی فیض صمدانی کے پہلے باب میں کہا کہ میں نے رسم رواج کے قائل علما کے کلام پر ایک مرتبہ گہرا غور و فکر کیا اس مسئلہ کے بارے کہ انبیاؑ سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے مثلاً

فَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۔[1]	ترجمہ: اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو مطلب چاہا اس کی راہ نہ پائی۔

اور حضور پُر نور کے لیے ارشادِ ربانی ہوا۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۔[2]	اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

اور ایک دوسرا ارشاد یوں ہے :۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ۔[3]	ترجمہ: اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اجازت دے دی۔

تیسرا ارشاد :۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔[4]	ترجمہ: اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا اس میں تم پر عذاب آتا

ایک چوتھا ارشاد :۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ ۔[5]	ترجمہ: اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمانوں مردوں اور عورتوں کے

---

[1] پ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت ۱۲۱۔ [2] پ ۳۰، سورۃ انشراح، آیت ۳،۲۔

[3] پ ۱۰، سورہ توبہ، آیت ۴۳ [4] پ ۱۰، سورۃ انفال، آیت ۶۸۔

[5] پ ۲۶، سورہ محمد، آیت ۱۹۔

www.muhammadilah.net

marfat.com

Marfat.com

گناہوں کی معافی مانگو ۔

پانچواں ارشاد :۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی[1] ترجمہ: تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا اس پر کہ اس کے پاس وہ نابینا حاضر ہوا۔

اور جناب آدم اور حوا علیہما السلام کے متعلق ارشاد ہوا ۔

فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا[2] ترجمہ: پھر جب انہیں اس نے انہیں جیسا چاہا تھا بچہ عطا فرمایا انہوں نے اس کی عطا میں اس کے ساجھی ٹھہرائے ۔

اور حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا ۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ[3] ترجمہ: اور ذوالنون کو یاد کرو جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے ۔

اور حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ایک دوسرا ارشاد ۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ[4] ترجمہ: قرعہ ڈالا تو دھکیلے ہوؤں میں ہوں۔

ارشاد حقتعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ۔

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ[5] ترجمہ: اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد ربانی ۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ[6] ترجمہ: اور بے شک ہم نے سلیمان کو جانچا۔

---

[1] پ ۳۰ ، سورہ عبس ، آیت ۱ ، ۲ ۔ [2] پ ۹ ، سورہ اعراف ، آیت ۱۹۰۔

[3] پ ۱۷ ، سورہ انبیاء ، آیت ۸۷ ۔ [4] پ ۲۳ ، سورہ صٰفّٰت ، آیت ۱۴۱۔

[5] پ ۲۳ ، سورہ ص ، آیت ۲۴ ۔ [6] پ ۲۳ ، سورہ ص ، آیت ۳۴۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ایک دوسرا ارشاد۔

وَاَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ[1]

ترجمہ: تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لیے پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قول:۔

وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ[2]

ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بے شک نفس تو بُرائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔

اور انہی سے متعلق اللہ کا ایک اور ارشاد۔

وَهَمَّ بِهَا[3]

ترجمہ: اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا۔

سیدنا ابراھیم علیہ السلام کا قول۔

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا[4]

ترجمہ: فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا۔

حالانکہ آپ کی دلیل سے اس فعل کے خود فاعل تھے۔

تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ[5]

ترجمہ: مجھے اللہ کی قسم میں تمھارے بتوں کا برا چاہوں گا۔

اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کا ایک اور قول۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ[6]

ترجمہ: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو۔

---

[1] پ ۲۳، سورہ ص، آیت ۳۲۔ [2] پ ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۵۳۔
[3] پ ۱۲، سورہ یوسف، آیت ۲۴ [4] پ ۱۷، سورہ انبیاء، آیت ۶۳۔
[5] پ ۱۷، سورہ انبیاء، آیت ۵۷۔ [6] پ، سورہ انعام، آیت ۷۶۔

marfat.com

Marfat.com

ان اقوال قرآنیہ کے علاوہ اور بھی کلام اللہ میں ایسے اقوال پائے جاتے ہیں جن میں انبیاؑ کا ارتکاب عصیان ثابت ہوتا ہے، میں نے اس مسئلہ میں دو گروہ دیکھے ہیں ایک گروہ کا موقف انبیاؑ کی طرف عصیان کی نسبت کرنے میں شدت کی حد تک ہے کیونکہ یہ گروہ ایسے اعتقاد کے وجوب کا قائل ہے تاکہ کتاب اللہ کے ساتھ ایمان قائم رہے اور جو کچھ بھی اللہ نے اپنی کلام میں فرمایا ہے وہ حق اور سچ ہے یہاں تک کہ جو شخص قبل نبوت اور بعد از نبوت عصیان انبیاؑ کا قائل نہ ہو وہ اس گروہ کے نزدیک کافر ہے کیونکہ اس شخص نے نص قرآنی کا انکار کیا اور ان پر ایمان نہ لایا اور ایک دوسرا گروہ عصمت انبیاؑ اور بریّت مرسلین کا شدت کی حد تک قائل ہے ان کے نزدیک نبوت سے پہلے اور بعد کوئی نبی ارتکاب گناہ نہیں کرتا۔ اور یہ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ جس شخص نے نصوص قرآنیہ کے ظاہر کو قابل عمل سمجھا اس کے نزدیک کچھ بعید نہیں کہ وہ انبیا کے ارتکاب کبیرہ گناہ جائز رکھے یہ عقیدہ بجائے خود غیر مسلم اور اجماع اُمّت کے خلاف ہے نیز یہی دوسرا گروہ ان مذکورہ آیات کی تاویل میں بھی مبالغہ کرتا ہے اور ان آیات کو ان کی ظاہری حیثیت سے ہٹ کر تصور کرتا ہے۔

شیخ نابلسی فرماتے ہیں میں نے دونوں گروہوں کے اعتقاد پر اطلاع پانے کے بعد بے حد غور کرنے لگا یہاں تک کہ مجھے بہت حیرانی سی لاحق ہوگئی اسی دوران یہ جاننے کے لیے کہ کون سا عقیدہ اور ایمان درست ہے اور اس کی اشاعت کے لیئے قابل عمل ہو میں نے اللہ سے ہدایت طلب کرتے ہوئے نماز کی نیت باندھی کچھ رکعتیں پڑھی ہوں گی دوران نماز ہی ابھی میں نے سلام بھی نہیں پھیرا تھا کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا جس نے اس مسئلہ سے متعلق حقائق بیان کیئے وہی حقائق کلام کی صورت میں میں ... آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں اس مسئلہ میں میرا مذہب بھی اسی بیان کے مطابق ہے کہ بے شک نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی دو قسمیں ہیں بعض محکم اور بعض متشابہ۔ پھر متشابہ کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم وہ متشابہ جو اللہ کے حق میں وارد ہوئی ہیں، اور دوسری قسم وہ متشابہ جو انبیاؑ علیہم السلام کے حق میں ہیں۔ اس امر میں شک نہیں کہ حقیقتِ الٰہی انبیاؑ علیہم السلام پر مخفی ہے اور انہیں معرفت حق بطور عاجزی ہوتی ہے اور ذات کبریا کا تقدس تام اسی صورت میں ہی ہے کہ بندہ اس کی دریافت سے قاصر و عاجز رہے ورنہ لازم آئے گا کہ انبیاؑ میں سے کچھ چیز قدیم ہو جائے یا واجب تعالیٰ سے کوئی چیز حادث ہو جائے اور یہ محال اور ناممکن ہے اور

marfat.com

Marfat.com

ایسے ہی ہمیں جو معرفت انبیا ہے بطور عجز ہے اور ان کی اصل پہچان کا تقدس تام اور مکمل ہے ورنہ لازم آئے گا ہم میں ان کی نبوّت سے کچھ پایا جائے یا ان میں ہماری طرح نبی نہ ہونے جیسی کوئی چیز پائی جائے تو ثبوتِ نبوّت غیر انبیاؑ میں لازم آئے گا اور نبوّت کا ثابت نہ ہونا انبیاؑ کے لیے لازم آئے گا اور یہ ناممکن اور محال ہے۔

حقیقت ذاتِ الٰہی اور حقیقتِ انبیا علیہم السلام ہم سے پوشیدہ ہیں، اور ان دو حقیقتوں کی صفات نصوص قرآنیہ سے ثابت ہیں اور ہمیں اپنی عقل و دانش سے بالاتر ہو کر ان کی نفس الامری اور خارجی حیثیت پر مجموعی طور ایمان رکھنا واجب ہے نیز متشابہ کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو ان دونوں حقیقتوں کی اوصاف کو مشتمل ہے اور متشابہ کی اس قسم کے ساتھ ایمان رکھنا اسلاف رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے اور متشابہ کے معنی کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کرنا زیادہ درست اور صحیح ہے لیکن سپردگی یقین کامل کے درجہ کی ہو اس صورت میں نصوص قرآنیہ کے وارد شدہ الفاظ کی تاویل و تعبیر کی ضرورت بھی نہیں رہ جاتی اور متشابہات کی ظاہری حیثیت پر ایمان لانے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا، پھر ہم ذاتِ حق کے لیے وہ کچھ کہہ سکتے ہیں جو اس نے اپنی ذات کے لیے کہا ہے مثلاً وجہ اللہ، ید اللہ، استوائے عرش، وغیرہ ان الفاظ کو ہم اپنے علم کے اعتبار سے تعبیر نہ کریں گے بلکہ جو علم الٰہی میں ان سے مراد ہے وہی ان کی اصل تعبیر ہو گی، اور یونہی انبیا عظام علیہم السلام پر اسی شئی کا اطلاق ہم کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے یا خود انبیاؑ عظام اپنی ذوات کے لیے یا بعض نے بعض کو مثلاً عصیان یعنی گناہ، غی یعنی بھٹکنا، ذنب، خطا کاری، فتنہ، آزمائش، عدم برأت نفس، یعنی اپنی ذات کو معصوم تصور نہ کرنا۔ اور وزر یعنی بوجھ، جیسی اشیاؑ کا اطلاق کیا ہو، لیکن معنی وہی اصل مراد ہو گا جو اللہ کے علم میں ہے یا انبیاؑ کرام کے علم میں جو درست ہو گا ہمارے علم و فہم کے اعتبار سے ان الفاظ کے معانی مراد نہ لیے جائیں گے۔ کیونکہ ہم تو صرف اپنے حالات اور احوال و اخلاق کا ہی علم و فہم رکھتے اور پھر ویسے بھی ہم غیر معصوم ہیں اور انبیاؑ عظام ذات حق کی معصوم مخلوق ہیں ہمیں کچھ سمجھ نہیں ہے کہ ان اشیاؑ کی نسبت انبیاؑ عظام کی طرح ہے کیونکہ ہم ان کے طریقوں اور اطوار و حالات کو نہیں پہچانتے البتہ ہم ان اشیاؑ کو اپنی طرف منسوب کرنے میں یقینی کیفیت سے باخبر ہیں لیکن ان اشیا کا انتساب کسی نبی سے بدرجہ یقین ہمارے علم و آگہی سے

marfat.com
Marfat.com

برتر ہے۔ اس مقام پر متشابہ سے متعلق کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے انشا اللہ متشابہ پر تفصیلی جائزہ عنقریب ذکر کیا جائے گا اور متشابہ پر یہ کلام اپنی مثال آپ ہو گا اور اس کلام کے علاوہ انبیاً کے حق میں کوئی بہتر کلام سامنے نہیں آیا۔

ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی صفات اور کلام الٰہی کے متشابہات پر عارف نابلسی کی گفتگو

عارف نابلسیؒ نے اپنے اس کلام کی طرف ابھی ابھی اشارہ کیا کہ عنقریب اس کا ذکر نہایت احسن طریقہ اور خوش اسلوبی سے کیا جائے گا اس کی شناخت اور پہچان اہل ایمان کے لیے ناگزیر اور نہایت ضروری ہے اور عارف نابلسی کے علاوہ کسی دوسرے علم و معرفت والے سے ایسا کلام سننے میں نہیں آیا، اور یہی شیخ رضی اللہ عنہ کی خوش عقیدگی کا واضح ثبوت ہے، عقیدۂ شیخ رضی اللہ عنہ کی اشاعت وتشہیر اور عامۃ المسلمین کے مفاد کے پیشِ نظر میں نے مناسب سمجھا کہ اسے نقل کر دوں آئمۃ الاسلام عارف نابلسی کے درجہ کمال پر بزرگ ہونے سے متفق ہیں۔ شیخ رضی اللہ عنہ نے اپنی مذکور کتاب کے تیسرے باب میں کہا ہے کہ اے سادہ لوح انسان تجھے جاننا چاہیے کہ اُمید کا دروازہ بند ہے اور سربستہ راز مخلوق ہی میں ہے اور اللہ ہی سے حقیقی مدد کی درخواست ہے اس میں شک نہیں کہ کائنات دلوں میں آباد ہے جب کہ دل کائنات میں نہیں ہیں اور باطن ظاہر کا ظرف ہے جب کہ ظاہر باطن کا ظرف نہیں بن سکتا تو جو شخص ظاہر میں دیکھے گا اسے ظاہر سے متعلق اشیاء ہی نظر آئیں گی اور جو باطن میں دیکھے گا اسے باطن ہی نظر آئے گا کیونکہ ظاہر باطن سے ملنے کے بعد کالعدم ہو جاتا ہے، اگرچہ باطن ظاہر کا ظرف ہے۔ اے انسان تو اس دنیا میں اپنے ظاہر سے نہیں بلکہ باعتبار باطن آیا ہے تجھے شیطانی داؤں سے بچ کر اپنے اصل مقام پر آنا چاہیئے اور وہ آخرت ہے یہ دنیا نہیں ہے بے شک یہ دروازہ تو ازلی ہے جیسے کہ تجھے ظاہر پر باطن کی فضیلت سے معلوم ہے جاننا چاہیے کہ باطن خاص عقیدۂ کا سبب ہے جب کہ زبان میں یہ خصوصیت نہیں ہے، دل کے کانوں سے سُن لے جب میں تجھے اپنے صحیح عقائد

ا ؎ جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

marfat.com

Marfat.com

کے ظرف سے سیراب کروں گا تو وہم اور شک کی پلیدی دھل جائے گی اور بدعت کج روی اور گمراہی از خود اٹھ جائے گی، میں اللہ کی دی ہوئی توفیق سے کہتا ہوں کہ اس نے مجھے اپنے فضل وکرم سے اس امر کا مشاہدہ کروا دیا اس میں میری ذاتی طاقت کو کچھ دخل نہیں ہے اللہ کی وہ ذات ہے جس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں ہے اسی کی ذات ازلی طور پر قدیم ہے اور دیگر ذوات کو اس کی ذات سے کچھ مشابہت نہیں ہے اور نہ ہی کائنات میں سے کسی شئی کو اس کی ذات سے کچھ مماثلت ہے اس ازلی ذات کا وجود اس کی ذات کا عین ہے اس میں کوئی دوسرا اندازہ قائم نہیں کیا جا سکتا نہ وہ کائنات کی اشیا کی طرح کوئی شے ہے اور نہ ہی جسموں کی قسم ہے اور نہ ہی جوہر وعرض کی قسم اور نہ ہی عقل اور روح کی قسم ہے اور نہ ہی علوم، اوہام اور دلوں کی اقسام میں سے کوئی قسم ہے اور نہ ہی تخیلات اور افہام کی قسم ہے اور نہ ہی وہ روشنی اور تاریکی کی قسم ہے اور نہ ہی وہ لمحات کی قسم ہے اور نہ وہ فانی قوت کی قسم ہے اور نہ وہ استعداد کی قسم ہے، جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کے نیچے اوپر دائیں بائیں اور آگے پیچھے کوئی چیز نہیں ہے اور جہات ستہ میں ہمارے ذکر کے مقابل کوئی شے نہیں اور نہ ہی ہمارے ذکر میں کوئی چیز داخل ہے اور نہ ہی خارج اور نہ ہی کائنات کی کوئی شے ہمارے اس ذکر سے خالی ہے نہ ہی ہمارا یہ ذکر کسی چیز کے قریب ہے نہ دور اور یہ ذکر کامل اور مکمل ہے عقلوں اور ذہنوں کے کھٹکے سے پاک ہے چہ جائیکہ ناقص عقل اور قاصر ذہن اس تک رسائی حاصل کریں اور یہ ذکر حادث تقدس سے بھی پاک ہے کیونکہ حادث قدیم کی وصف نہیں ہو سکتا اور یونہی یہ ذکر ہر اس تقدس سے بھی پاک ہے۔ جس پر عقل سلیم حکم کرے اور اس ذات کی جملہ صفات پاک اور قدیم ہیں اور ازلی ہیں یہ ذکر ان صفات کا عین اور نہ ان پر زائد ہے جب کہ سارا جہان اس کو چاہتا ہے اور ذات کو نہیں چاہتا اور اس ذکر کا تقدس بھی تقدس ذات ہی کی طرح ہے ذات حق کی پہچان کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ خدائے ذوالجلال نے اپنی ذات کے لیے اپنی کتاب میں اوصاف بیان کرنے کے لیے یا اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اپنی صفات بیان کروائیں اگر صفات الہیہ بیان نہ کی جاتیں تو ہمیں مطلقاً حصول معرفت نہ ہوتا، جاننا چاہیے کہ ذات حق نے جتنی صفات اپنی ذات کے لیے قرآن کریم یا اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی بیان کی ہیں ان کے معنی ازلی اور قدیم

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

اور خداوندکریم کی ذات سے قائم ہیں تاہم یہ صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیرِ ذات اسی طرح ایک صفت دوسری صفت کا عین نہ غیر، ذاتِ حق کی صفات میں واحدنیت بھی ہے اور احدیت بھی لیکن یہ ایسی صفات ہیں جن کی ترکیب کی کوئی وجہ نہیں ہے یہ مجموعی صفات ذاتِ حق اور عالمِ دنیا کے درمیان ایک خاص علاقہ رکھتی ہیں اگر یہ صفات نہ ہوتی تو یہ عالم ذاتِ حق کی جانب سے منصۂ عدم سے معرض اظہار میں نہ آتا مگر ذاتِ حق کے ان صفات سے متصف ہونے کے واسطہ سے ذاتِ کبریا نے ہمیں ان قدیم معانی سے شرعی طور متعارف کرایا ہے جو اس کی ذات سے وابستہ ہیں اللہ جلّ جلالہٗ کی یہ صفات عربی زبان میں اس کے قدیم کلام میں مذکور ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں بیان کیا ہے۔ ہمارے لیے ان معانی کی تشریح جن عربی الفاظ سے کی گئی ہے وہ الفاظ دَر حقیقت ان معانی کی ادائیگی کے لیے ہی معیّن اور موضوع ہیں اور یہ موزونیت حقیقی ہے مجازی نہیں۔ اور جو الفاظِ عربی خصوصی طور پر ذاتِ مولیٰ نے ہمیں سمجھا دیئے یا ہماری طبع میں ان کے درک کی صلاحیت و استعداد پیدا فرما دی اس ادراک کو عملاً تعبیر کرنے کے لیے یہ الفاظِ عربی مجازاً ہیں ایسے ہی اس طریقہ سے ہم باقی تمام صفات بیان کریں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ خَلَقَ ‌ ترجمہ: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا

الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ[۱] ‌ انسانیت کی جان کو پیدا کیا جو کچھ ہو چکا یا ہوگا کا علم سکھایا۔

پھر عربی زبان جس کے ذریعہ سینۂ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن نازل ہوا کے تمام کلمات اپنے معانی میں مستعمل ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے جب یہ کلمات منسوب الی اللہ ہوں گے اپنے معانی میں حقیقت ہوں گے ان عربی کلمات سے ہمارا متصف ہونا بطور مجاز ہے اور یہ ایک پیدائشی امر ہے جب ایک لفظ کسی دوسرے معنی میں استعمال کیا جائے تو مجاز کہلاتا ہے بنابریں اللہ نے فرمایا خلق الانسان کہ انسان کو پیدا کیا اور حدیثِ مصطفوی میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی ‌ ترجمہ: بے شک اللہ نے جناب آدم علیہ السلام

---

[۱] پارہ ۲۷، سورہ الرحمٰن، آیت ۱ تا ۲

[۲] کسی وصف سے پیدائشی طور پر متصف ہونا ممکن موصوف کے لیے مجازی اور واجب خالق کے لیے ازلی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

صُورَتِہٖ[1] - کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِ ترجمہ: جناب رب العزت نے حضرت آدم کو

الرَّحْمٰنِ - رحمانی صورت پر پیدا کیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کلام سے اللہ نے اپنی ذات کو حقیقتاً متصف کیا ہے لیکن ہمیں اس کلام سے مجازاً متصف کر کے پیدا کیا ہے اور ہمیں صرف ان عربی الفاظ کے مجازی معنی ہی بتلائے کیونکہ ہمارے لیے حقیقی معانی کو سمجھنا ناممکن تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ - ترجمہ: اور اللہ تعالےٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

پھر جب ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو ہم نے ان صفات پر غور کیا جن سے ذات حق نے اپنی قدیم کلام میں اپنے نبی کی زبان پر اپنے آپ کو متصف کیا تو ہم نے بھی ان کلمات سے ذاتِ کبریا کو ان حقیقی معنی سے متصف کیا جو اس کے علم ازلی کے طور تھا جب کہ یہ معانی ذاتِ حق نے ہم میں بطور مجاز مقرر کئے۔

ان اوصاف کا بیان جن سے رب ذوالجلال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ قدیم کلام میں اپنے آپ کو متصف کیا۔

جس طرح حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو رب ہونے سے متصف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا رَبُّ الْعَالَمِیْنَ (کہ اللہ پروردگار عالم ہے) اور اپنے لیے وصف مالکیت کو اس طرح بیان فرمایا- مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ - (کہ وہ قیامت کے دن کا مالک ہے) اور ذاتِ حق منافقین کو مذاق کرنے کا مزہ چکھاتا ہے کو یوں ذکر کیا - اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ (کہ اللہ انہیں استہزا یعنی مذاق کرنے کی سزا دیتا ہے) رب ذوالجلال منافقین کو مہلت دینا اس طرح مذکور کلام اللہ ہے - وَیَمُدُّھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ - (اور اللہ انہیں

---

[1] مذکورہ حدیث میں شکل کا لفظ ذکر نہیں ہے بلکہ صورت کا لفظ ہے کیونکہ شکل مخلوق سے ہی مخصوص ہے جب کہ صورت خالق و مخلوق دونوں کے لیے عام ہے۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں اندھے ہیں) ذاتِ حق منافقین کی بینائی سلب کر کے انہیں نہ ختم ہونے والے اندھیروں میں داخل کر دیتی ہے ۔ اللہ نے احاطہ قدرت کو یوں ذکر فرمایا ۔ اِنَّہٗ مُحِیْطٌ بِالْکَافِرِیْنَ ۔ (بے شک وہ کافروں کا گھیراؤ کرنے والا ہے) اور بے شک وہ ہر منظورِ منشا چیز پر قدرت رکھتا ہے اور بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے اور بیشک وہ ظالموں سے خبردار ہے، اور بے شک وہ سب کی کارگذاری دیکھ رہا ہے بیشک وہ کافروں کا دشمن ہے، اور بے شک وہ بڑی بزرگی والا ہے، اور بے شک اسی کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت ہے ۔ وصف وجہ اللہ کو اس طرح ذکر کیا ۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ ۔ (ہر ایک چیز ہلاک ہو جانے والی ہے مگر اس کی ذات کو بقا ہے) وصف وجہ اللہ کے عالم گیر ہونے کو یوں ذکر کیا ۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ۔ (تم جہاں بھی چلو پھرو وہیں قدرت کی جلوہ گری ہے) بے شک وہ عدم سے آسمانوں اور زمینوں کو پہلے پہل وجود میں لانے والا ہے بے شک وہ جب کسی چیز کی تخلیق کا فیصلہ فرما دے تو اسے کہتا ہے ہو جا تو وہ وجود میں آ جاتی ہے، بے شک وہ غالب حکمت والا ہے، اللہ تعالیٰ جس سے وعدہ کرلے تو پورا کر دیتا ہے ارشاد فرمایا ۔ اَوْفُوْا بِعَھْدِیْٓ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (تم میرے ساتھ کئے ہوئے وعدے پورے کرو میں تمہارا وعدہ پورا کروں گا، بے شک وہ لوگوں سے رحمت اور نرمی کا برتاؤ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر اس شخص کو یاد فرماتا ہے جو اسے یاد کرے اللہ فرماتا ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) بے شک وہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے ۔
بے شک وہ شکر کی بہتر جزا دینے والا علم والا ہے، اور بے شک وہ معبود یکتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحم کرنے والا بڑا مہربان ہے اور بے شک وہ لوگوں کے لیے اپنی قدرت کے آثار نمایاں کر کے انہیں پرہیزگاری کا درس دیتا ہے اور بے شک وہ حدود پھلانگنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اور بے شک وہ پرہیزگاروں کا ساتھی ہے اور بے شک وہ بھلائی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بے شک وہ حساب لینے میں جلدی کرنے والا ہے اور بے شک وہ فساد کو نہیں چاہتا اور بے شک وہ گناہ سے باز رہنے والے پاکیزہ لوگوں کو پسند کرتا ہے ۔
اور بے شک وہ سب کچھ جانتا ہے اور بے شک وہ بخشش کرنے والا بُردبار ہے اور بیشک

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

وہ تنگی اور کشادگی کرنے والا ہے اور بے شک وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اسے اُونگھ اور نیند نہیں آتی۔ بلند عظمت کا مالک ہے اور بے شک وہ اہلِ ایمان کا دوست ہے انہیں تاریکیوں سے اُجالے میں لاتا ہے اور بے شک وہ جلاتا اور مارتا ہے اور بے شک وہ قابلِ تعریف بے نیاز ہے اور بے شک وہ غالب بدلہ لینے والا ہے اور بے شک اس نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ہر آن عدل پر قائم ہے اور بے شک وُہ مُلک کا مالک ہے جسے چاہے ملک عنایت کرے جس سے چاہے مُلک چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے رسوا کر دے اسی کے دستِ قدرت میں خیریت اور بھلائی ہے اور بے شک وہ سب جہانوں سے بے نیاز ہے، اور بے شک وہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے اور بے شک وہ ہر ایک عمل کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور بے شک وہ اہل ایمان کو جذبہ دیتا ہے اور کافروں کو نیست و نابود کر دیتا ہے اور بے شک وہ کافروں کو نہیں چاہتا اور بے شک وہ سب مددگاروں سے بہتر ہے اور بے شک وہ توکل کرنے والوں کا دوست ہے اور بے شک ساتوں آسمان اور زمین اسی کا ورثہ ہے اور بے شک وہ بندوں پر زیادتی نہیں کرتا، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے اور بے شک اللہ بڑا بلند ہے اور بیشک وہ جھگڑے والے اترانے والے کو پسند نہیں کرتا اور بے شک وہ ہر چیز پر مکمل دسترس رکھتا ہے۔ اور بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور بے شک تمام عزتیں اللہ ہی کی ہیں اور بے شک وہ عدل و انصاف والوں کے ساتھ محبت کرتا ہے اور بے شک وہ سُننے والا جاننے والا ہے اور بے شک وہ آسمانوں اور زمینوں میں عبادت کے لائق ہے اور بے شک وہ اپنے بندوں پر حکم نافذ کرنے والا اور باخبر داتا ہے اور بے شک اس نے رحمت کرنا اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی ہے اور بے شک وہ بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے اور بے شک اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور بے شک وہ بیج اور گٹھلی کو اگانے والا ہے زندہ کو مُردہ سے اور مُردہ کو زندہ سے برآمد کرتا ہے اور بے شک اسے آنکھیں نہیں پا سکتیں اور وہ دیکھ رہا ہے اور باریک بین باخبر ہے اور وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور وہ سچائی کے ساتھ متصف ہے اللہ فرماتا ہے بے شک ہم سچے ہیں اور بے شک ذات حق رحمت اور گرفت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے محبوب نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرما دو کہ تمہارا رب رحمت بے کراں کا مالک اس

marfat.com
Marfat.com

کی گرفت سے مجرم قوم نہیں بچ سکتی اور بے شک وہ غافل نہیں ہے ارشادِ خداوندی ہے، اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم آپ کا رب جو کچھ بھی تم کرتے ہو اس سے بے خبر نہیں ہے اور بے شک وہ غائب نہیں ہے اللہ ارشاد فرماتا ہے ہم انہیں ایک علمی قصہ سنائیں گے اور ہم غائب نہیں ہیں۔ اور بے شک وہ عرش کا ارادہ فرمانے والا ہے ذاتِ حق نے ارشاد فرمایا پھر عرش پر ارادہ فرمایا اور بے شک اس کے لیے خفیہ تدبیر ہے۔ رب جلّ وعلا فرماتا ہے اور انہوں نے داؤں چلا اور اللہ نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ بہتر خفیہ تدبیر نکالتا ہے اور بے شک اس کے لیے ایک کلمہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے تیرے رب کا کلمہ پورا ہو گیا اور اس کے لیے ایک کلام ہے۔ اللہ فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کی کلام سننے اور اس کے لیے کئی کلمات ہیں خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے پھر تم اللہ اور اس کے اُمّی لقب[1] رسول نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لائے ایمان لاؤ، اور بے شک اس کے لیے ایک مقام قرب ہے اللہ فرماتا ہے بے شک وہ لوگ جو اللہ کے قریب ہیں، بے شک وہ جس طرح اس کی شان کے لائق ہے بندے اور اس کے قلب میں قدرتی گردش کرتا ہے بے شک وہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، بے شک اس کے لیے ایک نور ہے اللہ ارشاد فرماتا ہے اہلِ کفر اللہ کے نور کو بجھانے کا بُرا ارادہ رکھتے ہیں اور بے شک وہ بذاتِ خود نور ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اور بے شک وہ منافقین کو مذاق کرنے کا مزہ چکھاتا ہے ارشادِ خداوندی ہے اللہ تعالیٰ انہیں مذاق کرنے کا مزہ چکھاتا ہے اور بے شک اس کے لیے رضا ہے ربّ کبریا کا ارشاد ہے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ ان سے راضی ہوئے اور بے شک اس کے لیے غضب ہے ارشاد خداوندی ہے اللہ نے ان پر غضب کیا، اور بے شک وہ صدقات لیتا ہے رَبّ فرماتا ہے کہ وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور

---

[1] لفظ ام کی شرح میں اصولیین فرماتے ہیں کہ اُم وہ ہے جس پر کسی دوسرے کی بنا اور اصل ثابت ہو اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو امی کہتے جانے میں کئی اقوال ہیں۔ ایک قول حامل ام الکتاب دوسرا قول ام القرای مکہ میں پیدائش سرکار علیہ السلام۔ تیسرا قول آپ کو اصل کل کائنات کی وجہ سے اُمّی کہا جاتا ہے۔ (سید امیر محمد شاہ قادری مترجم)

marfat.com

Marfat.com

صدقات لیتا ہے اور بے شک وہ ہر چیز پر کارساز ہے اور بے شک اس کے لیے بے مثال آنکھیں ہیں اللہ فرماتا ہے اے نوح کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے بنا، اور اس کے لیے قدرتی توجہ کی ایک آنکھ ہے قادر مطلق فرماتا ہے آپ کو میری آنکھوں کے سامنے بنانا چاہیئے اور بیشک وہ ہر ایک چیز کا نگران ہے اور بے شک وہ قریب سے دعائیں قبول کرتا ہے اور بے شک وہ غالب اور طاقت ور ہے اور بے شک وہ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور بے شک وہ دوران پرواز پرندے کو ٹھہرنے کی قوت دیتا ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے کیا انہوں نے غور نہ کیا پرندوں کی طرف جو ہمارے حکم کے تابع ہیں اور آسمانی خلا میں انہیں ہمارے سوا کون روک سکتا ہے اور بے شک اسی نے آسمانوں کو ٹھہرایا ہوا ہے اللہ ارشاد فرماتا ہے بے شک اللہ ہی نے آسمانوں اور زمینوں کو گرتے پڑنے سے روکا ہوا ہے اور اگر یہ گرتے کو آئیں تو انھیں اس کے سوا کوئی نہیں روک سکتا۔ اور بے شک وہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے ہدایت دے دے اور بے شک وہ بھلائی کرنے والے پرہیزگاروں کا ساتھی ہے۔ اور بے شک اس کے لیے ایک روح ہے اللہ فرماتا ہے ہم نے آدم میں اپنی رُوح پھونک دی اور ہم نے مریم کی طرف اپنی رُوح بھیجی اور بے شک اس کے لیے نفس ہے (بمعنی ذات) اللہ فرماتا ہے وہ تمھیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اے محبوب میں نے آپ کو اپنی ذات کے لیے بنایا ہے بے شک اس کی قدرت بے خطا ہے اور بھولنے سے پاک ہے اور بیشک وہ اہل ایمان سے ہر قسم کی بلائیں ٹال دیتا ہے اور بے شک وہ بددیانت اور ناشکرے کو پسند نہیں کرتا اور بے شک وہ زمینوں آسمانوں کی چھپی ہوئی اشیا کو نکال باہر کرتا ہے اور بے شک وہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا بے شک وہ ہر چیز کا نگران ہے اور بے شک اسے کافروں سے گزند پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، وہ لوگ جو اللہ اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور بے شک وہ ہر ایک چیز کا معائنہ کر رہا ہے اور بے شک وہ چھپی ہوئی چیزوں کو سب سے زیادہ جانتے والا ہے اور حق پر فیصلہ کرنے والا ہے اور بے شک اس کے دو ہاتھ ہیں اور اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ اے ابلیس تجھے کون سی چیز میرے ہاتھوں سے بنائے سے سجدہ کرنے کو مانع ہوئی اور اس کا بے مثل ہاتھ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

صحابہ بیعت رضوان کے ہاتھوں پر اس کا ہاتھ، اور اس کے کئی ہاتھ ہیں رب جل وعلا ارشاد فرماتا ہے اور آسمانوں کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور بے شک ہم کشادگی کرنے والے ہیں اور بے شک وہ ایسی ذات ہے جس پر مثل کوئی چیز بھی نہیں ہو سکتی اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے، اور بے شک اس کے لیے ہر دن نئی شان ہے اور بے شک وہ منافقوں کو نظرانداز کر دیتا ہے اللہ فرماتا ہے منافق اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں اپنی نظر رحمت سے گرا دیا اور بے شک اس کے لیے ہر حکمت خفیہ تدبیر ہے، اللہ فرماتا ہے اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں اور میری خفیہ تدبیر بے حد مضبوط ہے، اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے، وہ جتن لگا کر داؤں کھیلتے ہیں اور میں ان کے داؤں کو اپنی قدرتی تدبیر سے ناکام کر دیتا ہوں، اور بے شک وہ بیشک وہ زمینوں اور آسمانوں میں موجود حقیقی ہے اور بے شک وہ آسمانوں پر ہے۔ اللہ فرماتا ہے کیا تم اس پر ایمان لاؤ گے جو آسمانوں پر ہے اور بے شک وہ قیامت کے دن آئے گا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب تیرا رب آئے گا اور فرشتے پرا باندھ کر کھڑے ہوں گے علاوہ ازیں اور بھی بہت سی ایسی اوصاف ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اپنی کتاب میں متصف کیا ہے۔

ان اوصاف کا بیان جن سے اللہ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی اپنے آپ کو متصف کیا ہے

اوصافِ باری تعالیٰ کے سلسلہ میں محبوبِ خدا کی زبانی اللہ کا قدم بھی ثابت ہوا ہے بخاری شریف میں یہ حدیث آئی ہے :-

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے

ۓ دست احمد عین دست ذوالجلال
آمد اندر بیعت و اندر قتال

(شاعر مشرق علامہ اقبال) مترجم عفی عنہ۔

marfat.com
Marfat.com

قَالَ لَا يَزَالُ يُلْقٰى فِيْهَا يَعْنِيْ	نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آتش جہنم میں کچھ ڈالے
النَّاسَ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ	گا اور نار دوزخ کیا کچھ اور بھی ہے
مَزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ	یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم
قَدَمَهٗ فَيَنْزَوِيْ	رکھے گا، تو آتش دوزخ ایک طرف
بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ ثُمَّ	سمٹ جائے گی پھر کہے گی یا اللہ رک رک
تَقُوْلُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ	جا تجھے تیری عزت و جلال اور جود و سخا کا
وَكَرَمِكَ وَلَا تَزَالُ الْجَنَّةُ	واسطہ دیتی ہوں اور جنت اپنی حسن و
تَفْضُلُ حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ	آرائش کے ساتھ بڑھ رہی ہے یہاں تک
لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنُهُمْ	کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مخلوق پیدا
فَضْلَ الْجَنَّةِ ۔	فرما دے گا جسے جنت کی مستقل رہائش
(رواہ البخاری)	سے مشرف کیا جاؤں گا۔ اس حدیث کو
	بخاری نے ذکر کیا ہے ۔

اور بے شک ذات حق کا ید قدرت بھر پور ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے ۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے ۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ	ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ	کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
قَالَ يد الله ملأى لا يغيضها	فرمایا کہ اللہ کا ہاتھ اتنا بھرپور ہے
نفقة سحاء الليل والنهار	کہ گردش روز و شب میں خرچ کرتے
وَقَالَ ارايتم ما انفق منذ	رہنے سے اس میں کچھ کمی نہیں ہوتی اور
خلق السموات والارض	فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا ذات حق نے تخلیق
فَاِنَّهٗ لَمْ يَغِضْ مَا فِيْ	آسمانی اور زمین سے لے کر کتنا خرچ کیا ۔
يده وكان عرشه	تاہنوز نہ کچھ کم ہوا نہ ہوگا اور اس وقت
على الماء وبيده	عرش الٰہی پانی پر تھا اور ذات حق کے

www.muhammadiat.net

marfat.com
Marfat.com

الاخریٰ المیزان یخفض ویرفع ۔ (رواہ البخاری)

کے دوسرے ہاتھ میں ترازو تھا جو کبھی نیچے جھک جاتا اور کبھی اوپر اُٹھ جاتا تھا۔ یہ حدیث بخاری نے ذکر کی ہے۔

اور بے شک ذاتِ حق کے لیے انگلیاں ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے صحیح بخاری کی روایت اس طرح مذکور ہے :-

عن ابن مسعودٍ ان یھودیًا جاءَ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمدُ ان اللہ یمسك السموات علی اصبعٍ والارضین علی اصبعٍ والجبال علی اصبعٍ والشجر علی اصبعٍ والخلائق علی اصبعٍ ثم یقول انا الملك فضحك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتّٰی بدت نواجذہ ثم قرأ وما قدروا اللہ حق قدرہٖ

ترجمہ: ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی حضور کی خدمت میں آکر کہنے لگا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک انگلی پر آسمانوں کو اور ایک انگلی پر زمینوں کو اور ایک انگلی پر پہاڑوں کو اور ایک انگلی پر درختوں اور ایک انگلی پر تمام مخلوق کو، پھر کہنے لگا کہ میں تو بادشاہ ہوں اس پر سرکار علیہ السلام اتنے ہنسے کہ آپ کے مبارک دانت ظاہر ہو گئے، پھر حضور علیہ السلام نے قرآن کے یہ الفاظ پڑھے کہ یہ لوگ اللہ کی کماحقہٗ قدر نہیں کرتے۔

اس پر مستہزاد ایک روایت اس طرح ہیں ان الفاظ کی زیادتی فضیل بن عیاش نے منصور ابراہیم اور عبداللہ کی روایت سے کی ہے کہ حضور علیہ السلام اس یہودی کی گفتگو پر متعجب ہو کر اس کی تصدیق کے لیے ہنسے، اللہ کی انگلیوں کے متعلق ایک اور حدیث اس طرح ہے :-

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان القلوب بین اصبعین من اصابع

ترجمہ: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بے شک دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جس طرح چاہے

marfat.com
Marfat.com

الرحمٰن یقلبھا کیف یشاءُ۔ انہیں پلٹ دیتا ہے۔

بخاری شریف کتاب التوحید سے ذاتِ حق کا صورت اور ہنسی سے متصف ہونا بھی ثابت ہے روایت یوں ہے:-

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ذَکَرَ الحَدِیْثَ اِلٰی اَنْ قَالَ فَیَاْتِیْھِمُ اللّٰہُ فَیَقُوْلُ اَنَا رَبُّکُمْ فَیَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مَکَانُنَا حَتّٰی یَاْتِیْنَا رَبُّنَا فَاِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاہُ فَیَاْتِیْھِمُ اللّٰہُ فِیْ صُوْرَتِہِ الَّتِیْ یَعْرِفُوْنَ فَیَقُوْلُ اَنَا رَبُّکُمْ فَیَقُوْلُوْنَ اَنْتَ رَبُّنَا وَیَتَّبِعُوْنَہٗ وَفِی الحَدِیْثِ طُوْلٌ، وَمِنْہُ فِی الرَّجُلِ المُقْبِلِ بِوَجْھِہٖ عَلَی النَّارِ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْ حَتّٰی یَضْحَکَ اللّٰہُ مِنْہُ فَاِذَا ضَحِکَ مِنْہُ قَالَ لَہٗ اُدْخُلِ الجَنَّۃَ۔	ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ اوپر سے حدیث بیان کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے اور کہا کہ اہل ایمان کے پاس اللہ تعالیٰ آکر فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں پھر کہیں گے ہم اپنی جگہ مستقل رہیں جب ہمارا رب آئے گا ہم اسے پہچان لیں گے پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ اس صورت میں آئے گا جسے اہل ایمان پہچانتے ہوں گے پھر اللہ فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں تو وہ کہیں گے آپ ہمارے رب ہیں اور اہل ایمان اس کی اتباع کرنے لگیں گے یہ حدیث بہت لمبی ہے اور اسی حدیث ہی کا ایک حصہ اس شخص کے متعلق ہے جس کا چہرہ دوزخ کی طرف کر دیا جائے گا تو وہ ایک فریادی کی طرح ہمیشہ چلاتا رہے گا یہاں تک کہ اس پر اللہ کو ہنسی آنے لگے گی ہنسنے کے بعد خوش ہو کر اللہ اسے فرمائے گا جا جنت میں چلا جا۔

اور بے شک ذاتِ حق آواز سے بھی متصف ہے صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

• قَالَ اِذَا تَكَلَّمَ اللّٰهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ اَهْلُ السَّمٰوٰتِ شَيْئًا فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ وَسَكَنَ الصَّوْتُ عَرَفُوْا اَنَّهُ الْحَقُّ وَنَادَوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ -

ترجمہ: راوی نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ بطور وحی کلام کرے گا تو کچھ کچھ آسمان والے بھی سُنیں گے تو اچانک ان کے دل گھبرانے لگیں گے اور کلام کی آواز رک جائے گی اب وہ پہچانیں گے کہ بے شک یہ ذاتِ حق تھی ایک دوسرے سے کہیں گے کہ تمہارے رب نے کیا کہا جواب میں کہیں گے حق کہا۔

ایک دوسری روایت :-

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اُنَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَحْشُرُ اللّٰهُ الْعِبَادَ فَيُنَادِيْهِمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ اَنَا الْمَلِكُ اَنَا الدَّيَّانُ -

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن انیس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے اللہ نے اپنے بندوں کو ایسی آواز دے کر اٹھائے گا جو دور اور نزدیک سے برابر سنی جائے گی الفاظ یہ ہوں گے کہ میں بادشاہ ہوں اور میں پورا پورا حساب لینے والا ہوں -

اور بے شک ذاتِ حق پہلے آسمان پر ہر رات نزول سے بھی متصف ہے امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ذکر کی ہے :-

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ فَيَقُوْلُ مَنْ يَدْعُوْنِيْ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا رب تعالیٰ ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں پہلے آسمان پر اتر کر فرماتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں کوئی مجھ سے مانگے

marfat.com
Marfat.com

فاستجیب لہ من یسئلنی ۔ میں اسے عطا کروں اور کوئی مجھ سے بخشش

اعطیہ من یستغفرنی فاغفر لہ ۔ طلب کرے میں اسے بخش دوں ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نوافل کے ذریعے قرب خداوندی حاصل کرنے والے کے کان آنکھ ہاتھ پاؤں بن جانے کے ساتھ متصف ہے

کتاب الدعوات صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ہے:

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ	ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
قال قال رسول اللہ صلی اللہ	کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قال	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے کسی ولی
من عادی لی ولیا فقد آذنتہ	کے ساتھ عداوت رکھے تو میں اسے اپنے
بالحرب وما تقرب عبدی	ساتھ چیلنج کرنے کا چیلنج دیتا ہوں اور میرا
بشئی احب الی مما	کوئی بندہ میرے عائد کردہ فرائض کے
افترضت علیہ ومایزال	بعد جب تک نوافل پر دوام نہ کرے میرا
عبدی یتقرب الی	قرب حاصل نہیں کر سکتا اور میرا بندہ
بالنوافل حتی احبہ	ہمیشہ ادائیگی نوافل سے ہی میرا قرب حاصل
فاذا احببتہ کنت سمعہ	کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا دوست
الذی یسمع بہ	بنالیتا ہے تو جب میں اسے دوست بناؤں
وبصرہ الذی یبصر بہ	میں اس کے وہ کان بن جاتا ہوں جن سے
ویدہ التی یبطش	وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ بن جاتا
بہا ورجلہ التی یمشی	ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا
بہا ولئن سألنی لا	وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت
عطینہ ولئن استعاذنی	کرتا ہے اور اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں
لاعیذنہ وما ترددت	جس سے وہ چلتا ہے اور اگر مجھ سے سوال

marfat.com

Marfat.com

عن شیٔ انا فاعلہ — کرے تو اسے دے دیتا ہوں اگر میری پناہ
ترددی عن قبض — چاہے تو میں اس کا مکمل دفاع کرتا ہوں
نفس المومن یکرہ — اور میں اپنے کسی کام میں نہیں رکتا مگر اس
الموت وانا اکرہ — مومن کی روح قبض کرتے وقت جو موت
مسأتہ ۔ — کو پسند نہ کرتا ہو اور میں مومن کے انجام
کی برائی پسند نہیں کرتا۔

اور بے شک وہ اظہار مسرت سے بھی متصف ہے صحیح بخاری شریف کتاب الدعوات کے شروع ہی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت یوں ہے۔ ترجمہ:

عن انس قال قال النبی — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
صلی اللہ علیہ وسلم — حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
للہ افرح بتوبۃ عبدہ — کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کی توبہ سے
من احدکم سقط علی — خوش ہوتا ہے جو اپنے اس اونٹ پر سے
بعیرہ قد اضلہ فی ارض فلاۃ۔ — گر جائے جسے اس نے ویرانے میں گم کیا تھا۔

اور بے شک اس کے لیے سایہ ہے صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت :۔

عن النبی صلی اللہ علیہ — ترجمہ: نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت
وسلم سبعۃ یظلہم — ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں سات شخصوں
اللہ یوم القیامۃ فی ظلہ — کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ
یوم لا ظل الا ظلہ امام — دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا
عادل وشاب نشأ فی — کوئی سایہ نہ ہوگا عادل حاکم یعنی صحیح انصاف
عبادۃ اللہ عزوجل ورجل — کرنے والا حاکم اور وہ جوان جو اللہ کی
ذکر اللہ ففاضت عیناہ — عبادت میں پروان چڑھا ہو، اور وہ آدمی
ورجل قلبہ معلق فی — جو اللہ کا ذکر کرتے کرتے اس کے آنسو
المسجد ورجلان — جاری ہو جائیں، اور وہ آدمی جس کا دل

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

تحابا فی اللہ عز وجل و	مسجد کی طرف لگا ہو اور وہ دو آدمی جو باہمی
رجل دعتہ امرأۃ	طور پر اللہ کے لیے محبت رکھیں، اور وہ
ذات منصب وجمال	آدمی جسے خوبصورت اور خود مختار عورت
الی نفسہا فقال انی اخاف	دعوت جرم دے اور وہ اسے یہ کہہ کر ٹال
اللہ و رجل تصدق	دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور وہ شخص
بصدقۃ فاخفاہا حتی لا	جو پوشیدہ طور پر اپنے دائیں ہاتھ سے خرچ
تعلم شمالہ ما تنفقہ یمینہ۔	کرے اور بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

علاوہ ازیں بہت سی صفاتِ باری تعالیٰ احادیث صحاح ستہ سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی ثابت ہیں۔ صفات باری تعالیٰ کی وضاحت کے لیے علمائے اسلام کی تقسیم دو جماعتوں پر ہے جو صفاتِ باری تعالیٰ کو قرآن وسنت سے ثابت ہونے پر اپنا موقف الگ الگ رکھتے ہیں:

۱۔ علمائے سلف۔ ۲۔ علمائے خلف۔

علمائے سلف تو باری تعالیٰ کی اس صفت پر ایمان رکھتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب میں اپنی ذات کے لیے خود بیان کی ہیں یا اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اس وصف کے حقیقی معنیٰ کے مطابق بیان کی ہیں اور اس وصف کا حقیقی معنیٰ وہی ہے جو اللہ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں اس وصف کا مجازی معنی مراد نہیں جو عام مومنین کی عقل وتخیل میں ہوتا ہے اور صحیح مان لینا یہی ہے اور مذہب تسلیم میں زیادہ سلامتی ہے۔ علمائے سلف صفات باری تعالیٰ کے حقیقی معنی سمجھنے سے اپنی عاجزی کا اقرار کرتے ہیں اور ان صفات کے علم کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کرتے ہیں اور ان صفات پر ایمان بالغیب کے لحاظ سے عقلاً ایمان رکھتے ہیں اللہ نے ان کی تعریف میں اپنی کتاب کے اندر ارشاد فرمایا ہے کہ ایسے لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو ایسے لوگ اللہ کو ہر اس وصف سے متصف کر دیتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں خود اپنی ذات کے لیے یا اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر بیان فرمائی ہو اور ان تمام صفات پر اسی حیثیت سے ایمان رکھتے ہیں جو معنیٰ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بہتر ہے اپنی عقل وفکر کے معنی پر یقین نہیں رکھتے اور نہ ہی انسانی عقل وفکر پر اس معاملہ

www.nurisamnadiah.net

marfat.com

Marfat.com

میں اعتماد کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کا اطلاق خود اپنی ذات پر یا اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے ذریعے سے کیا ہے علمائے سلف اپنے آپ کو اس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کا تابع سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الآیۃ)

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں یہ رسول دے دیں وہ خوشی سے لے لو اور جس چیز سے تمہیں باز رکھیں اس سے رک جاؤ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان اوصاف کے باری تعالیٰ پر اطلاق کرنے میں نہ تو کوئی قرآن میں منع آیا ہے اور نہ ہی حدیث میں بلکہ ان اوصاف کا ورود فی نفسہٖ اللہ تعالیٰ کے لیے کتاب وسنّت میں مطلق ہے جس طرح کہ آپ نے ہمارے مذکور کلام میں دیکھ لیا اس معاملے میں علمائے سلف کا مذہب فقط تسلیم یعنی مان لینا ہے پھر شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں حق مذہب یہی ہے کہ جس طرح متشابہات کا اطلاق اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر خود کیا یا اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پر متشابہات کا اطلاق کیا کو صحیح سمجھا جائے۔ اس مذہب میں سلف اور خلف رضوان اللہ اجمعین برابر ہیں فرق صرف ان متشابہات کے معانی استعمال کا ہے قطعیت سے ہٹ کر متشابہ کی تاویل کرنا خلف کا مذہب ہے اور یہی زیادہ مضبوط ہے چونکہ اس میں سلف کے مذہب سے کچھ معنی سمجھنے کے اعتبار سے کچھ معانی بتارع کے سپرد کرنے کے اعتبار سے زیادتی ہے تو خلف کا مذہب تسلیم اور زیادتی نکلا جب کہ سلف کا مذہب فقط تسلیم تھا وہ کسی لفظ کی کوئی تاویل نہ نکالنے میں زیادہ سلامتی کے قائل ہیں متشابہات اور ان صفات کے اطلاق کی صحت پر جب سلف اور خلف کا اجماع ہوا تو اب ہم صفات باری تعالےٰ پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔[1]

بے شک واجب تعالیٰ کی ذات قدیم ہے جو صفات قدیمہ سے متصف ہے کلامِ الٰہی نے ان صفات کی تقدیس وتنزیہہ میں پیش پیش ہے ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ان صفات باری تعالیٰ پر مجموعی طور ایمان رکھیں بہرحال وہ صفات جن کی تاویل ہمارے علم اور عقل وفکر

---

[1] یہ شیخ نابلسی نے سلف اور خلف کے درمیان محاکمہ کیا ہے۔ مترجم

marfat.com
Marfat.com

سے باہر یا وہ صفات جو ہمارے علم و عقل ہوں سب پر ایمان لانا چاہیئے پہلی صورت تسلیم ہے اور دوسری صورت تاویل ہے اور حق بات یہی ہے کہ تمام صفات باری تعالیٰ متشابہ ہیں کیونکہ ہم اس کی قدرت اور ارادہ کے معنی نہیں سمجھ سکتے اور جس قدر ہم سمجھ سکتے ہیں وہ تاویل ہی ہے بس ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے رُوح، نفس، ایک آنکھ۔ کئی آنکھیں۔ ایک ہاتھ۔ کئی ہاتھ، قدم، انگلیاں، رُخ، سایہ، ہنسی، مذاق، خوشی، غضب، رضا، کلام، کلمہ، کلمات، مکر، کید، آنا، اترنا، بھولنا علاوہ ازیں دیگر صفات قدیم جن کے حقیقی معانی ہم نہیں سمجھتے صرف مجازی معنی کتاب اللہ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جس طرح خبر حاصل کر سکے۔ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس صفات باری تعالےٰ پر ایک مستقل کتاب ہے جس کا نام قلائد المرجان فی عقائد الایمان ہے میں ہم نے صفات باری تعالیٰ چار سو سے بھی زائد بیان کی ہیں اور ہر ایک صفت پر مکمل بحث کی ہے۔

صفات باری تعالیٰ کی اصل تحقیق

شیخ عبد الغنی نابلسی فرماتے ہیں کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے کسی شے میں نہیں اترتا اور نہ اس مخلوق کی کوئی چیز اس میں اترتی ہے کیونکہ حلول (اُتار) ان دو چیزوں میں تصور کیا جاتا جن کا ایک ہی صفت میں مل جانا یا اکٹھا ہونا ممکن ہو، بندے اور رب کے درمیان کسی چیز سے بھی وجودی مناسبت نہیں ہے تو پھر کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ بندہ اور رب ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہو جائیں یا ایک دوسرے میں اتر جائیں بندے کا وجود ذاتی وجودِ رب تعالیٰ کے مقابلہ میں محض عدم اور نیستی ہے اور بندے کا سننا دیکھنا صرف بندے کی نسبت سے ہے جب کہ اللہ کے مقابلہ میں بندے کا سُننا دیکھنا محض اندھے بہرے ہونے کے مترادف ہے، اسی طرح بندے کی دیگر صفات خُدا کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں، پھر یہ ساری دنیا اپنی ذاتی نسبت کے اعتبار سے موجود ہے جب کہ خُدا کی نسبت دنیا عدم محض ہے تو کس طرح ممکن ہے کہ دنیا خدا سے مل جائے اور خُدا دنیا سے مل جائے، آپ نے نہیں دیکھا کہ رات اپنے اعتبار سے تو موجود ہے مگر دن کی نسبت معدوم ہے تو کیا تصور

marfat.com
Marfat.com

کیا جا سکتا کہ دن رات میں اتر جائے یا رات دن میں یا یہ دونوں متحد ہو جائیں تو پھر جو ہم سے پوچھے کہ اللہ کہاں ہے ہم اسے جواب دیں گے وہ الفاظ کہاں ہیں جن سے اللہ کے مکان کی نشاندہی ہو سکتی ہے بلکہ اللہ ہی نے این و متی پیدا کئے ہیں اور ان کے معانی بھی اسی نے پیدا کئے ہیں اور اس کے قائل کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور اس کے سوال کرنے کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور سب رہائش گاہوں کا خالق بھی وہی ہے وہ ہر ان صفات سے بلند و برتر ہے جو تغیر پذیر اور پیدا ہوئی ہیں اللہ کی شانِ زیبائی کے خلاف ہے کہ اس کے بارے پوچھا جائے کہ وہ کہاں ہے اور جو پوچھے کہ اللہ کس طرح کا ہے تو ہم اسے جواب دیں گے کہ کَیْفَ ایک ایسا لفظ ہے جس سے کسی چیز کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے پوچھا جاتا ہے اللہ تعالےٰ نے اس لفظ اور اس کے معنی کو پیدا کیا ہے اور اس کے کہنے والے کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور اس لفظ کے ساتھ سوال کرنے کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور تمام کیفیات کا خالق بھی وہی ہے یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ جس کو اس نے پیدا کیا اسی سے خود متصف ہو جائے تو اللہ کے بارے یہ نہ کہا جائے کہ وہ کس طرح ہے، اسی طرح جو پوچھے کہ وہ کس چیز پر ہے تو ہم کہیں گے کہ کلمہ علیٰ معنیٰ بلندی ظاہر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ اور اس کے معنی کو پیدا کیا اس کے قائل اور اس کے قول کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ نہ کہنا چاہیئے کہ وہ کس چیز پر ہے اور اسی طرح وہ تمام سوالات جو اللہ کے بارے انسان پوچھتا ہے اسے کہا جائے گا کہ تیرے جملہ سوالات اور ان کے معانی سب مخلوق ہیں اور تو خود بھی مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور خالق اپنی مخلوق کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا اور نہ ہی سوال کا تصور کیا جا سکتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی اس کی مثل ہے یا خود خالق مخلوق کی مثل بن جاتا ہے نعوذ باللہ، آپ نے دیواری تصویر دیکھی ہو گی اور اس کے آرٹسٹ نقاش سے یہ سوال کریں کہ کیا آپ کے بھی دیواری تصویر کی طرح سیاہی سے ہاتھ بنے ہوئے اور اسی طرح آپ بے تکے سوال کرتے چلے جائیں تو وہ نقاش آپ کو کیا جواب دے گا بس آپ کچھ وقت چلتے ہی رہیں گے باوجودیکہ اس دیواری تصویر اور مصوّر کے درمیان کچھ مناسبت بھی ہے لیکن یہ تصویر اور مصور حادث ہیں مٹ جانے والے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں کسی وجہ سے بھی کوئی مناسبت نہیں ہے۔

www.muhammadilm.net
marfat.com
Marfat.com

وہ کسی شبہ کے بغیر یقیناً ان مراتب سے اونچا ہے اس پر مستزاد جو ہمیں کہے کہ ذات حق تمام عقول سے مطلقاً غائب ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ عقل اللہ پر ایمان رکھے جواب میں ہم اسے کہیں گے کہ اللہ کے وجود کو بغیر دلیل تسلیم کرنا ہی اصل ایمان ہے البتہ اس مخلوقات کی ہر چیز کے وجود پر عقل دلیل طلب کرتا ہے اللہ کا وجود عقل وعقلیات کی سطح سے بالاتر ہے جہاں تک مخلوق کی ہر شے کے وجود پر عقل کے دلیل طلب کرنے کا تعلق ہے وہ یوں ہے کہ ہر چیز کا وجود خالی از دو حال نہ ہو گا یا وہ محسوس ہو گا یا معقول، بہر دو صورت وجود خواہ حسی ہو یا عقلی اس کے ظہور صدور کے لیے ایک دوسرا وجود ضروری ہے جو اس حادث فانی وجود کی طرح بالکل نہیں ہو گا عقلاً جانا جائے گا کہ وہ مرکزی وجود قدیم ہے جس سے یہ حادث ومتغیر وجود اس کے اختیار وارادہ سے صادر ہوا ہے نہ کہ اضطرار وجبر سے ورنہ لازم آئے گا کہ وہ جبر غیر میں داخل ہوا اور یہ حادث کی صفت ہے جب کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں ومشرکوں کے منہ کی کہی باتوں سے بلند وبالا ہے اس وضاحت کے بعد وجود باری تعالیٰ پر عقل کے ایمان نہ لانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہاں اگر عقل ہی غفلت کے گہرے کھڈ میں گر جائے تو وہ اس عقل ہی کا قصور ہے کیونکہ عقل صحیح سے وجود باری غائب نہیں ہے بلکہ کائنات کی ہر ایک چیز کا وجود وجود باری پر شاہد وعادل ہے شیخ رضی اللہ عنہ عقل کامل اور عقل ناقص کی تشریح مندرجہ ذیل اشعار میں یوں کی ہے۔

قُلْ لِمَنْ هَامَ تَابِعًا أَوْهَامَهُ — جو شخص اپنے وساوس کی پیڑی میں سرگرداں ہو جائے اسے
كُلُّ شَيْءٍ عَلَى الْإِلٰهِ عَلَامَهُ — کہہ دے کہ کائنات کی ہر ایک چیز وجود باری پر کھلی
نشانی ہے۔

أَيُّ عَقْلٍ لَا يَسْتَدِلُّ عَلَيْهِ — جو عقل وجود باری پر اشارات سے استدلال کا
بِالْإِشَارَاتِ وَهُوَ فِيهَا إِقَامَهْ — سہارا نہ لے وہی عقل وجود باری کے قریب تر
رہتی ہے۔

ذَاكَ عَقْلٌ مِنْ غَيِّهِ فِي عِقَالٍ — اور یہی عقل جسے بے ترتیب بندھنوں میں الجھا
لَيْسَ يَدْرِي الْهُدٰى وَلَا اسْتِقَامَهْ — دے نہ اسے ہدایت ملتی ہے اور نہ ہی راہ حق

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

هٰذِهِ الْكَائِنَاتُ عُلْوًا وَسِفْلًا	یہ کائنات علوی اور سفلی وجود باری کی ایک
تَرْجَمَتْ لِي عَنِ الْإِلٰهِ كَلَامَهُ [1]	تعبیر ہے اور یہ تعبیر مجھے کلام حق سے ثابت
	ہوتی ہے۔

معمّہ وجود باری تعالیٰ کا حل

جب ہم سے کہا کہ مکمل عقل ہر ایک چیز کی دریافت پر قدرت رکھتی ہے تو پھر حق سبحانہٗ و تعالےٰ کی دریافت اس کے لیے کیونکر ناممکن ہے ہم سائل کو جواب میں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نہایت لطیف ہے اور عقل ذات کبریا کی نسبت نہایت کثیف اور مکدر ہے لطیف تو بلا تکلف کثیف کی دریافت کر لیتا ہے جب کہ کثیف لطیف کا ادراک نہیں کر سکتا کیونکہ آپ جسم کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے کثیف ہونے کی وجہ سے ادراک عقل نہیں کر سکتا اس لیے کہ جسم کی نسبت عقل لطیف ہے اور بے شک ذاتِ حق نے اس جہان کو کثیف و لطیف پر تقسیم کر رکھا ہے نیز دوسرے یعنی لطیف کو پہلے اور کثیف سے مخفی رکھا جب کہ پہلے کو دوسرے سے مستور نہ رہنے دیا تاکہ یہ قاعدہ معرفتِ حق تعالیٰ کے لیے ایک مکمل عبرت بن جائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ
يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ
اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ [2]

اس آیت کی روانی نحوی قاعدہ لف نشر بالترتیب کے مطابق ہے یعنی آنکھوں کو ذاتِ حق کا ادراک اس لیے نہیں ہوتا کہ ذاتِ کبریا لطیف ہے اور وہ آنکھوں کا ادراک اس لیے کر لیتا ہے کہ خبیر ہے۔

---

[1] لفظ ترجمہ ترزبان سے مقرب ہے اس کا معنی ایک زبان کے مطالب دوسری زبان میں بیان کرنا ہوتے ہیں۔ (غیاث اللغات) (مترجم سید امیر محمد شاہ قادری)

[2] پارہ سورہ آیت

marfat.com

Marfat.com

یہ کلام اختتام پذیر ہوئی جسے میں نے عارف کبیر المعروف سیدی شیخ عبدالغنی نابلسی رضی اللہ عنہ کی کتاب فتح الربانی و فیض رحمانی سے نقل کیا تھا، قارئین صاحب مطالعہ حضرات توحید باری تعالیٰ میں ان نفیس تحقیقات اور جلیل القدر فوائد کو غنیمت جانیں کیونکہ شیخ نابلسی کے علاوہ شاید اس مسئلہ پر ایسی تحقیق میسر نہ آئے گی اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علوم و معارف سے دنیا و آخرت میں بہرہ ور فرمائے۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

عارف باللہ سیّدی سیّد مصطفٰے البکری المتوفی ۱۱۶۲ھ

کے

فرمودات گرامی

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

سید مصطفیٰ البکری سید عبدالسلام بن مشیش رضی اللہ عنہ کے اس قول صلوٰۃ مشیشیہ کی تشریح میں فرماتے ہیں - وہ قول یہ ہے -

وَاجْعَلِ الْحِجَابَ الْاَعْظَمَ حَیَاۃَ رُوْحِیْ وَرُوْحَہٗ سِرَّ حَقِیْقَتِیْ -

ترجمہ: یا اللہ حجاب اعظم[۱] یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو میری رُوح کی زندگی بنائے اور سرکار دو عالم کی مقدس رُوح میری حقیقت کا اصل راز ہے -

فرماتے ہیں کہ حضور جان عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس رُوح ہر ایک مخلوق کی لیاقت و استعداد[۲] کے مطابق ان کے لیے تمام حقائق کی معاون و مددگار ہے -

وَحَقِیْقَتَہٗ جَامِعَ عَوَالِمِیْ - ترجمہ: یعنی سرکار کی حقیقت میری ہر دنیا کو محیط ہے -

پر فرماتے ہیں کہ اے خدائے لم یزل حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام حقائق کی اصل حقیقت ہے اور اسرار و رموز کا بہت بڑا سرچشمہ اور پوشیدہ رازوں کا مرکز ہے کو میری ظاہری باطنی ہر کائنات کا محیط کر دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کائنات کا ہر ظاہری ذرہ حضور ہی کی مدد[۳] سے اپنی بقا قائم کئے ہوئے ہے جس سے میں اپنا آپ اور اپنی منزل مقصود پہچان سکوں اور اپنی جسمانی کدورتوں سے مکمل آزادی اختیار کرسکوں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا دائرہ اولین و آخرین اور کائنات کی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور آپ کی حقیقت اپنی ہر ایک محاط[۴] چیز کی مدد اس کی نیک بختی اور سعادت کے لیے بلا روک ٹوک فرماتی ہے اور یہ حقیقت محمدی ہر ایک

---

[۱] حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم خالق و مخلوق کے درمیان ایک قوی اور مضبوط واسطہ ہیں کیونکہ سرکار کے واسطہ کے بغیر اگر تجلیاتِ الٰہی مخلوق پر براہِ راست ظہور فرماتے تو مخلوق پگھل جاتی یہی معنی سرکار کے حجاب اعظم ہونے کا ہے یعنی آپ بقائے مخلوق کا اصل سبب اور کامل ذریعہ ہیں -

[۲] اس امداد کو اصطلاحِ صوفیہ میں استمداد شہودی کہا جاتا ہے - (سید امیر محمد شاہ قادری حکم)

[۳] دائرہ کی اندرونی حدود کی اشیاءَ -

marfat.com
Marfat.com

شخص کی اس کے حقائق و احوال کے مطابق مدد فرماتی ہے جس شخص کو آپ کی بارگاہ پر کامل اعتماد اور میلان کلی ہو وہ نیک بخت ہو جاتا ہے اور جو آپ کی بارگاہ سے دور رہے وہ بدبخت اور نامراد ناکام ہو جاتا ہے۔ تو پھر جو شخص بھی راہِ حق کو پہنچا اور اس نے اللہ کو پکارا یہ سرکار ہی کے واسطہ اور فیض سے ہے ہر متکلم کا کلام اور ہر قایل کی قابلیت اور ہر قائل کا قول بھی آپ ہی کا مرہون منت ہے اور اس شرح کا نام بکری رضی اللہ عنہ نے "لمحات الرافعات لتذھیش علی معانی صلوٰت ابن مشیش" رکھا ہے اس کتاب کے خطبہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ صلواۃ مشیشیہ کی تین شرحیں اس سے پہلے ہو چکی ہیں، سب سے پہلی شرح ضخامت میں بڑی ہے جس کا نام الروضات العرشیہ فی الکلام علی الصلوات المشیشیہ اور دوسری شرح درمیانی ہے جس کا نام عریش التہانی فی الکلام علی الصلوات ابن مشیش الدانی۔ اس شرح کو استنبول میں جمع کیا گیا اور تیسری شرح بالکل مختصر تھی جس کا نام فیض القدوس السلام علی الصلوٰت سیدی عبد السلام جب انہیں کچھ علاوہ ازیں معانی اور حقائق کا مکاشفہ ہوا تو انھوں نے یہ چوتھی شرح بھی صلوٰت مشیشیہ پر رکھ دی اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی اس کاوش سے خوش ہو جائے۔

اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سید مصطفےٰ البکری کے فرمودہ ارشادات میں سے ہے جو آپ نے حزب امام نووی رضی اللہ عنہ پر اپنی شرح کے آخر میں قول ذکر فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) آپ تمام اسما کی نسبت زیادہ مشہور ہے اور آپ سے پہلے یہ نام کسی کا بھی نہیں رکھا گیا مگر جب آپ کے ظہور نور کا وقت قریب آیا اور ہر خاص و عام کی زبان پر آپ کا ذکر ہونے لگا تو اہل کتاب نے اپنی اولادوں میں سے اس امید پر صرف پندرہ اشخاص کا نام محمد رکھا کہ انہیں میں سے شاید کوئی نبی ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی کے اعداد و شمار کے متعلق کہا گیا ہے کہ ایک ہزار کے لگ بھگ ہیں اور دوسرے قول کے مطابق آپ کے دو ہزار بیس نام بتائے گئے ہیں اگرچہ سرکار کے تمام اسمائے گرامی نہایت ہی بابرکت

marfat.com

Marfat.com

ہیں مگر سننے میں سب سے زیادہ لذیذ اور روحانی کدورتوں اور سوز دروں سے گرد وغبار صاف
کرنے میں یہ اسم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی مثال آپ ہے، شارح دلائل نے آغاز کتاب میں ہی
ذکر کیا ہے کہ سرکار کا اسم گرامی محمد صلے اللہ علیہ وسلم دیگر اسما میں مشہور ومعروف ہونے کی خصوصیت
رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو روز محشر اسی نام سے پکارے گا دنیا اور آخرت میں اللہ نے آپ کا
یہی نام رکھا ہے اور یہی نام کلمہ توحید کے ساتھ بھی مخصوص کیا گیا ہے اور اسی نام پر آدم علیہ السلام
کو کنیت عطا ہوئی، اور اسی نام کے حوالہ سے آپ کو شفاعت فرمانے کے متعلق کہا جاتے گا
جناب حضرت حوا علیہا السلام کے حق مہر کی ادائیگی کے لیے اسی نام پر درود وسلام بھیجا گیا اور
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنی ذات کو اسی نام سے موسوم کرتے ہوئے فرمایا کہ میں
محمد بن عبد اللہ ہوں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں جان محمد صلے اللہ علیہ وسلم
ہے اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اور آپ محمد رسول اللہ لکھا کرتے تھے اور
اسی نام سے آپ پر فرشتوں کا درود وسلام ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیسیٰ علیہ
السلام اسی نام سے پکار کر شفاعت کرنے کے متعلق عرض کریں گے اور حدیث معراج وغیرہ
میں جناب جبریل امین نے بھی آپ کو اسی نام سے پکارا۔ اور حدیث معراج ہی میں جناب ابراہیم
علیہ السلام نے بھی آپ کو اسی نام سے پکارا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر آپ کے
دادا جان حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کا یہی نام رکھا اور اسی نام سے آپ کو آپ کی
قوم نے پکارا اور اسی نام سے آپ کو پہاڑوں پر مقرر فرشتے نے پکارا، جناب عزرائیل ملک الموت
فرشتہ سرکار کی روح مبارک قبض کر کے روتا روتا آسمان پر چڑھا تو وہ یہ پکار رہا تھا وا محمداہ
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خازن جنت کو اپنا یہی نام بتا کر جنت کا دروازہ کھلائیں گے علاوہ ازیں
اس نام پر اور بھی بہت کچھ کہا گیا ہے جو مجھے اس وقت مستحضر نہیں ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اسما گرامی کی شرح کرتے ہوتے فرماتے ہیں کہ اسم (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ذات
بابرکات کے لیے علم، نشانی بن گیا ہے اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے آپ کو محمد رسول اللہ فرمایا ہے
اور یہ اسم صفت سے نقل کیا ہوا ہے اور یہ اسم مفعول ہے جب کہ اس کی اصل حمد ہے اور حرفی
ہفت اقسام سے مضاعف ہے پھر اس اسم کو وصف سے نقل کر کے حضور پر نور کی ذات کے

www.muhammadan.net
marfat.com
Marfat.com

لیے عَلَم بنا دیا گیا اور معنوی لحاظ سے اسم مُحمّد صلے اللہ علیہ وسلم مبالغہ کے صیغوں میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ ثلاثی مجرّد کو مبالغہ کے ارادے سے مضاعف بنا لیا جاتا ہے یہ اسم دراصل مصدر حمد مبنی للمفعول سے محمُود ہے پھر اسے مضاعف بنایا گیا پھر اس کا فعل حَمَّدَ بن گیا جس سے مُحمّد معفول بن گیا اور یُونہی یہ اسم، اسم مبالغہ کہلائے گا کیونکہ اس میں تکرار حمد ہے اور یہ تکرار بھی یکے بعد دیگرے ہے لغوی طور پر مُحمّد کا معنی یہ ہوگا کہ مُحمّد اسے کہتے کہ جس کی تعریف بعد تعریف کی جائے۔ مُحمّد جو مفعل کے وزن پر ہے مضرب اور ممدح کی طرح نہیں ہے مگر یکے بعد دیگرے تکرار فعل کی صورت میں ہو سکتا ہے اسم مُحمّد آپ کی ذات کے بالکل مطابق ہے اس اسم سے معنی مُراد بھی آپ ہی کی ذات ہے کیونکہ آپ ہی کی ذات بہر لحاظ کائنات عالم کی زبانوں پر تعریف کی ہوئی ہے یہ تعریف آپ کی حقیقت کی ہو یا آپ کے محاسن کی آپ کی پیدائش و خلق کی ہو یا خُلق آپ کی سیرت و کردار کی یا حالات کی آپ کے علوُم و معارف کی ہو یا احکام کی یا جو کچھ بھی آپ کی ہر کائنات میں آپ پر ظاہری و باطنی طور پر نازل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمینوں اور آسمانوں میں بھی تعریف کئے ہوئے ہیں اور دنیا و آخرت میں بھی دنیا میں اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے دنیا کو ہدایت حاصل ہوئی اور علم و حکمت کا فائدہ بہر حال ہوا ہے اور آخرت میں اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے بتقاضہ لفظ حمد۔ تعریف میں تکرار معنوی ہے اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حامد بھی ہیں کیونکہ آپ کی طرح کسی ایک نے بھی خُدا کی تعریف نہیں کی اسلاف انبیاؑ نے اپنی لیاقت کے مطابق خُدا کی تعریف جب کہ مُحمّد عربی نے اپنی خداداد صلاحیت سے تعریف کی بہر حال آپ کی استعداد تمام انبیاؑ سے کئی گنا بڑھ کر ہے اس لیے آپ جیسی تعریفِ خداوندی کوئی نہ کر سکا، اگر آپ چاہیں تو یُوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم بالتحقیق مطلقاً ذاتِ حق کی تعریف کرنے والے ہیں اور اس کا ایک خاص نتیجہ یہ ہے کہ اللہ کی تعریف کرتے سے اللہ نے سرکار کی تعریف اپنے بندوں کی زبان پر قیامت تک جاری فرما دی تو آپ حامد ہونے کے ساتھ ساتھ محمُود الہ ٹھہرے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آغازِ عالمِ امراور مبدءِ[1] فاعلیت کے۔

---

[1] عالمِ امراور مبدءِ فاعلیت سے مُراد مخلوق کی خلق و ایجاد کے لیے مشیّت ایزدی کا تیار ہونا۔

مترجم غفرلہٗ

marfat.com

Marfat.com

اعتبار سے احمد ہونے کے ساتھ مختص ہیں۔ اور عالم امر کی تکمیلؔ اور انتہائے مفعولیت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم محمدیت کے ساتھ مختص ہیں تو اس وقت سے آپکا اسم گرامی آسمانوں میں احمد صلے اللہ علیہ وسلم اور زمینوں میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم مشہور ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی تعریف کرنے کی بنا پر سب سے بہتر اور سب سے افضل ہیں اور یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ کوئی ایسی تعریف ہے ہی نہیں جس کی انتہا حضور کی ذات پر ہو اور یوں کیسے ہوسکتا ہے کہ (لواءالحمد) آپ سرکار کے ہاتھ میں ہوگا اور آپ اس مقام محمود پر تشریف فرما ہوں گے جس پر اوّلین وآخرین بلکہ خود ربّ العالمین آپ کی تعریف کر رہے ہوں گے۔

فاسی رحمہ اللہ نے دلائل کی شرح میں کہا کہ غالباً یہ کلام ابی عبداللہ البکی نے شرح حاجبیہ میں کی ہے کہ بے شک آپ صلے اللہ علیہ وسلم ابھی محمد نہ تھے کہ احمد بن گئے کیونکہ بے شک آپ نے رب کی تعریف اس کی ذات کے لیے لوگوں کی تعریف کرنے سے پہلے کی تھی یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کا اسم گرامی پہلی کتب سماویہ میں احمد واقع ہوا ہے اور آپکا اسم گرامی محمد اور احمد قرآن میں واقع ہے اسم احمد اس وصف سے منقول ہے جس کا معنی فضیلت ہے گویا آپ تمام تعریف کرنے والوں سے اپنے رب کی تعریف زیادہ کرتے ہیں آپ کی ذات اس شان کی ہے۔ کہ آپ کے لیے مقام محمود پر ان نہ ختم ہونے والے محامد اور محاسن کا باب کھلے گا جو آپ کے سوا کسی پر کھلا ہے نہ کھلے گا آپکا مولیٰ آپ کو احمد کہہ کر پکارے گا اور اسی لیے (لواءالحمد) بھی آپ کے لیے معین کر دیا گیا ہے پھر فاسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ البکی فرماتے ہیں کہ اس اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں صورت اور مادہ کے اعتبار سے کئی لطیف اشارات ہیں یعنی حروف محمد لفظ کی تحریری صورت میں کچھ خاص اشارے ہیں، پہلا اشارہ (میم) سے ہے م سے مراد ملکوت اعلیٰ۔ دوسرا اشارہ ح سے ہے ح سے مراد حیات اور وہ حفظ ہے جس سے کتاب اور چاک شدہ قلم محفوظ ہے تیسرا اشارہ دوسری میم سے ہے م سے مراد ملکوت باطن اور ملک ظاہر ہے۔ چوتھا اشارہ (د) سے ہے دال سے مراد وہ دوام واتصال ہے جو انقطاعؔ

لہ تکمیل عالم امر اور انتہائے مفعولیت سے مراد خارجی اور مثالی طور پر مخلوق کا پیدا ہو جانا۔
(سید امیر محمد شاہ)

marfat.com

Marfat.com

انفصال کے وہم کو مٹائے۔

اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک عجیب تشریح

اسم محمدؐ کی دوسری تشریح اس طرح ہے کہ اس اسم محمدؐ کی صورت، صورت انسان پر ہے پہلی میم انسان کا سر ہے اور حا انسان کے بازو ہیں اور دوسری میم انسان کا پیٹ ہے اور دال انسان کے قدم ہیں شیخ عبدالرحمٰن بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے درۃ الطنون فی سویدۃ العیون کی، دوسری فصل میں فرماتے ہیں کہ سرکار کا یہ نام پاک محمدؐ ایسا ہے کہ درحقیقت آپ سے پہلے اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا ہے اس لیے کہ لوگوں کے لیے اسم محمدؐ میں لفظی مشارکت تو ہے لیکن معنوی مشارکت ہرگز نہیں کیونکہ مخلوق میں آپ کے سوا کوئی فرد بشر ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی نقص نہ ہو تو جس کو مقام محمدی کے انتہائے کمال تک رسائی نہ ہو گی تو وہ مطلقاً محمدؐ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ جب کوئی وصف انتہائے کمال تک رسائی سے قاصر ہے یہ بجائے خود ایک (ذم[1]) ہے اور جس کو کسی وجہ سے ذم لاحق ہو جائے وہ درحقیقت محمدؐ نہیں ہے تو درحقیقت محمدؐ ہونا محمد رسول اللہ کا ہی خاصہ ہے اسی معنی کے لحاظ سے جب مشرکین نے بہ وزن کلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت اور ہتک کرنا چاہتی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ہتک آمیز حرکت سے محفوظ رکھا اس لیے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کسی طور پر بھی مذمت کی متقاضی نہیں ہے مشرکین کسی مذمم کی مذمت کرتے رہے اور مذمم ابلیس شیطان ہے اسم مذمم اسمائے شیاطین کا مجموعہ ہے اس اسم مذمم[2] بحد درجہ عیب ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ ہر عیب سے[3] پاک ہیں اسم محمدؐ اور مذمم میں فرق سورج سے بھی زیادہ روشن ہے اور

[1] نقص وعیب وبرائی۔ [2] لفظ مذمم سے۔

[3] خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ — یارسول اللہ آپ ہر عیب سے ہٹ کر پیدا کئے گئے
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ — ہیں گویا آپ اپنی حسب منشا پیدا کئے گئے ہیں۔

(حضرت حسان رضی اللہ عنہ) (مترجم غفرلہ)

marfat.com
Marfat.com

ان دونوں میں کسی کا وصفی اشتراک نہیں ہے اور شیطان کے لیے کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ حضور جانِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار کرے۔

ایک سوال

پھر اگر کہا جائے کہ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اشتقاق اسمِ الٰہی عزوجل محمود سے ہے جس طرح حضرت حسان رضی اللہ عنہُ نے اپنے اس قول میں کہا :-

وَشَقَّ لَہٗ مِن اسمہ لِیُجِلَّہٗ ترجمہ: اللہ نے اسم محمد کو اپنے اسم سے اس
فَذُوالعرش محمودٌ وھذا محمّدٌ لیے نکالا کہ اسے بزرگی عنایت کرے صاحبِ
عرش محمود ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم محمد ہیں۔

اس اسم میں کیونکر مبالغہ ہوا۔ جب کہ آپ کے دیگر اسمائیں مبالغہ نہیں ہے۔

تقریر جواب

بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر بشر تھے اور حالتِ بشری میں کمال اوصاف اور ان کی انتہا تک رسائی نہیں ہو سکتی تھی تو آپ کے اسم گرامی (محمد) میں یہ بتانے کے لیے مبالغہ کی ضرورت پڑی کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم دنیاوی افراد بشر جیسے اس وصف میں نہیں ہیں بلکہ آپ ایسے آئینہ حق نما ہیں جو تمام اسماء و اوصاف کے حقائق کے قابل ہیں، سیدی ابوالمواہب شاذلی رضی اللہ عنہُ نے قوانین اشراق میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ
لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا ۔ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کر دیا۔

اگر تو کہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے تو غیر خدا کو سجدہ کیسے جائز ہے، ہم کہیں گے کہ یہ سجود چھوٹے کا بڑے کے لیے عاجزی و انکساری سے پیش آنے کے معنی میں ہے نہ کہ مربوب کا سجود رب کے لیے کے معنی میں ہے کیونکہ آدم علیہ السلام بندہ خدا تھے رب نہ تھے لیکن آپ صورت آدمیت اور محمدی روشنی سے ظاہر ہونے میں مکرم اور مشرف ہوئے اسی سبب

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

سے آدم کی ذات کے لیے ملائکہ کو سجدہ کرنا واجب ٹھہرا اے ذوق وعقل رکھنے والوں کا یہی فلسفہ آدم کے سجود ملائکہ ہونے کا ہے اس اسم محمّد کی ایک تقسیم اس طرح ہے کہ آدم علیہ السلام کا سر میم اور ان کے ہاتھ حا اور ان کی ناف دوسرا میم اور باقی جسمانی حصہ دال تھا اور یہ اسم خط قدیم میں یوں ہی لکھا جاتا تھا ابوالمواہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہماری اس بات کی تائید و تصدیق ہمارے استاد سیدی علی وفا رضی اللہ عنہُ اس طرح فرماتے ہیں۔

لَو اَبصَرَ الشَّیطٰنُ طَلعَۃَ | ترجمہ: اگر شیطان چہرہ آدم میں حضور کے نور
نُورِہٖ فِی وَجہِ آدَمَ کَانَ | کی جھلک دیکھ لیتا تو سب سے پہلے سجدہ
اَوَّلَ مَن سَجَدَ۔ | کر دیتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں رسولوں اور صالحین ومتقین کے لیے مفید نور ہیں۔

عِیسٰی وَآدَمُ وَالصُّدُوْرُ | ترجمہ: عیسیٰ اور آدم اور تمام اہل کاران
جَمِیعُہُم ہُم اَعیُنٌ ہُوَ | نبوت و رسالت یہ آنکھیں ہیں اور آپ صلی
نُورُہَا لِمَا وَرَدَ۔ | صلیہ وسلم ان کا نور ہیں اور یہی متحقق ہے۔

اور یہ اس لیے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے انبیا کے لیے نورا ور رسولوں کا راہنما اور اولیا کا ہادی بنایا ہے اور پھر آپ کو نور ختم نبوت سے مخصوص کیا ہے۔

اسمِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے تلفّظ میں ایک عظیم نکتہ

نکتہ یہ ہے کہ جب آپ اسم محمّد کا پہلا میم کہیں تو اس میں تین حرف آجائیں گے اور حا میں ح اور الف اور ہمزہ شمار نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ الف ہی ہوتا ہے اور دوسرے دو میم جن کے چھ ہی حروف ہیں اور دال میں بھی تین حروف ہیں۔ د، ا، ل، جب آپ اسم محمّد کے یہ باطنی عدد نکالیں گے تو آپ کو تین صد چودہ عدد حاصل ہوں گے زیرین جدول ملاحظہ فرمائیں۔

م	ح	م	م	د	مجموعی عدد اسم محمّد
٤٠ م	٨ ح	٤٠ م	٤٠ م	٤ د	
١٠ ی	١ ،	١٠ ی	١٠ ی	١ ا	٩٠
٤٠ م	١	٤٠ م	٤٠ م	٣٠ ل	٩
٩٠	٩	٩٠	٩٠	٣٥	٩٠
					٩٠
					٣٥
					٣١٤

www.muhammadian.net

marfat.com

Marfat.com

ان میں سے تین صد تیرہ عدد رُسل کے لیے ہیں جو جامع النبوت ہستیاں ہیں اور باقی ایک عدد مقام ولایت کے فرق کے لیے ہے تمام اولیا اللہ کے لیے جو آپ سرکار اور دیگر انبیاء کے تابعین میں علیہم السلام رضی اللہ عنہم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسم محمد میں سے مقام ولایت کے لیے ایک عدد باقی رہنے میں بھی ایک عجیب حکمت ہے اور وہ یہ کہ اولیا اللہ میں سے بعض ایسے افراد ہوتے جن کا مقام بالتحقیق منفرد ہوتا ہے ان میں ایک نہ ایک اللہ کی حکومت کا بادشاہ ہوتا ہے اور ایک وقت تک اللہ کا نورِ ہدایت پھیلا رہتا ہے اور یہ دقیقہ بے نظیر حقیقت محمدی کی جامعیت کا آئینہ دار ہے جس طرح ابوالمواہب نے اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا ہے۔

وَلَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ اَنْ ترجمہ: اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں
يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ۔ کہ وہ کائنات عالم کو فرد واحد میں سمو دے۔

کتاب کشف الاسرار عما خفی عن الافکار میں شیخ شہاب الدین احمد بن العماد الاقفہسی نے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک محمد کے دس خواص ہیں جن میں سے چوتھا یہ ہے۔ کہ آپ کا اسم گرامی پایۂ عرش پر لکھا گیا اور روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب عرش کو پیدا کیا تو عرش لرزتا تھا جب اس کے ایک پایہ پر اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم لکھا گیا تو اس کا لرزنا بند ہو گیا، اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سب سے بڑے ہیں، اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حروف پر کہا کہ ایک قوم نے کہا ہے کہ میم کا معنی (محو) اسلام سے کفر کا مٹ جانا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں خداموں کے گناہوں کا مٹ جانا ہے اور کہا گیا کہ میم کا معنی (مَن) ہے یعنی اہل ایمان پر اللہ کا بے پایاں احسان عظیم اور کہا گیا ہے کہ میم کا معنی مالک اُمت ہے یا مالک مقام محمود ہے اور حا کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کا معنی سرکار کا حکم ہے جو مخلوق میں احکام خداوندی کی سربلندی کے لیے چلا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:[1]

---

[1] یہی اولیاء اللہ اور بزرگان دین ہی اپنی صدی کے مجدد ہوتے ہیں امام اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب بھی کامل ولی اللہ اور اپنی صدی کے مجدد ہوئے ہیں اور آپ کی ذات علوم و معارف کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا آپ جیسے کہ آج تک کوئی ایسا فقیہہ اور محدث، سخنور، محقق، مؤرخ، اسلامی فلاسفر، ریاضی دان، مفسر قرآن، ماہر علم الادیان و علم الابدان، ایک ہزار سے زائد کتابوں کا مصنف عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا داعی دنیا میں تاریخ نے ابھی

www.muhammadilibrary.net

marfat.com
Marfat.com

تک پیدا نہیں کیا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى	ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم
يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ	وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس
ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ	کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا	کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ
تَسْلِيْمًا[1]	نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

اور حا سے آپ کی اُمت کی حیات اور زندگی مراد لی گئی ہے اور دوسری میم سے آپ کی اُمت کی مغفرت اور بخشش مُراد ہے اور دوسری میم کے متعلق اہل حق و توحید کا منادی ہونا مُراد لیا گیا ہے اور دال سے مُراد داعی الی الحق ہے کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے۔

وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ	ترجمہ: اور ہم نے آپ کو اللہ کی طرف بلانے
وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔	والا اپنی اجازت سے بنا کر بھیجا ہے اور
	آپ چمکا دینے والے آفتاب ہیں۔

اور دال سے مُراد دلیل ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کے لیے دنیا و آخرت میں دخول جنت کی دلیل ہیں یہاں تک امام نیشاپوری نے کلام ذکر کی اور امام بوصیری کا کلام کتنا بہترین ہے جو انھوں نے قصیدہ بردہ میں فرمایا ہے۔

فَاِنَّ لِيْ ذِمَّةً مِّنْهُ بِتَسْمِيَتِيْ	ترجمہ: پھر بے شک مجھے تو آپ کے اسم گرامی
مُحَمَّدًا وَّهُوَ اَوْفَى الْخَلْقِ فِي الذِّمَمِ۔	محمد سے موسوم ہونے کا صرف شرف ہی ہے
	اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سب سے
	زیادہ فرائض منصبی میں کامل اور مکمل وفا دار ہیں۔

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں کہ اس کلام سے حضرت بوصیری کا مقصد نام محمد کی ترغیب اور شوق دلانا ہے اس نام کی برکتیں بے شمار ہیں اس کا ذکر کئی احادیث میں آیا ہے ان احادیث میں سے ایک حدیث کی سند حمید طویل تک

---

[1] پ ۵، سورہ نساء، آیت ۶۵۔

marfat.com
Marfat.com

ذکر کی گئی ہے جو حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا دو شخصوں کو بارگاہ ایزدی میں حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل ہونے کا حکم دے گا وہ عرض کریں گے یا اللہ تو نے ہمیں جنت کا اہل اور حق دار کیسے قرار دے دیا جب کہ ہم نے کوئی ایسا عمل تو نہیں کیا کہ جس سے ہم جنت کے مستحق ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو تم دونوں جنت میں چلے جاؤ بے شک میں نے قسم اٹھا رکھی ہے جس شخص کا نام احمد اور محمد ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا، نبیط بن شریط کہتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے محبوب مجھے میری عزت و جلالت کی قسم میں ہر اس شخص کو کسی قسم کا عذاب نہ دوں گا جس کا نام آپ کے نام پر ہو۔ یہ روایت ابو نعیم کی ہے۔ اور ان سے ابو علی حداد نے روایت کی ہے اور ان سے ابو منصور دیلمی نے مرفوع سند سے مسند الفردوس میں روایت کی ہے اور یہ حدیث متصل الاسناد ہے۔

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا کہ وہ شخص کھڑا ہو جائے جس کا نام محمد ہے اور وہ جنت میں چلا جائے اور دخول جنت عظمت اسم مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے یہ حدیث بالفاظ دیگر یوں بھی ہے کہ قیامت کے دن آواز دی جائے گی یا محمد! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم موقف خداوندی پر سر اٹھا کر دیکھیں گے تو دیکھیں گے کہ موقف خداوندی میں آپکا اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہوگا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم گواہ رہو بے شک میں نے ہر اس شخص کو بخش دیا جس کا نام میرے پیارے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہے۔

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کا نام حصول تبرک کے لیے محمد رکھ دے تو اس کا بچہ یقیناً جنت میں جائے گا۔ صاحب فردوس کی روایت سے ہے کہ اس کا بیٹا مدد دیا جائے گا۔ ابو امامہ اور صاحب فردوس دونوں کی روایت یہ بھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ کوئی ایسا دسترخوان نہیں جسے بچھایا جائے اور اس پر محمد اور احمد نام کا شخص کھانے کے لیے آئے تو اس برکت سے اہل خانہ کا گھر دو مرتبہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

قسطلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے حضور کے نام سے نسبت ہے کیونکہ میرا نام بھی احمد ہے سرکار کے نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ، اور میں اللہ کا فضل طلب کرتا ہوں کہ اس سے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والوں کی لڑی میں پرو دیا اپنی رحمت اور فضل و احسان سے مجھے اپنے محبوب کے ورثہ میں سے کر دیا ہے۔ سید مصطفےٰ البکری نے کہا کہ مجھے الحمد للہ کہنا صحیح ہے کہ ثانوی طور پر مجھے بھی سرکار سے نسبت ہے کہ میرا نام بھی حضور کے نام کی طرح مصطفےٰ ہے مجھے ایک اہلِ وفا کے صاحبِ کشف نتھرے چشمہ سے کچلول مُراد پر کرنے والے شخص نے خبر دی کہ بے شک بعض فقرأ کے لیے بے شمار حقائق ہوتے ہیں پھر زمانے میں ان کا نام بھی بڑا ہونا چاہیئے ان اسمأ میں سے ایک نام میرا بھی مصطفےٰ ہے یہ نام بھی عزت و تکریم کے لائق ہے لیکن حاکم ایک ایسا اسم ظاہر ہے جو مقام کے اعتبار سے وصف تقدیم رکھتا ہے۔ اقفہسی کی شرح بردہ شریف میں حسن بصریؒ کے کلام سے بھی زیادہ کہا گیا ہے ، حسن بصری کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو اپنے سامنے کھڑا کرے گا جس کا نام احمد یا محمدؐ ہو گا اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اے جبریل اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دے کیونکہ جس آدمی کا نام میرے محبوب حضرت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہوا سے دوزخ میں داخل کرنے سے مجھے شرم آتی ہے۔

وَعَنْ عَلِی بن مُوسٰی عَنْ اَبِیہ	ترجمہ: حضرت علی بن مُوسٰی اپنے باپ سے اور
عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ	وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہوئے
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	فرماتے ہیں کہ رسول خُدا صلے اللہ علیہ وسلم
اِذَا سَمَّیْتُمْ مُحَمَّدًا فَعَظِّمُوْہُ	نے فرمایا کہ جب کسی کا نام محمدؐ رکھو تو اس
وَوَقِّرُوْہُ وَبَجِّلُوْہُ	کی عظمت بحال رکھو اور اس کی عزت کرو
وَلَا تُذِلُّوْہُ وَلَا تُقَہِّرُوْہُ	اور اس کا احترام کرو اور اس کی اہانت
وَلَا تَرُدُّوْا قَوْلًا تَعْظِیْمًا	نہ کرو اور نہ اس سے غصہ کا اظہار کرو
لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	نہ اس کی بات رد کرو محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

وَسَلَّمَ ۔ (الحدیث) کی تعظیم کے لیے۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ وُلِدَ لَہٗ ثَلَاثَۃٌ مِنَ الْوَلَدِ وَلَمْ یُسَمِّ اَحَدًا مِنْھُمْ مُحَمَّدً فَقَدْ جَھِلَ ۔ (الحدیث)

ترجمہ: واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے تین بیٹے ہوں اور وہ ان سے کسی ایک کا نام بھی محمدؐ نہ رکھے وہ دور جہالت کا فرد ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ مَشْوَرَۃٍ مَعَ رَجُلٍ مِنْھُمْ اِسْمُہٗ مُحَمَّدٌ فَلَمْ یُدْخِلُوْہُ فِیْ مَشْوَرَتِھِمْ اِلَّا لَمْ یُبَارِکْ لَھُمْ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہُ سے مروی ہے جب کوئی قوم کسی قسم کا مشورہ کرنا چاہے اور ان کے ساتھ محمدؐ نامی شخص بھی ہو لیکن اسے اپنے مشورے میں شامل نہ کرے تو انہیں حصول برکت نہیں ہوتا یعنی ان کا مشورہ ناتمام و نامکمل رہ جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْفَقْرُ بَیْتًا فِیْہِ اِسْمِیْ ۔ (الحدیث)

ترجمہ: اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہُ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں میرا نام ہو اس گھر میں غربت و افلاس نہیں آ سکتا۔

سید مصطفےٰ البکری اس گفتگو کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ اسم شریف اسما الحسنیٰ میں سے اسم باسط اور ودود کے اعداد کے موافق ہے تو مناسب ہے جس شخص کا نام محمدؐ ہو وہ ان دو اسمائے حسنیٰ کو ذکر کیا کرے۔

ہمارے شیخ محمدؐ الخلیلی القاطن نے ہمیں بیت المقدس میں ایک خاص فائدہ پہنچایا کہ بے شک آپ نے اپنے بعض مشائخ سے اسم امان حاصل کیا اور یہ بھی اسم الٰہی ہے جو اسم محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے عدد کے عین مطابق ہے اور اللہ کے لیے اسم محمدی شریف

marfat.com

Marfat.com

میں ایک خاص قدرتی پیغام ہے انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اسماالہیٰ کی شرح کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ وہ مسرور کن اجر و ثواب کے زیر سایہ کامیاب و کامران ہوں ، جن مشائخ نے مجھے اجازت دی ان میں سے ایک یہ بھی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے احسان سے دوست بنا لے ، یافعی رحمہ اللہ علیہ نے الدُّرُ النظیم فی خواص القرآن العظیم میں کہا کہ ہمارے ایک ساتھی نے اپنے شیخ سے نقل کیا کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا جو اسم محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کا کئی جملوں سے حاصل کرے ان میں ہر ایک شے پر غور کر کے ان میں سے کوئی اسم الہیٰ کے عدد سے ملتا اگر اسے کسی ایک اسم میں عدد مل جائے ورنہ وہ دو یا تین یا چار میں تلاش کرے مثلاً اسم محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداد بانویں ہیں ہم ایک اسم پر اس کی موافق اعداد پر غور کریں گے اس میں ہم موافق عدد نہ پائیں گے تو پھر دو اسموں میں اسم محمدؐ کا موافق عدد پالیں گے جیسے دَاوَّلُ دَاٰخِرُ اسی طرح تین میں ہم موافقت عدد نہ پائیں گے تو چار اسماء الہیٰ جل وعلا میں پالیں گے اور وہ اسماء یہ ہیں حَیٌّ ، وَھَّابُ ، وَاحِدُ ، وَلِیٌّ ، پھر کہا کہ آپ فاتحہ ، آیۃ الکرسی ۔[1] معوذتین ، سورۃ الم نشرح ہر ایک کو بانویں مرتبہ عدد اسم محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پڑھتے تھے بعد ازیں محررہ بالا اسماء حسنیٰ کا ذکر کیا اس گفتگو کو درجہ ریاضت تک ذکر کیا آخر الذکر یا حی کے عدد پورے ہونے پر آپ بارگاہِ رب العزت میں عرض کرنے لگے یا حیُّ میرے ذکر کرنے کو جاری اور زندہ فرما دے اور مجھے رزق اپنی منشاء کے مطابق عنایت کر دے یا وہابُ مجھے یونہی عنایت کر دے ، یا واحدُ میں یونہی سب کچھ حاصل کر لوں ، یا وَلیُّ میری مدد فرما اور بند شدہ محبت کا دروازہ کھول دے اسی باقی کو ان کی معنویت کے لحاظ سے انہی اسماء پر قیاس کرنا چاہیے ۔

بعض مشائخ سے مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم سَلَامٌ جب اس کے اعداد پر ایک کا اضافہ کر دیا جائے تو اسم محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدد بن جاتے ہیں لیکن یہ اعداد جب

---

[1] الحمد شریف ، [2] سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۵ ۔

[3] سورۃ الفلق ، سورۃ الناس ۔

marfat.com
Marfat.com

نکلیں گے کہ ہم محمّد کی دوسری مشدّد میم کو دو میمیں سمجھیں تو مجموعی عدد ایک صد بتیس نکلیں گے اسم سلام کو اسم محمّد صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت ہے۔کیونکہ یہ اسم محمّد دنیا جہاں کا دل ہے اور یٰسین کلام الٰہی قرآن کریم کا دل ہے اور سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ۔ سورہ یٰسین کا دل ہے۔سلام امان ہے اور امان آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضور کا ارشاد ہے۔

عَلَیَّ اَمَانَیْنِ لِاُمَّتِیۡ۔ ترجمہ: میرے ذمہ رحمت پر میری اُمت کے لیے دو[1] امن ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے :- (امن نمبر۱)

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمۡ وَ اَنۡتَ فِیۡہِمۡ۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت والوں کو عذاب دینا نہیں چاہتا درآنحالیکہ آپ ان کے درمیان تشریف فرما ہوں۔

(امن نمبر۲)

وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَہُمۡ وَہُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ترجمہ: اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دینے والا نہیں اور وہ استغفار کرتے رہیں۔

---

[1] دو امن سے مُراد۔ دنیا میں سرکار کا اُمت کے لیے ظاہری حالت میں موجود رہنا مسخ اور دیگر عذابوں سے امن ہے جب کہ سرکار کے رخصت کے بعد آپکی امت میں استغفار چھوڑ جانا بھی ایک دوسرا امکل امن ہے۔

marfat.com
Marfat.com

عارفؒ باللہ سیّد سیّدی عبدالرحمٰن العیدروس المتوفی سنہ ۱۱۹۲ھ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے

فرمودات گرامی

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

آپ سید مرتضیٰ زبیدی شارح الاحیاء کے مشائخ میں سے سب سے بڑے شیخ ہیں سید عیدروس، ابوالفتیان قطب اکبر المشہور سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے درود شریف کی شرح میں ان کے اس قول۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا۔

ترجمہ: اے اللہ تو اپنی رحمت وسلامتی و برکتیں ہمارے سردار اور آقا و مولیٰ پر نازل فرما۔

پر کہتے ہیں کہ تمام مخلوق سے حضور علیہ السلام افضل ہیں اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کی قدر و منزلت کے اعتبار سے ہے درحقیقت آپ کی قدر و منزلت اللہ جلّ وعلا کے سوا کوئی نہیں پہچان سکا رب جلیل وعظیم کا احسان نبی جلیل وعظیم پر ہے کیونکہ اللہ کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ بہرحال جلیل وعظیم ہی ہوتا ہے، حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھنے کے لیے فضائل مشہور ہیں کئی احباب نے مناسبت مقام سے ذکر بھی کیا اور اس قسم کے فضائل بے شمار ہیں ہم اس ذکر کو طول دینا نہیں چاہتے، بعض عارف فرماتے ہیں کہ آخری زمانہ میں صحیح تربیت یافتہ لوگ ناپید ہو جائیں گے اور حضور پر درود وسلام کے علاوہ وصل حق کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہے گا اور اسی درود ہی کی برکت سے خواب یا بیداری میں سرکار علیہ السلام کی ملاقات بھی حاصل ہوگی، آپ کو اتنا جان لینا کافی ہے کہ تمام اعمال میں سے کچھ مقبول ہوتے ہیں اور کچھ مردود مگر حضور علیہ السلام کی بارگاہِ رسالت میں ہدیۂ درود وسلام بارگاہِ خداوندی میں قطعی طور پر قبول ہوتا ہے اور یہ حضور علیہ السلام کے احترام واکرام سے ہے اس پر علما کا اتفاق ہے، حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے افضلِ کائنات پر اللہ جل وعلا کا یہ ارشاد شاہد و عادل ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پکا وعدہ لیا ضرور تمہارے پاس کتاب و حکمت کے بعد ایک عظیم الشان رسول آئے گا تمہارے ہاں موجود شی کی تصدیق کرے گا اس پر ایمان بھی لانا اور اس کی مدد بھی

marfat.com
Marfat.com

ضرور کرنا

ذات حق نے دنیا میں ایسا کوئی نبی نہیں بھیجا جس سے یہ وعدہ نہ لیا ہو کہ اگر اس کی زندگی میں حضور کی آمد ہو جائے تو وہ نبی آپ پر ایمان بھی ضرور لائے اور آپ کی مدد بھی ضرور کرے تاکہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم اس نبی کے متبوع اور امام و قائد بنیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے قطعی علم میں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الرسل والنبیین ہوں گے اور رب قدیر نے تمام انبیاؑ کو آپ کی فضیلت تقدم اور جلالت قدر اور رفعت شان سے متعارف کرانے کا ارادہ اس لیے فرمایا کہ آپ رتبۃً سب سے مقدم ہیں اور آپ نبی الانبیاؑ اور سید المرسلین ہیں اس پر ہم مزید روشنی ڈالیں گے ممکن ہے اس سلسلہ میں کوئی اور بات بھی بیان ہو اس کا جاننا ہمارے لیے کوئی اتنا ضروری بھی نہیں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی رفعت شان دنیا میں تو اس طرح ظاہر ہوئی کہ آپ شب معراج سب انبیاؑ کے امام بنے اور شب معراج ہی مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاؑ کو سرکار نے تبلیغ بھی فرمائی اور آخر زمانہ میں جناب عیسیٰ علیہ السلام بھی آپ کی شریعت کے حاکم بن کر تشریف لائیں گے اور آخرت میں آپ کی شان یوں ظاہر ہوگی کہ سب انبیاؑ و اہل ایمان آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔

تمام انبیاؑ کا حضور علیہ السلام پر ایمان لانا اور آپ کی مدد کرنا

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شب معراج حضور علیہ السلام نے ارواح انبیاؑ سے اس وقت ملاقات کی کہ جب وہ اپنے رب کی تعریف میں مشغول تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کر کے فرمایا کہ تم سب نے اپنے رب کی تعریف اپنے اپنے اوقات میں کی اور میں اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں پھر آپ نے فرمایا کہ اس اللہ جل و علا کی بے حد تعریف ہے جس نے مجھے رحمت للعالمین کی شان سے سب مخلوق کا رسول بنا کر بھیجا میں خوشخبری اور ڈر سنانے والا ہوں اور مجھے اللہ نے وہ قرآن نازل فرمایا جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے اور مجھے کائنات کا فاتح اور خاتم الانبیاؑ بنا کر بھیجا بعد ازیں تائیدی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اسی وجہ سے اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم پر فضیلت عنایت کی گئی

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تائید کے بعد فرمانِ رسول اور تائید ابراہیم کا اقرار کیا کہ آپ واقعی ہم سب سے افضل ہیں اسی حدیث سے حضور علیہ السلام کا انبیاء کو تبلیغ فرمانا اور انبیاء کا آپ پر ایمان لانا اور ان کا مدد کرنا اور آپ کا ان سب کی طرف آنا اور سب انبیاء کا پختہ وعدے کی وفا کرنا جو ان سے اللہ تعالیٰ نے لیا تھا ثابت ہے، قائل کے اس قول کی طرف سرے سے کوئی توجہ نہ دینی چاہیے۔ کہ جب اللہ کے علم ازلی میں یہ بات تھی کہ آپ ان انبیاء میں سے کسی کے ساتھ ایک زمانہ میں نہ ہوں گے تو ان سے پختہ عہد لینے کا کیا مطلب ہے، مذکورہ آیت پر امام سبکی رحمۃ اللہ کی تقریر کے بعد ایسے قول کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، امام سبکی فرماتے ہیں اگرچہ وہ عہد بطور تقدم زمانی تھا مگر اس میں نہ آپ کے دعویٰ نبوت کی توثیق کے علاوہ سب انبیاء پر آپ کی رسالت کا ثبوت مطلوب قدرت تھا سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرف سے کسی مانع کی وجہ سے سرکار کا انہیں تبلیغ فرمانا اگرچہ متحقق نہ بھی ہو تو اس تحقق کی نفی آپ کی طرف سے نہیں ہے کیونکہ آپ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے ازمنہ میں صورت بشری میں تشریف فرما تھے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسیرا کرنے والوں سے یہ مثال دی جا سکتی ہے کہ آپ متفقہ طور پر ان کے بھی رسول ہیں اگرچہ وہ آپ سے تبلیغ حاصل نہ کر سکے تو اس میں سرکار کی طرف سے تو تبلیغ کا مانع کچھ بھی نہیں ہے اگر مانع ہے تو پہاڑوں پر بسیرا کرنے والوں کے لیے ہی مانع ہے۔ سیدی قطب محمد وفا رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ بہتر جزا دے انہوں نے جب یہ کہا۔

فَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَعْظَمُ كَائِنٍ	ترجمہ: کائنات میں آپ اللہ کے سب سے
وَاَنْتَ لِكُلِّ الْخَلْقِ بِالْحَقِّ مُرْسَلٗ	بڑے رسول ہیں اور آپ تمام مخلوق کے
	لیے رسولِ برحق ہیں۔

یہ سب کچھ آپ کی صورتِ بشریہ کے اعتبار سے ہے ورنہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم پر ازل ہی سے تمام انبیاء آپ پر ایمان لائے ہوئے ہیں اس لیے آپ ان کے نبی ہیں اور تمام انبیاء آپ کے نائب اور جانشین ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدرت کا مظہرِ تام اور بہت بڑا واسطہ ہیں اور آپ ایسے ارفع اعلیٰ حجاب ہیں جو تمام بلندیوں کی حد سے اونچے ہیں اور حق دنیا کو روحانیت کی حسین اور خوبصورت جائے قرار اور سیرگاہ کہا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

www.muhammadian.net

marfat.com
Marfat.com

برزخ کبریٰ کے مالک ہیں جسے شہودِ ذات اور آیتِ کبریٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے انبیأ علیہم السلام اور ان کے ورثا کے لیے قاب قوسین ہے جب کہ حضور علیہ السلام او ادنیٰ سے مخصوص ہیں انبیأ علیہم السلام میں سے کسی نے بھی حق کو اس طرح نہیں پہچانا جس طرح حضور علیہ السلام نے پہچانا ہے اور نہ ہی حق سے اس طرح محبّت کی ہے جس طرح حضور علیہ السلام نے کی۔ ہر مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو امتیازی شان حاصل ہے اسی لیے حضور علیہ السلام ہر عام و خاص کے معاون اور مددگار ہیں انبیأ علیہم السلام جس زمانہ میں جہاں کہیں تھے آپ ان کے لیے ایک عظیم واسطہ اور مکمل مددگار تھے اور سب کے سب منصب نبوّت میں آپ کے نائب اور خلیفے ہیں۔ سیّدی سالم شیخان علوی رحمہ اللہ کو اللہ بہتر جزا دے جنہوں نے یہ کہا:۔

لَکَ ذَاتُ الْعُلُوْمِ وَلَاسْمَآءُ — ترجمہ: یا نبی اللہ آپ کی ذات علوم و معارف
یَانَبِیًّا نُوَّابُہُ الْاَنْبِیَاءُ — اور اسمأ الٰہی جاننے والی ہے جب کہ تمام انبیأ علیہم السلام آپ کے نائب اور جانشین ہیں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے فتوحات مکیہ میں کیا ہی نفع بخش صورت بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رُوح مبارکہ سے تمام انبیأ اور مرسلین علیہم السلام نے مدد طلب کی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قطب الاقطاب ہیں اور پہلے اور بعد میں آنے والے سب لوگوں کے لیے مددگار ہیں اور آپ اپنی غیبوبت کی صورت میں بھی ہر پہلے نبی اور ولی کے مددگار تھے جب کہ قیامت تک ہر آنے والے ولی کے بھی مددگار رہیں اور یہ مرتبہ اسے سرکار کی وجہ سے عالم شہادت میں موجود ہونے کے اثنا میں بھی تھا اور غیب کی طرف منتقل ہو جانے میں بھی اس ولی کا مرتبہ سرکار کے فیض سے قائم رہتا ہے اور غیب سے مُراد برزخ اور آخرت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے انوار دنیا جہان کے لیے نقش باقی ہیں خواہ وہ لوگ پہلے ہوں یا بعد میں آنے والے پھر کہا کہ ہر نبی آپ کے ظاہر ہونے کے زمانے سے پہلے آیا تو وہ نبی اس شریعت کے ساتھ آپ کی بعثت میں جانشین ہُوا۔ جو کچھ گزر چکا اور جو کچھ ہو گا اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہو رہی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً — ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سب

marfat.com
Marfat.com

لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ لوگوں کے لیے خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر۔

اور یوں ہی ارشاد خداوندی ہے :-

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سب
لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

ان آیات میں حصر اور عموم آپ کی حقیقت کے اعتبار سے ہے ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کل کائنات کے رسول ہیں اور اس کی تائید میں شیخ محی الدین رسالہ الانوار میں خلاصۃً ذکر کرتے ہیں جاننا چاہیئے کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ذات ہے جس نے عالم ارواح میں تمام انبیاء و مرسلین کو ان کے درجات عنایت کئے یہاں تک کہ آپ بنفسِ نفیس تشریف لائے پس نبیوں کے ولی جو پہلے گزر چکے ہیں وہ اولیاء اپنے دور کے نبی سے فیض حاصل کرتے تھے جب کہ وہ تمام انبیاء حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرتے رہے استاد سیدی حاتم اہدل کے کلام اور ان کے شاگرد استاذ سید عبدالقادر عیدروس کے کلام سے شیخ محی الدین رحمہ اللہ کے اس کلام کی جس کو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے صریح تائید ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں کے فیوض و برکات سے بہرہ ور فرمائے فرشتوں کا ایک گروہ مہیمون نامی جب شدت استغراق اور بارگاہ کی حاضری میں ہوتے ہیں تو انہیں اس طرح معلوم کیا جاتا ہے کہ وہ ذات کے سوا کچھ نہیں جانتے پھر کمالِ استغراق کی وجہ سے ان پر بارگاہ محمدی منکشف ہوتی ہے اور اس سے ملائکہ کے لیے سرکار کے واسطہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ سابقہ مناسبتوں سے سرکار کے اس قول اَنَا يَعْسُوْبُ الْاَرْوَاحِ یعنی میں رُوحوں کا بادشاہ ہوں اور حضور کے اس قول نَحْنُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ (پس ہم سب سے پہلے اور سب سے بعد والے ہیں اور آپ کا یہ قول بُعِثْتُ اِلَى الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ) یعنی میں سرخ اور کالے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ تائید ملتی ہے نیز سابقہ مناسبتیں ان احادیث کی مؤید ہیں حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سرکار کا ارشاد ہے :-

اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ ترجمہ: مجھے وہ پانچ چیزیں عنایت کی گئیں جو
نَبِيٌّ قَبْلِيْ وَكَانَ النَّبِيُّ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملی تھیں اور ہر ایک
يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً نبی اپنی مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا

marfat.com
Marfat.com

وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً ۔ | جب کہ مجھے بالعموم سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمَ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ وَفِي رِوَايَةٍ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ۔

ترجمہ: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی جسم اور رُوح کے درمیان تھے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَا أَكْرَمُهُمْ عَلَى رَبِّي۔

ترجمہ: میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں ان سب سے زیادہ عزت دار ہوں۔

اور حدیث ترمذی :-

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ آدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي وَلَا فَخْرَ۔

ترجمہ: میں اولادِ آدم کا قیامت کے دن سردار ہوں گا اور یہ کوئی فخر نہیں ہے اور میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اس میں بھی کوئی فخر نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سب میرے جھنڈے تلے جمع ہوں گے مجھے اس پر بھی فخر نہیں ہے۔

کی معاون اور مددگار ہیں۔

ایک معتزلہ اور ابوالمواہب شاذلی کا مکالمہ

سیدی المواہب شاذلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جامع ازہر میں ایک شخص اور میرے درمیان صاحب بردہ شریف اس قول پر سخت جھگڑا ہوا۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنَّهُ | ترجمہ: بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

بَشَرٌ وَّاِنَّهٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰہِ کُلِّھِمْ۔ ایسے انسان کامل ہیں جن پر علوم و معارف کی انتہا ہو چکی ہے اور بے شک آپ اللہ کی تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

اس پر اس نے کہا کہ میں اسے کوئی دلیل دیئے بغیر نہیں مانتا، سید شاذلی رحمۃ اللہ نے کہا کہ اس پر امت کا اجماع لیکن وہ معتزلی پھر بھی باز نہ آیا، شاذلی نے کہا ایسے میں میں نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نبی کریم الجامع الازہر کے منبر پر تشریف فرما ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی سرکار کے ساتھ حاضر ہیں سرکار نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ہمارے دوست تجھے خوش آمدید کہتا ہوں پھر اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم جانتے ہو آج کیا ہوا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہم بالکل نہیں جانتے آپ نے فرمایا کہ ایک منحوس شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ میری اُمت کا میری افضلیت پر اجماع نہیں ہے، شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کی سرکار کے ساتھ اس ملاقات سے معلوم ہوا افضیلت سرکار پر اجماع اہل سُنت معتزلہ کی مخالفت کسی طور نہیں ٹوٹے گا۔

سیدی ابوالمواہب شاذلی کہتے ہیں کہ میں نے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ دیکھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوصیری کے اس قول کی یہ تشریح درست ہے کہ بے شک حضور ایسے کامل انسان ہیں جن پر علوم کی انتہا ہو جاتی ہے کیا واقعی بشر ہونے کی حیثیت سے آپ منتہائے علوم ہیں کیونکہ جو شخص آپ کی حقیقت سے بے خبر ہے اس کے نزدیک تو آپ بشر ہی ہیں اگرچہ قالب نبوی اور رُوح قدسی کے اعتبار سے آپ کا مقام بے حد اُونچا ہے جواب میں حضور علیہ السلام نے شاذلی کی تائید میں فرمایا کہ میں تیری مُراد تو اچھی طرح سمجھتا ہوں اور تو سچ کہتا ہے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں مجھے اس پر کوئی فخر نہیں آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام لوگ قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے جمع ہوں گے جس جھنڈے تلے صاف سُتھری روشنی ہو گی اگر مُوسیٰ بن عمران علیہ السلام میرے اس دور میں زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

marfat.com
Marfat.com

بخاری کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہونگا اور دوسری روایت میں میں سب جہانوں کا سردار ہوں گا کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

گزشتہ تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سرکار تمام فرشتوں کے بھی افضل ہیں۔ چونکہ سیّدنا آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور حضور آدم علیہ السلام سے بھی افضل ہیں تو نتیجۃً سرکار فرشتوں سے افضل ٹھہرے۔ آنے والی حدیثوں سے اس پر تائید مل جائے گی۔ بلقینی اپنے فتاویٰ میں حدیث ترمذی یوں ذکر کرتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا کہ میں پہلے اور بعد میں آنے والوں میں سب سے افضل ہوں۔ یہ الفاظ ملائکہ اور انبیاء سب کے شمول پر دلالت کرتی ہے اس کی تصحیح ابن عباس نے کی ہے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

حدیث قدسی میں ہے :-

لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ۔	ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم کو بھی پیدا نہ کرتا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو جنت دوزخ بھی پیدا نہ کرتا بے شک میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا اور وہ حرکت کرتا رہتا تھا پھر میں نے اس پر کلمہ طیبہ لکھ دیا جس سے اس کی حرکت بند ہو گئی۔

ایک دوسری حدیث اس طرح ہے۔

فقال ابن عساکر هبط جبريل على النبي صَلَّى اللهُ عليه وسلم فقال ان ربك يقول ان كُنْتُ اتَّخَذْتُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا فَقَدْ اِتَّخَذْتُكَ	ترجمہ: ابن عساکر سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ علیہ وسلم آپکا رب فرماتا ہے اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے

marfat.com

Marfat.com

حَبِیْبًا وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَکْرَمُ عَلَیَّ مِنْکَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْیَا وَاَھْلَھَا لِاُعَرِّفَھُمْ کَرَامَتَکَ وَمَنْزِلَتَکَ وَلَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا۔

تو آپ کو میں نے اپنا حبیب بنایا ہے اور میں نے کوئی مخلوق آپ کے سوا ایسی پیدا نہیں کی جس کی قدر و منزلت میرے نزدیک آپ سے بڑھ کر ہو میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ آپ کی جلالتِ شان اور قدر و منزلت کو پہچانیں اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو سرے سے پیدا ہی نہ کرتا۔

اور ایک دوسری روایت یوں ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آسمان و زمین کی لمبائی چوڑائی جزا سزا جنت و دوزخ سورج اور چاند بھی پیدا نہ کرتا۔ حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی بالکل درست ہے کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس کی وجہ سے زمین پھٹ جائے گی اور میں جنتی جوڑا زیب تن کروں گا اور عرش کی داہنی جانب کھڑا ہو جاؤں گا جب کہ میرے سوا وہاں کھڑا ہونے کی کسی فرشتے میں بھی طاقت نہیں ہو گی اسی سلسلہ میں سراج بلقینی نے ایک روایت ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو سات چیزیں دے کر خاص فضل فرمایا ہے جن میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ میں نے زمینوں آسمانوں میں کوئی شئی ایسی پیدا ہی نہیں کی کہ جو آپ سے بڑھ کر میرے نزدیک باعزت ہو، روایت ہے کہ جناب جبریل علیہ السلام نے حضور سے عرض کیا کہ میں آپ کو اس بات کی خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ آپ اللہ کی تمام مخلوق سے بہتر اور سب انسانوں میں برگزیدہ ہیں اور آپ سے اللہ تعالیٰ اس قدر محبت فرماتا ہے کہ ایسی محبت وہ نہ کسی مقرب فرشتے اور نہ ہی نبی و مرسل سے کرتا ہے بحیرا راہب اہل کتاب کے علماء میں سے ہے اور یہ وہ شخص ہے جسے پوچھے بغیر اہل کتاب ایک قدم بھی نہ چلتے تھے اس نے بھی مذکورہ روایت کی تائید حضور علیہ السلام کو سید العالمین کہہ کر کی ہے نیز عبداللہ بن سلام جو دعوتِ مصطفےٰ علیہ السلام سے قبل اہل کتاب کے امام رہے ہیں سرکار کی نگاہ

www.muhammadilibrary.net

marfat.com

Marfat.com

کرم کے بعد جلیل القدر صحابہ میں شمار کیے گئے جناب عبد اللہ بن سلام نے افضلیت حضور علیہ السلام پر ایک جامع مسجد میں بروز جمعۃ المبارک اور خطبہ کے دوران ایک بات یہ بھی کہی کہ اللہ کے حضور تمام مخلوق سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل و اکرم ہیں آپ کی یہ بات سن کر ایک سائل نے کہا کیا حضور ملائکہ سے بھی افضل ہیں اس کا یہ سوال سن کر جناب عبد اللہ بن سلام کو ہنسی آئی اور سائل کو جواب میں کہا تجھے معلوم ہے کہ ملائکہ کیا ہیں اس کے خاموش ہونے پر خود کہا کہ ملائکہ بھی آسمانوں زمین، ہوا پہاڑ اور بادل تمام فرمانبردار مخلوق کی طرح مخلوق ہیں اور بے شک اللہ کی بارگاہ میں ابوالقاسم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل و اکرم ہیں، ان کی تائید کرتے ہوئے بلقینیؒ کہتے ہیں عبداللہ بن سلام کی گفتگو حدیث مرفوع کا درجہ رکھتی ہے، کیونکہ آپ جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں ان کا یہ فرمان یونہی نہیں ہے بلکہ یا سرکار سے نقل کیا ہوگا یا تورات کے حوالے سے کہا ہوگا کیونکہ کتب سماویہ بھی فضائل سرکار علیہ السلام میں پیش پیش ہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ۔	ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں رسولوں کا پیشرو ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں ہے میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں ہی سب سے پہلا شفاعت قبول کیا ہوا ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں اس حدیث کو دارمی نے ذکر کیا ہے۔
وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ	ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے

marfat.com
Marfat.com

الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدهم اذا وفدوا وانا خطيبهم اذا نصتوا وانا مستشفعهم اذا حبسوا وانا مبشرهم اذا يئسوا الكرامة والمفاتيح بيدي وانا اكرم ولد آدم على ربي يطوف على الف خادم كانهم بيض مكنون او لؤلؤ منثور۔ (رواه الدارمی)

پہلے نکلوں گا اور جب لوگوں کی گروہ بندی کی جائے گی تو میں ان کی قیادت کروں گا اور جب وہ غور سے سنیں گے تو میں انہیں خطبہ دوں گا جب وہ روک دیئے جائیں گے تو ان کی آزادی کی سفارش کروں گا اور جب مایوس ہوں گے تو میں انہیں بشارت دوں گا۔ خدائی خزانوں کی چابیاں اور تمام تر بزرگی اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور میں تمام اولادِ آدم کی نسبت اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ باعزت ہوں گا مجھ پر ایک ہزار خادم مقرر کیا جائے گا جو موتی آب دار اور بکھرے ہوئے لعلوں کی طرح میرے اردگرد گھومتے پھریں گے۔ اس حدیث کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

عن ابي ابن كعب رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا كان يوم القيامة كنت امام النبيين وخطيبهم وصاحب شفاعتهم غير فخر۔ (رواه ترمذی)

ترجمہ: ابی ابن کعب حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں قیامت کے دن تمام نبیوں کا امام اور قطب ہوں گا اور کسی فخر کے بغیر ان کی شفاعت بھی کروں گا۔ اس حدیث کو ترمذی نے ذکر کیا۔

اس کے علاوہ اسی سلسلے میں بہت سی احادیث ہیں۔ جن کو ہم نے طوالت کے خوف سے ترک کر دیا ہے جس طرح کہ مشہور حدیث شفاعت بہت لمبی حدیث ہے اور آپ صلے

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

اللہ علیہ وسلم شفاعت کرنے والوں میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہوں گے اسی لیے قیامت کے دن شفاعت طلب کرنے والوں میں مختلف اُمتیں ایک نبی سے دوسرے نبی کے پاس جائیں گی مگر اُمتِ محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر قائم رہے گی کیونکہ انہیں دنیا میں ہی سرکار نے اپنی شفاعت کے متعلق یقین دلایا ہوا ہوگا، اور قیامت میں ویسے بھی نسیان نہیں ہوگا۔

سوال پھر اگر تو کہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرۂ جو اہلِ کشف میں سے قابلِ قدر شخصیت ہیں انہوں نے کہا ہے کہ خاص فرشتے خاص انسانوں سے افضل ہیں محی الدین ابن عربی کی یہ بات سابقہ روایات کے خلاف ہے۔

جواب شیخ محی الدین کی یہ روایت تو ضرور ہے لیکن اس روایت سے ان کا رجوع کرلینا اور ہماری روایات کی طرف آنے کی انہوں نے تصیح کی ہے اب کوئی اشکال ہی باقی نہ رہا۔ انہوں نے خود فتوحات مکیہ کے ۴۸۳ باب میں تصریح کی ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم فرشتوں اور تمام رسولوں سے افضل ہیں آپ کے سوا خاموش رہے۔ ہمارے بزرگوں کا عقیدہ بڑا نتیجہ خیز ہے ہمارے اسلاف شریعت طریقت حقیقت معرفت میں جامع ہستیاں ہیں ان کے علاوہ بنو علوی کے اشراف لوگ اور ان کے بعد عید روسی لوگ اللہ تعالیٰ ان سب کے عقیدہ سے نفع بہم پہنچائے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں۔ جب کہ انہیں جزوی فضیلت میں انکار نہیں ممکن ہے کہ کوئی جزوی فضیلت مفضول میں پائی جائے اور فاضل میں نہ ہو اور ان سب بزرگوں کو تمام مخلوق پر سرکار کے افضل ہونے میں اتفاق اور اجماع ہے۔

علامہ ابن ذکری شرح صلاتِ شمسیہ میں سیدی شریف قطب عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرۂ کے کلام سے کیا ہی اچھا نقل کیا ہے قطب عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ شبِ اسریٰ کے واقعہ کو ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی دنیا جہاں اور دنیا والوں کے ہاں واپس تشریف لائے سرکار کی واپسی کا یہ عالم تھا کہ حضور کے قدم رکھنے کی جگہ جلیل القدر فرشتے اپنے پر بچھا رہے تھے اور جناب روح القدس جبریل امین علیہ السلام آپ کی زین فخریہ طور پر اٹھائے ہوئے فرشتوں کے سامنے آپ کے ارد گرد آپ کی تعظیم کے لیے طواف

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

کرتے تھے اور آدم علیہ السلام آپ کی جلالت شان کے جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے، اور ابراہیم علیہ السلام آپ کی بزرگی کے جھنڈے لہرا رہے تھے اور موسیٰ علیہ السلام اپنے دوست حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی طرف آکر دیدار کرنے کے بعد کہنے لگے میں نے محبوب خدا کی آنکھوں میں جلوہ نورِ خدا دیکھا ہے اور بار بار دیکھنے کے بہانے کا رے سوال کرنے لگے کہ آپ اللہ کے ہاں کئی بار جائیں تو رب قدیر کی طرف سے حکم ہوا ہمارا فیصلہ پورا ہوچکا ہے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام اپنے آقا و مولیٰ کے حضور محبت کا نذرانہ پیش کر رہے تھے اور با ادب ہو کر گزارش کر رہے تھے کہ وہ زمین پر ضرور نازل ہوں گے اور زمین والوں کو جو کچھ آسمانوں میں ہوا ہے اس کی خبر دیں گے قاب قوسین او ادنیٰ کی خبریں بھی بتلائیں گے۔ پھر انہوں نے ابن حجر ہیتمی سے نقل کیا جنہوں نے بعض محققین سے روایت کی ہے کہ درحقیقت فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نور کو سجدہ کیا تھا جو پیشانی آدم میں موجود تھا۔ پھر سیدی علی وفا کا یہ قول ذکر کیا۔

لَوْ اَبْصَرَ الشَّیْطَانُ	اگر شیطان پیشانی آدم میں حضور صلی اللہ
طَلْعَۃَ نُوْرِہٖ فِیْ وَجْہِ آدَمَ	علیہ وسلم کے نور کی چمک دیکھ لیتا تو وہ
کَانَ اَوَّلُ مَنْ سَجَدَ۔	سب سے پہلے سجدہ کرلیتا۔

ابن ذکری سے منقول کلام اختتام کو پہنچا۔

پھر سید عیدروس فرماتے ہیں کہ امام بلقینی رحمۃ اللہ نے کہا باقلانی اور حلیمی نے افضلیت ملائکہ کا موقف اختیار کیا ہے ممکن ہے ان کا یہ موقف حضور علیہ السلام کے ماسوی پر محمول ہو اس کی تصدیق باقلانی کے بعض شاگردوں میں سے مثلاً البدر زرکشی نے بھی کی ہے اور زرکشی رحمۃ اللہ باقلانی کے لائق ترین تلامذہ میں سے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی خاص قسم کے فرشتوں کو انسانوں پر تفضیل ہو کیونکہ کبھی کبھی مفضول میں کوئی نہ کوئی جزوی فضیلت پائی جاسکتی ہے جو فاضل میں نہ پائی جائے بلقینی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان پر بھی یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ اسے سب انبیاء اور تمام ملائکہ پر سرکار علیہ السلام کے افضل ہونے میں توقف ہو جنہیں اس معاملہ میں توقف تھا ان پر باقلانی نے طویل جرح و قدح کی ہے اور کہا ہے کہ یہ گمان فاسد

marfat.com

Marfat.com

ہے، اور اس معاملہ کی مزید گہرائی میں جانے کے ہم چنداں مکلف بھی نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ ان دینی مسائل سے متعلق ہے جن کا اعتقاد ہر مکلف پر واجب ہے۔

حدیث مشہور میں صحیح طور پر موجود ہے:۔

ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ	تین چیزیں جس شخص میں ہوں گی وہ ایمان کی
حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ	چاشنی محسوس کرے گا ایک یہ کہ جس کو اللہ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ	اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی
مِمَّا سِوَاهُمَا۔ الخ	سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں اسی
	حدیث کے آخر میں باقی دو چیزوں کا ذکر بھی ہے۔

(مِمَّا سِوَاهُمَا) پر غور کرنے سے صاف صاف عیاں ہے کہ ہمارا مدعیٰ درست اور صحیح ہے۔

بلقینی کا کلام اختتام کو پہنچا۔ اللہ انھیں بہتر جزا دے۔ عید روس کہتے ہیں۔

وَمَا اَقُوْلُ اِنْ مَاجِئْتُ	ترجمہ: جب میں حضرت جبریل کی تعریف میں
اَمْدَحُ مِنْ جِبْرِيْلَ	کچھ کہتا ہوں تو میں اس کے سوا کچھ نہیں کہتا
خَادِمُهٗ وَاللّٰهُ مَادِحُهٗ۔	کہ وہ حضور کے غلام ہیں اور خود اللہ جل و
	علا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ثنا خواں ہے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک کائنات کی ہر شی کے وجود کا اصل ہے جسے احمد کبیر بدوی نے اس قول (شَجَرَةُ الْاَصْلِ النُّوْرَانِيَّة) یعنی آپ اصل نور کا درخت ہیں سے تعبیر کیا ہے۔ اس پر مصنف عبدالرزاق کی مستند حدیث شاہد و عادل ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ	میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض
اَنْتَ وَاُمِّيْ اَخْبِرْنِيْ عَنْ	کیا میرے والدین آپ پر قربان جائیں مجھے
اَوَّلِ شَيْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ	اس چیز کی خبر جسے اللہ تعالیٰ نے مخلوق سب
تَعَالٰى قَبْلَ خَلْقِ الْاَشْيَاءِ	اشیا میں سے سب سے پہلے پیدا کیا ہے۔
قَالَ يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ	آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے

marfat.com
Marfat.com

قَبْلَ خَلْقِ اَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ ثُمَّ سَاقَ حَدِيْثَ جَابِرٍ اِلٰى آخِرِهٖ وَتَعَدَّدَ وَقَالَ بَعْدَهٗ فِيْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔

تیرے ہی کے نور کو تمام چیزوں کی پیدائش سے پہلے پیدا کیا۔ پھر حدیث جابر کو عبدالرزاق نے آخر تک ذکر کیا اور حدیث آگے تک لے گئے اور بعدازیں حدیث عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر بات چیت کی۔

ملاحظہ فرمائیں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر کیا تجھے معلوم ہے کہ میں کون ہوں اور خود ہی ارشاد فرمایا کہ وہ میں ہوں جس کے نُور کو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز سے پہلے پیدا فرمایا جب اللہ نے میرا نُور پیدا کیا تو میرے نور نے بارگاہِ حق میں مسلسل سات سو برس تک سجدہ کیا سب چیزوں میں سے سب سے پہلے میرے نُور نے بارگاہ ایزدی میں سجدہ کیا اور کوئی فخر نہیں ہے۔ پھر فرمایا اے عمر کیا تُو جانتا ہے کہ میں کون ہُوں اور خود ہی فرمایا کہ میں وہ ہُوں جس کے نُور سے اللہ تعالیٰ نے عرش و کرسی لوح و قلم چاند سورج آنکھوں کا نور عقل کا نُور بصیرت اور اہل ایمان کی دلوں کی معرفت کا نُور پیدا فرمایا اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اگر کہا جائے کہ من نُور اللہ سے کیا مراد ہے اس نُور سے مراد اگر نُور حادث لیا جائے تو سرکار کے نور کی قبلیت کی نفی ہوتی ہے جب کہ آپ کا نُور اول المخلوقات ہے اور باقی انوار آپ کے نُور سے ہیں علاوہ ازیں کچھ سمجھ نہیں آتا۔

جواب بعض عارفوں کا قول ہے کہ ایجاد کا معنی اظہار ہوتا ہے اور اس معنی کو اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جانتا ہے اس نے اپنی قوتِ ظہور سے بلاواسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ظاہر کیا جب کہ دوسری اشیاء بالواسطہ ظہور میں آئیں اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی (اَلنُّوْرُ) کا معنی ہے خود ظاہر اور دیگر اشیا کو ظاہر کرنے والے اس معنی کی تائید مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے ملتی ہے جہاں تک اس بیان کا تعلق ہے کہ آپ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے بارگاہِ خداوندی میں سجدہ کیا اس کا ایک معنی یہ بھی ہے

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

کہ جب وقت تولد حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم شکم مادر سلام اللہ علیہا سے برآمد ہوئے تو آپ بحالت سجدہ تھے اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف یوں اٹھائے ہوئے تھے جیسے خشوع وخضوع میں ایک توحید کا علم بردار اور مخلص ذاکر اٹھاتا ہے اور آپ کی باقی انگلیاں بند تھیں۔

اگر کہا جائے کہ سرکار کا اوّل المخلوق ہونا بھی مذکورہ کلام کے خلاف ہے بعض صورتوں میں لوح وقلم کی اولیت بھی مذکور ہے اس کی جوابی صورت یہ ہے کہ سرکار کے مقام کے مطابق تعبیر کا لحاظ رکھتے ہوئے، اس اولیت کو اولیت اضافیہ کہا جائے گا اس میں ایک ایسی حقیقت ہے جس پر استاذ الشریف شیخ ابن عبداللہ العیدروس نے کتاب سلسلہ عیدروسیہ میں اور بعض دیگر عارفین نے تنبیہ کی ہے، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مصنف کے اس قول۔

وَلُمْعَةُ الْقَبْضَةِ الرَّحْمَانِيَّةِ۔ ترجمہ: رحمت والے رب کی قبضۂ قدرت والی چمک۔

پر فرماتے ہیں یہ ایسا جملہ ہے کہ اس پر حدیث جابر میں اشارہ ہو چکا ہے نیز اسی کی طرف سیدی قطب الٰہی محمد البکری الصدیق سبط الحسن اپنے اس قول سے اشارہ فرماتے ہیں۔

قَبْضَةُ النُّوْرِ مِنْ قَدِيْمِ اَسَاسًا ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نورِ ازلی کا
فِيْ جَمِيْعِ الشُّئُوْنِ قَبْضًا وَبَسْطًا ایک حصہ ہیں جسے ہم تنگی اور آسودگی کے تمام حالات میں محسوس کرتے ہیں۔

کسی عارف نے کہا جاننا چاہیے کہ رحمت دو قسم کی ہوتی ہے۔ رحمت خاصہ۔ رحمت عامہ۔ رحمت خاصہ کے ذریعے بعض اوقات بندے اپنے رب کو پالیتے ہیں اور رحمتِ عامہ حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے صدقے ذات حق نے تمام اشیا کے حقائق مرتبہ وجود میں ظاہر فرمائے اسی لیے رب کبریا نے رُوحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے پیدا فرما کر کائنات کی تمام موجودات کو آپ سے متعلق کر دیا، پھر سیدی عیدروس فرماتے ہیں دو نعمتیں جن کا ہونا ہر موجود شی کے لیے ضروری ہے ایک نعمت ایجاد اور دوسری نعمت امداد، جب کہ ان دونوں کے درمیان سرکار کی ذات بطور واسطہ ہے۔ کیونکہ اگر آپ کے مقدس وجود کی اوّلیت نہ ہو تو کوئی موجود، موجود ہی نہیں ہو سکتا تھا اسی طرح اگر کائنات کی بقا کے لیے حضور رسول مقبول کا نور نہ

marfat.com
Marfat.com

نہ ہوتا تو وجود و ہستی کے ستون کبھی کے گر گئے ہوتے۔ سرکار کا نور سب سے پہلے وجود میں آیا اور باقی وجود آپ کے وجود کے تابع ہیں اور آپ کے وجود پر قائم ہیں گویا باقی وجود وجود مصطفےٰ علیہ السلام کے محتاج ہیں، پری پیجا القطب البکری نے کیا خوب کہا ہے:۔

مَا أَرْسَلَ الرَّحْمٰنُ أَوْ يُرْسِلُ	ترجمہ: رحمت والے رب نے ایسی کوئی رحمت
مِنْ رَحْمَةٍ تَصْعَدُ أَوْ تَنْزِلُ	بھیجی ہے نہ بھیجے گا جو خدا کی بادشاہت اور
فِي مَلَكُوْتِ اللّٰهِ أَوْ مُلْكِهِ	نظامِ خداوندی میں خواہ پستی سے بلندی
كُلُّ مَا يَخْتَصُّ أَوْ يَشْمَلُ	کو اُٹھنے والی ہو خواہ بلندی سے نیچے اترنے
إِلَّا وَطٰهُ الْمُصْطَفٰى عَبْدُهٗ	والی ہو خاص ہو یا عام مگر اسے محبوبِ خدا
نَبِيُّهٗ مُخْتَارُهُ الْمُرْسَلُ	مالک مختار نبی رسول برحق حضرت محمد صلی اللہ
وَاسِطَةٌ فِيْهَا وَاَصْلٌ لَّهَا	علیہ وسلم نے آسان بنا دیا کیونکہ آپ صلے
يَعْلَمُ هٰذَا كُلُّ مَنْ يَعْقِلُ۔	اللہ علیہ وسلم رحمت کے لیے واسطہ اور اس
	کی اصل ہیں یہ رمز وہی سمجھ سکتا ہے جو کامل
	العقل اور صاحب بصیرت ہو۔

پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصنف کے اس قول:

وَاَفْضَلُ الْخَلِيْقَةِ الْاِنْسَانِيَّةِ۔ ترجمہ: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانی مخلوق سے افضل ہیں۔

پر کہا کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیق انسانی میں سب سے زیادہ مضبوط اور مستحکم اور سب سے زیادہ پرہیز گار اور صاحب حسن اور سب سے زیادہ کمال بزرگی والے ہیں اس بات پر آپ کے حلیہ مبارک کے ذکر میں جو مشہور و معروف کتابوں میں مذکور ہے کی شہادت کافی ہے اسی سلسلے میں شیخ محی الدین قدس سرہٗ فتوحاتِ مکیہ کے ایک سو اڑتالیسویں باب میں ایک قول ذکر کیا ہے جس میں اہل کشف اور حکما کی فراست کا ذکر کیا گیا ہے ان دونوں میں سے پہلی یعنی فراست اہل کشف ہمیشہ یقینی اور بے خطا ہوتی ہے جب کہ دوسری یعنی فراست حکما میں غلطی ہو سکتی ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حکما نے کہا ہے صحیح اور مضبوط تخلیق کے لیے ضروری ہے۔

marfat.com
Marfat.com

کر پیدا ہونے والے کی پیدائش اعتدال پر ہو مثلاً جو نہ زیادہ لمبا ہو نہ ٹھگنا جسمانی گوشت نرم اور مناسب ہو چہرے کی سفیدی میں سُرخی زردی کا سنگم ہو سر کے بال موزوں نہ سیدھے کھڑے ہوئے نہ باہم اُلجھے ہوئے گھنگریالے ہوں بالوں میں ملی سنہری چمک ہو جس میں سیاہی زیادہ نہ ہو، چہرہ شگفتہ اور تیکھے نقش نین والا، آنکھیں ذرا گہری اور سیاہ سر درمیانہ۔ کندھے کھلے گردن سیدھی، سینہ کشادہ ہو، سرین اور پشت پر زیادہ گوشت نہ ہو، مناسب حد تک آواز نرم اور صاف ہو، جو زیادہ کرخت ہو نہ بالکل ہلکی، انگلیوں کے پورے لمبے اور ہاتھ کی ہتھیلی پہ گوشت ہو بلا ضرورت کم ہنسی اور کم گفتگو جس کی طبع کا میلان صفرا اور سودا کے درمیان ہو جس کی نظر میں خوشی اور سرور ہو جو مال و دولت میں طمع کم رکھے کسی پر اجارہ داری اور حکومت کا ارادہ بھی نہ رکھے نہ جلد باز ہو نہ ایسا سُست کہ سرے سے غافل ہو، شیخ رضی اللہ عنہٗ نے اسی صورت میں کہا ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنے مقام اور رُتبہ میں صاحب کمال میں اسی طرح اپنی پیدائش میں بھی باکمال ہیں بلکہ دنیا کے لوگوں کی نسبت ظاہر و باطن کے لحاظ سے سب سے اکمل تھے۔ پھر عیدروس رحمۃ اللہ نے مصنف کے اس قول (وَأَشْرَفُ الصُّوْرَةِ الجسمانية) یعنی آپ جسمانی صورت میں بھی سب سے زیادہ اور افضل ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو حسن و کمال عطا کیا ہے یہاں تک کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھی آپ ہی کے حُسن سے کچھ حصہ ملا ہے اس مقام پر سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ نے آپ سے پہلے اور نہ ہی آپ کے بعد آپ کی مثل کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مُبارک حُسن کو ہیبت و جلال اور وقار و عظمت سے پردہ دیا ہوا تھا تاکہ ظاہری آنکھیں آپ کا حُسن دیکھنے میں تب و تاب رکھیں اس کے باوجود سیدنا حضرت حسان رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں جب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار و تجلیات کو دیکھا کرتا تھا تو اپنی آنکھوں پر اپنی ہتھیلیاں رکھ لیتا تھا اس خوف سے کہ حضور کی نورانیت کے سامنے میری آنکھوں کا نور چلا نہ جائے یہاں یہ بات بھی ضروری ہے کہ آپ کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا کیونکہ آپ کی نورانیت بے کثافت اور لطیف تھی اللہ اس شخص کو جزائے خیر دے جس نے یہ کہا ہے

دخل العالمون فی ظل الذی ترجمہ: دنیا جہاں اس سائے میں داخل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مَالَہٗ ظلٌ وللاغیارِ یمحو۔ جس کا سایہ نہیں ہے اور وہ غیروں کو مٹا دیتا ہے۔

یہ اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ جمالِ مصطفےٰ کو ہیبت و وقار کا پردہ نہ دیتا تو کوئی شخص دنیوی کمزور آنکھوں سے آپ کی طرف نہ دیکھ سکتا اس مقام پر کسی عارف نے کہا ہے حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ اپنی عقل بشری کے مطابق بہرہ ور ہیں آپ کی حقیقت سے جو کچھ بھی ان پر ظاہر ہوا وہ اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے جس کی وجہ سے وہ آپ کی قدر پہچانیں اور آپ کے حکم کی عزت کریں اور آپ کی حقیقت اگر ان پر مخفی ہے تو یہ اللہ کی ان پر رحمت ہے کیونکہ اگر آپ کی حقیقت ان پر ظاہر ہوتی اور وہ حقوق پر قائم نہ ہوتے تو اظہار حقیقت محمدیہ ان کے لیے بجائے خود ایک فتنہ بن جاتی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت العالمین بنا کر بھیجا ہے آپ کی حقیقت سے جس قدر ظاہر ہے وہ اللہ کی نعمت ہے اور جو پوشیدہ ہے وہ اللہ کی رحمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے کیا خوب کہا گیا ہے۔

واجملُ منکَ لم ترقطُّ عینی ترجمہ: آپ سے بڑھ کر حسین ترین میری آنکھوں
واکملُ منکَ لم تلِدِ النساءُ نے کبھی نہیں دیکھا آپ سے زیادہ کامل
خلقتَ مبرّءً من کل عیبٍ کسی عورت نے جنا ہی نہیں آپ ہر عیب سے
کانّکَ قد خُلقتَ کما تشاءُ پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا آپ اپنی منشا
کے مطابق پیدا ہوئے ہیں۔

شعروں کے مفہوم میں آپ کی صُورت ظاہری کو بیان کیا گیا ہے جہاں تک آپ کی حقیقت کا تعلق ہے اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا جس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فرمایا مجھے اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی مقام پر سیدنا التابعین حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہیں رسول اللہ کے صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے سائے کے سوا کچھ نہ دیکھا یعنی ان کی ظاہریت کے سوا کچھ نہ دیکھا کہا گیا کہ حضرت ابوبکر نے بھی کچھ نہ دیکھا جواب میں اویس قرنی نے کہا کہ ابوبکر نے بھی کچھ نہیں دیکھا۔

marfat.com
Marfat.com

سیدا حمد بدوی رضی اللہ عنہ نے مصنف کے اس قول (وَمَعْدَنِ الْاَسْرَارِ الرَّبَّانِیَّۃِ)
یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلم ربانی اسرار کی کان ہیں۔ کیونکہ آپ بلند و برتر ذات کے اسرار اور اونچی صفات کے انوار کے آئینہ دار ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات حق نے اپنے ان اسرار کے خزائن عنایت کئے ہیں جن کی اظہار تجلی آپ کے سوا کسی پر نہیں ہے حضور پرُ نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے میرے رب نے طرح طرح کے علوم کا وارث بنایا ہے جن میں سے ایک علم کا چھپانا میرے لیے لازم قرار دیا گیا ہے، اور ایک علم میں مجھے اختیار ہے ظاہر کروں یا چھپائے رکھوں اور ایک علم کو خاص و عام تک پہچانے کا مجھے حکم دیا گیا ہے، اس محبوب خدا کا ارشاد جن کے بعض علوم میں سے لوح و قلم کا علم بھی ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے ہزار ہا امتیں پیدا فرمائی ہیں جن کی تخلیق پر لوح و قلم آگاہ نہیں ہیں جب کہ یہ ساری امتیں بھی اپنے سوائے کسی مخلوق کی پیدائش سے باخبر نہیں ہیں، اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور جناب علی کرم اللہ وجہہ اس کا دروازہ ہیں اور جو شخص علم حاصل کرنا چاہے اسے دروازہ ہی سے آنا چاہیئے۔ حافظ سیوطی نے خصائص میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کے سوا جو سورۂ لقمان کے آخر میں مذکور ہیں ہر ایک شے کا علم عطا کیا گیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو آخری عمر شریف میں علوم خمسہ عطا کر دیئے گئے لیکن آپ کو ان کے چھپانے کا حکم دیا گیا، یہ بات اس لیے صحیح ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن اپنے رب کی وہ محامد کروں گا جن کا اس گھڑی تک مجھے علم نہیں ہے، اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنے کا حکم ہے کہ اے میرے محبوب کہو یا اللہ مجھے میدان علم میں ترقی دے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحظہ نہ ختم ہونے والے علوم اور دیگر کمالات میں ہمیشہ برابر ترقی کرتے رہے گے، پھر آپ رضی اللہ عنہ مصنف کے اس قول۔

وَخَزَائِنِ الْعُلُوْمِ الْاِصْطِفَائِیَّۃِ۔ ترجمہ: اور آپ میں انتخاب شدہ علوم کے بے شمار خزانے ہیں۔

پر کہا ہے کہ یہ اس لیے ہے کہ روح محمدی نیابتِ الٰہی کی نمائندہ ہے جس کی یہ شان ہو اس کے علم سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ مخفی نہیں رہ سکتا اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل دنیا کو یوں

marfat.com

Marfat.com

فرمایا کرتے تھے کہ دنیا والو تم دنیوی کاموں کو بہت زیادہ جانتے ہو آپ کا یہ فرمان بشریت کے اعتبار سے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم در باطن ملکوتی اور بظاہر بشریت سے متصف تھے، آپ کے اس رتبہ کا منصب زندگی بخشنا اور مارنا۔ مہربانی فرمانا اور اظہار غضب کرنا خفگی اور خوشنودی کا اظہار فرمانا اور وہ تمام دوسری صفات جو اپنی ذات او رظاہر میں دنیا میں تصرف کرتی ہیں اور اس تصرف کی وجہ ان اوصاف کا آپ سے منسوب ہونا ہے، آپ کا رونا اور بے قراری ہمارے مذکور کلام کے منافی نہیں کیونکہ ایسا ہونا بھی آپ کی ذات و صفات کے بعض متقاضیات میں سے ہے پھر فرمایا کہ کتنا اچھا ہو گا کہ حضور کا یہ ارشاد بھی لکھا جائے کہ بلا تشبیہ و مثال شب معراج میرے رب نے مجھے اولین و آخرین کے علم کا وارث بنا دیا، آلِ نبی نائب رسول حقانی ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ شب معراج حضور علیہ السلام نے اپنا منہ کھولا جس میں علم ازلی کے سمندر سے ایک قطرہ ٹپکا اسی سے آپ نے ماضی اور مستقبل کے علوم جان لیے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مصنف کے اس قول :

وَصَاحِبُ الْقَبْضَةِ الْاَصْلِيَّةِ۔ ترجمہ: اور آپ اصلی گرفت کے مالک ہیں۔

اس میں سرکار کے ایک خاص مقام کا ذکر ہے جسے مقام او ادنیٰ کہا جاتا ہے اور یہ مقام آپ کی ولایت خاصہ ہے اور ایک دوسرا مقام محمدی جسے قاب قوسین کہا جاتا ہے اس میں سرکار کی ولایت عامہ ہے حضور کا فیض اسی ولایت عامہ کے ذریعے انبیا و مرسلین فرشتوں اور اولیا تک ان کے مراتب اور استعداد کے مطابق پہنچتا ہے اسی کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اشارہ کرتا ہے :

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں آپ کی رسالت عامہ مکلفین کے لیے تو ظاہر ہے جب کہ غیر مکلفین کے لیے آپ کی اس حقیقت کے اعتبار سے ہے جو حقائق کی حقیقت ہے اور ہر فضیلت کی اصل ہے۔ بقول بوصیری :

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ترجمہ: سب کے سب رسول اللہ کے دریائے

marfat.com

Marfat.com

مُلتَمِسٌ غُرفًا مِنَ البَحرِ — کرم سے چلّو بھر اور آپ کی جود و عنایت کے
اَو رَشَفًا مِنَ الدِّیَمِ فَاِنَّہٗ — سمندر سے چھینٹے طلب کرتے ہیں آپ بزرگی
شَمسُ فَضلٍ ھُم کَوَاکِبُھَا — کے آفتاب ہیں اور باقی انبیا اس کے سیارے
یُظھِرنَ اَنوَارَھَا لِلنَّاسِ — جو لوگوں کے لیے اندھیروں میں آپ کے
فِی الظُّلَمِ ۔ — انوار روشن کرتے ہیں۔

آپ کی ولایت خاصہ میں کوئی شخص کسی طرح بھی شریک نہیں ہو سکتا اور یہ ولایت او ادنیٰ ہے جس سے آپ کے علاوہ کوئی بھی متصف ہونے کی قدرت نہیں رکھتا حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے میرا ایک حال یا ایک وقت اپنے رب کے ساتھ مشغول ہوتا ہے جس میں کوئی فرشتہ مقرب نہ نبی مرسل میرے ساتھ گنجائش نہیں رکھتا۔ مرشیخ نے کہا جاننا چاہیے کہ مقام قرب جس کا اشارہ آیت او ادنیٰ میں ہے حضور کے ذاتی اعتبار سے شب معراج سے ثابت ہے اور آپ کے علاوہ یہ قرب باعتبار آپ کی روحانیت کے سرکار نے اسی طرف اپنے ارشاد میں یوں اشارہ کیا ہے کہ میں اپنے رب کے پاس رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اسی طرف محمّد البکری الکبیر نے اشارہ کیا ہے :-

وَمَن بِالعَینِ اَبصَرَہٗ — ترجمہ: اور جس نے سرکار کو اپنی آنکھ سے دیکھ
فَعَنہُ قَطُّ لَا یَحتَجِبُ — لیا اس سے حضور کبھی چھپ کر نہیں رہتے۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم یہاں سیدی عبد القادر عیدروس کی کتاب الزہر الباسم سے ولایت خاصہ اور ولایت عامہ کا ذکر کرتے ہیں، شیخ کبیر عارف باللہ محمّد بن احمد بلخی قدس سرہ سے روایت ہے کہ میں نے بلخ سے بغداد کی طرف اپنی بھرپور جوانی میں سفر کیا پہنچنے پر پتہ چلا کہ شیخ اپنے مدرسہ میں نماز عصر ادا کر رہے ہے اور میں پہلی مرتبہ ہی وہاں حاضر ہوا تھا نہ میں نے شیخ کو دیکھا تھا اور نہ شیخ نے مجھے دیکھا تھا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگ ان کو سلام کرنے دوڑے میں بھی آگے بڑھ کر مصافحہ کرنے لگا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہنے لگے اے محمّد اے بلخی میں تجھے یہاں آنے پر خوش آمدید کہتا ہے نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مرتبہ اور نیت اچھی طرح پہچانتا ہے محمّد بن احمد بلخی کہتے ہیں کہ شیخ کا یہ کلام ہر زخم خوردہ کی دوا

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

اور ہر بیمار کی شفا تھا ان کے کلام نے مجھے بے حد متاثر کیا جس سے میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور ڈر کے مارے میرے اوسان خطا ہونے لگے شوق و محبت کی کثرت سے میرا رونگٹا رونگٹا خوش ہو گیا اور میری ذات کو مخلوق سے وحشت ہونے لگی اور میں نے اپنے دل میں ایک چیز کو اترتے ہوئے محسوس کیا جس کی بہتر تعبیر میں نہیں کر سکتا پھر یہ کیفیت قائم رہ کر بڑھتی اور مضبوط ہوتی رہی یہاں تک کہ میں اس کی کیفیت سے مغلوب ہوا پھر ایک گھنی سیاہ اندھیری رات میں میں اپنی راہ پر کھڑا تھا کہ میرے دل پر دو شخص ظاہر ہوئے ایک کے ہاتھ میں پیالہ اور دوسرے کے ہاتھ میں ایک بیش قیمت پوشاک تھی پوشاک والے شخص نے مجھے کہا کہ میں علی بن ابی طالب ہوں اور یہ میرا ساتھی ایک مقرب فرشتہ ہے اور ان کے ہاتھ میں شرابِ محبت کا پیالہ ہے یہ پوشاک جو میرے پاس ہے یہ رضائے مولیٰ کی پوشاکوں میں سے ایک ہے پھر مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے وہ پوشاک مجھے پہنا دی اور جام والے شخص نے شرابِ محبت کا جام پلا دیا اس کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہوگیا جب میں نے شراب محبت کا گھونٹ لیا تو مجھ پر غیبی اسرار اور مقامات اولیاء اللہ کے علاوہ بہت سے عجائب قدرت عیاں ہو گئے میں نے ایک ایسا مقام دیکھا کہ وہاں عقل کے قدم اکھڑ جائیں اور افکار کی قوت بند ہو جائے، اس مقام کی ہیبت سے اولیاء اللہ کی گردنیں جھک جائیں اس کے دیکھنے سے راز داں لوگوں کے اسرار گم گشتہ ہو جائیں اور اہل بصیرت کی آنکھیں حیرت سے پھٹی پھٹی رہ جائیں، اس کے انوار کی چمک سے فرشتوں کے گروہ کروبیا رہ جائیں و مقربین سب کے سب اس مقام کی عزت و تعظیم میں رکوع کرتے ہوئے ظاہر ہوں گے اگر کوئی دیکھنے والا اس مقام کو بنظرِ تحقیق دیکھے تو ہر واصل کا مقام صاحب حال کا حال اور محبوب کا راز اور عارف کا علم ولی کا تصرف ہر مقرب کا استقلال ان سب اشیاء کا اول و آخر کل اور جز اجمال اور تفصیل اسی مقام سے پیدا ہوا اور یہیں سے خارج ہوا اور یہیں قرار پکڑا یہیں سے اپنے کمال کو پہنچا میں اس مقام کے پاس کچھ دیر کھڑا رہا لیکن اسے ایک نظر دیکھنے کی مجھ میں سکت نہ تھی پھر مجھے وہ مقام دیکھنے کی طاقت عنایت کر دی گئی پھر میں وہاں کچھ دیر ٹھہرا لیکن اس مقام سے دور ہو جانے کی مجھ میں طاقت نہ رہی پھر مجھے اس مقام سے ہٹ جانے کی قدرت دی گئی پھر میں کچھ مدت وہاں رکا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ اس مقام

marfat.com
Marfat.com

میں کون ہے پھر کچھ مدت بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس مقام میں کون ہیں اچانک دیکھتا ہوں اس مقام میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے داہنی جانب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم اور حضرت جبریل علیہم السلام ہیں اور آپ کی دوسری جانب حضرت نوح و موسیٰ و عیسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں اور آپ کے سامنے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے ملت قدس اللہ اواحہم حلقہ بنائے کھڑے تھے ان سروں پر پرندے محو پرواز تھے میں سمجھ رہا تھا کہ سب کچھ عظمتِ مصطفیٰ کے لیے ہے صحابہ میں سے جنہیں میں پہچان رہا تھا وہ تھے جناب ابوبکر صدیق جناب عمر جناب عثمان جناب علی جناب حمزہ جناب عباس رضی اللہ عنہم اجمعین اور اولیاء کرام میں سے معروف کرخی، سری سقطی جنید بغدادی، سہل تستری، تاج العارفین ابوالوفا، شیخ سید عبدالقادر، شیخ عدی شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہم تھے۔

صحابہ میں سے حضور کو سب سے زیادہ قریب حضرت ابوبکر تھے جب کہ اولیا میں سے حضور کو اس محفل میں حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر حضور کے قریب تر تھے اور وہاں ایک کہنے والا کہہ رہا ہے جسے میں نے بھی سنا کہ جب مقرب فرشتوں اور انبیائے مرسلین اللہ کے محبوب اولیاء اللہ کو دیدار مصطفیٰ کا اشتیاق ہوتا ہے تو سب اپنے اپنے ارفع اعلیٰ مقامات سے اپنے اس آقا و مولیٰ کے پاس اتر آتے ہیں جسے کوئی اس مقام پر دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا پھر حضور کی زیارت کی برکت سے ان کے انوار دوگنے ہو جاتے ہیں اور سرکار کے مشاہدہ سے ان کے احوال کا تزکیہ و طہارت ہو جاتی ہے اور نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کے درجات مزید بلند ہو جاتے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر ایک فرد رفیق اعلیٰ کی طرف لوٹ کر جاتا ہے شیخ بلخی کہتے ہیں کہ میں نے ہر ایک کو یہ کہتے سنا ہم نے سنا اور اطاعت کی اے ہمارے رب ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اور سب نے تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے پھر مجھ پر بارگاہ اقدس سے ایک ایسی چمک ظاہر ہوئی جس نے مجھے تمام حاضر اور موجود مختلف چیزوں کے درمیان تمیز کرنا سلب کر لیا پھر میں اس حالت میں تین سال تک رہا پھر مجھے معلوم نہیں کہ میں ایک ہموار میدان میں ہوں اور حضور غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے مجھے سینے سے پکڑ رکھا ہے۔ اس وقت ان کا ایک قدم میرے پاس رکھا ہوا تھا اور ایک قدم بغداد شریف میں تھا انہوں

marfat.com
Marfat.com

نے مجھے مختلف اشیاء کے مابین کھوئی ہوئی تمیز لوٹا دی اور میرے ہر کام میں مجھے پوری پوری قدرت دے دی اور کہا کہ اے بلخی مجھے اللہ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ میں تجھے تیری پہلی حالت میں لوٹا کر تجھے اپنے حال کا مالک بنا دوں اور تجھ سے قہر و غضب کو دور کر دوں پھر حضرت غوث اعظم نے مجھے میرے تمام مشاہدات اور احوال کی خبر دی جو شروع سے چلے آرہے تھے نیز اس کی تمام خبریں بتلا دیں حضور غوثِ پاک کی اس قدر روحانی وسعت میرے ہر ایک سانس سے مطلع ہونے پر دلالت کرتی ہے پھر حضور قطب الاقطاب نے مجھے فرمایا کہ میں نے تیرے متعلق حضور جانِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سات مرتبہ سوال کیا تو تجھے یہ مقام دیکھنے کی توفیق ہوئی پھر سات مرتبہ سوال کرنے پر تجھے اس مقام سے دور رہنے کی توفیق ہوئی یونہی سات مرتبہ سوال کرنے پر تجھے یہ اطلاع ہوئی کہ اس مقام میں کیا کچھ ہے اسی طرح سات بار بارگاہِ حضور پر نور میں عرض کرنے پر تجھے منادی کی ندا سنائی دی، میں نے تیرے لیے سرکارِ دو عالم کی بارگاہ میں اکیس مرتبہ درخواست کی تو تجھ پر یہ چمک ظاہر ہوئی اور میں تیرے بارے بارگاہِ مصطفےٰ سے قبل ازیں ستر مرتبہ سوال کر چکا ہوں جس کا نتیجہ میرے سامنے ہے کہ مجھے جامِ محبت پلا دیا گیا اور رضائے مولیٰ کی پوشاک پہنا دی گئی لے بیٹے اب تیرے تمام فوت شدہ فرائض پورے ہو چکے ہیں پھر شیخ رضی اللہ عنہ مصنف کے اس قول والبهجة السنیہ - اور آپ بہترین خصائل والے ہیں پر یعنی حضور علیہ السلام اپنے افعال اور اپنی ذات و صفات میں بے مثال ہیں اور بے مثل کیوں نہ ہوں آپ رحمت اللعالمین ہیں اور آپ کی صفت رحمت بہت بڑی بھلائی ہے ہمارے واجب الاحترام استاذ ابو العباس المرسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام رحمت سے پیدا ہوئے ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت ہیں جب آپ سراپا رحمت ہوئے تو آپ رحمت کی اصل اور سرچشمہ ٹھہرے اور کوئی رحمت آپ کی ذات سے ہٹ کر رحمت نہیں کہلا سکتی ہر مرحوم آپ کی رحمت سے ضرور حصہ حاصل کرتا ہے پھر شیخ رضی اللہ عنہ مصنف کے اس قول :

مَن ایّدہ تحتَ البنیٔون — ترجمہ: وہ کون جن کے جھنڈے تلے سب
تحتَ لِوَائِہٖ فَہُم مِنہُ — انبیا جمع ہوں گے وہ سب انبیا انہی

marfat.com
Marfat.com

وَالیہ - سے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

قول پر فرماتے ہیں سرکار کے وسیلہ سے ان میں سے کوئی شخص بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا کیونکہ حقیقت حضور ہی کی آپ کی اولاد اور خلفاء و نائبین ہیں اور آپ کے کچھ طریقوں کے حاکم ہیں درحقیقت حضور ہی کی ذات آدم اکبر ہے ملأ اعلیٰ میں جناب آدم علیہ السلام نے حضور سے مخاطب ہو کر کہا اے میرے ذاتی بیٹے اور حقیقی باپ اسی معنیٰ کی حقیقت پر سیدی عمر بن الفارض قدس سرہٗ نے حضور علیہ السلام کی زبان سے اپنے اس قول سے تنبیہ کی ہے۔

وَاِنِّیْ اِنْ کُنْتُ ابنَ آدَمَ صورۃً	ترجمہ: اگر ظاہری لحاظ سے میں اولادِ آدم
فَلِیَ فِیہِ مَعنیً شَاھِدٌ	ہوں تاہم میرے اولادِ آدم ہونے میں باپ
بِاُبُوَّتِیْ -	ہونے کی حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے۔

اسی طرح سید سالم شیخان علوی قدس سرہٗ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں فرماتے ہیں۔

فَاِلَی المُرْسَلِینَ اَنْتَ رَسُوْلٌ	ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کے
مِنْکَ حَقًّا عَشْتَہُمُ الاَضْوَاءُ	رسول ہیں آپ کے آفتاب رسالت انہیں
اَنْتَ اَصْلٌ لِکُلِّ اَصْلٍ فَکُلٌّ	نور کی شعاعیں پہنچتی ہیں، آپ ہر اصل کی اصل
عَنْکَ فَرْعٌ وَاِنَّہُمْ آبَاءُ -	ہیں اور ہر ایک نبی آپ کی فرع اور شاخ ہے
	اور بظاہر وہ آپ کے آبا و اجداد ہیں۔

وہاں جناب آدم علیہ السلام (علم الاسماء) کے وارث حضور ہی کی وجہ سے تھے۔ اگر بظاہر حضور علیہ السلام کے علوم کے وارث ہیں۔ علامہ بوصیری نے کیا خوب کہا :-

وَکُلُّ آیٍ اَتَی الرُّسُلُ الکِرَامُ بِھَا	ترجمہ: جتنے معجزات و کمالات انبیاء لے کر
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِہٖ بِھِمِ	آئے ہیں وہ نورانیت مصطفیٰ کی بدولت انہیں
فَاِنَّہٗ شَمْسُ فَضْلٍ ھُمْ کَوَاکِبُھَا	ملے ہیں آپ سرکار بزرگی کے آفتاب ہیں جب
یُظْھِرْنَ اَنْوَارَھَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ	دوسرے انبیاء ستارے ہیں اندھیروں پر
	لوگوں پر اپنے انوار بکھیرتے ہیں۔

شرح بردہ شریف میں علامہ ابن مرزوق فرماتے ہیں جس رسول کو جو معجزہ و کمال بھی پہنچا وہ

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

حضورؐ کے نور کی برکت سے پہنچا اتّصلت من نورہ بھم بوصیری کا کیا ہی اچھا کلام ہے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کی عطا صدا قائم ہے اور اس میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا دراصل یہ الفاظ اس بات کا جواب ہیں کہ بعض اس کے قائل نہیں کہ انبیا آپ کے نور سے کیسے ہوئے اگر ایسا ہی ہو تو پھر آپ کا نور ان پر تقسیم ہو چکا ہوگا اور آپ کے نور میں سے کچھ باقی نہیں رہے اصل بات یہی ہے کہ ہر نبی کا کمال آپ ہی کے نور سے ہے کیونکہ آپ آفتاب نبوت ہیں اور باقی انبیا آفتاب نبوت کے ستارے ہیں جو آفتاب ہی کے نور سے چمکتے ہیں کیونکہ سیارے بذاتِ خود روشن نہیں ہوتے بلکہ آفتاب کی روشنی سے مدد لے کر ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح انبیا علیہم السلام آپ کے ظاہر وجود سے پہلے آپ کی کمال بزرگی نے ظاہر ہوئے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

فَاِنْ جَاءَ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ مُؤَخَّرًا	ترجمہ: اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر سب
لَقَدْ کَانَ قَبْلَ الْاَنْبِیَاءِ مُقَدَّمًا	انبیا کے بعد تشریف لائے بے شک آپ
وَ کَانُوْا لَہُ الْحِجَابُ فِیْ مَوْکِبِ	اپنے ذات تقدم کے اعتبار سے سب نبیوں
الْھُدٰی وَلَا غَرْوَ لِلْحِجَابِ	سے پہلے ہیں، سپاہ ہدایت میں وہ سب
اِنْ تَتَقَدَّمَا اَمَامَ تَنَاءُہٗ	آپ کے لیے پردہ ہیں بطورِ حجاب کوئی
اَلَّذِیْنَ بَعْدَ اعْوِجَاجِھَا	چیز اگر پہلے تھی تو اسے کچھ شہرت نہیں ہوتی
فَمَنْ بَعْدِہٖ مَا اعْوَجَّ	آپ نے دیوارِ دین کی کجی ایسے درست
مَا کَانَ قَوَّمَا۔	فرما دی کہ آپ کے بعد اس درستی میں
	کبھی ٹیڑھاپن واقع نہ ہوگا۔

شیخ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے ساتھ جناب جبریل کی گفتگو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور کی بارگاہ میں جبریل علیہ السلام حاضری پر عرض کرنے لگے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس طرح سلام عرض کرنے کا حکم کیا ہے کہ میں آپ کو یوں کہوں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ	ترجمہ: اے سب سے پہلے آپ پر سلام ہو
عَلَیْکَ یَا آخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ	اے سب سے بعد میں آنے والے آپ پر

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

یَا بَاطِنُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ	سلام ہو اے پوشیدہ حقیقت والے آپ
یَا ظَاہِرُ۔	پر سلام ہو اے ظاہر حقیقت والے آپ پر
	سلام ہو۔

بعینہ اسی طریقہ سے سیدی قطب صفی قشاشی اور ان کے شیخ شناوی قدس سرہٗ نے مدینہ منورہ میں حضورؐ کے روضہ اقدس کی سنہری جالیوں سے لپٹ کر سلام عرض کیا کتاب سلسلہ عیدروسیہ کے بعض اجمالی کلام کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے جسے شیخ نے پہلے ذکر کیا ہے اور ہمارا مدعٰی بھی تفصیل طلب بات کی تفصیل کرنا ہی ہے اس پر حضورؐ کا یہ ارشاد دلیل ہے کُنْتُ نَبِیًّا یعنی میں نبی تھا اللہ سے فیض حاصل کر کے مخلوق کو فیض پہنچایا اور اسی لیے حضورؐ نَبِیًّا کی جگہ انساناً یا موجوداً نہ کہا جائے آپ نے اپنی نبوت انبیاءؑ و مرسلین کے وجود سے پہلے ہونے کی خبر دے دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل و آخر ظاہر و باطن صاحب شریعت اور جو کچھ آپ کی شریعت میں سے کالعدم قرار دیا گیا اس کا ارادہ اللہ نے پہلے کر رکھا تھا اور مشیّت ایزدی میں شریعت کی جتنی بقا مطلوب تھی وہ باقی رہی جس طرح آپؐ کی تشریف آوری سے ثابت ہوتا ہے کہ کچھ احکام تو ضرور منسوخ ہوئے مگر اصول میں کوئی تنسیخ نہ ہوئی انبیاءؑ و مرسلین علیہم السلام اعتقاداً توحید باری میں متحد ہیں لیکن اُمتوں کے اختلاف مزاج و طبع کی وجہ سے شریعتوں میں مختلف ہیں۔ اور اس سے اصول میں کچھ ہرج واقع نہیں ہوتا اور حضورؐ پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور آخری زمانہ میں رُوح و جسم سے اس لیے ہوا کہ اگر آپؐ کا جسم شریف پیدائش آدمؑ کے وقت موجود ہوتے تو آپ کو شریعت کے تحت ہونا پڑتا اور دوسری بات یہ لازم آتی کہ کوئی نبی اور رسول نہ بھیجا جاتا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے رُوح کو مقدم فرما دیا اور بدن مبارک کو مؤخر دے کر انبیاءؑ و مرسلین کو حکمت اللہ کے اظہار کے لیے مخصوص اقوام کی طرف بھیجا گیا۔ان کی رسالت عام نہ ہو سکی کیونکہ وہ سب انبیاءؑ و مرسلین حضور علیہ السلام کے نائب بن کر تشریف لائے اسی لیے عیسٰی

لہ کیونکہ آپ کے اظہار جسمانی سے تکمیل رسالت ہو جاتی جو اصل منشأ ایزدی تھا لہٰذا کسی اور نبی اور رسول کی ضرورت نہ رہتی۔۔ مترجم۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

علیہ السلام اپنے نزول سے لے کر آخری وقت تک حضور ہی کی شریعت کے مطابق فیصلہ فرماتے رہیں گے اور ظاہری طور پر بھی حضور علیہ السلام ہی کی برکت کی تاکید فرمائیں گے لیکن عیسیٰ علیہ السلام بھی حسی طور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے مقدم نہیں ہوتے، جو نبی جس شریعت سے بھی منسوب ہوا وہ شریعت درحقیقت سرکار کی ہی شریعت تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ۔ ترجمہ: جنہیں اللہ نے ہدایت دے رکھی ہے آپ انہیں کی ہدایت کی اقتدا کریں۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں حضور کو ہدایت انبیا کی اقتدا کے متعلق کہا گیا ہے۔ اقتدائے انبیا کے متعلق نہیں کیا گیا کیونکہ ہدایت انبیا تو من جانب اللہ ہی ہوتی ہے اور یہ درحقیقت شریعت مصطفےٰ ہے مطلب یہ ہوا کہ اے محبوب اپنی اس شریعت کو مضبوط کیجیے جو آپ کے نائبین انبیاؤ مرسلین آپ کی ظاہری تشریف آوری سے پہلے لا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیمی کی اتباع کیجیے اس میں بھی حضور علیہ السلام اتباع دین کے لیے مامور ہیں اور دین کی اصل بھی من جانب اللہ ہے اس میں حضور کو اللہ کے دین کے استحکام کی ہی تاکید فرمائی گئی ہے کہ کسی نبی کی اتباع۔ پھر شیخ اسی کلام پر تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان :۔

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ ترجمہ: تاکہ وہ تمام جہانوں کو ڈرسنائیں

اور صحیح بخاری میں سرکار کا یہ ارشاد کہ میں تمام مخلوق کا رسول بن کر آیا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہونے کی صلاحیت عطا فرمادی تھی وہ مخلوق حیوانات ہو خواہ نباتات وجمادات مذکورہ آیت اور حدیث بخاری کو اپنے ظاہری اجرا میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور یہاں اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تمام مخلوق کتاب وسنت کے ظاہر پر اس اعتبار سے دلالت کرتی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور سب کچھ جانتے ہیں بے خطا قوتِ ارادی کے مالک ہیں آپ کو اللہ نے بے پناہ قدرت دی ہے اور آپ کا بولنا درحقیقت وحی خدا کی ترجمانی ہوا کرتا تھا۔ اگرچہ مخلوق کی زندگی ادراکات اور دیگر کمالات کے مراتب مختلف ہیں تو پھر یہ صحیح ہو گا کہ مخلوق کا ہر فرد اپنے ماحول

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

طور طریقہ اور رتبہ کمال کے لحاظ سے مکلف ہو تو انسان بھی بالاتفاق مکلف ہے انسانی افراد کا مکلف ہونا بھی ان کے اختلاف احوال کے لحاظ سے ہے بسط و کشادیا اختیار و اضطرار سے تو بعض صورتوں میں حضرت انسان کے لیے ممنوع اشیاء بھی درجہ جواز میں ہو جاتی ہیں۔ اور اسی پر باقی چھوٹے بڑے احکام قیاس کر لینے چاہییں کہ کسی حکم میں قطع و برید نہ ہونے پائے نیز تسبیح کے دندانوں کی بندش تمام اشیاء کے کثرت تسبیح کرنے پر دلالت کرتی ہے تو جو شخص اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کر گیا اسے اللہ تعالیٰ اپنے عدل و انصاف سے پوری پوری جزا دے گا اور بہت سے لوگوں کو معاف فرما دے گا، اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے اس قول وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ یعنی دنیا بھر کی چیزیں اسی کی تعریف میں تسبیح کرتی ہیں کے تحت فتوحات مکیہ میں شیخ محی الدین کا قول بطور دلیل ذکر کیا گیا ہے کہ خلاصۃً ارشاد رب العزت کا مفہوم یوں ہے کہ اس تسبیح سے مراد زبان حال کی تسبیح نہیں جس طرح کہ بغیر کشف اہل نظر کہتے ہیں بلکہ اس تسبیح سے مراد زبان قال ہی کی تسبیح ہے تو تمام کائنات عالم اپنے اللہ کے حضور عبادت میں ہمہ تن مصروف ہے اس معاملہ میں سیدی محی الدین نے کافی کلام فرمایا ہے پھر بطور تنبیہ کہا ہے کہ کہا جاتا ہے عیسیٰ علیہ السلام سب نبیوں سے بڑھ کر زاہد تھے، ایسے ہوتا رہتا ہے کہ کوئی خصلت مفضول میں تو پائی جائے لیکن اصل صاحب فضیلت میں نہ ہو، بعض اہل تحقیق کے نزدیک اس مسئلہ میں یوں بحث کی گئی ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضور علیہ السلام سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے بھی زیادہ زاہد ہیں اس لیے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر دنیا اپنی مکمل آرائش و زیبائش اور جمیع اطراف سے پیش کی گئی اور آپ حضور نے اس کی طرف کچھ دھیان نہ کیا آپکی آنکھوں نے دنیا کی رنگینیوں میں راحت محسوس کی اور نہ ہی مناظر دنیا آپ کے لیے خوش منظر ثابت ہو سکے، یہاں تک کہ بعض محققین نے آپ کی ذات پر زہد کا اطلاق ممنوع قرار دیا ہے اس لیے کہ آپکی نگاہ میں دنیا بے قیمت اور بے وقعت تھی آپ کو زہد کی چنداں ضرورت ہی نہ تھی۔ کتاب شفاء وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام حاضر بارگاہ رسالت ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے جبریل علیہ السلام میرے محبوب سے دریافت کرو کہ کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ ہم آپ کے لیے دنیا بھر کے پہاڑ سونا بنا دیں اور وہ پہاڑ آپ کے ساتھ ساتھ چلیں آپ جہاں بھی تشریف لے

marfat.com
Marfat.com

جائیں، جبریل کی گفتگو سُن کر حضور علیہ السلام نے لمحہ بھر سوچ کر جواب دیا کہ اے جبریل میرے سامنے دنیا کی حقیقت کیا ہے دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو اور مال دنیا اس کا مال ہے جس کی کچھ مالیت نہ ہو اور مال دنیا ہمیشہ بے عقل شخص جمع کرتا ہے آپ کا یہ جواب سُن کر جبریل بے حد مطمئن ہوئے اور حضور کے لیے یہ دعائیہ کلمے کہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سچی اور پکی بات پر ثابت قدم رکھے جناب جبریل اور حضور کا مکالمہ بروایت دیگر اس طرح ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہنے کا ارادہ کرتا ہوں تاکہ صبر کرنے کا عادی رہوں اور ایک وقت پیٹ بھر کر کھاتا ہوں تاکہ شکر نعمت بجا لاؤں بہرحال بنیادی طور فقر و فاقہ اور بے نیازی کو پسند کرتا ہوں فاقہ اور شکم سیری یہ دونوں صورتیں حضور علیہ السلام کے لیے بامر مجبوری نہ تھیں بلکہ اختیاری تھیں اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال کے مظہر جلال و جمال کے سرچشمہ تھے یعنی یہ صفات آپ کی عادت میں داخل تھیں حادثی اور عارضی نہ تھیں۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اُمید و خوف کے درمیان رہی اور یہی مقام رضا کا تقاضہ ہے جہاں تک جناب عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق ہے آپ پر ہمیشہ خوف غالب رہا اسی لیے عیسیٰ علیہ السلام بسا اوقات حلال منفعتوں سے روکا کرتے تھے۔ نیز آپ ایسے لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے جو مال و جاہ والے لوگوں کی قید و بند میں گرفتار خیال تھے جب ان لوگوں میں کمال زہد ظاہر ہوا تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی بنا بریں ان میں رہبانیت[1] بھی ظاہر ہوئی لیکن انہوں نے آغاز کار تو کر دیا تاہم اس پر ثابت قدم نہ رہے اور ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو عام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے اور آپ رحمت اللعالمین آپ کو اللہ نے حکم دیا کہ آپ مخلوق سے کہیں اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو تمہیں اللہ تعالیٰ دوست بنا لے گا، اس میں سرکار نے ایسا جامع طریقہ اور وسیع مسلک اختیار فرمایا ہے کہ آپ کی اتباع کرنے میں تمام مخلوق کی گنجائش ہے ہر چھوٹا بڑا ضعیف و توانا مالدار و بے مایہ غنی و فقیر، بادشاہ و وزیر آپ کے

---

[1] رہبانیت دنیا سے مکمل قطع تعلق کر لینا اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (مترجم)

marfat.com
Marfat.com

داخل اتباع ہیں، حضورؐ نے ملتِ اسلامیہ کی آسانی اور اسے مکمل طور اپنی اتباع میں داخل کرنے کے لیے کبھی سادہ کھجوریں اور جو تناول فرمائے اور کبھی تازہ کھجوریں اور تازہ گوشت کھایا، کبھی کبھی عمدہ اور قیمتی لباس زیب تن فرمایا اور کبھی پھٹی پرانی لیکن پاک اور صاف ستھری عبا پہنی کئی بار آپ قالین والے تخت پر بیٹھے اور کچھ مرتبہ مٹی پر بچھی چٹائی پر جلوہ افروز ہوئے ایک بار ٹوپی اور عمامہ (پگڑی) ایک ساتھ پہنے اور ایک مرتبہ صرف ٹوپی پر اکتفا کیا کبھی آپ اونٹ اور گھوڑے کی سواری پسند فرماتے تو کبھی آپ خچر اور گدھے پر سوار ہوتے اور بسا اوقات دوسرے شخص کے پیچھے بیٹھ کر سفر فرماتے کبھی تنہا چلتے اور کبھی جماعت کے ساتھ سفر فرماتے، کبھی کبھی حضورؐ پابندی سے روزے رکھتے گمان ہوتا کہ آپ کبھی روزہ ترک نہیں کرتے اور کبھی عام حالات میں روزہ نہ رکھتے معلوم ہوتا کہ رمضان علاوہ آپ نے کبھی روزہ رکھا ہی نہیں، اور یونہی آپ راتوں کو نماز پڑھتے رہتے یقین ہوتا کہ آپ سوتے ہی نہیں اور کبھی آپ اس قدر سوتے کہ گمان ہونے لگتا کہ آپ نماز کب پڑھتے ہوں گے لیکن آپ نے پوری رات کبھی بیداری نہ کی اور اکثر و بیشتر آپ نماز تہجد سے سو جایا کرتے تھے اور اسے دن چڑھے ادا فرما لیا کرتے اور کبھی شاہانہ بے نیازی اور اللہ کے دین سے عطا فرماتے اور کبھی آپ فقر ظاہر کرنے کے لیے کسی نہ کسی یہودی کے مقروض ہوتے اس سے مخلوق پر آپ کی تواضع پر عیاں ہوتی ہے یہ سب کچھ آپ کی شریعت کو آسان بنانے کے لیے اور آپ کی راہ کو نرم بنانے کے لیے تھا آپ کی راہ میں کوئی کجی ہے نہ نقصان آپ کے مذکورہ عمل سے جس طرح عبادت میں شدت ممنوع معلوم ہوتی ہے اسی طرح سستی اور غفلت بھی ممنوع ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اَمَّا اَنَا فَاَقُوْمُ وَ اَنَامُ	ترجمہ:۔ بہر حال میں سوتا بھی ہوں اور راتوں
وَاَصُوْمُ وَ اُفْطِرُ	کو قیام عبادت بھی کرتا ہوں اور روزہ رکھتا بھی ہوں اور روزہ چھوڑتا بھی ہوں۔

مذکورہ کلام کے بعد شیخ رضی اللہ عنہ نے ایک لطیف بات ذکر کی ہے جو ذیل میں درج ہے اس بات پر اطلاع پانا بہت اہم اور ضروری ہے، سیدی قطب شعرانی سیدی علی الخواص سے نقل کرتے ہوئے الدرر الغواص میں کہا کہ اپنی ذات اور ذات حق کے درمیان کسی نبی یا غیر نبی کو

marfat.com
Marfat.com

واسطہ نہ بنائیے، میں نے آپ سے عرض کیا کسی نبی کا واسطہ کیسے نہ بنایا جائے تو آپ نے جواب میں فرمایا چونکہ رسول بندے اور اس کے رب کے درمیان دعوت الی اللہ کا واسطہ تو ہوتا ہے لیکن بندے کی ذات کا واسطہ نہیں ہوتا، جب بندوں میں ایمان واقع ہو چکے اور یہی مراد الیہ بھی ہے تو اسی وقت بندے کے دل سے واسطہ اٹھ جاتا ہے اور حق تعالیٰ بندے کی ذات اور اس کے رسول سے بھی زیادہ قریب ہوتا ہے اور بندے پر رسول کے اضافی حکم کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا، مثلاً بندے کے لیے امور تشریعیہ میں اتباع رسول لازمی ہوتی ہے بحالت سجدہ بوقت مناجات رسول کی ذات امت سے الگ رہتی ہے اس میں اللہ کے حق کی بقا ہے اور پھر رسول بخوبی واقف ہوتا ہے کہ امور تشریعہ کا مقصد تبلیغ سے حاصل ہو چکا جس طرح کہ اس رسول کو اس تبلیغ کا اجر حاصل ہو بھی جاتا ہے حضور علیہ السلام کے اس قول۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ	ترجمہ: جس نے طریقہ ایجاد کیا اس کے
اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ یَّعْمَلُ	لیے اس ایجاد کے ثواب کے علاوہ جو
بِهَا اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔	بھی اسے عمل میں لائے گا موجد کو قیامت
(الحدیث)	تک اجر و ثواب پہنچتا رہے گا۔

کا اشارہ بھی اسی طرف ہے، پھر فرمایا کہ اے بھائی اللہ کی غیرت کا جو احوال بندگان سے متعلق ہے پر غور کر جو اللہ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتے ہوئے ظاہر فرمائی۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ	ترجمہ: اور اے محبوب آپ سے جب میرے
فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ	متعلق میرے بندے سوال کریں تو میں
الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ[1]۔	قریب ہوں اور دعا کرنے والے کی
	دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے

اس فرمان کی روشنی میں حق تعالیٰ نے ہمیں بتلا دیا کہ ہمیں ہماری جان اور ہمارے اس رسول سے بھی زیادہ قریب ہے جسے اس نے ہماری ہر منزل کے لیے واسطہ بنایا باوجودیکہ حق سبحانہ نے حضور

---

[1] پارہ ۲ سورۃ بقرہ آیت ۱۸۶

marfat.com

Marfat.com

پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں قدرتی مبالغہ کیا قریب تھا کہ آپ کی وصف کمال میں کثرت کی تصریح ہو جاتی، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ [1]

ترجمہ: جس نے اللہ کے محبوب رسول کریم علیہ السلام کی فرمانبرداری کرلی پھر بے شک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔

اور اللہ تعالیٰ کا ایک دوسرا ارشاد یوں ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ [2]

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے آپ سے بیعت کرلی سوائے اس کے نہیں کہ انھوں نے اللہ سے بیعت کی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یوں بھی فرمایا کہ کسی کام میں کچھ بھی آپ کے بس میں نہیں ہے یہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تمام مخلوق سے مستثنیٰ قرار دے دیا اور یہ کہہ کر آپ کو سب سے الگ کر لیا،، علامہ ابن ذکری نے شرح مشیشیہ میں لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مختصر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو دنیا بھر کی اشیا میں سے کوئی چیز بھی خوفزدہ نہیں کر سکتی یہ وہ کلام ہے جس کی تحقیق ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے استغنا پر کی ہے اور اس سے کسی کو فرار اور انکار نہیں ہو سکتا شیخ محقق سیدی عبدالرزاق عثمانی قدس سرہٗ کے کلام اس کا تفصیلی بیان ذکر کیا جا چکا ہے، اور یہ ہیں ہمارے شیخ اور سردار ابو العباس مرسی جن کی قطبیت میں ذرہ برابر شک نہیں ہے ان کی قطبیت کا مشاہدہ شیخ ابوالحسن شاذلی وغیرہ نے بہت دفعہ کیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اگر حضور علیہ السلام ایک لحہ کے لیے اوجھل ہو جائیں تو اس گھڑی میں اپنے آپ کو مسلمانوں سے شمار نہیں کرتا میرا ایک سے زیادہ مرتبہ کا مشاہدہ ہے کہ ہر جس شخص کو اس خارجی دنیا میں رحمت حاصل ہوتی ہے تو اس شخص کی ذات سے دنیا و آخرت ظاہر و باطن علوم و معارف غرضیکہ طاعت و بندگی کے رزق کی قسم کے چشمے نکلنے لگتے ہیں اور سب

---

[1] پ ۵ سورۂ نساءٗ آیت ۸۰ [2] پ ۲۶ سورہ فتح آیت ۹

marfat.com

Marfat.com

پھر آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے آپ کے سامنے ہوتا اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم تو اہل جنت کے درمیان جنت تقسیم فرمانے والے ہیں اسی لیے صوفیاً نے مفاتیح الخزائن کی عطا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے بعض علماً نے مفاتیح الخزائن کو اجناس دنیا کے خزائن سے تعبیر کیا ہے کہ اہل دنیا کے لیے وہ خزانہ اتنا ہی نکلتا جتنا وہ طلب کر چکے ہوتے ہیں جب کوئی باکمال شخص اس دنیا میں ظاہر ہوتا ہے تو اسے ہمارے آقا و مولیٰ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کسب کمال کی چابیاں اپنے مبارک ہاتھوں سے عنایت کرتے ہیں اور دنیا بھر کے خزانے سرکار دو عالم کے سامنے ہی برآمد ہوتے اور یہی نیابتِ الٰہی اور خلافتِ اللہ کی حقیقت ہے۔

یہ کلام ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ کے واسطہ کے بغیر حضور و شہود کی کسی میں تب و تاب نہیں کیونکہ آپ کی ذات ہی حق نمائی کا سب سے بڑا آئینہ اور مینارِ نور ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اقوالِ زریں، افعالِ حسین، احوالِ بہین دلالت علی اللہ اور معرفتِ حق جس کی کوئی انتہا نہیں پر متحرک رہتے ہیں جب تک کوئی مردِ کامل معرفتِ حق میں ترقی حاصل کرتا رہتا ہے وہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے کرم سے چلو بھر تا رہتا ہے اور ہر شخص یہاں تک کہ انبیاً مرسلین بھی آپ ہی سے مدد حاصل کرتے ہیں :-

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ	ترجمہ: اور سب کے سب آپ ہی کے ابرِ کرم
مُلْتَمِسٌ غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ	کے چھینٹے اور آپ کے دریائے رحمت سے
اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ	ایک دو گھونٹ لینے کی درخواست کرتے ہیں

بالآخر صاحبِ فنا شیخ کو آپ حضور کے واسطہ کا شعور باقی نہیں جب وہ ذاتِ حق میں فنا ہو رہا ہو کیونکہ وہ جس شے میں فنا ہو رہا ہوتا ہے اس سے وہ مخفی رہتی ہے تو نفی صرف شعور کی ہوئی، جہاں تک مدد طلب کرنے اور بسط و کشاد پر کامل توجہ حاصل کرنے کا تعلق ہے یہ سب کچھ حضور کے سامنے ہوتا ہے یہ بات نفس الامر میں صاحبِ فنا شخص کے حال سے ثابت ہے جب صاحبِ فنا کو حالتِ فنا سے افاقہ ہو جاتا ہے تو وہ واسطہ مصطفےٰ کا اقرار کرتا ہے اس کی دلیل ذکر ہو چکی ہے کہ تمام خزائن آپ کے سامنے برآمد ہوتے ہیں بہت سے آئمہ طریقت جن کی باقاعدہ اقتدا کی جاتی ہے فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام پر درود و سلام پڑھنے میں ظفریاب ہونے کا اصل راز ہے بے شک یہ درود

www.muhammadilah.net

marfat.com

Marfat.com

سلام ذکر الٰہی میں سے ہے، ذات حق جلّ شانہٗ بندے کو اس کی ذات اور اس کے رسول سے بھی زیادہ قریب اس کلام کے نہ کوئی منافی ہے نہ اس میں کسی طرح کا اشکال ہے لیکن بندہ بعد ثبوت ایمان معرفت کے توصل کے لیے نہ حضور کے خلفا سے بے نیاز ہو سکتا ہے نہ آپ کے واسطوں جیسے ہدایت دینے والے مشائخ سے منحرف ہو سکتا ہے ہاں جب کسی خوش نصیب معرفت کا وصول تام ہو جائے باقی وسائط سے وہ ضرور مستغنی ہو جائے گا مگر سرکار کی ذات سے کسی طور پر بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

کسی شخص نے ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ سے پوچھا کہ آپ کا شیخ کون ہے تو آپ نے کہا پہلے میں اپنی نسبت شیخ عبدالسلام بن مشیش سے کیا کرتا تھا مگر اب میں اپنے آپ کو کسی سے منسوب نہیں کرتا بلکہ دس سمندروں میں شناوری کرتے ہوئے اپنی کی طرف جا رہا ہوں، ان میں سے پانچ تو اولادِ آدم یعنی انسانی ہیں مثلاً حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور پانچ رُوحانی حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت عزرائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور روح۔ اس پر تفصیلی گفتگو کلام خواجہ اویس قرنی میں گزر چکی ہے۔

شیخ ابوالحسن شاذلی کا کلام ہے کہ بے شک خلفائے راشدین جس طرح معرفتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم متفاوت اور الگ الگ درجہ رکھتے ہیں اسی طرح وہ معرفت ذاتِ کبریا میں بھی علیحدہ علیحدہ مقام رکھتے ہیں، شاید سیدی علی الخواص کے کلام کا مقصد اس امر پر تنبیہہ کرنا ہے کہ شاید حضور کے شہود میں فقط واسطہ کو اصل مقصد سمجھ کر وہیں نہ رک جائے، اور اصلی مقصود تک رسائی حاصل نہ کر پائے اور یہ بات کم فہم اور قاصر العقل شخص میں ہی وقوع پذیر ہو سکتی ہے کیونکہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و اقوال و افعال تو ذاتِ الٰہی کی نشان دہی کرتے ہیں صرف دال کی ذات پر رک جانا پرلے درجہ کی کم عقلی ہے درحقیقت ایسا شاید سرے سے راہنما کی راہنمائی سے ہی بے خبر اور جاہل رہا اور اس نے ایسی صورت کو عجیب نہ جانا دراصل جہالت بے شمار مصیبتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔

ایک بزرگ سے روایت ہے کہ ایک مرید ان کی اقتدا اور محبت میں سچا اور پُرخلوص تھا اور محبت شیخ میں درجہ کمال کو پہنچ کر یہیں رُک گیا یہ رکاوٹ اس کے لیے حجاب بن گئی ایک دن وہ مُرید اپنے شیخ کے ساتھ ایک چھت پر چڑھا شیخ نے بطور ابتلاء و آزمائش اسے چھت کی بلندی پر سے

marfat.com

Marfat.com

گر جاتے کو کہا وہ مُرید اپنے شیخ سے لپٹ لپٹ کر پناہ لینے لگا جب کہ شیخ اسے پیچھے دھکیل رہا تھا ایسے میں دوسرے لوگوں نے پکڑ کر مرید کو نیچے پھینک دیا جب ہوا میں اتر رہا تھا تو شیخ سے اس کی اُمید منقطع ہوگئی اور اسے اصل منزل کا راز کھل کر سامنے آگیا، کہ واسطہ پر رُک جانا حماقت ہے اصل مُراد توجہ الی اللہ ہے جس پر مرد فقیر اپنی سعی جاری رکھتا ہے بہت سے مُرید صُحبت مشائخ میں جانب مولیٰ سے غافل ہوکر نفع ونقصان پر غور کر کے غلطی کر رہے ہوتے ہیں اور پھر اپنے ارادے کی تکمیل میں بھی ناکام ونامراد رہ جاتے ہیں بالآخر ایسی حالت سے مکمل پرہیز لازمی ہے جس میں واسطہ شہود کو اصل مقصد بنا لیا جائے ایسی حالت خالی از خطا نہیں، یقین جانیں اگر اللہ کے محبُوب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اللہ کی پہچان نہ کرواتے تو ہم کبھی اسے نہ پہچان سکتے بمطابق فرمان خداوندی :-

وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ[1] — ترجمہ: یعنی ہم ہدایت پانے والے نہ تھے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت مرحمت نہ فرماتا اے اللہ واقعی اگر تو ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت یافتہ نہ ہوتے۔

شیخ عیدروس رضی اللہ عنہٗ مذکورہ کلام کے بعد جو ہم نے یہاں نقل کی ہے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں نیز ابوالحسن شاذلی قدس سرّہٗ کا قول بھی ہماری تائید میں ہے کہ میں ایک رات یہ آیت پڑ

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا[2] — ترجمہ: اے مخاطب جاہل لوگوں کے پیچھے نہ جائیے وہ آپ کو اللہ سے کچھ بھی بے نیاز نہ کرسکیں گے۔

پڑھ رہا تھا میں نے دیکھا کہ خود حضور علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ صاحب علم بھی ہوں اور میں تجھے اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کرسکتا، حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ[3] ترجمہ: یعنی اپنے قریبیوں کو ڈر سناؤ۔

---

[1] پ ۸ سورۃ اعراف آیت ۴۳ [3] پ ۱۹ سورہ شعراء آیت ۲۱۴

[2] پ ۲۵ سورۃ جاثیہ آیت ۱۸ – ۱۷

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

توحضور علیہ السلام نے قبیلہ قریش کو طلب کیا آپ کے بلانے پر عوام و خواص سب حاضر ہو گئے آپ نے فرمایا کہ لوگو اپنے آپ کو آتشِ دوزخ سے بچالو اور یہاں تک فرما دیا کہ اے فاطمہ بنت محمد صلے اللہ علیہ وسلم، اے صفیہ بنت عبد المطلب اے اولاد عبد المطلب میں اللہ سے تمہارے لیے کچھ مقتدر نہیں ہوں سوا اس کے کہ صلہ رحمی قائم رکھوں گا۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے شیخان[1] نے نقل کیا وہ کہتے کہ میں نے حضور کو آہستہ یا مخفی نہیں بلکہ واشگاف الفاظ میں بلند آواز سے فرماتے ہوئے سُنا بنو فلاں کی اولاد سے میری قرابتداری نہیں بلکہ ان کا میرے ساتھ رحم کا رشتہ ہے اس کی صلہ رحمی بدستور کرتا رہوں گا درحقیقت میری قرابت اللہ جل مجدہٗ اور صالح پرہیزاہل ایمان سے ہے۔

امام بخاری نے ادب المفرد میں نقل کیا کہ حضور نے فرمایا قیامت کے دن میری قرابت والے لوگ صرف اہل تقویٰ ہوں گے اگرچہ اس دن ایک سے دوسرا نسب زیادہ قریب ہو گا لوگ اس دن کیا اپنے اعمال نہ لائیں گے۔ تم لوگ دنیا کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر میرے پاس لاوگے اور تم ملتجیانہ کہو گے یا محمد تو میں اس طرح کہوں گا یہ اور حضور یہ بیان فرماتے ہوئے اپنی گردن کو دونوں طرف پھیر رہے تھے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب :۔

اگر تو کہے کہ سابقہ مذکورہ احادیث قرابتِ مصطفےٰ کے فضائل والی احادیث کی نفی کرتی ہیں۔ تو میں کہوں گا احادیث کی دونوں اقسام میں کچھ منافات نہیں ہے جس طرح محب طبری اور دیگر علماء رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ آں حضور کسی کے نفع نقصان کے کچھ مالک نہیں لیکن ذات حق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اقارب کے نفع کا مالک بنایا ہے بلکہ تمام اُمّت کے نفع کا مالک بنایا ہے کیونکہ آپ سب کی عام اور خاص شفاعت فرمائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شئے کے مالک نہیں مگر جس چیز کا مالک انہیں ان کا مولیٰ بنا دے اس بات پر آپ کے اس قول کا اشارہ موجود ہے سوائے اس کے کہ تمہیں مجھ سے رحم کی قرابت سوا سے میں برابر ملاتا رہوں گا اور آپ اس

---

[1] بخاری و مسلم۔

www.muhammadilan.net

marfat.com

Marfat.com

قول "لَا اَمْلِکُ لَکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا" کا بھی یہی معنی ہے کہ جو اللہ نے مجھے اکرام و اعزاز دیا ہے مثلاً گنہگاروں کی شفاعت اور ان کے لیئے بخشش طلب کرنا کے علاوہ میں اپنی ذات میں تمہارے نفع و نقصان کا کچھ مالک نہیں ہوں، درحقیقت آپ نے قریش وغیرہم کو اس طرح مخاطب کیا اس لیے کہ وہ مقام خوف کی رعایت کرنے لگیں اور انہیں عمل صالح کا اشتیاق ہو نیز خشیتِ ایزدی میں تمام لوگوں سے بڑھ کر حریص ہوں، پھر صلہ رحمی کا اشارہ دے کر آپ نے انہیں طمانیت قلب بخشی یہ بھی کہا گیا ہے کہ سابقہ فرامینِ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے ان اختیارات کے علم سے پہلے تھے کہ آپ کی طرف لوگوں کا نفع منسوب ہوگا اور آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے انہیں بغیر حساب جنت میں داخل فرمائیں اور بعد میں آنے والوں کے درجات بلند فرمائیں گے اور بہت سی قوموں کو دوزخ سے نکالیں گے۔

جب بعض لوگوں پر جمع بین الحدیثین کا طریقہ مخفی و مستور رہا تو انہوں نے کل نسب و سبب والی حدیث سے مراد یہ لے لیا کہ حضور علیہ السلام کی اُمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی نسبت کرتی ہے جب کہ سابقین اُمتیں اپنی نسبت اپنے انبیا کی طرف نہیں کرتیں حالانکہ یہ بعید ہے اس کی توجیہہ شیخ الاسلام نووی رحمہ اللہ الروضہ میں کی اور جو کچھ یہاں وارد ہوگا ہم عنقریب اس کا ذکر حضرت عمرؓ کی روایت سے بالاسناد کر دیں گے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنابہ ام کلثوم کے ساتھ عقد مسنونہ کی شدت سے خواہش کیا کرتے تھے، اس کی تصدیق حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم نے بھی کر دی تھی جس قائل نے اُمت اور نبی کی نسبت کے حوالے سے ذکر کیا وہ ایسی احادیث پر اطلاع نہ رکھتا تھا نیز سُسرال اور رشتہ داری اور خاندانی قرابت کا ذکر بھی وارد کیا جس طرح عنقریب آئے گا جب حضور علیہ السلام سے یہ کہا گیا کہ بے شک آپ کی قرابت نفع مند نہیں ہے تو آپ غضبناک ہوئے جس طرح حدیث بخاری میں آیا ہے تمام سابقہ اُمتوں کی اپنے انبیاؑ کی طرف نسبت کا یہ تقاضہ ہوگا کہ ان میں سے بارگاہِ حق میں جناب نوح علیہ السلام حاضر ہونگے ذاتِ مولیٰ فرمائے گی کہ کیا آپ نے لوگوں کو میرا پیغام پہنچایا تو آپ عرض کریں گے ہاں یارب پھر اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کی اُمت سے فرمائے گا کہ کیا تمہیں تبلیغ ہوئی آخر حدیث تک اس

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

کے علاوہ بعض دوسری احادیث بھی آئی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ حضور علیہ السلام کی حدیث میں سے آپ کے اس قول

اِنَّ اولیائی منکم المتقون۔ ترجمہ: یعنی میری قرابت والے تم میں بعض پرہیزگار لوگ ہیں۔

اور آپ کے اس قول :-

اِنَّ وَلِیَ اللهُ وَصَالِحُوا المُؤمِنِینَ۔ ترجمہ: یعنی بے شک میرا قریبی میرا اللہ اور اہل ایمان پرہیزگار لوگ ہیں۔

سے استفادہ کیا جاسکتا ہے کہ بے شک آپ کی قرابت اور رشتہ داری اور آپ کا اپنے خاندان کے گنہگاروں کے لیے شفاعت فرمانا یہ ایک حقیقت ہے اور ان کی نفی بھی نہیں ہے مگر یہ نفی اس وقت ضرور ہوگی کہ جب آپ کے رشتہ دار لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی معصیت اور نافرمانی کریں اور آپ سے قرابت جیسی نعمت کی ناشکری کریں اور ایسے ایسے اعمال کریں جن سے حضور علیہ السلام کو اس وقت مایوسی ہو جب وہ عمل آپ کے سامنے لائے جائیں گے میدان قیامت میں آپ کی قرابت والے لوگوں سے ایک شخص آپ کے سامنے لایا جائے گا جو آپ کو ملتجیانہ عرض کرے گا (یا محمد) صلے اللہ علیہ وسلم جس طرح کہ پہلی حدیث میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ اتنی ازمائش اور رسوائی کافی ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک باقی آپ کے اہل قرابت بھی اس کے ساتھ مل کر اللہ اور رسول علیہ السلام سے التجائیں کرنے لگیں گے بالاخر اگرچہ انہیں معافی اور جنت کا داخلہ تو مل جائے گا مگر آپ کے قرابت لوگوں کو چاہیئے کہ وہ آیت تطہیر کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور علیہ السلام کے مبارک طریقہ پہ چلیں اور اعتقاد و عمل عبادت و زہد و تقویٰ وغیرہ میں آپ کی سنت پہ اللہ کے ارشاد اِنَّ اکرمکم الخ پر غور کرتے ہوئے عمل کریں اور حضور علیہ السلام کے اس قول کو پیش نظر رکھیں۔

قد سُئل اَیُّ النَّاسِ اکرمهم قال اکرمهم عند اللہ اتقاهم۔ ترجمہ: یعنی آپ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں زیادہ قابل عزت کون تو حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا۔

marfat.com

Marfat.com

علاوہ ازیں یہاں اور احادیث بھی مذکور ہیں ۔

ہم حسب وعدہ یہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بات ذکر کرتے ہیں انہوں نے کہا جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان قوموں کا کیا حال ہوگا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک میری قرابت نفع نہیں دے گی حالانکہ تمام رشتہ داریاں اور ناطے ٹوٹ جائیں مگر میری قرابت اور رشتہ داری اور صلہ رحمی بدستور قائم رہے گی اس دنیا میں بھی اور عالم آخرت میں بھی، پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں ام کلثوم حضرت فاطمۃ الزہرا کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا تھا کیونکہ میں نے حضور کا یہ ارشاد سن کر بہتر سمجھا کہ حضور علیہ السلام اور میرے درمیان قریبی رشتہ داری قائم ہو جائے جب میں نے ان کی منگنی کا پیغام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھیجا تو انہوں نے حضرت ام کلثوم کے بچپن اور ان کا حضرت جعفر طیار کے بیٹے سے منسوب کر دینے کا خیال ظاہر کیا کیونکہ جعفر طیار حضرت علی کے بھائی تھے ۔

پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بخدا میں نے اس رشتہ ازدواج کا ارادہ نہ کیا مگر یہ اشتیاق مجھے اس وقت ہوا جب آپ کا یہ ارشاد سنا کہ قیامت کے دن تمام رشتے ناطے ٹوٹ جائیں گے مگر میری قرابت اور رشتہ داری بجائے خود قائم رہے گی، ایک اور روایت میں یوں ہے کہ بروز قیامت تمام رشتہ داریاں اور سسرال کے تعلقات بھی ٹوٹ جائیں گے مگر میری رشتہ داری کبھی نہ ٹوٹے گی ایک روایت یوں بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم مجھے اصرار کے ساتھ جناب علیؓ سے رشتہ طلب کرنے پر فرمان مصطفےٰ نے ابھارا بے شک میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے آپ نے فرمایا محشر کے روز تمام کو دھی رشتہ داریاں کٹ جائیں گی مگر میری قرابت اور سسرال کے تعلقات باقی رہیں گے اور یہ دونوں رشتے قیامت کے دن میرے رشتہ داروں کی شفاعت فرمائیں گے، ہماری گفتگو طول پکڑ گئی جہاں تک ہم اصل مقصد نکالنا چاہتے تھے یا قریب تھا اصل مقصد سے ہٹ جاتے، مگر بہر حال دارومدار مبنی بر فائدہ ہی تھا اور ہر عمل نیت پر مبنی ہوتا ہے میں نے جس قدر بھی سیدنا احمد بدوی کی شرح صلوٰۃ سے امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالرحمٰن العید روس کے لیے نقل کیا جس کا ترجمہ مرادی نے سلک الدرر میں کیا ہے اس پر عارف کامل عالم عامل۔ عارف لوگوں صوفیاء اور اولیائے

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

بلند مقام میں سے ایک فرد لائق فائق علامہ صاحب تحقیق صاحب کشف و کرامات اہل ارادت لوگوں کے مربی سالکوں کے راہنما عارفوں کے قطب ابوالفضل وجیہہ الدین نے بھی گفتگو کی ہے۔ موصوف یمن میں ۱۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور یہیں بڑے ہو کر کچھ پڑھا پھر مصر کو کوچ فرمایا اور مصر ہی کو اپنا وطن بنا لیا پھر مصر سے دمشق آئے اور قسطنطنیہ کا سفر کیا جب موصوف کا اعتماد بڑھا اور بخت بلند ہوا تو دوبارہ مصر کا رُخ کیا ایک دن شکار کی غرض سے ساحل سمندر پر جا رہے تھے کہ انہیں والی مصر وزیر احمد پاشا جزار ملے جو آپ کی علمی سطوت سے بے حد متاثر ہوئے انہوں نے آپ کو خاطر خواہ عہدہ ولایت دے دیا آپ کی کئی تصانیف ہیں ان میں صلوٰۃ احمد بدوی کی شرح یعنی فتح الرحمان شرح صلوٰۃ ابی الفتیان پھر ان کے کچھ اشعار بھی ذکر کئے بالآخر آپ اپنے وقت کی نادر روزگار ہستی تھے آپکی وفات مصر میں ۱۱۹۲ھ میں ہوئی اور مصر میں ہی آپ کا مدفن ہے یہ کلام نہایت اختصار کے ساتھ اختتام کو پہنچی یہ جو کچھ میں نے اپنی اس کتاب میں ذکر کیا سید الاصیل عارف جلیل ولی کبیر امام نحریر کا اپنی نقل کے مقابلۃً ایک خاص تعارف کے طور ہے ویسے آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں کیونکہ آپ عارفوں کے مشہور امام ہیں رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے فیوض و برکات اور آپ کے اسلاف و اعقاب کی برکات سے متمتع فرمائے۔ اللہ رب العالمین ہی تعریف کے لائق ہے۔

---

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

امام علامہ شیخ سلیمان جمل شافعی صاحب حواشی جلالین و منہج اور دلائل الخیرات المتوفی سنہ ۱۲۰۴ھ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے

فرمودات گرامی

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

حضور علیہ السلام کے اسمائے گرامی

آپ کے فرمودہ جواہر میں سے ہے جو آپ نے شرح دلائل الخیرات کی ابتدا میں اسماالنبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے کلام فرمایا ہے اور میں اس کلام کو یہاں اس لیے نقل کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں بے شمار رُوحانی فوائد ہیں اسی لیے شیخ نے فرمایا کہ ہمارے سردار اور آقا و مولیٰ حضرت مُحمّد صلے اللہ علیہ وسلم کے اسما دو سو ایک ہیں، جاننا چاہیے اللہ جل وعلا نے اپنے محبوب حضرت محمّد صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید اور اس کے علاوہ باقی آسمانی کتابوں میں اور انبیا علیہم السلام کی زبانوں پر اور احادیث مصطفویہ میں بہت سے اسما یعنی ناموں سے ذکر کیا ہے اور آپ کے اسما آپ کی اُمت میں مشہور ہیں اور پھر انہیں تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے کثرت اسما مسمّٰی کے شرف کی زیادتی پر دلیل ہوتی ہے خصوصاً آپ کے اسما جن میں مدحیہ اوصاف ہیں اور ممدوح کی ذات کے بالکل مطابق ہیں۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کی تعداد جماعت علما نے اختلاف کیا ہے بعض نے بہت زیادہ تعداد بیان کی ہے اور بعض نے بہت کم اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد اور وسعت علمی کے مطابق ذکر کیا، اور اگر کسی نے کم اسما بیان کئے ہیں تو شائد انہوں نے آپ کے وصفی اسما شمار نہ کئے ہوں بعض صُوفیا نے کہا کہ اسما الٰہی بھی ایک ہزار ہیں اور اسما حضور علیہ السلام بھی ایک ہزار ہیں۔ ابن فارس نے کہا ہے۔ انہوں نے جس سے بھی حکایت کی ہو کہ حضور علیہ السلام کے اسما گرامی دو ہزار بیس ہیں پھر ان میں سے آپ کی ذات بابرکات سے مختص ہیں اور کچھ آپ کے طبعی غلبہ کی بنا پر ہیں اور کچھ اسما آپ کی ذات اور دوسرے لوگوں میں مشترک ہیں اور یہ سب کچھ مشاہدہ میں واضح ہو جاتا ہے یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اسیوطی نے کہا ہے ان میں سے بہت سے اسما لفظ اسم سے وارد نہیں ہوئے بلکہ مصدر یا فعل سے آئے ہیں۔

امام مُحمّد غزالی ایک متفقہ صورت کا تقرر الفتح یوں فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کو ان اسما سے موسوم کریں جن سے آپ کو آپ کے باپ نے بھی موسوم نہ کیا ہو اور نہ ہی خود آپ نے وہ نام اپنے لیے مقرر کیا ہو، نہ ہی ذات حق جل شانہ نے اپنی کتابوں

marfat.com

Marfat.com

میں اس اسم سے موسوم کیا ہو، مصدری اور فعل اسم جس کا تقرر آپ کے لیے کیا جائے وارد ہی نہیں ہے نیز ہم اس کے مجاز بھی نہیں ہیں کہ آپ کے لیے علم گھڑلیں اگر وہ علم وصف کمال پر ہی دلالت کیوں نہ کر رہا ہو اور درحقیقت اس کا ورد آپ کی خصوصیات میں سے نہ ہو یہ بھی وارد نہیں ہے کہ آپ کے اسم گرامی کا تقرر بطور اشتقاق یا اضافت کیا جائے، مولف یعنی جزولی صاحب رضی اللہ عنہُ دلائل الخیرات نے وہ پسند کیا ہے جسے شیخ ابو عمران زماتی نے جمع کیا اور انہیں کی ترتیب لفظی کا اتباع کیا اور کہا کہ وہ یہ ہے (مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وہ نام ہے جس سے آپ کو آپ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب نے موسوم کیا حضرت عبدالمطلب نے حضور کا نام محمّد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا تو ان سے کہا گیا کہ یہ نام آپ نے کیوں رکھا ہے آپ کے آبا ؤ اجداد میں یہ نام کسی کا نہ تھا، جواب میں حضرت عبدالمطلب نے کہا مجھے قوی اُمید ہے کہ آسمانوں اور زمینوں والے اس کی تعریف کیا کریں گے جناب ابوطالب آپ کے صلی اللہ علیہ وسلم والد گرامی کے حوالہ سے ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ کا نام نامی (مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم) اس لیے رکھا کہ انہوں نے خواب میں چاندی کا زنجیر دیکھا جو ان کی پشت سے برآمد ہو رہا ہے اس کی ایک جانب آسمان میں تو دوسری جانب زمین میں ایک طرف مشرق میں تو دوسری طرف مغرب میں پھر اس زنجیر نے ایک درخت کی صورت اختیار کر لی جس کے ہر پتا پر نُور تھا اور مشرق و مغرب کے تمام اہلِ دُنیا اس درخت کی شاخوں سے لٹک رہے ہیں جس کی تعبیر ایک ہونہار صاحبزادے جو حضرت عبداللہ کی پُشت سے برآمد ہوا یعنی حضرت مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم جس سے مشرق و مغرب والے متعلق ہوں گے اور زمین و آسمان والے اس کی تعریف کریں گے، جنابہ آمنہ سلام اللہ علیہا نے ہاتف غیب سے سُنا جو انہیں کہہ رہا تھا کہ اے آمنہ آپ اس اُمت کے سردار کو شکم میں رکھتی ہیں ان کے پیدا ہوئے پر ان کا نام مُبارک (مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم) رکھ دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسم گرامی اللہ تعالیٰ نے جب سے رکھا تھا کہ جناب آدم علیہ السلام ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے بلکہ تمام مخلوق کی پیدائش سے بھی دو لاکھ سال قبل آپ کا یہ نام اللہ نے مقرر کر رکھا تھا اور آپ سے پہلے کسی کا یہ نام نہ رکھا گیا تھا مگر آپ کی آمد کے زمانہ قریب میں اہل کتاب کی بشارت کے لیے ایک قوم نے اولادوں کے نام مُحمّد رکھے جن کی مجموعی تعداد پندرہ تھی۔

marfat.com

Marfat.com

یہ بھی انھوں نے باامید نبوت کیا کہ شائد ہمیں میں سے ہی کوئی نبی بن جائے، حالانکہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں بنا دے گا اسی طرح (احمد) کے نام سے بھی آپ سے پہلے کوئی موسوم نہیں ہوا مسلم، مسند احمد، ترمذی، نوادر الاصول میں یہی روایت بیان کی گئی ہے۔

یہ اسم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اتنی عظمت رکھتا ہے کہ کلمۂ توحید کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا۔ کیونکہ آپ ہی مقام محبوبیت کے لیے بالآخر سب سے زیادہ مناسب ہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ اسم مبارک جہانوں میں آپ کے تمام اسمأ سے زیادہ مشہور اور تمام اہل اسلام کے نزدیک سننے میں زیادہ لذیذ ہے اور خود حضور کو بھی یہ اسم مبارک زیادہ محبوب و مرغوب تھا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اسم گرامی آنحضرت کی ذات بابرکات کے لیے اسم علم ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ اور یہ اسم صفت سے نقل کیا ہوا کیونکہ اس کی اصل اسم مفعول ہے حمد مضعف سے پھر نقل کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم بنا دیا گیا معنوی طور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبالغہ کے صیغوں میں سے ہے کیونکہ جب ثلاثی مجرد مضاعف یعنی مشدد ہوا اور یہاں میم مشدد ہے تو وہاں معنی مبالغہ مراد ہوتا ہے (محمد) دراصل مخفف محمود ہے اور مبنی للمفعول ہے پھر اس کی میم مشدد کر دی گئی اس تشدید کی وجہ سے اس کا فعل حمد بنا اور اس سے اسم مفعول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بنا تکرار حمد کی بنا پر اس اسم میں معنی مبالغہ پایا جاتا ہے۔ لغت عربی میں محمد اسے کہا جاتا ہے جس کی تعریف پر تعریف کی جاتی رہے اور یہ اسم (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مضرب اور ممدح کی طرح نہیں ہے مگر یہ کہ ان معنی میں تکرار پایا جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات بر لحاظ محمود ہے حقیقتاً، اوصافاً باعتبار خلق و خُلق بلحاظ۔ اعمال و احوال و علوم و احکام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان اور دنیا و آخرت میں بھی محمود ہیں دنیا میں خلق خدا کو ہدایت حق بہم پہنچانے اور علم و حکمت عطا کرنے کی وجہ سے محمود ہیں جب کہ آخرت میں شفاعت کی بنا پر محمود ہوں گے لفظ محمد متقاضی ہے کہ اس میں تکرار حمد ہے اور اس اسم شریف میں صوری اور کئی دوسری لطیف اشارات پائے جاتے ہیں یعنی لفظ محمد کی صورت کے اعتبار سے اور ان حروف کے مادہ کے لحاظ سے جو لفظ محمد میں مستعمل ہیں حروف

www.muhammadilah.net

marfat.com
Marfat.com

کے اعتبار سے اسم محمدؐ میں جو اشارات ملتے ہیں وہ یہ ہیں پہلی میم سے ملکوت اعلیٰ ورحا سے حیات وحفظ دوسری (میم) سے ملکوت باطن تیسری میم مشدد سے ملک ظاہر اور (دال) سے دوام واتصال انقطاع انفصال کے وہم کا مٹ جانا، لفظ محمدؐ صدری اعتبار سے صورت انسان پر ہے پہلی میم انسان کا سر ہے اور (حا) اس کے دونوں بازو ہیں اور دوسری میم اس کا پیٹ بنا اور دال سے حضرت انسان کے پاؤں ہیں، آپؐ کا نام نامی (احمد صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان اور آسمانی کتاب انجیل میں مشہور ہے یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس لیے کہ اس اسم میں معنی تفضیل متحقق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ اپنے رب جلیل کی حمد وثنا کرنے والے ہیں اور حمد وثنا کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

یہ اسم وصف حامدیت کے لحاظ سے صیغہ مبالغہ ہے جس طرح وصف محمودیت کے اعتبار سے اسم محمدؐ بھی صیغہ مبالغہ ہے، حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم حمد وثنا کرنے میں اجل اور تمام لوگوں بالخصوص حمد کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ حمد وثنا رب جلیل کرنے والے ہیں پھر آپ محمدؐ نہیں یعنی (را) کی کسرہ سے اس لیے کہ اس میں کثرت حمد کا تصور نہیں ہے بلکہ آپ احمد ہیں۔ آپ نے تمام حامدین سے بڑھ کر اپنے رب کی حمد کی اور آپ نے خدا کی اس وقت حمد کی جب کہ لوگوں میں ابھی تک رب جلیل کی کوئی شخص بھی حمد نہ کر پایا تھا پھر اسی اسم کا مسمّیٰ خارج میں وجودی طور پر ظاہر ہوا اور آپؐ کا ابتدائی نام بھی احمد ہی تھا۔ بعد میں آپ کا اسم گرامی محمدؐ ہوا، آپ کا یہ اسم مبارک قرآن مجید میں مذکور ہے (حامد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اسم مقدس بھی احمد کے ہم معنی ہے مگر احمد نسبتاً حامد سے حمد میں زیادہ بلیغ ہے کیونکہ حامد کا حمد کرنے والا ہے اور احمد کا معنی سب سے زیادہ حمد کرنے والا ہے۔

(محمود صلی اللہ علیہ وسلم) اس اسم کا معنوی رجوع اسم محمدؐ کی طرف ہے کیونکہ یہ دونوں اسما حمد سے اسم مفعول ہیں لیکن محمدؐ محمود سے معنی حمد میں زیادہ بلیغ ہے محمدؐ سے حمد کثرت سے وقوع پذیر ہوتی ہے بخلاف محمودؐ کے کہ اس سے حمد کثرت پر دلالت نہیں کرتی، سرکار دوعالم کا یہ اسم گرامی داؤد علیہ السلام کی کتاب میں ذکر کیا گیا ہے یہ وہ اسم گرامی ہے جس سے اللہ جلّ وعلا نے اپنی ذات کو متصف کیا ہے کیونکہ اسما باری تعالیٰ سے ایک اسم (حمید) جو معناً محمودؐ ہے اس لیے کہ وہ اپنی ذات

marfat.com

Marfat.com

کی خود بھی تعریف کرتا ہے اور اس کے بندے بھی اس کی تعریف کرتے ہیں اور یہ حمید کا اسم اللہ تعالیٰ کے لیے حامد نفسہٖ کے معنی میں بھی ہوگا جب کہ بندہ حمید مجازاً حمید ہے، اعمال صالحہ کو سے،

(احید صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اسم تورایت میں مذکور ہے اس کتاب کے نسخہ میں بھی یہ اسم مشہور ہے۔ جس کا تلفظ یوں ہے ہمزہ کی فتح، ح کی سکون ی اور دال کی فتح، (اَحْيَدَ اَفْضَلَ) کے وزن پر۔ اس اسم کے عربی اور غیر عربی کے اقوال موجود ہیں بہرصورت یہ اسم نحوی لحاظ سے غیر منصرف ہے عربی ہونے کی صورت میں یہ اسم علمیت اور عجمہ ہونے کی بنا پر غیر منصرف ہے غیر عربی ہونے کی صورت میں علمیت اور وزن فعل ہونے کی وجہ سے منع صرف ہے اسی کتاب کے بعض نسخوں میں اس کا تلفظ اس طرح بھی آیا ہے ہمزہ کی فتح اور ح کا کسرہ اور ی کی سکون ابیج کے وزن پر اس صورت پر بھی یہ اسم غیر منصرف ہوگا علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے اس کتاب کے تمام نسخوں کا ماحصل یہی ہے اور بعض نسخوں میں احید تنوین کے ساتھ بھی مذکور اور شفا شریف میں اس کا تلفظ اس طرح ہے، ہمزہ کا ضمہ ح کا کسرہ ی کی سکون اُحِيْدُ بر وزن اُرِيْدُ اس صورت میں بھی یہ اسم غیر منصرف ہے علمیت اور وزن فعل کی بنا پر نیز کہا گیا ہے یہ اسم ہمزہ کے ضمہ ح کا سکون ایک صورت میں ی کا فتحہ اور دوسری صورت میں کسرہ پہلی صورت مضارع مبنی للمفعول کے وزن پر ہوگا جیسے اُكْرَمُ اور دوسری صورت میں مضارع مبنی للفاعل کے وزن پر ہوگا مثلاً اُكْرِمُ ان دونوں صورتوں میں بھی یہ اسم غیر منصرف ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اسم ہمزہ کے ضمہ اور ح کی فتحہ اور ی کی سکون عُمَيْرُ کے وزن پر عجز کی تصغیر ہے اس صورت میں چونکہ منع صرف کے دو سبب نہیں پائے گئے صرف علمیت کی بنا پر یہ اسم منصرف ہوگا۔ ماوردی نے اس کا تلفظ اس طرح بیان کیا ہے کہ ہمزہ ممدودہ منتوحہ ہے ح کا کسرہ ی کی سکون آحِيْد بر وزن قابیل اندریں صورت بھی یہ اسم منصرف ہوگا، اس اسم میں سات وجوہ ہیں جن میں سے دو تو اسی نسخہ میں موجود ہیں جب کہ پانچ دوسری کتابوں میں ہیں پانچ صورتوں میں یہ اسم غیر منصرف ہے اور دو آخری صورتوں میں منصرف ہے۔

احید کے اسم سے متعلق ایک حدیث

رَوَى ابْنُ عَدِي فِي الْكَامِلِ ترجمہ: ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

وابن عساکر فی تاریخ دمشق — نے تاریخ دمشق میں روایت کیا ہے حضرت

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما — ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اسمی — بے شک حضور علیہ السلام نے فرمایا قرآن میں

فی القرآن محمد وفی الانجیل — میرا نام محمد ہے انجیل میں احمد، تورات میں

احمد وفی التوراۃ احید لانی — احید اس لیے کہ میں اپنی امت آتش دوزخ

احید عن امتی نار جہنم۔ — سے دور رکھوں گا۔

اس حدیث کی ایک روایت میں احیدٌ تنوین کے ساتھ بھی آیا ہے شائد کہ یہ بعض ان عربیوں کی لغت پر ہو جو مطلقاً غیر منصرف کو منصرف بنا لیتے ہوں۔ اس لغت کو امام قسطلانی نے شرح بخاری میں نقل کیا ہے۔ (وحیدٌ صلے اللہ علیہ وسلم) عربی محاورہ میں کہا جاتا ہے فلانٌ وحیدٌ یعنی وہ یکتائے روزگار ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام اور حال بلندی درجات اسرار وانوار اخلاق وعادات شمائل وفضائل حسن واحسان معراج اور لامکانی بلندیوں پر پہنچے جہاں آپ کے سوا کسی کو رسائی نہ ہوئی میں ممتاز و منفرد ہیں اسی طرح اپنی شریعت اور عقل، مراتب اور تمام مخلوق کے تعلق میں لاثانی ہیں آپ اول مخلوق ہیں اس بنا پر آپ یگانہ اور لاثانی ہوئے آپ تخلیق مخلوق سے پہلے کے بے مثال وبے نظیر ہیں اللہ بہتر جانتا ہے۔

(ماحِ صلی اللہ علیہ وسلم) حضور علیہ السلام کا یہ اسم گرامی سمندروں میں مشہور ہے سمندر کے ساتھ مناسبت بالکل ظاہر کہ جس طرح سمندر سے ظاہری اور حسی میل کچیل دور ہوتی اسی طرح آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے باطنی اور معنوی کدورتیں اور غلاظتیں کافور ہو جاتی ہیں، سرکار دوعالم نے خود بھی اس اسم کی تفسیر فرمائی ہے کہ آپ کا یہ اسم ایسا ہے کہ اس کے ساتھ اللہ جل وعلا نے کفر مٹایا ہے نیز یہ بھی تفسیر فرمائی ہے کہ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے اور پوری پوری اتباع کرنے لگے اس کے آپ کی وجہ سے جملہ گناہ ختم ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ حالت کفر کے گناہ بھی زائل ہو جاتے ہیں کسی پیغمبر سے اس قدر کفر نہ مٹا جتنا حضور کی ذات سے مٹا، جب آپ نبی بن کر مبعوث ہوئے تو اہل زمین سب کے سب کافر تھے کوئی بتوں کا پرستار کوئی یہودی کوئی نصرانی کوئی ستارہ پرست، کوئی آتش پرست مجوسی اور کوئی دھریہ تھا جو اپنے رب کو اصلاً نہ جانتا تھا

marfat.com
Marfat.com

اور نہ ہی اسے آخرت کی کچھ خبر تھی اور کچھ فلاسفہ تھے جو انبیا کی شریعتوں سے بالکل نابلد تھے اگر کچھ جانتے تھے تو وہ شرائع انبیاؑ کے منکر تھے یہ تمام بدعقیدگی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مٹ گئی یہاں تک کہ آپ کا دین تمام ادیان پر غالب آگیا آپ کا دین شرق و غرب میں شب و روز مسلسل اور باقاعدہ پہنچا آغاز نبوت ہی سے حضور علیہ السلام نے کفر مٹانے کی ابتدا کی اور تا دمِ زیست کفر مٹانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی پھر جب اپنے مولیٰ کی ملاقات کا شرف بڑھا تو آپ عزت کے گھر میں منتقل ہوئے اور آپ کا نور آپ کی امت میں باقی رہا اور یہ نور آپ کے خلفا اور تابعین کے ذریعہ سے زمین میں ہمیشہ کفر مٹاتا رہے گا یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا اللہ تعالیٰ ان دونوں ہستیوں سے حضور کے نور اور آپ کی شریعت کے ذریعہ کفر مٹائے گا اور دین ابلیس کی بیخ کنی فرمائے گا اور اس کے چیلوں چانٹوں کو زمین سے چن چن کر ختم کر دے گا جو زمین میں گہرا اثر رکھتے ہوں گے پھر ان دونوں کے بعد کفر سر اٹھائے گا یہاں تک کہ روئے زمین پر کوئی شخص لاالٰہ الا اللہ کہنے والا باقی نہ رہے اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حضور علیہ السلام کے اسم مبارک ماحی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور زمین سے اٹھالے گا اور عرش بریں کے نیچے سے ایک ہوا بھیجے گا جو دنیا سے اولیا اللہ کو اٹھالے گی یہ سب کچھ قیامت قائم کرنے کے لیے ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ حضور کے اسم گرامی ماحی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو آخرت کی طرف متوجہ فرمائے گا، اس طرح آپ کا نور آخرت سے اہل کفر کا صفایا کر دے گا اور دار آخرت کی سعادت میں اہلِ ایمان کے سوا اور کوئی باقی نہ رہے گا اور دار آخرت اللہ نے اہل ایمان کے لیے حضور کے احترام کی وجہ سے مقرر کر رکھی ہے۔

(حاشرؐ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا یہ اسم گرامی آپ کے عظیم فضل پر اور آپ کے اس پرتاثیر کرم ذاتی پر دلالت کرتا ہے جس میں کمی کا تصور نہیں کیا جا سکتا، حاشر حشر سے ہے معنی جمع یا اجتماع ہے آپ کا یہ اسم گرامی عظیم قوم کے اجتماع یا امر عظیم کے لیے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں وہ حاشر ہوں جس کے قدموں میں لوگ جمع ہوں گے یعنی میرے بعد میرے نقش قدم پر چلتے ہوئے کیونکہ قدم متقدم ہی ہوتا ہے۔ اسم حاشر پر الف لام معرفہ کا ہے یعنی جس عظیم دن میں کسی کو کچھ جرأت باقی نہ رہے گی کہ وہ اپنی طرف کسی کو اکٹھا کرے کیونکہ ہر ایک

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

نفسی نفسی میں مبتلا ہوگا مگر ہمارے آقا و مولیٰ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فضل و کرم سے لوگوں کو اپنی طرف جمع فرمائیں گے اور وہاں آپ کا منصب بھی یہی ہوگا مجمع حشر میں لوگ حضور کے سوا کسی کے اردگرد جمع ہونے کی گنجائش نہ پائیں گے اور لوگ چاروں طرف سے اور ہر ایک جگہ حضور کے مقام کی طرف دھکم پیل کرتے آئیں گے جب کہ حضور اپنے مولیٰ سے مشغول ہوں گے راز و نیاز سے مناجات کرتے ہوں گے۔ اور ان کا مولیٰ انہیں جود و کرم کی لاتعداد پوشاکیں پہنا رہا ہوگا لوگ ہر جگہ سے حضور علیہ السلام کے پاس جمع ہو کر آپ کی شان و شوکت کا سایۂ عاطفت لے رہے ہوں گے اور شدت حشر سے آپ کی جناب میں پناہ حاصل کر رہے ہوں گے ہمارے آقا و مولیٰ اس عظیم مقام کے بادشاہ ہوں گے تمام مخلوق آپ کی طرف پناہ لینے بڑھ رہی ہوگی یہاں تک کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہاتھ میں لواء الحمد لیے جس کے نیچے جناب آدم علیہ السلام اور کچھ اور لوگ ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ الحاشر اس ذات کا نام ہے جس کے اردگرد ذاتِ حق جلّ شانہٗ لوگ جمع کرے گی اس اسم کا اسناد مجازی ہے کیونکہ آپ کی ذات لوگوں کے حشر کا سبب ہوگی کیونکہ آپ کی ذات سے نفخۂ ثانیہ کے وقت سب سے پہلے زمین پھٹنے کی ابتداء ہوگی، آپ اپنی قبر انور سے اس شان سے برآمد ہوں گے کہ ستر ہزار فرشتے اپنے جھرمٹ میں حضور کو میدانِ محشر کی طرف لائیں گے اور آپ ایک نورانی براق پر سوار ہوں گے آپ کے بعد اپنی اپنی قبروں سے انبیاء علیہم السلام نکلیں گے پھر آپ کے اہل بیت اور آپ کی باقی اُمت پھر آپ کی اُمتیں اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گی، حضور علیہ السلام سب سے پہلے میدانِ محشر میں داخل ہوں گے پھر دیکھتے ہی دیکھتے میدانِ محشر کھچا کھچ بھر جائے گا لوگ بڑی بے قراری سے آپ کی طرف دوڑیں گے اور ہر طرف سے آپ کے نشان قدم تلاش کرتے ہوئے آپ کے قریب آ کر رک جائیں گے اس دن آپ کی فضیلت تمام مخلوق پر عیاں ہوگی یہاں تک کہ تمام انبیاء بھی آپ کی فضیلت کے معترف ہوں گے۔

(عَاقِبٌ صلے اللہ علیہ وسلم) حضور علیہ السلام کا یہ اسم مُبارک حرارت قائم رکھنے والا اسم ہے اس کا معنی انبیاء کے بعد آنے والے کا ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ عاقب سب سے بعد میں آنے والا ہوتا ہے یعنی آپ دیگر انبیاء سے بعد میں تشریف لائے، اسی عقب سے معنی اولاد۔ حضور کا وصفی اسم آپ کی اجل صفات میں سے ہے اور آپ کی بڑی شان کی بزرگی

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

پر دلالت کرتا ہے یہ اس لیے اللہ جل شانہٗ نے دنیا میں مخلوق پیدا کی پھر ان کی طرف رسول بھیجے جو انہیں آخرت اور امور دین و دنیا کی دعوت دیتے رہے اسی مطابقت سے پھر سب نبیوں کے بعد اُمتوں کی طرف ہمارے آقا مولیٰ تشریف لائے آپ کی دعوت سخت گیر تھی جس وقت آپ کی نبوت مضبوط سے مضبوط ہوتی چلی گئی جس طرح ہم عرف عام میں کہتے ہیں (عَقَبتِ الشّئی) یعنی وہ چیز سخت ہوگئی یا انتہا کو پہنچی گویا آپ کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی جس پر ہر خیر اور بھلائی کی انتہا ہوگئی اور انبیاءؑ کا نبی بن کر آنا بند ہوگیا، کیونکہ نبی جس مقصد کے لیے بھیجے جاتے رہے وہ مقصد آپ کی وجہ سے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا لہٰذا آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی آپ کا درجہ ہر ایک درجے سے بلند ہے۔

(طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا معنی ظاہر ہے یا طَیِّبُ ھَادٍ ہے، طیب سے ط اور ہادِ سے ہ پھر دونوں حرفوں کو اسم بنا دیا دو معنوں کا اشارہ کرنے کے لیے ایک طہارت اور دوسرا ہدایت اس صورت میں یہ اسم الف مقصورہ پر حرکات کے ساتھ معرب ہے۔

(یٰسین صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا معنی لغت بنی طے میں ایک قول کے مطابق لغت حبشہ میں اور ایک دوسرے قول کے مطابق لغت سریانیہ میں انسان ہے اس کا معنی یا محمدؐ بھی ہے اور یا سید البشر کا قول بھی مذکور ہے لیکن یہ دونوں آخری قول اسم یٰسین کے لیے وہ یٰسین جو قرآن مجید میں مذکور ہے نہایت موزوں اور مناسب کیونکہ ان کے ساتھ بلا تکلف ندا ہو جاتی ہے اور اسم میں ندا مقدر بھی ہے اگرچہ اس مقام پر صرف حضور علیہ السلام کے اسمائے مقدسہ ترکیب مع عوامل سے خالی ذکر کرنا مقصود ہے اس جگہ زیادہ بہتر یہی ہے کہ یٰسین کا معنی سید البشر بغیر حرف ندا مقدر کر لیا جائے اس میں حضور کی عظمت و جلالت واضح ہوتی ہے دراصل یہ اسم بھی علمیت اور عجمہ ہونے کی بنا پر غیر منصرف ہے اس لیے کہ یٰسین کا معنی سبط ہارون ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں اور آپ کی بعثت کا زمانہ جناب ہارون سے بعد ہے یہ ذکر شرح مواہب میں ہے تو یٰسین اسمائے اسماء میں سے ہوا اور اسمائے انبیاء سب کے سب غیر منصرف ہیں مگر کچھ اسماء مستثنیٰ ہیں اور اسم ان مستثنیٰ میں سے نہیں ہے۔

(طَاھٰ صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اسم فی نفسہ ظاہری اور باطنی طور پاک کرنے والا ہے طہارت کا معنی ستھرا پن صاف ہونا، پاکیزہ ہونا۔ اور ہر عیب سے خالص ہونا، جہاں تک طہارت ظاہری کا تعلق

marfat.com

Marfat.com

ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے بر تے پاک ہے جس نطفہ سے آپ کا جثۂ انور بنا اس کی طہارت پر علماً نے نص کی ہے اور نطفیت سے علیحدہ شمار کیا ہے نیز اس بات پر بھی نص کی ہے کہ آپ کا ظاہری جسم شریف بعداز وفات بھی طاہر اور پاکیزہ ہے جب کہ باقی آدمیوں کے جسم کا بعداز وفات یہ حکم نہیں، اس پر بھی نص کی ہے کہ آپ کے تمام فضلات بھی پاکیزہ ہیں، یہ نص ان علماً نے حضور علیہ السلام کی اس تقریر سے کی ہے جو آپ نے مالک بن سنان اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہا کو آپ کے سنگی سے نکلنے والے خون کو پی جانے اور اُم ایمن اور اُم یوسف کو آپ کا پیشاب مبارک پی جانے پر کی تھی، آپ کی طہارت باطنی یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بری عادت سے پاک کیا اور دور رکھا اور اچھی عادت سے عزت بخشی اور اچھی عادات پر آپ کی تعریف کی آپ کے جملہ اعتقادات اقوال وافعال اور تمام احوال کو ہر غیر مرغوب اور ناپسندیدہ صورت سے بچا لیا۔

(مُطَهَّرٌ صلے اللہ علیہ وسلم) معتبر نسخوں میں یہ اسم ھٰ کی فتح کے ساتھ اسم مفعول ہے یہ اسم بھی اسم طاہر کے معنی میں ہے مگر طاہر میں حضور علیہ السلام کی طہارت فی نفسہٖ مُراد ہے طاہر میں یہ اطلاع موجود ہے کہ اس میں فعل فاعل سے قطع نظر ہے اور مطہر میں وہ ذات مقصود ہوتی ہے جس نے اسے طہارت بخشی نیز یہ بھی ملحوظ خاطر ہوتا ہے کہ یہ طہارت فعل فاعل سے ہے حضور کو اللہ نے اس اسم سے خاص کر کے آپ کے ساتھ اظہار عنایت فرمایا ہے یہ فاعل حقول کو کچھ موقعہ نہیں دیتا کیونکہ اس نے اپنے کلام میں اس طہارت کی طرف یوں اشارہ کیا ہے،، وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا،، تو ان اہل بیت کی طہارت بھی طہارت مُصطفیٰ پر موقوف ہے، اور بعض نسخوں میں اس کا تلفظ (ھا) کی کسرہ سے یعنی مُطَهِّرٌ اسم فاعل ہے معنی ہوگا غیر کو کفر وجہالت خطاکاری وگمرہی اور اس پر کاربندی اور اس کا مواخذہ سے پاک کرنے والے ہیں اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

(طَيِّبٌ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری اور باطنی طور خوشبودار ہونے سے متصف ہیں لاریب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ اطیب الطیبین ہیں اور آپ سے بڑھ کر قدرتی خوشبودار کوئی بھی نہیں ہے اور تجھے اتنا کافی ہے کہ بے شک آپ کا پسینہ عنبر میں اعلیٰ درجہ کی عُمدہ خوشبو ہے جو شخص آپ کا پسینہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا وہ اسے اپنے گھر کی خوشبو میں شامل کر لیتا اور جو بھی وہ خوشبو جس میں سرکار کے مُبارک پسینہ کا آمیزہ ہوتا استعمال کرتا اور اس کی خوشبو مہینوں قائم رہتی

marfat.com
Marfat.com

اہل مدینہ جان جاتے کہ فلاں شخص نے وہ خوشبو استعمال کی ہے جس میں آں حضرت کا پسینہ مشکبار ملا ہوا ہے۔ آپ جن راہوں سے گذر جاتے اور بعد میں کوئی اور گزرنے والا گزرتا تو جان جاتا کہ ان گزرگاہوں سے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا ہے کیونکہ وہ راہیں سرکار کے عطر بار پسینہ سے مہک رہی ہوتی تھیں اور اگر کوئی آپ سے مصافحہ کرتا تو دن بھر اس کی ہتھیلیوں سے خوشبو نہ جاتی۔ اور اگر بطور شفقت کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ بچہ تمام بچوں میں ممتاز اور منفرد ہوتا اور بچے کہتے کہ آج حضور نے آپ کے سر پر ضرور ہاتھ رکھا ہوگا کیونکہ اس بچے کی مانگ اور سر کے بال مشکبار ہو جاتے اور جب کبھی حضور علیہ السلام رفع حاجت فرماتے تو زمین پھٹ کر اسے نگل لیتی اس طرح آپ کے فضلہ کی کسی کو خبر تک نہ ہوتی تاہم وہ جگہ خالص کستوری کی خوشبو سے مہک رہی ہوتی تھی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے آپ کے فصد کا خون پیا تو ان کے منہ سے مرتے دم تک کستوری کی خوشبو ختم نہ ہوئی، حضور علیہ السلام میں دُنیا سے رحلت پر کوئی ایسی کراہت محسوس نہ کی گئی جو عام فوت شدہ لوگوں میں بعد از مرگ ظاہر ہوتی ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ظاہری زندگی میں معطّر تھے اسی طرح بعد از وفات بھی معطّر ہیں اور اہل ایمان کی رُوحیں مہکاتے رہتے ہیں، عُمر بھر آپ کے کپڑے کبھی میلے نہ ہوئے تھے کیونکہ آپ میں نفاست کے علاوہ میل اور کوئی شے دیکھی ہی نہیں گئی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر معطّر کیا کہ آپ کی بدولت کائنات معطّر ہو کر مہک رہی ہے اور دل غذا حاصل کر کے خوش ہو رہے ہیں اور رُوحیں سُونگھ کر بالیدگی پا رہی ہیں اور دل کی ناپاکی سے اس وقت سے محفوظ ہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کی سیاہی دھلا ڈالی اور شیطان آپ کو ورغلانے میں کسی طور کامیاب نہ ہو سکا، اور نہ ہی آپ کی بات میں کچھ غلط آمیزش تھی کیونکہ اللہ نے آپ کو اس سے صادق و مصدوق بنا کر سالم رکھا، اسی طرح آپ کے فعل میں بھی غیر اخلاقی کیفیت نہ پائی گئی کیونکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل اطاعت الٰہی تھا۔ نتیجۃً حضور علیہ السلام سے کسی لحاظ سے بھی کوئی دوسرا بہتر نہیں ہو سکتا بلکہ آپ سب اچھوں سے اچھے، اور سب اُونچوں سے اُونچے ہیں۔

(سیّد صلے اللہ علیہ وسلم) سیّد وہ ہوتا ہے جو قوم کی صحیح قیادت اور پیش روی کرے اچھی عادات اور شرف و کمالات میں دوسروں کے لیے ایک نمونہ ہو، ایک قول یہ بھی ہے کہ

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

سید وہ ہے جو کامل و عظیم ہو اور پوری دنیا اس کی محتاج ہو اور قوم کے رئیس کو بھی سید کہا جاتا ہے نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ سید اس آقا کو کہا جاتا ہے جس کی اطاعت واجب ہو اسی لیے (سید الغلام) کہا جاتا یعنی غلام کا آقا، اور (سید الثوب) نہیں کہا جاتا کیونکہ غلام میں اطاعت کی صلاحیت ہے جب کہ ثوب یعنی کپڑے میں صلاحیتِ اطاعت نہیں، متحمل مزاج اور بُردبار شخص پر بھی سید بولا جاتا ہے سخی اور خاوند پر بھی سید کا اطلاق ہوتا ہے۔ ارشادِ حق تعالیٰ ہے۔

وَاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَی الْبَابِ۔ ترجمہ: یعنی جناب یوسف علیہ السلام اور جنابہ زلیخا نے دروازے کے پاس زلیخا کا شوہر دیکھا۔

لفظ سید کے بارے یہ قول اہل لغت کا ہے، اہل تفسیر میں سے جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سید وہ ہے جو اپنے رب کے ہاں معزز اور مشرف ہو۔

اور جناب قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سید، عبادت گذار، پرہیزگار، بُردبار ہوتا ہے۔

جناب عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا سید وہ ہے جو اپنے غصہ سے مغلوب نہ ہو۔

جہاں تک سیادت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے آپ کی سیادت نکھری ہوئی بالکل واضح اور ظاہر ہے بلا تقیید و تخصیص جس کی سیادت پر کامل بھروسہ کیا جا سکتا ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی وہ سرکار ہی کی ذات ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت طبعی اور نسبی و اخلاقی و ادبی اور دوسرا اوصاف حمیدہ قبل از نبوت ہی جانے پہچانے تھے جس شخص کی نظر سیرت و تاریخ پر ہے وہ حضور کے جملہ حالاتِ زندگی بچپن سے لے کر آخر عمر تک اچھی طرح جانتا ہے۔

رَسُوْلٌ نَبِیٌّ صلی اللہ علیہ وسلم) نبی اس انسان کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ فرشتہ یا کسی اور ذریعہ سے وحی کے ساتھ مخصوص کرلے، قرانی نے کہا کہ فقط اختصاصِ وحی ہی معیارِ نبوت نہیں جس طرح بہت سے لوگوں کا اعتقاد ہے کیونکہ وحی کے ساتھ تو جنابہ مریم بھی مخصوص تھی اور صحیح قول کے مطابق وہ نبیہ نہ تھیں اہلِ تحقیق کے نزدیک اللہ تعالیٰ حکم شرعی کے ساتھ کسی خاص مرد کو وحی کرے تاکہ وہ اس پر عمل کرے یہ معیارِ نبوت ہے تاہم نبی اور رسول کے درجہ میں اختلاف ہے کہ نبی کس حد تک رسول کے برابر ہے یا رسول نبی سے کس درجہ تک زیادہ ہے ایک قول کے مطابق

marfat.com

Marfat.com

کہا گیا ہے کہ بے شک رسول وہ نبی ہوتا ہے جسے وحی کے مطابق تبلیغ پر مامور کیا جاتا اور رسول مطلق نبی سے خاص ہوتا کیونکہ وہ مامور بالتبلیغ ہونے کے اعتبار سے نبی کی نسبت زیادہ ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسالت و تبلیغ کے حکم سے رسول اور نبی دونوں عام ہیں فرق ایک دوسری شے سے ہے اور وہ یہ ہے کہ رسول ایک نئی شریعت لاتا ہے یا اپنے سے پہلی شریعت منسوخ کرتا ہے یا اس کے لیے من جانب اللہ کوئی مخصوص کتاب ہوتی ہے اور نبی کسی دوسرے کی شریعت کا مؤکد ہوتا ہے جس طرح یوشع بن نون کہ انہیں جناب موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا مؤکد بنا کر بھیجا گیا اس بنا پر رسول اور نبی کے درمیان فرق ظاہر ہے پہلی صورت رسول اور نبی کے درمیان عام خاص مطلق[1] کی نسبت ہے جس طرح مذکورۂ بالا الفاظ سے پتہ چلتا ہے۔ پھر نبی اور رسول قرآن و حدیث میں جب مطلقاً مذکور ہوتا ہے تو اس سے مراد ہمارے آقا و مولیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں کیونکہ آپ اوّلین و آخرین سب مخلوق کے لیے رسول مطلق ہیں اور آپ کی رسالتِ عامہ، دعوتِ تامہ اور رحمت شاملہ ہے، آپ سے پہلے جتنے انبیاء و مرسلین آئے وہ سب آپ کے نائب تھے اور آپ رسول علی الاطلاق ہیں اور آپ ہی کو بیک وقت نبی اور رسول کے اختصاص کا تاج پہنایا گیا۔

(رسولُ رحمۃٌ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق پر نزول رحمتِ الٰہی کا اصل سبب ہیں ارشاد حق تعالیٰ ہے:۔

---

[1] ہر دو کلیوں کے درمیان ضروری ہے چار نسبتوں میں سے کوئی نسبت پائی جائے یہ نسبتیں چار ہیں۔ تباین[1]، تساوی[2]، عموم مطلق[3]، عموم من وجہ[4]۔ وجہ حصر یوں ہے دونوں کلیوں میں سے ایک دوسری کے افراد پر کسی کا صدق نہ ہوگا پہلی صورت میں تباین جس طرح انسان اور پتھر دوسری صورت میں دونوں کے درمیان ایک جانب سے ہی آنا بالکل نہ ہوگا یا ہوگا ان میں سے پہلی صورت عموم من وجہ جس طرح حیوان اور ابیض، اور دوسری صورت میں دونوں کلیوں کے درمیان ہر دونوں جانب سے سچا آنا ہوگا یا صرف ایک جانب سے صدق آتا ہے۔ پہلی صورت میں نسبت تساوی جس طرح انسان اور ناطق اور دوسری صورت میں عموم خصوص مطلق جس طرح حیوان اور انسان یا نبی اور رسول پر صدق آتا ہے پہلی صورت میں نسبت تساوی۔ (سید امیر محمد قادری مترجم)

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ یعنی میں ہدایت والی رحمت ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی اُمت کے لیے رحمت اور سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا یہاں تک کہ کفار عذاب مؤخر ہونے کی صورت میں اور منافقین امن وامان کی صورت میں آپ کی رحمت سے بہرہ ور ہیں جس نے آپ کی اتباع کی اللہ تعالیٰ اس پر دنیا میں رحم کرتا ہے کہ اسے زمین میں دھنس جانے اور چہرہ بگڑ جانے جیسے عذاب سے نجات دے دیتا ہے نیز قتل اور ذلت کفر اور جزیہ سے نجات دے کر اس کے دل کو ایمان قبول کرنے کے لیے نرم کر دیتا ہے اور آخرت میں عذاب دوزخ سے بچا لے گا ہمیشہ کے عذاب ابدی ذلت سے بھی محفوظ رکھے گا جلد حساب لینے سے بچائے گا اجر و ثواب دوگنا کر دے گا اور ملک کبیر اور خیر کثیر حاصل ہوگی یہ اسم حضور علیہ السلام کے اسمائے خاص میں سے ہے ۔

قَیِّمٌ صلے اللہ علیہ وسلم) قاف کی فتحہ یا کی کسرہ اور شد کے ساتھ بعض آسان نسخوں میں یہی آیا جب کہ بعض نسخوں میں قُثَمْ ، قاف کی ضمہ اور ثا کی فتحہ کے ساتھ مذکور ہے اس کتاب کے علاوہ یہ دونوں اسما ایک ساتھ بھی ثابت ہیں یہ دونوں حضور علیہ السلام کے اسما میں سے ہیں پہلے کا معنی جامع کمالات مکارم اور اخلاق حسنہ کا مجسمہ اور اخلاق حسنہ میں درجہ کمال تک فائز یا لوگوں میں جتنی اوصاف حمیدہ ہوں وہ بدرجہ اتم اس میں موجود ہوں لوگوں کو ہدایت حق قبول کرنے کے لیے نرم کرنے میں ماہر ہو اور بکھرے ہوئے لوگوں کو یکجا کرنے کی صلاحیت تام رکھتا ہو یا اس کا معنی اپنے حال پر مستقل مزاجی سے قائم رہنے والا ہو یا اس کی ذات دنیا بھر کی بھلائی کا مجموعہ ہو یا سُنت قائم کرنے والا یا مخلوق کے معاملات کی اصلاح کرنے والا اور پوری عالم دنیا کے جملہ امُور کی تدبیر کرنے والا قیم الدار وہ شخص ہوتا ہے جو تمام گھر والوں کو آرام و آسائش بہم پہنچائے اور ان کی خبر گیری کے علاوہ اخلاقی تربیت پر توجہ رکھے ان کی فائدہ مند ضرورتوں کا خاص خیال رکھے اور ممکن حد تک ان سے نقصان دہ اشیا اور مشکلات کو دور رکھے غور کیا جائے تو ایسی صلاحیتوں کا مالک لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتا نظر آتا ہے ۔

دوسرے کا معنی بھلائی کے خزانوں والا کثرت سے عطا کرنے والا ، مصباح میں ہے قُثَم

marfat.com

Marfat.com

لَہٗ مِنَ الْمَالِ کسی کو نفیس مال زیادہ مقدار میں عطا کرنے والا کہا جاتا ہے۔ قثم کا اسم فاعل عُمر کی طرح خلاف قیاس ہے کسی شخص کا نام بھی ہو سکتا قُثَمُ قَاثِمٌ سے عدل تقدیری[1] ہے اس لیے یہ علمیت اور عدل تقدیری کی بنا پر غیر منصرف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کُھلی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت کرنے میں فیاض ہیں خیرات و مناقب اور جملہ فضائل کے جامع ہیں یہ دونوں اسم متحد المعنی ہیں یا متقارب المعنی ہیں۔

(جَامِعٌ صلی اللہ علیہ وسلم) جب حضور علیہ السلام کے خصائل و کمالات دوسرے انبیاء و مرسلین اور اسی طرح اولیاء اور علما کے کمالات سے علیحدہ اور منفرد ہیں تو لامحالہ یہ سب ہستیاں آں حضور کی نائب ہوں گی اور ان میں سے ہر ایک آپ کے نور کی فیاضی سے بہرہ ور ہوئے اور ہر ایک نے اپنی بساط اور درجہ کے لحاظ سے حضور کے سمندر سخاوت سے مدد حاصل کی اور ہر خیر و برکت کم و بیش آپ ہی سے حاصل ہوتی ہے اور آفتاب رسالت کے طلوع ہی سے ہر خیر و برکت ظاہر ہوئی اور آپ ہی سے وجود و ہستی آشکارا ہوئی جس طرح ایک بیج تنا ور درخت بن جاتا اسی طرح کائنات وجود و ہستی بڑھنے پھیلنے لگی گویا آپ کا وجود کائنات کے لیے بیج کا درجہ رکھتا جو معبود حقیقی کے بہت زیادہ قریب رہا آپ رُوحوں کے بادشاہ ہیں آپ کی رُوح رُوحِ اعظم اور آپ خود آدم اکبر ہیں آپ جامعہ کلمہ والے عالم گیر رسالت والے اور ذات حق کے قُرب میں مخلوق جمع کرنے والے تالیف قلوب کرنے کے بعد مخلوق کو اکٹھا کرنے والے اور منتشر لوگوں کو یکجا کرنے والے اس اسم کے معنی بھی پہلے دو اسموں کی طرح ہے جو اس سے پہلے ذکر کیے جا چکے ہیں۔

---

[1] مطلقاً عدل کی تعریف یُوں ہے کہ جو اسم اپنے مخرج سے نکل جائے عدل کہلاتا ہے جس کی دو قسمیں ہیں عدل تحقیقی اور عدل تقدیری۔ عدل تحقیقی یہ ہے کہ اسم اپنے صیغہ اصلی سے بالتحقیق نکل جائے مگر اس کے غیر منصرف ہونے پر کوئی دلیل ہو جس طرح ثُلث و مثلث اس میں تکرار معنیٰ عدل تحقیق کے منع صرف کی دلیل ہے، جب کہ عدل تقدیری وہ ہے جو اپنے صیغہ اصلی سے فرض تارض اور تقدیر مقدر کے اعتبار سے نکلے اور اس کا غیر منصرف ہونا بھی بطور فرض ہو جس طرح عمر و زفر وغیرہ بظاہر ان میں علمیت کے سوا کچھ نہیں لیکن یہاں عدل فرض کر کے انہیں غیر منصرف کہا جائے گا۔ (مترجم)

marfat.com

Marfat.com

(مُقتَفِ صلے اللہ علیہ وسلم) قاف اور فا کے درمیان تا ہے بہت سے معتبر نسخوں میں آخر سے یا گری ہوئی ہے اور ایک نسخہ میں آخر میں یا واقع ہوئی ہے ہر دو نسخوں کے اعتبار سے یہ اسم فاعل ہے

(مُقَفِّی صلی اللہ علیہ وسلم) فا مکسورہ کی شد یا ساکن کے ساتھ یہ بھی اسم فاعل ہے پہلے والے اور اسم کا معنی ایک ہی ہے تابع لغیر کو مقفی کہا جاتا ہے مقفی قفی سے مشتق ہے فا کی تشدید سے یعنی جو اپنے غیر کا تابع ہو مقفی کہلائے گا، آپ سے پہلے انبیاء ایک دوسرے کے بعد اپنی ہدایت اور طور طریقوں سے آتے رہے سب کے بعد ہمارے آقا و مولی خاتم النبیین بن کر تشریف لائے اسی بنا پر آپ کا اسم گرامی مقفی ہے اس اسم میں آپ کے سب سے آخر میں آنے کی اطلاع ملتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جملہ انبیاء و مرسلین کے حالات اور شریعتوں سے خبر دی آپ کو اللہ نے ہر ایک چیز سے پسند کیا اور ہر ایک شے سے زیادہ حسین بنا دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کے لیے سابقہ انبیاء کے قصوں میں کئی عبرتیں اور فوائد ہیں۔

(رسول الملاحم صلے اللہ علیہ وسلم) ملاحم ملحمہ کی جمع ہے معنی جنگ اور لڑائی یا ان کی جگہ یا سخت لڑائی یا بھاری مصیبت ملحمہ دو گروہوں کی لڑائی سے نکلا ہے جب دونوں گروہوں کے افراد کپڑے کے تانے بانے کی طرح باہم اُلجھ پڑیں، اور یہ لفظ کثرت لحم ہے کیونکہ میدان کارزار میں مقتولین کے گوشت کثرت اور بہتات ہوتی ہے اس سے حضور علیہ السلام کی بعثت کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو قتال وسیف سے مامور کر کے بھیجا آپ پر قتال فرض کیا گیا اور اللہ نے آپ کے لیے مالِ غنیمت حلال کیا اور آپ کی جلالتِ شان کا رعب میلوں کی مسافت سے مقابل پر طاری کر کے آپ کی مدد کی جنگ وجہاد میں جس قدر آپ کو تائید حق نصیب ہوئی اور کسی پیغمبر کو نصیب نہ ہوئی اور جس قدر آپ نے اور آپ کی اُمت نے جہاد کیا کسی نبی اور نہ ہی اس کی اُمت نے ایسا جہاد کبھی بھی نہ کیا وہ جنگیں جو آپ کی اُمت اور کفار کے درمیان واقع ہوئیں پہلے اور نہ بعد ان کی مثال ملتی ہے اُمت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ ہمیشہ جہاد کرتی رہے گی یہاں تک کہ آنکھ سے کانے دجال کے ساتھ جنگ کرے گی عیسٰی بن مریم علیہ السلام نزول فرمائیں گے اس اسم سے حضور کے اختصاص کی بنا پر اس کو حضور سے منسوب کر دیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ساتھ اپنی مدنی زندگی سے ہی جہاد شروع فرما دیا اور آخر دم تک آپ کا جہاد جاری

www.muhammadilah.net

marfat.com
Marfat.com

رہا کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود جہاد کے لیے نکلا کرتے اور کبھی سریہ اور بعث گروہوں کی صورت میں مجاہدین کو جہاد کے لیے روانہ فرماتے آپ کو اور آپ کے صحابہ کرام کو دین کو سربلند رکھنے کے سوا اور کوئی کام نہ تھا اور نہ ہی انہیں اس کے بغیر ایک پل چین تھا، بنابریں پورے عرب کو بالعموم مطیع اور مکہ کو بالخصوص فتح کر لیا اور لوگ بڑی بڑی جماعتوں کی صورت میں داخل دین ہوئے ایک مشہور قول کے مطابق جن غزوات میں آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود نکلے ان کی کل تعداد ستائیس [۲۷] ہے اور اکثر لوگوں کا یہی مذہب ہے، اور سرایا اور بعوث کی کل تعداد سینتالیس [۴۷] ہے کم اور زیادہ کے اقوال بھی ہیں واللہ اعلم -

(رسول الراحة صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ذات ہے جن کی وجہ سے ذات حق نے اپنی مخلوق کو راحت و سرور عطا کیا اور اس سے دینوی اور اُخروی مصائب مُشکلات دُور کیے مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کے لیے دُنیا میں اس طرح راحت ہیں کہ آپ نے اپنی اُمّت کو سابقہ شریعتوں کی محنتِ شاقہ سے رخصت اور خفت دلوا کر راحت پہنچائی اور آخرت میں اہل ایمان کو امن اور کامیابی کے طور پر راحت پہنچائیں گے حضور علیہ السلام نے کافروں کو بھی راحت بخشی کہ ان کے اور ان کی اولادوں کے قید و بند اور قتل کو ترک کر دیا جب انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور حرم ایمان میں امن چین سے رہنے لگے اسم کا معنی رسول رحمت کے معنی کو لازم ہے کیونکہ اللہ جس پر رحم کرتا ہے اسے بہر حال راحت تو ہوتی ہی ہے -

(کامِلٌ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مولیٰ کی بندگی اور اوصافِ حسنہ میں تائید الٰہی سے کامل آپ ہر کمال سے متصف ہیں اور ہر فضیلت مطلقاً سے آراستہ ہیں اخلاقِ حسنہ، علوم و معارف اخلاق و اعمال اوصاف حمیدہ و جملہ احوال میں آپ اپنی مثال آپ ہیں -

(اِکلیل صلے اللہ علیہ وسلم) آپکا یہ اسم گرامی زبور داؤد علیہ السلام میں ہے۔ ہمزہ کی کسر کاف ساکن اور لام مسکور کے ساتھ اکلیل ہر اس شے کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز کا احاطہ کرے اکلیل بادشاہوں کی پوشاکوں میں ایک ضروری چیز ہے جسے تاج کہا جاتا ہے اور تاج بھی سر کا ہر طرف سے احاطہ کر لیتا ہے کسی لپٹی ہوئی چیز کے مشابہ ہوتا ہے گران مایہ جوہرات سے مزین ہوتا اسی مناسبت سے اکلیل نام رکھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کائناتِ وجود ہستی کا مکمل تاج

marfat.com

Marfat.com

ہیں آپ کے حسن و آرائش سے حسن جہاں آبدار ہے۔

(مُدَّثِر، مُزَّمِّل) صلے اللہ علیہ وسلم دراصل مُتَدَثِّر و مُتَزَمِّل تھے پہلے میں تا کو دال کر کے دوسری دال میں مدغم کر دیا گیا ہے جب کہ دوسرے میں تا کو زا سے بدل کر زا میں مدغم کر دیا گیا ہے مدثر بڑے اور سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے پر بولا جاتا ہے اور مزمل بھی اسی معنیٰ میں ہے ان اسماٗ سے حضور کو اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پہل بوقت نزولِ وحی بسبب گھبراہٹ میں ایک بڑے کپڑے سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے نیز یہ بھی کہا گیا ہے یہ آیتیں حضور علیہ السلام پر ایسے کپڑوں میں لپٹے ہوئے ہونے کے دوران نازل ہوئیں روایت کیا گیا ہے کہ جب جبریل علیہ السلام آپ کے پاس وحی لے کر آئے تو آپ اپنی چادر میں لپٹے ہوئے تھے یہ بھی کہا گیا ہے ان دونوں کا معنی اے کپڑے میں لپٹ کر سونے والے ہے کہا گیا ہے یہ خطاب حضور علیہ السلام کی طمانیت قلب اور آپ کو خوش کرنے کے لیے ہے کہ آپ میرے حکم سے گھبرائیں نہیں جو ان آیات کے بعد مذکور ہے جس طرح آپ کسی کو کسی کام کے لیے بھیجیں۔ اور وہ بھیجا جانے والا اس کام سے خوفزدہ ہو تو آپ اس کی ڈھارس بندھانے کے لیے کہیں کہ آپ اپنا کام جاری رکھیں اور فکر مت کریں۔ سہیلی نے کہا ہے کہ مزمل آنحضور کے ان اسماٗ میں سے نہیں ہے جن سے آپ پہچانے جاتے ہیں بلکہ یہ اسم آپ کی اس حالت سے تعبیر جس میں آپ کو یہ خطاب ہوا کہ آپ اس وقت کپڑا اوڑھے ہوئے تھے عادات عرب میں سے تھا کہ جب کسی کو سرزنش سے ہٹ کر اظہارِ ملاطفت اور مہربانی کرنا ہوتا تو اسے اس نام سے پکارتے جس حالت میں وہ اس وقت ہوتا تھا جس طرح جناب علی کرم اللہ وجہہ کے لیے ارشاد مصطفےٰ ہوا کہ جب وہ مسجد میں سوئے ہوئے تھے اور ان کے جسم کے ایک طرف مٹی لگی ہوئی تھی فرمایا قُم اَبَا تُراب اے ابوتراب کھڑے ہو جاؤ۔ اس میں نبی علیہ السلام جناب علی سے اظہار مہربانی فرما رہے تھے اللہ کے قول یاایھا المزمل میں بھی اظہار انس و ملاطفت ہے۔

(عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضور علیہ السلام کا یہ اسم گرامی اللہ اور اس کے رسول کو سب اسماٗ سے بڑھ کر پسند تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے میری تعریف میں اس طرح مبالغہ آرائی سے کام نہ لو جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا۔ لیکن مجھے اس کا بندہ اور رسول کہو۔

marfat.com

Marfat.com

الا طواءً تعریف میں مبالغہ کرنے کو کہتے ہیں، بندے کے لیے مقام بندگی ہی بہت بڑا اعزاز ہے اور بندے کی تعریف کرنے میں اللہ کا حق بہر حال محفوظ رہنا چاہیے بندے اور خالق کی تعریف میں کسی درجہ تساوی نہیں ہونی چاہیئے جب حضور علیہ السلام کو اس کا اختیار دیا گیا کہ وہ فرشتہ نبی بن جائیں یا بندہ ہو کر نبی بنیں تو آپ نے بندہ ہو کر نبی بننے کو پسند کیا اس میں مکمل اللہ کی پسندیدگی اور نسبت تھی کیونکہ نبی اور عبد کی اضافت اللہ کی طرف اس لیے صحیح ہے کہ کہا جاتا ہے نبی اللہ اور عبد اللہ بخلاف لفظ ملک کے ملک اللہ کہتے اچھا نہیں لگتا کیونکہ اس میں عکس نسبت کا گمان ہو سکتا ہے جس سے اللہ کی مخلوق ہونے کا مفہوم نکلتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نام سے مشرف کرتے ہوئے فرمایا

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ ۔ ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔

اس اضافت میں فضیلت اور عز و شرف کی انتہا ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے عبد کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمادی اور اس اضافت سے حضور ختمی مرتبت کو سرفراز فرما دیا، بندے کا منتہائے مقام یہی ہے اللہ کی بندگی میں اس قدر مصروف رہے کہ اسے اپنی ذات کا بندہ ہونے کا یقین ہو جائے تو وہ ایک نہ ایک دن اپنے رب کو بھی پہچان لے گا تو شہودِ عبدیت مستلزم ہے شہودِ ربوبیت کو جو شخص عبدیت سے مکمل طور پر غافل اور بے خبر نہ رہے وہ علم اور حال وجدان اور تحقق کے لحاظ سے عبد کامل ہے عبدیت میں غفلت نہ برتنے میں کمال انسانی مضمر ہے، جب ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کمال رسالت ہے تو آپ کی کمالِ عبودیت بھی ضروری ہوئی اور مقام عبودیت تمام مقاموں سے اشرف و افضل ہے کیونکہ اللہ کے فرمان۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۔ ترجمہ: اور ہم نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں۔

کے مطابق جنوں و انسانوں کی تخلیق کا بنیادی مقصد اور غایتِ اولیٰ ہی حصول عبودیت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق اکمل الکاملین ہیں اور آپ کی عبودیت ہر کمال سے اکمل و اتم ہے۔

(حبیبُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حبیب بر وزن فعیل بمعنی مفعول کیونکہ آپ محبوب خدا ہیں یا

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

بمعنی فاعل ہے اس لیے کہ آپ محبّ اللہ ہیں، قاضی نے کہا ہے کہ محبّت مراد محبوب کے مطابق سر تسلیم خم کر دینے کا نام ہے لیکن یہ معنی مخلوق کے اعتبار سے ہے۔ اور اللہ کے حق میں محبّت کا معنی یہ ہو گا کہ وہ بندے کی نیک بختی عصمت و توفیق عطا و فیضان قرب و اختصاص کا ارادہ فرماتا ہے۔ یہ مقام انبیأ و اولیأ کو ان کے مرتبہ کے مطابق اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔

صفی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) صفی کا اصل معنی یہ ہے صفی وہ بڑا مسلمان جرنیل ہوتا ہے جسے مال غنیمت میں سے اپنی پسند کا مال لے لینے کا اختیار ہو خواہ وہ لونڈی اور کنیز ہو یا سواری اور تلوار یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز اس اسم سے حضور علیہ السلام کو اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق میں سے اپنے قرب مزید کے لیے چن لیا اور اپنی ذات کے لیے پسند کیا۔

(نجیّ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) یہ فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے مناجات سے مشتق ہے اسم مصدر نجوی ہے معنی پوشیدہ گفتگو کرنا،،

(کلیم اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کلیم معنی مکلم اللہ لام کی فتح سے بغیر کسی اختلاف صحیح قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذات حق نے شب معراج کلام فرمایا۔

(خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم) ت کی کسرا ور فتحہ کے ساتھ یعنی حضور علیہ السلام کی وہ ذات ہے جس نے نبوت ختم کی اور سب انبیأ کے آخر میں آئے اور تمام انبیأ کا آنا بند کیا آپ خاتم اور طابع یعنی مہر کرنے والے کی مانند ہیں نہ آپ کے زمانہ میں آپ کے ساتھ کوئی نبی ہوا اور نہ ہی آپ کے بعد اس اسم کی مدح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور عمل کے دوام کی طرف اشارہ ہے یعنی نہ اس میں تبدیلی ممکن ہے نہ اس میں تنسیخ ہو سکتی ہے وہ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت آخری زمانہ تک ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ اہل بصیرت لوگ کہتے ہیں کہ جب اس شریعت محمدی کا فائدہ مخلوق کو حق کی طرف بلانا اور اسے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کے حصول میں راہنمائی کرنا، اور اسے وہ مشکل ترین امور بتلانا جن کی دانست سے اس کے عقل عاجز ہوں مسکت دلائل کی پختگی وغیرہ ان تمام امور کا علی وجہ الکمال اور بدرجہ اتم احاطہ یہی عمدہ شریعت کئے ہوئے ہے اور اس

marfat.com

Marfat.com

شریعت کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں جس طرح اللہ تعالے کا ارشاد ہے :۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔

ترجمہ: آج سے میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا ۔

مخلوق کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے مبعوث ہونے کی قطعاً ضرورت ہی باقی نہ رہی اسی لیے آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہوگیا، جہاں تک نزول عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق ہے اس میں حضور کے خاتم النبیین ہونے کو تائید ملتی ہے کیونکہ وہ حضور کی ذات اور آپ کی شریعت کی اتباع کریں گے صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین ۔

شیخ عبدالجلیل قصری کی شعب الایمان میں اس اسم پر کہتے ہیں کہ جب کسی شے پر چھاپ لگا دی جائے تو اس پر ختم یختم ختماً بولا جاتا ہے، اور خاتم زیر کے ساتھ ہر شے کے آخر کو کہا جاتا ہے خاتم زبر کے ساتھ انگوٹھی کے نگینہ کو کہا جاتا ہے یا مٹی کی مہر جس سے چھاپ یا نشان لگایا جائے اور تو جب کہے ختم الزارعۃ تو اس کا مقصد یہ ہوگا کسان نے کھیتی کو پہلے پانی میں اس قدر سیراب کر دیا کہ وہ کھیتی کے لیے سیرابی میں پہلا اور آخری پانی ثابت ہوا یہ سب اوصاف باقی مخلوق کے علاوہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اور انہی اوصاف سے حضور علیہ السلام سب پر فضیلت رکھتے ہیں ۔

جب آپ ختم کا معنی طبع کریں تو مفہوم یہ ہوگا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مکارم۔ اوصاف حمیدہ اور بہتر طبعی عادت حسنہ پر آپ ہی کی چھاپ لگائی ہے اور ان میں آپ کا مبارک جوہر قبول کرنے کی صلاحیت رکھی ہے اور آپ کا جوہر قبول کرنا ہر طبع کے بس کی بات نہیں ۔

اور جب ختم الزارعۃ کا معنی لیں تو مراد یہ ہوگا کہ ذات حق نے اسے پہلی سیرابی سے ہی بھرپور فرما دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمام نبوتیں ازلی نبی سے سمو دیں یہ سیرابی کا پہلا دور تھا اور سیرابی کے دوسرے دور کو مخفی رکھا کہ اس سے ابداً لآباد ہر موجود پر آپ کے فضائل و کمالات ظاہر ہوتے اور بڑھتے رہیں اور سیرابی کے پہلے دور سے جو کسی کا مقدر تھا اسے حاصل ہوا ۔

www.muhammadilah.net

marfat.com

Marfat.com

جب خاتم فتح کے ساتھ ہو تو معنی ہو گا جو انگوٹھی کے سر پر نگینہ رکھا جاتا ہے یعنی وہ نقش جس سے چھاپ لگائی جاتی ہے بے شک ہمارے آقا و مولیٰ ایسے وسیع ظرف ہیں جن میں نبوت اپنے تمام اجزا سے سماگئی اور دوسرے نبیوں کو ان کی برداشت کے مطابق ایک ایک جز دے دیا گیا اور تمام اجزائے نبوت کا متحمل حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور تھا بھی کون جب آپ ہی میں نبوت مکمل ہوئی تو آپ علی وجہ الکمال خاتم ٹھہرے جس طرح کتاب مکمل سر بمہر کر دی جاتی ہے کوئی دوسرا نبی ختم نبوت سے اس لیے سرفراز نہ ہوا کیونکہ اس میں نبوت مکمل نہ تھی اور اس میں ایک چیز باقی رہی جس نے اسے ارتقا تک کبھی نہ پہنچنے دیا پھر ایک اور وجہ بھی مذکور ہے کہ جب ہم خاتم تا کی کسرہ سے کہیں تو معنی آخر ہوگا اور ہر ایک نقشے کے تمام و کمال پر بھی بولا جائے گا۔ بشرطیکہ مکمل متمم نقشے میں نقص ظاہر نہ ہو، اس معنی کی حقیقی رو سے درجہ اور رتبہ کے لحاظ سے حضور ہی کو عطا ہوئی کیونکہ آپ کی تکمیل و تتمیم ایسی ہے جس نے سب کو آرائش بخشی اور ہر کامل کو مکمل کیا اسی لیے حضور علیہ السلام نے اس کو اپنے ان فضائل میں شمار کیا ہے جو فضائل دوسرے انبیا کو نہ ملے اور آپ نے ارشاد فرمایا۔

وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔ — ترجمہ: اور میرے آنے پر نبیوں کا آنا بند ہوا اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اس حدیث میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وہ مدح و فضیلت بیان فرمائی جو آپ کو اللہ نے عنایت کی تھی لفظ ختم میں ایک اور وجہ بھی مذکور ہے کہ سابقہ انبیا علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ایک ہی وقت جماعتوں کی صورت میں مختلف اقوام کی طرف بھیجے جاتے رہے اور وہ ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے تھے وہ انبیا اپنی کثرت کے باوجود مطلوبہ حد تک تبلیغ میں مخلوق کو قائل نہ کر سکے اور بعض انبیا ایسے کہ وہ امور تبلیغ میں کچھ بھی کامیاب نہ ہوئے۔

سب سے بعد بحالت غربت حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی برادری میں سے تشریف لائے اور کسی ایک نبی نے بھی آپ کا تعاون نہ کیا آپ کی اکیلی ذات تھی اللہ نے آپ کی مدد کی اور آپ تبلیغ میں اس قدر کمر بستہ ہوئے کہ جب تک لاتعداد لوگوں کو دین خدا میں داخل نہ فرما لیا چین سے نہ بیٹھے اور آپ سخت محنت سے مغلوب نہ ہوئے اور اس مقام سے سب مقام نیچے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے تو لامحالہ آپ خاتم المرسلین بھی ہیں اس لیے

marfat.com

Marfat.com

کہ ختم اعم ختم اخص کو لازم ہے جبکہ اس کا الٹ نہیں ہو سکتا اتنی گفتگو کے بعد اس اسم پر کلام لوٹنے سے بے نیازی ہوئی۔

(خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وسلم) (محیی صلے اللہ علیہ وسلم) اس اسم سے حضور علیہ السلام اس لیے موسوم ہیں آپ نے مُردوں کو ظاہری اور باطنی زندگی عطا کر کے زندہ کیا، حضور علیہ السلام نے اپنے والدین کریمین کو اللہ کے حکم سے زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے اسی طرح ایک شخص کی مُردہ بیٹی زندہ فرمائی جسے آپ نے دعوت اسلام دی اور اس نے اپنا اسلام لانا مُردہ لڑکی کو زندہ کر دینے سے مشروط کر دیا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مردہ لڑکی زندہ کر دی جس نے حضور علیہ السلام کی رسالت پر گواہی دی۔ یونہی سرکار دوعالم علیہ السلام نے حضرت جابر کی سالن کی صورت پک جانے والی بکری زندہ فرما دی آپ نے بکری کے گوشت پر ہاتھ رکھا پھر کچھ کلام فرمایا بکری زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور کان جھاڑنے لگی یہاں تک اس کا ذکر ہے جو حضور نے کچھ چیزوں کو ظاہری زندگی عنایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رُوحانی زندگی اس طرح عنایت کی کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث فرمایا اور اہل عرب ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے ہوا کرتے تھے آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں محبت کا بیج بویا اور وہ خونریزی سے رک گئے تو آپ کی بعثت ان کے لیے بقائے دائمی اور عظیم زندگی کا قرینہ بن گئی اور آپ ہی سے اہلِ ایمان کے دل زندہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق اور خالق کے درمیان ایک بہترین واسطہ ہیں اور حدث و قدم کے لیے رابطہ ہیں اللہ کی طرف راہنمائی فرمانے والے ہیں اور اس کی طرف بلانے والے ہیں اور جنت کے اعلیٰ درجوں میں آپ کی اُمت کی دائمی زندگی آپ ہی کی وجہ سے ہو گی یہی اُمت کی نجات کا اصل ہے کائنات کا وجود و بقا اور اصل سبب اور زندگی حضور علیہ السلام سے ہی ہے۔

"مُنجی" صلے اللہ علیہ وسلم) یا کے اثبات اور ترک کے ساتھ۔ یعنی مُنجیؔ یا مُنجِ تشدید اور تخفیف بسکون نون کے ساتھ مُنجیؔ یا مُنجی اس اسم میں چار وجوہ ہیں سرکار کو اس اسم سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ آپ دنیا و آخرت میں اپنی اُمت کی نجات کا اصل سبب ہیں دنیا میں آپ کی اُمت اجابت کفر اور اس پر سزا ہلاکت عام باہمی شمشیر زنی اور دشمن کی

marfat.com
Marfat.com

غارت گری سے بچ گئی حدیث میں آیا۔

انزل اللہ علیَّ امانین علیٰ اُمّتی	ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے میری اُمت پر دو امن نازل فرمائے ہیں۔

اور قرآن مجید میں ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ -	ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں کرتا کہ آپ ان میں ہوں اور انہیں مبتلائے عذاب کر دے۔

پھر ایک دوسرے مقام میں ہے:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ -	ترجمہ: یعنی اللہ انہیں عذاب دینے والا نہیں جب وہ بخشش طلب کرتے ہیں۔

نیز حضورؐ کا ارشادِ گرامی ہے۔ کہ جب میں بظاہر رخصت ہو جاؤں گا تو اپنی اُمت میں قیامت تک کے لیے استغفار چھوڑ جاؤں گا اور واقع میں حضور علیہ السلام نے اپنی اُمت کو استغفار کی تعلیم بھی دی ہے، اور آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت دوزخ کے دائمی عذاب سے بچ جائے گی۔

(مُذَکِّرٌ صلے اللہ علیہ وسلم) تخفیف ذال کے ساتھ تذکیر مصدر سے اسم فاعل ہے تذکیر کا معنی نصیحت کرنا، خوف دلانا، ڈرانا۔ شوق دلانا، اللہ کی توحید اور انعام کی یاد کرتے رہنا حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کرام کی یہی شان تھی۔ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عام مجالس میں تلاوت کلامِ پاک کے علاوہ جو کچھ بھی اللہ کا عطا کردہ فیض مثلاً حکمت و موعظت اور امورِ دین کے لیے نفع بخش تعلیم کے ذریعہ سے اللہ کی یاد اور قہرِ الٰہی کا خوف اور رضا مولیٰ کا اشتیاق دلاتے تھے ان مجالس کی برکت سے صحابہ کو دنیا میں رقتِ قلب اور زہد جیسی دولت نصیب ہوئی اور آخرت کے لیے صحتِ ایمانی، یقین کی پختگی نظر کی پاکیزگی اور بلند ہمتی میسر آئی اکثر و بیشتر حضور علیہ السلام اپنی اُمت کو اپنے بعد کتاب اللہ اور اپنی سُنت کے چھوڑ کر جانے کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ تذکیر مخلوق خدا کے نفع کے لیے ایک بہت بڑا باب ہے

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اسے بہت پسند فرماتا ہے کہ اس کے احسانات وانعامات یاد کیے جاتے رہیں اور اس کی مخلوق اس کے احکام کے لیے سرِ تسلیم خم کرے۔

(نَاصِرٌ صلی اللہ علیہ وسلم) (مدد کرنے والا) اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی مدد کرنے والے۔ اعلائے کلمۃ الحق تبلیغ دین اور اس کی اشاعت واظہار کے لیے مدد کرنے والے تائید دین کے لیے قتال کی صورت میں مدد کرنے والے اہلِ ایمان کو وعظ ونصیحت تعلیم علم دین اور دوزخ کی آگ سے بچانے میں مددگار، اور اہلِ کفر کے لیے انہیں حق کی طرف بُلا کر اور ان کے خلاف اعلانِ جہاد کرکے یہاں تک وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیں مدد کرنے والے ہیں۔

(منصور صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ دنیا اور آخرت میں از خدا مدد کئے ہوئے ہیں دنیا میں تو یُوں مدد کئے ہوئے ہیں کہ آپ کے مولیٰ نے آپ کو وہ قوت بخشی کہ آپ اپنے دشمنوں پر غالب رہے اور ایک ماہ کی مسافت سے آپ سے دشمن لرزہ براندام رہا کرتے تھے اور اللہ نے آپ کی اُمت کو دوسری تمام اُمتوں پر غلبہ دیا اور آپ کے دین کو باقی ادیان پر غالب کیا، اور آخرت میں آپ یوں مدد کئے ہوئے ہیں کہ آپ کی شفاعت مقبول ہوگی اور آپ سے اُمت کے گناہ دُور ہوں گے اور آپ اکابر انبیأ اور اولوالعزم مرسلین سے قدر ومنزلت کے اعتبار سے اُونچے مقام پر فائز ہوں گے۔ اور ہر ایک سربراہ امم سابقہ آپ کی رسالت ونبوت پر گواہی دے گا، اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول کرے گا اللہ نے دنیا وآخرت میں آپ کی دعائیں قبول کیں کیونکہ عنداللہ آپ کی شان وعظمت بلند وبالا ہے آپ مصطفےٰ ہیں محبوبِ خدا ہیں آپ کا رُعب ودبدبہ بے حد ہے اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول کرے گا اور نہ ہی کسی سوال میں آپ کو سُبکی اور رسوائی دے گا بلکہ آپ کی حاجتیں پوری کرنے میں جلدی فرمائے گا۔

(نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ کی وہ ذات ہے جن کے سبب اللہ نے آپ کی مخلوق دنیا وآخرت میں رحمت کی ہے یہ اسم رسولِ رحمت کے معنی میں ہے جو ذکر کیا جا چکا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے نبی رحمت کا معنی یہ ہے کہ آپ کی وہ ذات ہے جن کے ذریعہ اور برکت سے افراد اُمت باہم مہربان ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ ترجمہ: یعنی اللہ نے تمہارے دلوں میں

marfat.com
Marfat.com

بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا[1] محبت پیدا کر دی جس سے تم بھائی بھائی بن بیٹھے۔

نیز ارشاد حق تعالیٰ ہے :-

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ[1] ترجمہ: یعنی وہ باہم رحیم و کریم ہیں۔

(نبی التوبۃ صلے اللہ علیہ وسلم) اس اسم سے حضور کو اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ انہیں بھٹک جانے کے بعد آپ کی ہدایت سے دین کی سیدھی راہ کی طرف لوٹیں اور اس لیے کہ آپ توبہ کی بنیاد ہیں اور آپ سے ہی توبہ کا باب کھلا حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں ہے جو بیہقی نے دلائل میں نقل کی اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے حدیث یہ ہے۔

اِنَّ آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا رَاٰی اٰسْمَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکْتُوْبًا مَعَ اِسْمِ رَبِّہٖ تَعَالٰی تَشَفَّعَ بِہٖ فَتَابَ عَلَیْہِ وَغَفَرَلَہٗ۔

ترجمہ: بے شک جب جناب آدم علیہ السلام نے حضور کے مبارک اسم کو اللہ کے اسم کے ساتھ لکھا ہوا پایا تو اسم محمدی کے ذریعہ سفارش طلب کی اور اسی پر توبہ کی جس پر ان کا خلاف اولیٰ بخش دیا گیا۔

نوعِ انسانی میں یہ توبہ پہلی دفعہ واقع ہوئی تھی یہ توبہ ام الباب ہے اور بعد کی توبہ اسی پر مبنی ہیں اور توبہ کا دروازہ آپ ہی کی شانِ جمالی سے کھلا ہوا ہے اور آپ کی امت کے افراد اسی سبب سے توابین کہلاتے ہیں کیونکہ وہ جب کبھی گناہ کر بیٹھتے ہیں فوراً توبہ کر لیتے ہیں آپ نبی توبہ ہیں۔ اور آپ کی امت کی ہر فضیلت آپ کے واسطہ سے ہے یا نبی توبہ کا یہ معنی ہے کہ آپ اہل توبہ کے نبی ہیں کہ ان کی توبہ ہر وقت اور ہر جگہ اور ہر حال میں عمل اور اعتقاد کے لحاظ سے قبول ہوتی ہے اور پھر قتل اور قید و بند کی تکلیف بھی نہیں ہے سورج کی گردش کے ساتھ ساتھ گناہ بھی ہوتے رہتے ہیں اور توبہ بھی برابر چلتی رہتی ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے :-

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ[2] ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو

---

[1] پ۴ سورہ آل عمران آیت ، [1] پارہ ۲۶ ، سورۃ فتح آیت -۲۹

[2] پ۲ ، سورہ بقرہ آیت ۲۲۲

marfat.com

Marfat.com

پسند کرتا ہے۔

سابقہ اُمتوں میں کچھ تو ایسی تھیں جن کی توبہ سرے سے قبول ہی نہ تھی اور کچھ ایسی جن کی توبہ مبتلائے عذاب ہوئے بغیر قبول نہ ہوتی تھیں مثلاً بنی اسرائیل جو گائے کے بچھڑا کی پرستش کیا کرتی تھی ان کی توبہ قتل عام کے بغیر قبول نہ ہوئی پھر تمام مرسلین عظام علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں اور آپ ہر ایک کی توبہ کی پناہ گاہ ہیں یا اس لیے کہ آپ کی بارگاہ سے کوئی توبہ کرنے والا

اور عذر داری پیش کرنے والا محروم نہ لوٹا، امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہُ سے حدیث نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ بے شک میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ بخدا میں توبہ اور استغفار ہر روز ستر مرتبہ سے بھی زیادہ کیا کرتا ہوں اور انھی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میرے دل پر کوئی گرانی واقع ہوتی تو میں ہر روز ستر بار استغفار کیا کرتا تھا اس حدیث میں یُغَانُ کا لفظ آتا ہے جس کی غین (غ) انوار کی غ ہے اغیار کی نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی ترقی میں ہیں اور انتہائی عروج پر ہیں جب کسی مقام سے ترقی کرتے گزر جاتے تو اس سے توبہ کر لیتے اور استغفار بھی کیا کرتے کیونکہ آپ کی نگاہِ رسالت میں آنے والے مقام کی مناسبت سے گذشتہ مقام کمتر معلوم ہوتا جس پر آپ توبہ و استغفار کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائم الاستغفار اور دائم التوبہ ہیں اور یہ توبہ آپ کے مقام ترقی کے لحاظ سے ہے ممکن ہے کہ نبی التوبہ کا یہی معنیٰ ہو۔

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ صلے اللہ علیہ وسلم) حرص کسی چیز کی شدید رغبت اور اس کے لیے قوت طلب کا نام ہے اور حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم مخلوق کی ہدایت پر سب سے زیادہ حریص ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کو فرداً فرداً اور جماعتی طور پر حق کی طرف بُلایا اور ایک مرکز پر اکٹھا کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر کچھ لوگوں نے آپ کو جھٹلایا کئی لوگوں نے مذاق اڑایا کچھ لوگوں نے آپ کو مارنے پیٹنے سے گریز نہ کیا آپ کا تمسخر اڑایا آپ کی چغلی کھائی، غلط سلط الزام عائد کئے اور باقی لوگوں کو آپ کے قرب سے دور اتے اور آپ کی مخالفت پر آمادہ کرتے بایں ہمہ آپ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی بلکہ ان کے حق میں ہدایت کی دُعائیں کیا کرتے اور مسلسل وعظ و نصیحت فرمایا کرتے دن رات پوشید اور اعلانیہ ذات حق سے ان کے صراط مستقیم پر آجانے کی درخواست کرتے

www.muhammadilm.net

marfat.com
Marfat.com

با دل نخواستہ تلوار کے ساتھ جنگ کی صورت میں انہیں ایمان اور جنت کی طرف بلایا یہاں تک کہ بہت سے لوگوں کو نجات دلوا کر نیک بخت کر کے داخل جنت فرما دیا مگر وہ لوگ اپنی حقیقت نہ پہچان سکے۔

ف:- اللہ تعالیٰ کے اس قول :-

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ	ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تمہی میں سے رسول
اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ	تشریف لایا جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں
مَا عَنِتُّمْ[1]۔	گزرتا ہے۔

ان الفاظ میں آخر سورت تک ایک بہت بڑی خوشخبری ہے اور وہ یہ کہ جو شخص ان آیات کو صبح اور شام پڑھ لے گا وہ اس دن اور اسی دن کی رات قتل نہ ہوگا۔

حضور علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے ہر روز سورۃ توبہ کی آخری دو آیتیں تلاوت کیں وہ اس دن نہ مرے گا، اور ایک روایت میں ہے کہ قتل نہ کیا جائے گا اور کوئی آلۂ قتل اس کے قریب نہ آسکے گا اسی طرح اگر رات کو یہ آیتیں تلاوت کیں تو رات بھر مامون رہے گا۔

ایک صالح اور متقی شخص نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جو اس پر اپنے مرض میں عمل کیا کرتا۔ میرے خیال میں اس وقت ان کی عمر نوّے سال تھی پھر وہ برابر ان آیات کو تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی عمر ایک سو تیس سال ہو گئی اسی مدت میں اللہ نے ان کی موت کا ارادہ کیا انہیں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی انہیں آپ فرما رہے ہیں اب کہاں تک بھاگو گے یہ سن کر انہوں نے ان آیات کی تلاوت چھوڑ دی اور ان کا انتقال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(مَعْلُوْمٌ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ کا حال عقلوں میں پختہ اور راسخ ہے اس حیثیت سے کہ آپ تعریف اور شہرت سے بے نیاز ہیں آپ مشارق مغارب اور زمین کے گوشہ گوشہ میں مشہور و معروف ہیں کیونکہ آپ نے دینِ اسلام کی دعوتِ عام کی اور زمین کے چپہ چپہ پر دین پہنچایا آپ ہزاروں برس پہلے سابقہ امتوں میں جانے پہچانے تھے زمین و آسمان دنیا و آخرت میدان

---

[1] پ ۱۱، سورۃ التوبہ، آیت ۱۲۸، ۱۲۹۔

marfat.com
Marfat.com

قیامت اور جنت اور دوزخ والوں کے لیے مشہور و معلوم ہیں۔

(شہیرٌ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ اہل خرد اور عقل و دانش والوں کے ہاں ظاہر اور معلوم ہیں۔

(شاھدٌ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی جن کی طرف آپ رسول بن کر تشریف لائے ان پر آپ تبلیغ رسالت کے ساتھ گواہ ہیں یا ان کا تصدیق کرنا اور جھٹلانا اور ان کی نجات اور گمراہی کے لحاظ سے ان پر گواہ ہیں، یا آپ انبیاءؑ کے لیے بلاغ یعنی پہنچا دینے کے طور شاہد ہیں اور ان کی امتوں پر انکار نبوت کی حیثیت سے شاہد ہیں روایت کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن سابقہ امتیں تبلیغ انبیاءؑ سے انکار کریں گی اللہ تعالیٰ ان سے تبلیغ پر دلیل طلب کرے گا حالانکہ وہ منکرین پر حجت قائم کرنے میں سب سے زیادہ علم والا ہے اسی اثنا میں اُمتِ محمدیہ لائی جائے گی آپ کی اُمت کے لوگ تبلیغ انبیاءؑ پر شہادت دیں گے جس پر سابقہ اُمتیں اُمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگیں گی تم نے یہ کہاں سے پہچانا کہ اسلاف انبیاءؑ مشغول تبلیغ رہے اُمتِ محمدی کے لوگ کہیں گے کہ ہمیں یہ علم ناطق کتاب جو اللہ کے سچے نبی کی زبان پر آئی کے ذریعے اللہ نے خبر دی، پھر حضور علیہ السلام لائے جائیں گے اور ان سے ان کی اُمت کے حال سے پوچھا جائے گا تو آپ ان کے منصف ہونے کی شہادت دیں گے۔

(شہیدٌ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) فعیلٌ بمعنی فاعلٌ یعنی شہیدٌ کا معنی شاہدٌ جو ابھی ذکر کیا جا چکا، لیکن ان دونوں کو ساتھ ساتھ ذکر کرنے میں کتاب اللہ کے وارد ہوئے الفاظ کی منشا کی تکمیل مراد ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں اسماً سے موسوم کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا اور فرمایا یَکُوْنُ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا۔ اور ان دونوں اسموں کا معنی ایک ہی ہے جس طرح کہ ذکر کیا جا چکا۔

(بَشِیْرٌ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ظاہری زندگی اور ظاہری زندگی کے بعد فرشتے کثرت سے حاضری دیا کرتے اور دیتے ہیں اور اسی طرح آپ کی قبر شریف پر بھی کثرت سے حاضری ملائکہ ہوتی رہتی ہے جس طرح کہ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ستر ہزار فرشتوں کو آپ کے روضۂ اقدس کا طواف کرنے کے لیے مقرر فرماتا ہے

marfat.com
Marfat.com

اور ستر ہزار فرشتے ہر شب قطار اندر قطار روضہ رسول کے ارد گرد ننگے پاؤں طواف کرتے رہتے ہیں۔

(بَشِیْرٌ صلے اللہ علیہ وسلم) فعیل بمعنی فاعل جسے اعلانیہ اور پوشیدہ خوش خبری دے دی جائے اور جب بشارت عام معنوں میں لی جائے تو اس کا بھلائی کے لیے استعمال ہوتا ہے، یعنی ایسی خبر دینا جس سے خبر دیا جانے والا خوش ہو جائے جب کہ کبھی کبھار بشارت شر کا معنی ظاہر کرنے کے لیے مقید طور پر استعمال میں لائی جاتی ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ معنیٰ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل تقویٰ کو رب العالمین کی رضا کی خوشخبری سنانے والے ہیں۔ پاک وطن غدار کہنے والے لوگوں کو قیامت کے دن سے امن کی خوشخبری سنانے والے ہیں اور شوقِ دیدار والوں کو ذاتِ حق کے دیدار کی خوش خبری سنانے والے ہیں۔ پاک باطن اور نیک سیرت لوگوں کو ثواب بخشش شفاعت اور جنت کی خوش خبری سنانے والے ہیں۔

(مُبَشِّرٌ صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اسم بھی بشیر کے معنی میں ہے جو ذکر کیا جا چکا ہے۔

(نَذِیْرٌ صلی اللہ علیہ وسلم) فعیل بمعنی فاعل یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاقبت نااندیش گنہگاروں کو دوزخ یا عذابِ الٰہی سے ڈر سنانے والے ہیں یا اس کا معنی مختلف قسم کی گمراہیوں سے ڈرانا ہے الانذار کسی ایسے امر سے خبر دینا مقصود ہوتا ہے جس میں ڈر کا پہلو واضح ہو اور اس کام میں مشغول شخص ڈر کی خبر پا کر اسے چھوڑ دے اور اس سے باز آ جائے۔

(مُنْذِرٌ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) عذابِ الٰہی سے خوف دلانے والے یہ بھی نذیر کے معنی میں ہی ہے جو ذکر کیا جا چکا ہے۔

(نُوْرٌ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا وہ نور ہیں جو کبھی نہ بجھے گا اور نور کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بذاتِ خود ظاہر اور ہر دوسری چیز کو ظاہر کرنے والا ہوتا ہے اور یہ صورت علی وجہ الکمال جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے۔

(سِرَاجٌ صلی اللہ علیہ وسلم) السراج وہ فی نفسہٖ نور ہوتا ہے جو دوسروں کو چمکا دیتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی ہیں آپ چمکا دینے میں سراج کامل ہیں۔ آپ نے دین کے ہر امر اور پہلو کو چمکا۔ نبوت و رسالت کو چمکایا اہل ایمان اور عارف لوگوں کے دلوں کو چمکایا۔

marfat.com

Marfat.com

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی انوار تھے سب کے سب آپ کے نور ازلی سے چمک لے کر اپنی تابانیاں بکھیرتے رہے۔

بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

أَنْتَ مِصْبَاحُ كُلِّ فَضْلٍ فَمَا تَصْدُرُ
إِلَّا عَنْ ضَوْئِكَ الأَضْوَاءُ

ترجمہ: آپ نے ہر فضیلت کو رونق بخشی اور ایک چمک نے آپ سے چمکنا سیکھا۔

(مصباحٌ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی بذات خود چمکدار دوسرے کو چمکانے والے یہ اسم سراج کا ہم معنی ہے جو ذکر کیا جا چکا ہے۔

(ھدًی صلے اللہ علیہ وسلم) ضمہ اور فتح کے ساتھ اصل ہدٰی مصدر ہے جب کسی کو بھلائی کی راہ پر گامزن کر دیا جائے تو عربی محاورہ میں ھداہ ۔ھدًی۔ھدایۃً بولا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اسم سے بطور مبالغہ موسوم کیا گیا ہے کیونکہ آپ نے کثرت سے مخلوق کو راہِ حق بتلائی اور اسے گمراہی سے نجات بخشی گویا آپ کی ذات نفس ہدایت وارشاد ہے جب کہ معنی یہ ہو گا کہ آپ مخلوق کے ہادی رہنما اور مُرشد برحق ہیں۔حضور علیہ السلام ہی نے مخلوق کو سعادت اور نیک بختی کی راہ دکھلائی۔

(مھدیٌ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک آسان نسخہ میں اس کا تلفظ میم کے ضمہ سے ہے اور ایک دوسرے نسخہ میں میم کی فتحہ سے ہے جب کہ آخری یا مشددہ پر اتفاق ہے پہلے تلفظ کے مطابق اہدٰی رباعی مجرد سے اسم فاعل ہے معنی یہ ہے کہ آپ اللہ کی راہ بتانے والے ہیں اور اس کی طرف بلانے والے اور نیک بختی کی راہیں ہموار کرنے والے ہیں، اور دوسرے تلفظ کے لحاظ سے مَرمِیٌّ کی طرح اسم مفعول ہے معنی یہ ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشادِ الٰہی سے ہدایت دیئے ہوئے ہیں آپ خوش بختی کی راہوں سے توفیق یافتہ ہیں آپ میں اللہ تعالٰی نے ہدایت جاری کرنے کی صلاحیت تام پیدا فرما دی ہر ایک ہدایت پانے والوں میں سے آپ سب سے بڑے ہدایت یافتہ ہیں۔

(مُنِیرٌ صلے اللہ علیہ وسلم) نُور سے اسم فاعل ہے معنی یہ ہے بذاتِ خود ظاہر اور

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

دوسروں کو ظاہر فرمانے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیر ہیں یعنی بذاتِ خود نیّر ہیں کیونکہ حدیثوں میں وارد ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا کیونکہ آپ کا نور سورج وغیرہ کی شعاعوں پر غالب تھا۔ اسرارِ قلوب اور معرفت کو واضح فرمانے کے لحاظ سے بھی منیر ہیں۔

داعی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اسم دعا سے نکلا ہے اس کا معنیٰ اپنے تمام کاموں میں اللہ کی طرف زیادہ دُعا اور عاجزی وزاری کرنے سے یا یہ اسم دعوت سے نکلا ہے معنی یہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کو اللہ تعالےٰ اور اس کی توحید وعبادت پر متوجہ کرنے کے لیے دعوت دینے والے ہیں، عالمِ ارواح میں حضور علیہ السلام نے تمام مخلوق یہاں تک کائنات کے ہر ذرے کو دعوت الی الحق دی، آپ کی رُوح نے تمام ارواح کو دعوت دی اور ذاتِ حق جلّ وعلا کی طرف رہنمائی کی اور اس کی توحید کی راہ بتائی، ارواح کو ان کے رب سے متعارف کرایا اور آپ کے شخص کریم نے کائنات کے ہر ذرہ کو دعوت دے کر اس کے مناسب حال درجہ دلوایا اور ہر ایک ذرہ کو ذاتِ حق کی پہچان کرائی، اس ظاہری اور مثالی دنیا میں بھی جب جسم انسانی آدمی کے رُوپ میں ظاہر ہوا تو آپ نے اس مخلوق عالم اجساد کو بھی حق کی طرف بُلایا بالخصوص انسانوں اور جنوں کو اللہ کی طرف بلا کر انہیں اس کی پہچان کرائی۔ اور تمام مخلوق کو اللہ کی نافرمانی سے ڈرایا اور اُمّت اجابت کے تمام افراد آپ پر اول و آخر میں ایمان لائے۔ اس معنی پر تقی الدین سبکیؒ نے گفتگو کی ہے اور فرمایا کہ اس سے ہم دو حدیثوں کا معنی کھل کر سامنے آگیا جو قبل ازیں ہم پر مخفی تھا ہم حضور علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی :-

بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً۔ ترجمہ: میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

کو ہم سمجھتے تھے کہ آپ کے زمانۂ اقدس سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے لیے آپ مبعوث ہوئے مگر اسم داعی سے پتہ چلا کہ آپ سب اولین و آخرین لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

ارشاد مصطفےٰ :-

کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَ الْجَسَدِ۔ ترجمہ: میں آدم علیہ السلام کے اثنائے رُوح جسم میں بھی نبی تھا۔

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

کو ہم سمجھتے تھے کہ شاید آپ نے یہ بطور اپنے علم کے ارشاد فرمایا مگر اس اسم سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دراصل عالم ارواح میں بھی نبی تھے اور بالفعل آپ نے ارواح کو دعوت حق دی اور ذاتِ کبریا کی طرف راہنمائی کی پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم اجساد میں چالیس برس کی مُدت گزر جانے کے بعد بھیجا گیا اور انبیاء و مرسلین سے آپ ممتاز و منفرد ہوئے بایں معنی کہ آپ دوبارہ نبی ہوئے اور دو ہی بار آپ کو رسُول بنایا گیا ایک بار عالم ارواح کے لیے اور دوسری مرتبہ عالم اجساد میں اجساد کے لیے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دونوں حالتوں میں تمام مخلوق کو متوجہ الی اللہ کیا، اللہ کے اس کلام کا اشارہ بھی اسی طرف ہے :-

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً ترجمہ: یعنی نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لِّلنَّاسِ[1] - لوگوں کا راہنما بنا کر۔

کافۃً للناس میں انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں متقدمین و متاخرین سب داخل ہیں، گویا آپ نے درحقیقت انبیاء و مُرسلین کو دعوت دی اور انہوں نے آپ کی اتباع کر کے مخلوق کو دعوت حق دی انبیاءؑ عوت الی الحق میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور خلیفہ ٹھہرے۔

قصیدہ بردہ میں آپ کی تعریف اس طرح کی گئی۔

ترجمہ: انبیاء و مرسلین کو جو انعام بھی ملا وہ آپ

وَكُلُّ آيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا	کے نور وسیلہ سے ملا آپ آفتاب فضیلت و
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمْ	بزرگی ہیں اور انبیاء اس کے ستارے جو
فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا	لوگوں کے لیے اندھیروں آپ کے نور کی
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ	مدد سے اُجالا کرتے ہیں۔

(مدعوٌ صلی اللہ علیہ وسلم)، یعنی بلائے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتِ حق نے بُلایا اور اپنے قُربِ خاص کے لیے مخاطب کیا اور آپ کو یاایھا النبیُّ اور یاایھا الرسُول کے القابات سے مشرف و مکرم فرمایا جب کہ آپ کو آپ کے ذاتی نام یا محمدؐ سے خطاب نہ کیا جس طرح کہ

[1] پ ۲۲ س سبا آیت ۲۸

marfat.com
Marfat.com

دیگر انبیا علیہم السلام کو یا عیسٰی یا ابراہیم سے مخاطب کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھی آپ کی وجہ سے عزت کرتے ہوئے یا ایہا الذین آمنوا سے مخاطب کیا جبکہ دوسری اُمتیں اپنی اپنی کتابوں میں یا ایہا المساکین وغیرہ خطابات سے یاد کی جاتی رہیں آپ صلے اللہ علیہ وسلم آسمانی معراج کے لیے بلائے گئے نیز آپ اس وقت حضرت خطاب میں شرف ہمکلامی کے لیے بلائے گئے جب آپ کے نور سے ذات حق کا نور ملا تو ستر ہزار پردے چاک ہوئے جو ایک دوسرے سے مختلف تھے ان پردوں سے انسانی اور ملکوتی حس منقطع ہو گئی اور اچانک سب سے بلند مقام سے آواز آئی اے تمام مخلوق سے بہتر قریب آجاؤ اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم قریب آجاؤ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہو جاؤ اے پیارے دوست قریب آجا۔ نیز آپ کو رب ذوالجلال کی ملاقات کے لیے بلایا گیا۔ بیہقی کی دلائل میں قول جبریل علیہ السلام اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ۔ ترجمہ: یعنی بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا شوق رکھتا ہے۔

اس قول کے لیے ایک دوسری روایت اس طرح بھی ہے کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب ملک الموت نے وصال حق کی بشارت کے لیے آپ کو اختیار سونپ کر کہا تو حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت سے فرمایا کہ جس کام پر آپ مامور ہیں جلدی کیجیے اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ کا بیہقی نے یہ معنی لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ملاقات سے آپ کو آپ کی دنیا سے آپ کی آخرت میں داخل فرمانے کا ارادہ فرما لیا تاکہ حضور کے قرب و کرامت میں اضافہ ہو۔

(مُجِیْبُ صلے اللہ علیہ وسلم) مجیب اجابت سے ہے جو دعا پر مرتب ہے لفظ مجیب مدعو کی تفسیر کا تابع ہے یعنی آپ کو جس چیز کی من جانب اللہ دعوت دی گئی آپ نے اس کے قبول کرنے میں تامل و توقف سے کام نہ لیا اور فی الفور قبول کر لیا عام ارواح میں بھی حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے اس ارشاد وَاَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب سے پہلے بلیٰ یعنی ہاں کر کے اپنے مجیب اول ہونے کا ثبوت دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طاعت و عبادت توحید و معرفت اور اس کے ساتھ ایمان لانے میں بھی مجیب اول ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

آپ دعوت ولیمہ کے علاوہ جو صحابی بھی آپ کو عام دعوت پر بلاتا آپ تشریف لے جاتے اگرچہ دسترخوان پر سادہ پانی اور جو کی روٹی ہی کیوں نہ ہو اور لوگوں کے ساتھ ان کی ضروریات پوری کرنے نکلتے آپ کے صحابہ اور اہل بیت اطہار میں سے جب کسی نے آپ کو آواز دی تو آپ نے منکسر المزاج ہو کر اسے لبیک کہا اس میں آپ کے اخلاق کی بلندی اور حسن معاشرت تھی۔

(مجابٌ صلے اللہ علیہ وسلم) مجابٌ آپ کے اسم داعٍ پر مرتب ہے اور مجاب پر داع اسی لیے متقدم ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے رب کو پکارنے والے ہیں اور جب اللہ نے آپ کو پیدا کیا تو آپ اپنے رب کے مقبول الدعوات تھے اور آپ کی دعا کا قبول ہونا اتنے کاموں پر ظاہر ہوا جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور اتنی عطائیں کھلیں جن کی انتہا نہیں اور پھر آپ مخلوق میں مستجاب الدعوات ہوئے کہ آپ کی دعوت کو بہت زیادہ اُمت نے قبول کیا یہاں تک کہ آپ کی اُمت کا شمار اور گنتی سابقہ اُمتوں کے ان افراد سے مجموعی طور پر بڑھ گیا جنہوں نے اپنے اپنے انبیا کی دعوت قبول کی تھی۔

(حَفِیٌّ صلے اللہ علیہ وسلم) حَفَاوۃٌ سے نکلا ہے معنی کسی چیز کی طرف کامل توجہ دینا اور اس کا خوش اسلوبی سے انتظام کرنا اور اس کی طلب میں بہت زیادہ سوال کرنا اور یہ اسم تحفیۃ سے ماخوذ ہے اس لیے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ اہلِ بیت اطہارؓ اولادِ امجاد اور آنے جانے والوں پر کامل توجہ دیتے اور ان کی خوشنودی اور عزت و تکریم میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے اور اپنی اُمت پر بھی خصوصی توجہ دی اُمت کو راہ حق دکھلانے میں فراخ دلی سے کام لیا اور اسے ہلاکت و تباہی سے بچایا اور اُمت کی ہدایت کا بہت زیادہ خیال رکھتے تو حفی کا معنیٰ معتنی اور مہتم کا ہوا یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلم دوسروں کے کاموں میں مدد دیتے اور اچھے اخلاق پیش فرماتے۔

(عَفُوٌّ صلی اللہ علیہ وسلم) یہ عَفْوٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصور واروں اور مجرموں کو گرفت نہ فرماتے بلکہ معاف کر دیتے اور چھوٹی موٹی لغزشوں سے چشم پوشی فرما دیتے اور درگذر سے کام لیتے یعنی اگر کوئی شخص آپ کی شان میں بے ادبی کرتا تو آپ اس سے انتقام نہ لیتے بلکہ حضور معاف فرما دیتے اس لیے کہ تکلیف برداشت کرنا

marfat.com

Marfat.com

آپ کی عاداتِ کریمہ میں سے تھا آپ نے کبھی کسی مسلمان کو لعنت کی اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو مارا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے سوا کسی پر ہاتھ نہ اٹھایا آپ کی طرف سے نہ کسی کو ایذا پہنچی اور نہ ہی آپ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے غصہ کا اظہار کیا اور نہ کسی سے انتقام لیا ہاں اگر کسی نے محارم الٰہیہ کا دامن چاک کیا تو اس سے اللہ کے لیے بدلہ لیا اور اس سے اللہ کے لیے خشمگیں ہوئے لیکن اس میں اپنا ذاتی غصہ کار فرما نہ ہوتا تھا جنگِ اُحد کے دن مشرکوں نے آپ کے دندان مُبارک شہید کئے آپ کے ہونٹ چھید دیئے آپ کا چہرہ مبارک لہولہان کیا اور آپ کے رخساروں کو ناخنوں سے خراشیدہ کیا آپ کے سر مُبارک میں انڈے توڑے اور آپ کو پتھر مارے یہاں تک کہ آپ پہلو کے بَل ایک گڑھے میں گر گئے اور اس دن پورا دن آپ کے جسم اطہر سے خون جاری رہا اور آپ برابر ان کی ہدایت کے لیے دُعا فرماتے رہے اور فرماتے رہے یا اللہ میری قوم کو بخش دے اور انہیں ہدایت دے یہ جاہل اور بے خبر ہیں

(وَلِیؐ صلے اللہ علیہ وسلم) اس اسم کے دو معنی ہیں ایک اہلیت حق کے ساتھ ساتھ حق کا مددگار ہونا، اور دوسرا معنی ولی وَلاَ سے مشتق بمعنی قریب یار ہمراہ حق، یعنی ولی وہ ہے جو اللہ سے قریب ہو اور اللہ نے اسے اپنے قریب کر کے اپنے حکم اور امر کا مالک بنا دیا ہو اور وہ آنکھ جھپکنے کا وقت بھی اپنی ذات میں غافل نہیں ہوتا، ولی بروزن فعیل بمعنی مفعول۔ لیکن پہلے معنی کے اعتبار سے فاعل کے معنی میں ہے یعنی ولی اللہ کے دین اور شریعت کا ناصر اور مددگار رہتا ہے جاننا چاہیے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم میں بیک وقت نبوت و رسالت و ولایت جمع تھیں مگر ان میں سے کون سی افضل ہے کیونکہ حق کی طرف کامل توجہ نبوّت کہلاتی ہے جب کہ رسالت مخلوق کی طرف متوجہ ہونے کو کہا جاتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی رسالت آپ کی نبوت سے افضل ہے اس لیے رسالت ایک باطنی شے ہے اور نبوت پر زاید ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی نبوّت اور رسالت آپ کی ولایت سے افضل ہیں، اس لیے کہ رسالت خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہے اور دونوں جہان کی سعادت اور بھلائی مخلوق کے لیے رسالت ہی کے ذریعہ سے ہے مثلاً احکم الحاکمین کا مشاہدہ اور اس کے خطاب سننے کا منظر، یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی ولایت آپ کی نبوت و رسالت سے افضل ہے اس لیے کہ نبی میں جو معنی قُرب و اختصاص کا پایا جاتا ہے

marfat.com

Marfat.com

وہی معنی ولی میں بطور اطاعت درجہ کمال تک پایا جاتا ہے، بہرحال اس اختلاف کا دارومدار رسالت و نبوت اور ولایت کی تفسیر پر ہے جس نے نبوت کی تفسیر محض اللہ تعالیٰ سے خبر حاصل کرنے اور رسالت کا معنی و تفسیر یہ کیا کہ حضور آقا دو عالم نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے اُونچے درجہ پر ہیں اور اپنی ذات میں کامل اور دوسروں کو کامل بنانے والے ہیں تبلیغ و اصلاح کے ساتھ سیاست خلق کے وارث ہیں، اور ولایت کی تفسیر یُوں کی کہ ولی ہر آن مشاہدہ ذات میں ہوتا ہے اس نے آپ کی نبوت پر آپ کی رسالت اور ولایت کو فضیلت دی، اور جس نے رسالت کی تفسیر و تعبیر محض خلق سے اتباع چاہے اور نبوت کی تفسیر نبی کا حق کی طرف متوجہ ہونا اور ولایت سے بھی یہی مفہوم لیا ہے اس نے نبوت اور ولایت کو رسالت پر فضیلت دی ہے اور جس نے یہ سمجھا کہ نبوت و رسالت میں قرب و اختصاص پایا جاتا ہے وہی ولایت میں پایا جاتا ہے بلکہ نبوت رسالت کی ذمہ داری مثلاً اصلاحِ خلق، سیاست دین، عذاب سے نجات وغیرہ ولایت کی نسبت، نبوت و رسالت میں زیادہ ہے اس نے ولایت پر، نبوت و رسالت کو فضیلت دی نبوت و رسالت اور ولایت کا یہ اختلاف صرف حضور کی ذات کے اعتبار سے ہے مطلق نبوت و رسالت مطلق ولایت سے افضل ہیں اسی پر اتفاق ہے۔

(حَقٌّ صلے اللہ علیہ وسلم) یہاں حق کا معنی باطل کی ضد کا لیا جائے گا یہ اسم حق الشی سے ہے معنی کسی چیز کا ثابت رہنا حضور علیہ السلام بھی اپنے حال، سچائی، نبوت و رسالت میں اس حیثیت سے ہیں کہ ان پر تغیر و تبدل اور باطل کا غلبہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور حق اسمائے الہیہ میں سے ہے اس کا معنی مذکور معنی کے برعکس ہے اس کا معنی ثابت، اپنے وجود میں ازلی اور ابدی ہے اور برتری اس کی شانِ زیبائی ہے۔

(قَوِی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ صلی علیہ وسلم اپنے حال اور ذات کے اعتبار سے اتباع اوامر الٰہیہ اور اللہ کی منع کردہ اشیاء سے مکمل پرہیز اور احکام خداوندی کے نفاذ شریعت اور حقیقت منانے اور ثابت رکھنے پر پوری پوری قدرت رکھتے ہیں۔

(اَمِیْنٌ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلم پر من جانب اللہ جو امر اور نہی، وعدہ اور وعید بھی آیا آپ اس کے امین ہیں نیز آپ ان رموز و اسرار کے بھی امین ہیں جو ذاتِ حق جل و

marfat.com
Marfat.com

علا نے آپ کو مرحمت فرمائے، آپ اس اسم کے ساتھ قبل از نبوت بھی مشہور تھے اور بعد از نبوت بھی معروف رہے دورِ جاہلیت میں آپ کو امین کے اسم سے موسوم کیا جاتا رہا کیونکہ آپ ایک پروقار اور سنجیدہ امانت دار اور خیانت سے کوسوں دور شخصیت کے مالک تھے اور نبوت کے بعد جو کچھ بھی آپ پر بطور وحی نازل ہوا اس کی حفاظت و اشاعت کے امین رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذاتہٖ بنفسِ نفیس بھی امین ہیں یعنی اپنے رب کی سرزنش سے بے خطر جس طرح کہ آپ کو رب جلّ وعلا نے اپنے اس قول سے بشارت دی۔

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ
مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ[1]

(مَامُوْنٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) مامون وہ ہوتا ہے جو شر اور غدر اور جھگڑے سے مکمل بے نیاز ہو کر منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا رہے یا یہ مامون (مومن) کے معنی میں جو لفظ امین کے معنی میں سے ایک معنی ہے۔

(کَرِیْمٌ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کریم اس ذات کا نام ہے جو اپنی ذات کے لائق بزرگی کی اقسام اور اوصاف کمال کا جامع ہو کرم کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کرم ذات صفات جس سے ذات وصفات کی بزرگی اور عظمت نمایاں ہوتی ہے اور اس مقام پر کرم ذات ہی اصل کرم ہے، کرم کی دوسری قسم کرم افعال اس لحاظ سے کریم کی تفسیر خیر کثیر اور بے طلب براہِ راست بن مانگے محض اپنی مہربانی سے عطا کرے اور مجرم کو عفو و درگذر سے پیش آئے سے ہوگی یہ تمام معانی آپ کے حق میں بالکل صحیح ہیں کیونکہ آپ شرف و بزرگی سے خاص کئے ہوئے اور آپ مطلقًا اولادِ آدم انبیاء وغیرہم سے ہر لحاظ سے اکرم واشرف ہیں اور بنی آدم سے اصل وصف خَلق اور خُلق قدر اور عمل میں بہر طور فوقیت رکھتے ہیں۔

(مُکَرَّمٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) را مفتوحہ کی شد کے ساتھ یہ اسم کریم کے معنی میں ہے لیکن اس سے وہ کریم مراد نہیں جس نے آپ کو کریم بنایا ہے یعنی اللہ جلّ وعلا۔

(مَکِیْنٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) مکانت کا ایک خاص مقام قرب اور ترقی درجہ کا نام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس بلند مقام رکھتے ہیں بایں معنی آپ

---

[1] پ ۲۶ س فتح آیت ۱

marfat.com
Marfat.com

مکین ہیں اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر اپنے ذکر سے ملایا ہے اور پایۂ عرش پر آپ کے متعلق پہلے لوگوں میں اعلان فرمایا اور قیامت تک آنے والے لوگوں کو نور ایمان آپ کی بدولت نصیب ہوا ہے اور ہوگا۔

(مَتِیْنٌ صلے اللہ علیہ وسلم) یہ اسم متن الشی سے ہے مضبوطی اور سختی کے معنی کو شامل ہے۔ یہ اسم قوی کے معنی میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین حق کے معاملہ میں بے حد سخت گیر تھے اور سچائی کی تاکید فرمایا کرتے تھے اور اپنے کافر دشمنوں پر حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فتح یاب رہے۔

(مُبِیْنٌ صلے اللہ علیہ وسلم) اس اسم کا معنی ہے جس کا دستور واضح اور رسالت نکھری ہوئی ہو اس نشان و علامات بالکل واضح تھے یہ اسم بَانَ لازم[1] سے ہے یا مبین کا معنی ہے جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا اسے کھول کھول کر بیان فرمایا

جس طرح ارشاد حق تعالیٰ ہے :-

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ[2]

یہ اسم ابان متعدی[3] سے بھی ہوسکتا ہے یہ رباعی کبھی لازم کے معنی میں استعمال ہوتی ہے اور کبھی متعدی کے معنی میں (مصباح میں بھی مذکور ہے) یا مبین اسی معنی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عربی زبان والے تھے اور اہلِ عرب میں سے سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔

(مُؤَمِّلٌ صلے اللہ علیہ وسلم) میم مشددہ کی کسر سے اَمَّلَ الشی سے نکلا ہے معنی اُمید کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ حق میں مکمل رغبت رکھتے ہیں اور اللہ کی درگاہ میں اس کے فضل و احسان سے پر اُمید ہیں یہ اسم میم مشددہ کی فتح سے بھی آیا ہے آپ کے صحابہ کرام اور اُمّت مرحومہ کو آپ پر دنیا و آخرت میں اصلاحِ احوال نجات و شفاعت کے معاملہ

---

[1] جو فعل فاعل پر ہی پورا ہو جائے۔ لازم کہلاتا ہے۔ (مترجم)

[2] پ ۱۴ سورہ نحل آیت ۴۴ [3] جو فعل فاعل سے گزر کر مفعول بھی چاہے متعدی کہلاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

میں اور ہر خیر و برکت کے حصول میں مکمل اعتماد رہا اور ہمیشہ پُرامید رہیں گے آپ کے آنے سے پہلے آپ کی وساطت سے اور آپ کے آنے کے بعد آپ کے مقام مرتبہ کی وسعت کی بنا پر۔

وَصُوْلٌ صلے اللہ علیہ وسلم) واؤ کی فتح سے وَصُوْلٌ بروزن فعولٌ بمعنی فاعل صِلَۃٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے یعنے آپ صلے اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ صلہ رحمی فرمانے والے تھے رشتہ قرابت اور رشتہ ایمانی مضبوط بنانے والے تھے آپ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کے عزیزوں رشتہ داروں سے ہدیہ قبول فرماتے اور خود انھیں تحائف ارسال فرماتے اور ان کے ساتھ گھل مل کر گفتگو فرمایا کرتے اور دینی امور میں انہیں پختہ کرنے کے لیے ان سے سوال فرمایا کرتے تھے۔

(ذُوقُوَّۃٍ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی آپ بڑی طاقت کے مالک ہیں آپ کا یہ اسم بھی اسم قوی کے معنی میں ہی ہے اور یہ اسم نکرہ اسم قوی کے بعد بطور تعظیم ذکر کیا گیا ہے۔

(ذُوحُرمَۃٍ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ عزت و احترام والے ہیں اس اسم سے آپ کی شان بزرگی عظمت شان نمایاں ہوتی ہے۔

(ذُومَکَانَۃٍ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلم بے حد قوت اور بے انتہا طاقت والے ہیں یہ اسم مکین کے معنی میں ہے۔

(ذُوعِزٍّ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ عزت والے ہیں یہ اسم عزیز کے معنی میں ہے معنی جلیل القدر بے نظیر و بے مثال اور دوسروں کی عزت افزائی کرنے والا۔

ارشاد حق تعالیٰ ہے :-

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ[1] — ترجمہ: اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کے لیے عزت ہے۔

درحقیقت عزت آپ کے لیے اور اہل ایمان کی عزت آپ کے وسیلہ سے ہے آپ کو اللہ نے عزت کا تاج بخشا ہے جس سے اہل ایمان لوگوں کو عزت نصیب ہوگی۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

---

[1] پ ۲۸ ، سورہ منافقون ، آیت ۸ -

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

(ذُو فَضْل صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلم فضل و کرم والے ہیں فضل در اصل کمال کی ایک قسم ہے جس سے موصوف دوسروں سے ممتاز و منفرد ہوتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں سے کمالات کی تمام اقسام میں برتری اور فوقیت رکھتے ہیں۔

(مُطَاعٌ صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک آپ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام اور اُمت کی طرف اطاعت کئے ہوئے ہیں کیونکہ صحابہ اور اُمت میں آپ کی تعظیم اور محبت کی قوت سمندر کی طرح موجزن تھی اور ہے آپ کے صحابہ اور اُمت آپ کی مرضی کے خلاف نہ کوئی اقدام کرسکتی ہے اور نہ ہی آپ کے احکام نواہی کی مخالفت کرسکتی ہے معنی کے اعتبار سے یہ اسم مجاب کے معنی میں ہو گا۔

(مُطِیعٌ صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام الٰہی کے ہمیشہ پابند رہے اور جو اُمور اپنے اور ذات حق کے درمیان تھے انہیں پوری ذمہ داری سے اور جو احکام خداوندی خالق اور مخلوق کے درمیان تھے انہیں پوری ذمہ داری سے مخلوق تک تبلیغ کی صورت میں پہنچایا خلق کو بشارت دی اور ڈرایا اور ایک لمحہ بھی اس احساس ذمہ داری سے غافل نہ ہوئے۔ اسی سے آپ کی عصمت، کمال محبت و عبودیت ظاہر ہوتی ہے معنًا یہ اسم اسم مجیب سے ملے گا۔

(قَدَمَ صِدْقٍ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صادقوں اور صدیقوں کے امام ہیں ایسے شفیع جن کی شفاعت مقبول و منظور ہے آپ کا قدم ایسا جس کے نشان کی اتباع لازمی ہے، کبھی قدم، تقدم یعنی پیش قدمی پر بھی بولا جاتا ہے یہاں یہی مُراد ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم اُمت پر پیش قدمی فرماتے ہوئے شفاعت کرنے کے لیے پہلے ہی موجود ہوں گے تاکہ اُمت پریشان نہ ہو اور آپ کا پہلے آنا صدق ہے۔ آپ کی شفاعت رد نہ ہو گی بلکہ ہر صورت قبول ہو گی۔

(رَاحِمَةٌ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ کی جائے پیدائش اور آپ کی ذات میں پیام امن و رحمت ہے اور یونہی آپ کا آخری مسکن روضہ شریف بھی قیامت تک جائے امن و قرار ہے اور آپ ہی کی بدولت تمام عالم دنیا پر نزول رحمت باری ہوتا ہے ہر نور اور خیر و برکت ایجاد اول سے آخر تک آپ ہی کی وجہ سے وجود میں آئے آپ کو رحمت بطور مبالغہ کہا گیا ہے ورنہ

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

آپ رحمت کا سبب ہیں عین رحمت نہیں ہیں کیونکہ رحمت اللہ کا اپنی مخلوق پر احسان اور متواتر کا دوسرا نام ہے جس کا اصل سبب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں قرآن میں بطور مبالغہ آپ کو رحمت فرمایا گیا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [1]

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

(بُشْرٰی صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام انبیاؑ نے اپنی اپنی اُمتوں کو خوش خبری دی اور آپ کے ساتھ نفوسِ بشریہ کو خوشخبری دی گئی آپ بذاتِ خود بھی اہلِ ایمان کو رحمت اور جنت ورضوان اور دوزخ سے نجات کی خوش خبری دینے والے ہیں بشری اسم مفعول اور فاعل دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے، انبیا نے اپنی اپنی اُمتوں کو آپ کی خوش خبری دی اس اعتبار سے بشری بمعنی مفعول ہے، اور آپ نے اپنی اُمت کو ہر خیر وبرکت کی خوشخبری دی اس لحاظ سے بُشرٰی بمعنی فاعل ہے۔

(غَوْثٌ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ کی وجہ سے فریاد سنی جاتی ہے یہ اسم بمعنی مفعول ہے یعنی اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ نے آپ کے طفیل مخلوق کی اس وقت فریاد سنی جب وہ گمراہی اور جہالت کے سمندر میں غرق ہونے کو تھی انہیں پناہ دی اور نجات دلا کر کامیاب بنایا یہ سب آپ کا صدقہ تھا۔

(غَیْثٌ صلے اللہ علیہ وسلم) غیث دراصل اس بارانِ رحمت کا نام ہے جس سے انسانوں اور آبادیوں کو زندگی ملتی ہے شہروں کے مکان دھل جاتے ہیں اور انسانوں کی کئی بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں سرسبز وشاداب گھاس اور درخت اُگتے ہیں پھل پھول اور کلیاں نکلتی ہیں چشمے اور نہریں جاری ہوتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیث سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ آپ کی بدولت مخلوق کو ہلاکت سے نجات ملی اور نورِ ہدایت نصیب ہوا اور گمراہی سے راہ راست پر آتے مردہ دلوں کو زندگی اور نورِ ایمان ملا آپ ایسے غیث ہیں کہ آپ سے

---

[1] پ۱۷ ، سورۂ انبیاء ، آیت ۱۰۷۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

کفر اور تاریکی سختی اور کجی دور ہوئی روحوں کی اصلاح اور جسموں کو نجات ملی بلکہ آپ کی ذات باران رحمت سے بھی زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ بارش سے اصلاح اجساد و بلاد ہی ہوتی جب کہ آپ کی وجہ سے قلوب اور ارواح کی تعمیر ہوئی۔

(غیاثٌ صلی اللہ علیہ وسلم) اغاثہ سے اسم مصدر ہے غین کی کسر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی فریاد سُنی جب وہ گمراہی میں غرق ہو رہے تھے اور جہالت کی موجیں ان سے کھیل رہی تھیں یہ تینوں اسمأ یعنے غوث۔ غیث۔ غیاث قریب المعنی ہیں آپ صلے اللہ علیہ وسلم وجود ہستی کے لیے غوث اور غیاث ہیں اور محتاجوں کے لیے غیث ہیں۔

(نِعْمَةِ اللّٰهِ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کے بندوں کے لیے ایک نعمت ہیں نعمت وہ ہوتی ہے جس سے بندہ اپنی دنیا اور آخرت میں فائدہ حاصل کرتا ہے جب کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مُصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمیں دونوں جہانوں کا اتنا فائدہ ہے جس کا حساب و شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس نفع کی کوئی حد بندی ہے۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہم پر اللہ کی طرف سے اس کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت ہیں۔

(هَدِيَّةُ اللّٰهِ صلے اللہ علیہ وسلم) ھا کی فتح دال کی کسر اور یا کی تشدید کے ساتھ ہدیہ اس عطیے کا نام ہوتا ہے جو محبت اور عزت و احترام کے لیے دیا جاتا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے بہت بڑے رسُول حضرت محمد مُصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا کر کے عزت بخشی ورنہ ہمارے عمل اور کوشش سے اتنے بڑے عطیے کا حصُول ممکن نہ تھا، ابو العباس مرسی رضی اللہ عنہُ فرماتے ہیں تمام انبیا علیہم السلام اپنی اپنی اُمّت کے لیے بطور عطیہ اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے بطور ہدیہ ہیں عطیہ اور ہدیہ کا فرق ہے محتاجوں کے لیے عطیہ ہوتا ہے اور محبوب و مقبول لوگوں کے لیے ہدیہ ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہدیہ کے طور دی ہوئی نعمت ہوں۔

(عُرْوَةٌ وُثْقٰى صلے اللہ علیہ وسلم) وہ نسخے جن پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے ان پر یہ دونوں کلمے بطور نکرہ، ہی مذکور ہیں اور بعض نسخوں میں انہیں (معرفہ) بھی ذکر کیا گیا ہے تاہم دونوں قسم کے نسخوں میں وثقیٰ کو عروہ کی صفت بنایا گیا ہے اور بعض نسخوں میں الوثقیٰ

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

کو الف لام کے ساتھ (معرفہ) لایا گیا ہے اور عروہ کی وثقیٰ کی طرف اضافت کی گئی ہے جس طرح موصوف کی صفت کی طرف اضافت کر دی جاتی ہے، عروہ دراصل جس جگہ کو مضبوطی کے ساتھ ہاتھ سے پکڑا جا سکے کو کہتے ہیں جیسے چھاگل یا تھیلے کے تسمے اور لوٹے کا دستہ وغیرہ، یہ اسم ہمارے آقا و مولیٰ سنوپرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بایں معنیٰ استعمال ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین حق کا وہ مضبوط ذریعہ ہیں کہ جن کے طفیل مخلوق کی رب العلمین سے شناسائی اور رسائی ہوئی اس لیے جس نے آپؐ کا اتباع کیا وہ گمراہی کے گڑھے میں کبھی نہیں گر سکتا جس طرح مضبوط رسی کو پکڑ کر ہلاکت کے کنوئیں سے باہر نکلا جا سکتا ہے اسی طرح آپ کا متبع اور مطیع گمراہی سے نکل کر حرم کبریا تک پہنچ جاتا ہے۔

وثقی بروزن فعلیٰ پکی اور مضبوط شے کا نام ہے معنی یہ ہوگا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا قوی اور پکا واسطہ ہیں جو قطع و برید کمزور پڑ جانے یا ٹوٹ جانے سے محفوظ ہیں جس نے اس واسطہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ ایک نہ ایک دن اپنے مطلوب اور منزلِ مقصود تک ضرور پہنچ جائے گا۔ اسے ناکام ہونے یا گر جانے کا اندیشہ بالکل نہیں ہوتا۔

(صِرَاطَ اللّٰهِ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تک پہنچانے کا راستہ ہیں اس شخص کے لیے ہدایت کا راستہ ہیں جس پر شیطان مسلط ہو چکا ہو اور وہ گمراہی اور خسارہ و نقصان کی وادیوں میں بھٹک جائے ہمیں اللہ تعالیٰ شیطانی راہ سے بچائے اور دم آخر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت اور آپ کی جماعت سے تمسک کرنے کی توفیق بخشے صراط۔ ص کے ساتھ یا س کے ساتھ اس راستے کو کہتے ہیں جو بالکل سیدھا اور واضح ہو اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ٹیڑھا پن نہ ہو، یہ اسم آپ کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے اس لیے کہ جو آپ کے تابع ہوا وہ دونوں جہاں کی سعادت کو پہنچا اور عذاب سے نجات حاصل کی فاسق اور گمراہ اس سے دور رہیں۔

(صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اسم بھی مذکورہ اسم کے معنی میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اھدنا الصراط المستقیم میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(ذِکْرُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا یہ اسم بھی آپ کے لیے بطور مبالغہ ہے کیونکہ آپ ذکر کا عین نہیں ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ آپ اللہ کو اس قدر یاد کرنے والے ہیں کہ جس نے آپ کو دیکھا اور آپ کے احوال اور اخلاق حمیدہ سے اسے اللہ یاد آگیا اور اس نے اس کی تعریف کی اس اعتبار سے آپ کا وجود ذکر الٰہی کا سبب بنا آپ کی ذات اللہ کی ذات وصفات کے ذکر اور اس کی توحید کی صحیح نشاندہی کرتی ہے آپ کے افعال واعمال ذاتِ کبریا پر دلالت کرتے ہیں اور اقوال ذکر الٰہی کا حکم کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر عمل اور احوال وصفات میں سوتے جاگتے ذکر حق کیا کرتے تھے۔ یا ذکر اللہ سے یہ مراد ہے کہ ذکر بمعنی ذاکر ہے چونکہ آپ کثیر الذکر تھے بنابریں یہ اسم آپ کا علم بن گیا یا یہ مراد ہے کہ آپ اللہ کے یاد کئے ہوئے ہیں۔ ذکر بمعنی اسم مفعول مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلق وایجاد سے پہلے بھی ذکر کیا بے شک آپ وہ پہلی ہستی ہیں جن سے ذکر کا آغاز ہوا آپ لوح محفوظ پایہ عرش آسمانوں اور اس کی سب جگہوں جنت اور اس کی تمام اشیا پر آپ کا نامِ نامی اول الذکر ہے یہاں تک کہ آپ کا نام اللہ نے اپنے نام سے ملایا اپنے ہی نام سے آپ کا نام برآمد کیا اس لحاظ سے آپ صلے اللہ علیہ وسلم بہرحال ذکر اللہ ہیں۔

سَیْفُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ اسم آپ کی اس کوشش سے کنایہ جو آپ نے دین حق کی تبلیغ اور اس کی تائید ونصرت میں اللہ کے دشمنوں اور اس کے دین کے بداندیشوں سے جہاد اور قتال کی صورت میں کی۔

حِزْبُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ اسم بھی آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور مبالغہ ہے اس لیے کہ حزب اللہ اللہ کے لشکر اس کے دین کے حامی لوگ اور اس کی

ل بعض بدعقیدگی کے مریض آذان سے قبل حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا ممنوع قرار دیتے ہیں اور ایسا کرنے کو بدعت گردانتے ہیں جب کہ حضور پر صلواۃ وسلام بھی ذکرِ الٰہی ہے اور کتاب وسنت میں اس پر منع وترک بھی نہیں آیا، اعاذ باللہ۔ ہاں صلوٰۃ وسلام اور آذان کے درمیان کچھ وقفہ بہتر ہے تاکہ اسلام میں فوارد کو آذان اور صلوٰۃ وسلام کا امتیاز ہو سکے۔
(مترجم سید امیر محمد شاد قادری)

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

شریعت کے تابع لوگوں پر بولا جاتا ہے جو اللہ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی منع کردہ اشیاء سے مکمل پرہیز کرتے ہیں۔ سرکار کو اس اسم سے یاد کیے جانے کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ آپ نے تن تنہا دین حق کی وہ حمایت کی کہ جو مجموعی طور پر ساری دنیا کے افراد مل کر بھی نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اکیلے ہی مبعوث فرمایا اور روئے زمین پر ایک بھی شخص ایسا نہیں جو دین حنیف پر آپ کی طرح ثابت قدمی سے قائم رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ہمیشہ دین حق کی دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ تائید ایزدی آپ کے شامل حال ہوئی آپ کی اکیلی ذات نے اسلام کی وہ خدمت کی جو ایک بہت بڑے لشکر سے بھی ہو نہیں پاتی، اس وجہ سے آپ جند اللہ اور حزب اللہ کہلائے اللہ کا لشکر ہمیشہ غالب رہتا ہے۔

(النَّجْمُ الثَّاقِبُ صلے اللہ علیہ وسلم) الثاقب اس منور شے کا نام ہے جس کی روشنی غلیظ پردوں سے بھی گذر جائے یہ اسم بھی آپ کے لیے استعارہ و تشبیہ ہے یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اس طرح ہدایت حاصل کی جاتی ہے جس طرح زیادہ چمکدار ستارہ بھولے بھٹکے مسافر کو منزل مقصود تک پہنچنے میں مدد دیتا ہے بلکہ آپ کی طرف سے ملنے والی ہدایت ستاروں کی ہدایت سے زیادہ مؤثر اور سود مند ہے

(مُصْطَفًا صلے اللہ علیہ وسلم) یہ اسم معتبر نسخوں میں تنوین کے ساتھ یعنی ف پر دو زبر کے ساتھ الف کے بغیر (نکرہ) ذکر کیا گیا ہے اگرچہ اسم الخط میں آخر پر ی لکھی جاتی ہے اس اسم کی مانند دو اسم اس اسم کے بعد بھی آرہے ہیں، اور بعض نسخوں میں ف کی ایک زبر اور الف کے ساتھ بھی مذکور ہے بعد والے دو اسم بھی ہو بہو اسی طرح ہیں ان تینوں اسماء کا اعراب حذف شدہ الف کے ساتھ تقدیری ضمہ ہے تاکہ ہر دو نسخوں میں التقائے ساکنین لازم نہ آئے، مُصطفٰی مختار و مستخلص کے معنی میں ہے عربی محاورہ میں کسی شے کے خالص ہونے پر صفا الشیٔ بولا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی تمام مخلوق سے چنے ہوئے، پسند کئے ہوئے ہیں اور تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔

ؔ التقائے ساکنین علم صرف کا ایک مسئلہ ہے جس میں دو ساکن حرف اکٹھے ہو جاتے ہیں جن کا پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔ (مترجم غفرلہٗ)

marfat.com
Marfat.com

مُصطفیٰ کا معنی بشری کدورتوں سے پاک صاف بھی کہا گیا ہے اس وصفی مناسبت سے آپ کو مُصطفیٰ کہا جاتا ہے مُصطفیٰ غائت قُرب کی وجہ سے مختار کے معنی میں بھی آیا ہے کیونکہ اصطفائیت انتہائے قُرب سے تعبیر ہے۔

(مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی مالک و مختار یہ اسم اسم مصطفیٰ کے ہم معنی ہے۔

(مُنتقیٰ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی مُہذب اور مصفیٰ یہ اسم بھی مصطفیٰ کے ہم معنی ہے۔

(اُمّی صلے اللہ علیہ وسلم) اُمّی وہ ذات ہوتی ہے جو کتاب پڑھے نہ لکھے آپ کا یہ اسم اُم سے منسوب اکثر و بیشتر اس دور کی ماؤں کے حالات تھے نہ لکھ سکتی تھیں اور نہ ہی پڑھ سکتی تھیں جب بچہ ماں کے وصف پر ہوگا تو اسی سے منسوب ہوگا گویا وہ بچہ اسی ماں کی مانند ہے یا لفظ اُمّی اپنی اصل دلالت پر باقی ہے کہ جو نہ پڑھے اور نہ لکھے اُمّی کہلاتا ہے مگر اُمیت حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے بُری اور نقصان دہ وصف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق وصف مدح ہے اور درجۂ کمال ہے بلکہ اُمّی ہونا آپ کے لیے ایسا معجزہ ہے جو آپ کی نبوت کی سچائی پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:-

كَفَاكَ بِالعِلْمِ فِي الأُمِّي مُعجِزَةً	ترجمہ: تجھے اُمّی کے بارے اتنا علم کافی ہے
فِي الجَاهِلِيَّةِ وَالتَّأدِيبِ فِي	کہ اس اُمّی کی اُمیت دورِ جاہلیت اور دورِ
اليَتَمِ -	ادب و دانش اور یتیمی کے لیے معجزہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پڑھا نہ پڑھایا اور نہ ہی لکھا نہ ہی کسی پڑھے لکھے شخص سے ملے اس کے باوجود آپ سے لدنیہ علوم و معارف ظاہر ہوئے آپ کو سابقہ اُمتوں کے حالات اور ان کی شریعتوں کی پہچان تھی اولین و آخرین کے علوم سے آپ مطلع تھے جبکہ آپ کے احکام نے مخلوق کی سیاست منتشر کا رُخ بدلا آپ دین دنیا کی تمام بھلائیوں کا احاطہ کئے ہوئے تھے آپ پیدائشی طور پر ہر اچھی عادلت اور اچھے کمال سے علی الاطلاق متصف تھے آپ کا یہ رُتبہ ایسا ہے کہ اس کے سامنے تمام مخلوق بے بس ہے آپ کی یہ خصوصیات اس زمانہ کے سب لوگوں نے دیکھیں، گویا آپ کی اُمیت آپ کی نبوت کے دلائل میں سے حجت تام بن گئی پڑھنے لکھنے کا اصل مقصد حصولِ علم ہوتا ہے گویا یہ دونوں چیزیں علم کے لیے واسطہ غیر مقصود ہیں اصل مقصد علم ہی ہوتا ہے جب علم حاصل ہو جائے تو نفسِ پڑھنے

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

لکھنے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

جب پڑھنے لکھنے کا معیار اچھا ہو جائے تو شک کا احتمال ہوتا ہے اور مشرکین عرب یہ کہہ دیتے کہ آپ کو ان علوم کی پہچان تو پہلی کتابوں کے پڑھنے سے ہوئی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ کمالِ علوم بغیر کسی واسطہ اور سبب کے عطا کیا جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ [1]

ترجمہ اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

(مُخْتَارٌ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا یہ اسم تورات میں ہے اور مصطفیٰ کے معنی میں ہے۔

(اَجِيْرٌ صلی اللہ علیہ وسلم) ج کے ساتھ اَمِیْرٌ کی طرح فعیلٌ کے وزن پر بمعنی مفعل۔

(مُجِيْرٌ یعنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو پناہ دی اس کی دوزخ سے حمایت اور حفاظت کی۔ آپ کا یہ اسم بعض آسمانی صحیفوں میں بھی موجود ہے۔

(جَبَّارٌ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا یہ اسم گرامی زبور داؤد علیہ السلام میں ج کے ساتھ ہے لیکن مصنف کتاب نے نسخہ سہلیہ اور اس کے حواشی میں ان دو اسماء یعنی اجیر اور جبار کے متعلق خا معجمہ سے یائے تحتانیہ سے لکھا ہے۔ اجیر کو خیر اور جبار خیار۔ اسم جبار آپ کے حق میں مصلح کے معنی میں ہے کیونکہ آپ نے بہرحال اُمّت کی اصلاح و تعلیم فرمائی ہے۔ جبار قاہر کے معنے میں مستعمل ہوا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام دشمنانِ دین پر قہر بن کر سامنے آتے اور حمایتِ حق میں ان پر تلوار چلاتے۔ قرآنِ کلیم میں ہے۔

وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ۔ [2] ترجمہ: آپ ان پر قہر والے نہیں۔

اس جبار کی آپ کی ذات کے لیے اس لیے نفی آئی ہے کہ یہاں جبریت تکبّر کے معنی میں جو آپ کی شان کے شایان نہیں ہے۔

ابوالقاسم، ابوالطاھر، ابوالطیب، ابو ابراھیم صلی اللہ علیہ وسلم

صاف ظاہر ہے کہ یہ کُنیت آپ کی ان مجموعی اسماء کی وجہ سے ہے آپ کی یہ کُنیت آپ

---

[1] پ ۲۱، سورہ عنکبوت، آیت ۴۸۔ [2] پ ۲۶، سورہ الذریات آیت ۴۵

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

کے چار یا تین صاحبزادوں کے نام پر رکھی گئی طیب وطاہر میں اختلاف ہے کہا یہ دونوں لقب آپ کے ایک صاحبزادے جناب عبداللہ کے ہیں یا دو صاحبزادوں کے الگ الگ نام ہیں، صحیح قول یہ ہے یہ دونوں لقب جناب عبداللہ کے ہیں کہ ان کی ولادت دورِ اسلام میں ہوئی ہے ابن اسحٰق کا قول ہے طیب ایک صاحبزادے کا نام ہے اور طاہر دوسرے صاحبزادے کا نام ہے۔

(**مُشَفَّعْ** صلی اللہ علیہ وسلم) فا مشددہ کی فتح کے ساتھ اسم مفعول ہے معنی مقبول الشفاعت آپ میدانِ قیامت میں مخلوق کے معاملہ میں اس کی راحت و آرام کے لیے کامل رغبت اور توجہ کریں گے کہ اسے کھڑے کھڑے کافی دیر ہو چکی ہے ان کا حساب جلدی سے چک جانا چاہیے آپ بارگاہ حق میں اس بات کو پیش کریں گے جو قبول کر لی جائے گی بہ۔ تمام مخلوق کے سامنے آپ کی حد درجہ عزت افزائی کی جائے گی اور آپ سے کہا جائے گا کہیے آپ کا کہا سنا جائے گا، مانگیے عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجیے قبول کی جائے گی یہ شفاعتِ عظمٰی ہی دراصل مقامِ محمود ہے جو اس دن سرکار کے ساتھ مخصوص ہوگا۔

(**شَفِیْعٌ** صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی مخلوق کے شفاعت کرنے والے ہیں یہ مبالغہ کا صیغہ ہے معنی بہت زیادہ شفاعت کرنے والا اور یہ فیصلہ کا بہتر درجہ ہے۔

(**صَالِحٌ** صلی اللہ علیہ وسلم) صلاحیت سے مشتق ہے مراد بارگاہ حق کا اہل اور آزاد محرم اور آپ کی آزادی سے پوری کائنات آزاد ہوئی لیکن اس آزادی کی مخلوق میں درجہ بندی ہے جتنی کسی کی صلاحیت ہے اتنی ہی اس میں آزادی ہے جب کہ حضور علیہ السلام کی حریت و آزادی کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں، کیونکہ آپ میں اس قدر صلاحیت ہے کہ فہم انسانی کی وہاں تک رسائی نہیں۔

(**مُصْلِحٌ** صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کی فکری طہارت اور ظاہری باطنی دنیوی اور اُخروی رُشد وہدایت کا انتظام کیا اور مخلوق کے درمیان آپ ایک مصلح ہیں بعض قدیم پتھروں پر لکھا ہوا ملا ہے۔ (

یعنی آپ حضور ایک اتھک اور مضبوط مصلح اور سردار ایسے کہ امانت دار۔ کہا گیا ہے کہ آپ نے لوگوں کے دلوں میں محبت کا بیج بویا اور ان کے دلوں سے وہ نفرتیں اور کدورتیں دُور فرما دیں جو

marfat.com
Marfat.com

عرب وعجم اور قبائل عرب میں بالخصوص پائی جاتی تھیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ ترجمہ: اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو

إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ جب تم میں بیر تھا اس نے تمھارے دلوں

قُلُوبِكُمْ ؕ[1] میں ملاپ کر دیا ۔

(مُهَيْمِنٌ صلے اللہ علیہ وسلم) پہلے میم کا ضمہ اور دوسرے میم کی کسرہ اور روایت میں فتحہ کے ساتھ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ یہ اسم سرکار کے حق میں شاہد یا خلق پر قائم یا امین کے معنے میں ہے ۔

(صَادِقٌ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ کے تمام اقوال وافعال واقع کے مطابق اور نفس الامر کے موافق صحیح اور سچے ہوا کرتے تھے، جب آپ کو اللہ نے خوش کر دیا اور آپ کی تصدیق فرما دی تو آپ کی عصمت بے داغ رکھنے کے لیے واجب ہے کہ بارگاہِ مصطفوی میں کذب محال سمجھا جائے اسی طرح باقی انبیا کے لیے بھی جھوٹ ناممکن سمجھا جائے ۔

(مُصَدَّقٌ صلی اللہ علیہ وسلم) دال مشددہ کی فتح کے ساتھ اسم مفعول ہے آپ اس اسم سے کثرت تصدیق کی وجہ سے موسوم ہیں اللہ نے اپنے قول وفعل سے اپنے نبی کی بہت زیادہ تصدیق کی یا مخلوق نے آپ کی تصدیق کی تمام کائنات نے آپ کی تصدیق کی یہاں تک کہ جسم وجسمانیات کے ظہور سے قبل تمام رُوحوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور بعض نسخوں میں دال مشددہ کی کسرہ سے اسم فاعل ہے کیونکہ آپ نے اپنے قول وفعل اپنے رب کی اور پہلے انبیا اور پہلی کتابوں کی تصدیق کی ۔

(صِدْقٌ صلی اللہ علیہ وسلم) صدق مصدر خبر اگر واقع اور نفس الامر کے مطابق ہو تو صدق کہلاتا ہے یہ اسم بھی آپ کے لیے کثرت صدق کی وجہ سے بطور مبالغہ ہے اس مصدر سے مراد اسم فاعل یا اسم مفعول ہے معنوی طور پر پہلے اسم کی طرف اس کا رجوع ہوگا،

(سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ رسولوں کے سردار ان سب کے معتمد اور

---

[1] پ ۴ ، س آل عمران ، آیت ۱۰۳ ۔

marfat.com

Marfat.com

ان کے قائد ان کے بہت بڑے شریف اور کریم ہیں صلے اللہ علیہ وسلم ۔

(امامُ الْمُتَّقِیْنَ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ انبیا و مرسلین پر مقدم ہیں صراط مستقیم کی طرف ان کے قائد اور پیشرو ہیں اصل امام وہ ہوتا ہے جس کی اتباع کی جائے اور وہ اپنے متبعین کو ہدایت دے اور لوگ اس پر جان چھڑکیں اور اپنے فرمانبرداروں کی شفاعت کرے متقین تقوٰی سے ہے اور تقوٰی کا معنی اپنی ذات کو حفاظت شریعت کے لیے وقف کر دینا اور تقوٰی ایسی شے ہے کہ اس سے اس کی اپنی ذات بھی دونوں جہانوں میں محفوظ رہتی ہے اور تقی بھی اس معنی میں ہے متقی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو احکامِ الٰہی کا پابندی سے عامل ہو اور اللہ کی منع کردہ اشیا کے علاوہ شبہات اور ہر اس چیز سے اجتناب کرے جو بندہ اور خالق کے تعلقات میں نقص اور دوری کا سبب بنے پھر متقی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ غیر اللہ پر نہ تو کسی قسم کا اعتماد اور بھروسہ کرے اور نہ ہی غیر اللہ میں اظہار دلچسپی کرے پھر ایسی ذات خدا کی مخلوق میں صرف حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو اللہ کو سب سے زیادہ پہچانتے ہیں اور اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں اور ذات کبریا کے لیے سب سے زیادہ اطاعت اور مجاہدہ کرنے والی بھی آپ ہی کی ذات ہے آپ کا تقوٰی اس درجہ کا ہے کہ اس کی عکاسی لفظوں میں نہیں کی جا سکتی ۔

(قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ صلی اللہ علیہ وسلم) قائد قودٌ اور قیادت سے اسم فاعل ہے معنی آپ کا اپنے اختیار سے اپنے متبعین کے آگے لگ جانا اور ان کی رغبت کے مطابق انھیں میں کھینچ لے جانا ، مصباح میں ہے " قَادَ الرجلُ الفرس قودًا " یعنی سوار نے گھوڑے پر قابو پا رکھا ہے ۔ بلحاظ علم صرف یہ باب قال یقول سے ہے خلیل نحوی نے کہا ہے کہ قود سوار کا گھوڑے کی لگام پکڑ کر اس کے آگے پیدل چلنے کو کہا جاتا ہے اسی طرح سواری کے پیچھے چلنے کا نام سوق ہے اور غرا غر کی جمع ہے غرّہ سے مشتق ہے غُرّہ دراصل چہرہ کی سفیدی کو کہا جاتا ہے ۔ مُحَجَّلِیْنَ محجل ۔ اسم مفعول کی جمع ہے اور تحجیل سے نکلا ہے ۔ جس گھوڑے کی چاروں ٹانگیں سفید ہوں دراصل اس پر محجل بولا جاتا ہے لیکن یہاں مراد صرف اعضا کی سفیدی ہے صحیح بخاری میں ہے میری اُمت قیامت کے دن بلائی جائے گی درآنحالیکہ

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہوں گے اس میں اُمت کی عظمت بھی ہو گی اور یہ اُمت جس نبی سے منسوب ہے یعنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہو گا۔

(خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ خلیل وہ ہوتا ہے جس کا اپنے محبوب سے ملنا بے لاگ ہو اور تخلل سے نکلا ہے معنی ایک کا دوسرے سے چپک جانا، قاموس میں ہے خلیل سچے دوست کو کہا جاتا ہے۔ یا خلیل وہ شخص ہو جس کی محبت صاف ستھری اور صحیح ہو اور خُلت اس محبت کو کہا جاتا ہے جو سچائی پر مبنی ہو اور اس میں کسی قسم کا فتور اور قصور نہ ہو اور یہی حقیقی اور کامل محبت کا نشان ہے اور کبھی عام دوستی پر بھی خلت کا اطلاق ہوتا ہے جس طرح قرآن میں ہے۔

اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ [1] ترجمہ: دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے مگر پرہیزگاروں کی دوستی قائم رہے گی۔

کئی لوگوں نے خلت اور محبت میں اختلاف کیا ہے کیا وہ دونوں ایک ہی چیز ہیں یا دونوں الگ الگ چیزیں ہیں اگر وہ دونوں الگ الگ ہیں تو ان میں سے کون سی زیادہ بلیغ ہے ایک کا دوسری سے کیا فرق ہے اس بات کا اصل مقام بڑی بڑی کتابیں ہیں ہم نے ختم بخاری میں اسی پر کلام پورا کر دیا ہے۔

(بَرٌّ صلے اللہ علیہ وسلم) با کی فتحہ کے ساتھ معنی جو شخص بِر کے ساتھ متصف ہو، یہ ایک ایسا اسم ہے جو بھلائی اور خیر کی تمام اقسام کو جامع ہے خواہ وہ اظہار بندگی ہو یا حُسن خلق وخُلق بذات خود نرم مزاج ہو یا لوگوں کا غمگسار وغیرہ وغیرہ۔

(مَبَرٌّ صلی اللہ علیہ وسلم) میم کی فتحہ سے یہ اسم بِرٌّ سے نکلا ہے اس کا اُوپر ذکر کیا جا چکا ہے مبر اس لحاظ سے اسم مصدر ہے اس کو بطور مبالغہ ذکر کیا گیا ہے یا یہ اسم مکان ہے یعنی آپ بھلائی کا اصل محل وقوع ہیں اور بعض نسخوں میں یہ اسم میم کے ضمہ اور با کی کسرہ سے اسم فاعل ذکر کیا گیا ہے اس صورت میں اس کا اشتقاق ابرّ الرجل سے ہے یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی عمل

---

[1] پارہ ۲۵ سورہ زخرف آیت ۶۷

marfat.com
Marfat.com

رشد و فلاح والا ہو جائے اور اپنی سچی قسم کو پورا کر لے اور بعض نسخوں میں میم کے ضمہ اور با کی فتحہ سے اسم مفعول ذکر کیا گیا ہے آبَرَّ ہٗ سے مشتق ہے۔ معنی کوئی شخص اپنی قسم میں حانث نہ ہو یعنی قسم نہ توڑے بہر صورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیر اور بھلائی کی ہر قسم کے جامع ہیں اور ہر خیر سے متصف ہیں۔

(وَجِیْہٌ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صاحب قدر و منزلت اور دبدبہ اور بزرگی کے اس دنیا اور آخرت میں بھی مالک ہیں۔ مصباح میں بڑے رتبے والے کو وجیہ کہا گیا ہے۔

(نَصِیْحٌ صلی اللہ علیہ وسلم) نَصَحٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے اَلنُّصْحُ وَالنَّصِیْحَۃُ کا معنی اپنی مالی بدنی طاقت اور وسعت کو اصلاحِ اعمال و اقوال اور نیتوں کی تصحیح کے لیے فارغ رکھنا۔ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جس چیز کے ساتھ اصلاح ہو سکتی ہو اسے آزاد رکھنا نتیجۃً اس کا معنی خلوص ہے جس کے برعکس کھوٹ، مکر و فریب اور حق کا چھپانا ہے۔ جہاں تک آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کے لیے اور اس کی کتاب اور اس کے بندوں کے لیے نصیحت کا تعلق ہے۔ وہ حد سے گزری ہوئی نظر آتی ہے۔

(نَاصِحٌ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خالق و مخلوق کے معاملہ میں مخلص ہیں یہ اسم بھی نصیح کے معنی ہے۔

(وَکِیْلٌ صلی اللہ علیہ وسلم) بروزن فعیل بمعنی اسم فاعل یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے جس چیز کے لیے امین بنائے گئے ہیں اس کی کماحقہٗ حفاظت کرنے والے ہیں شریعت اور اپنی اُمّت کی ہر اس شے سے حفاظت کرتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے، اللہ کے حق میں بھی وکیل کا یہی معنی ہے کہ وہ ہر چیز کا حافظ و نگران ہے اور ممکن ہے کہ اللہ کے حق میں وکیل کا یہی معنی ہے کہ تمام اُمورِ دُنیا و آخرت اسی کے سپرد کیے ہوئے ہیں اور اسی سے وابستہ ہیں اس اسم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور نائب تصرّف فی الکون کے لیے مالک و مختار بنایا ہے اور آپ کے لیے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے تصرّف فی الکون کا حصول ثبوت آپ کے لیے بطور اخص ثابت ہے بلکہ یہ درجہ تو آپ کے طفیل آپ

کے غلاموں کو بھی نصیب ہے جس طرح سیدی احمد کبیر بدوی رحمۃ اللہ اس درجہ پر فائز تھے یہ

www.muhammadilah.net

marfat.com

Marfat.com

سب آپ کی خلافت و نیابت کی برکت سے تھا پھر یہ درجہ آں حضور کے لیے کیوں نہ ہو کہ خدا کے خلیفہ اوّل دونوں جہانوں کا واسطہ اور خالق و مخلوق کے مابین رابطہ ہیں۔

(**مُتوکّل** صلی اللہ علیہ وسلم) متوکّل وہ ہوتا ہے جو حال میں اپنا ہر کام اللہ کے ذمہ کرم پر چھوڑ دے اور ذات مولیٰ سے اپنا گہرا تعلق قائم رکھے، کہا گیا ہے کہ توکّل اپنی ذاتی طاقت و تدبیر کے ترک کا نام ہے اور یہ توحید اور معرفت حق کا ایک اعلیٰ شعبہ ہے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے عارفوں کے علی الاطلاق سردار ہیں اور اہل توحید کے عمومی اور خصوصی قائد و راہنما ہیں۔

(**کفیــل** صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مایوسی اور شرمندگی کے دن اپنی اُمّت کی شفاعت کے ضامن اور متکفل ہوں گے۔

(**شفیق** صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی بطور شفقت اپنی اُمّت کے مشقت میں پڑنے سے دونوں جہانوں میں خوف محسوس کرنے والے بنا بریں اپنی اُمّت کے کبیرہ گناہ والے افراد سے آپ کا اظہار شفقت ہے کہ ان کے گناہ چھپاؤ۔ اور اپنی اُمّت کو یہ حکم فرمانا کہ جس پر اسلامی حد جاری ہو۔ اس کے لیے بخشش طلب کرو اور اس کے حال پر رحم کھاؤ اسی سلسلہ میں حدیث شفاعت نہایت اہتمام سے ذکر کی گئی ہے کہ قیامت کے دن سب لوگ نفسی نفسی پکارتے ہوں گے اور آپ یا رب اُمّتی اُمّتی کے الفاظ دہرا رہے ہوں گے، عربی محاورہ میں "شفقتُ من الشئی" اس وقت بولا جاتا ہے جب اس شے سے خوف محسوس کیا جائے اور چھوٹوں پر شفقت سے مُراد ان کے لیے نرم دل ہونا ہے۔

(**مُقیمُ السُّنّۃِ** صلے اللہ علیہ وسلم) سُنّت سے مُراد طریقہ ہے یعنی وہ طریقہ جس پر انبیاء علیہم السلام آپ سے پہلے تھے اور امامت سے مُراد اس کی اصلاح اور پختگی ہے یعنی وہ طریقہ اپنی اصلی استقامت پر آجائے جس پر تمام شریعتیں متفق تھیں، اور وہ توحید حق تعالیٰ اور اسے تنہا عبادت کے لائق سمجھنا۔ بھلائی کا حکم اور بُرائی سے منع صلہ رحمی اور فقیروں سے محبت جیسے مکارمِ اخلاق کا شوق دلاتا تھا اور سنت سے آپ کی سُنّت مراد ہے یعنی آپ کی وہ شریعت جو آپ کو اللہ کی

marfat.com
Marfat.com

طرف سے اصلی اور فرعی صورت میں ملی اور اس کی اقامت سے مُراد لوگوں کو اس کے تمسک اور لازم پکڑنے اور اس پر عمل کرنے کا شوق دلانا ہے کہ باطل اور اہل باطل کی حوصلہ شکنی ہو۔

(مُقَدَّس صلے اللہ علیہ وسلم) دال مشددہ کی فتحہ سے اسم مفعول ہے یعنے آپ گناہوں سے پاک کئے ہوئے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو تمام گناہوں کی آلائشوں سے معصوم کیا ہے گھٹیا اوصاف اور بُری عادات سے بھی آپ کی ذات مطلقاً پاک ہے ایسی چیزیں آپ کی شانِ زیبائی کے خلاف ہیں۔

(رُوحُ القدس صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ کی رُوح نقائص وعیوب سے مقدس ہے۔ اس اسم میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے اس کا تلفظ قُدُس اور قُدْس ہے معنی طہارت

(رُوحُ الحقّ صلی اللہ علیہ وسلم) ممکن ہے کہ حق سے مُراد دین اور ایمان ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ایمان کی رُوح ہیں جس کا وجود آپ سے وابستہ اور قائم ہے اگر آپ نہ ہوتے تو ایمان کا وجود اور ظہور بھی کہیں نہ ہوتا دولت ایمان آپ کی بدولت لوگوں تک پہنچی آپ کی ذات مرکز ایمان اور اصل ایمان ہے، احتمال ہے کہ حق سے مُراد اللہ تعالیٰ ہی ہو کیونکہ یہ اسم اسمائے الٰہیہ میں سے ہے اور رُوح کی حق کی طرف اضافت تشریفی ہے یعنی رُوح اللہ کی پیدا کردہ اور اللہ کے تصرف میں مکمل طور پر ہے اس حیثیت سے حضور علیہ السلام بلحاظ درجہ ومقام تمام مخلوق سے اعلیٰ وارفع ہیں اور اصل کائنات ہیں۔

(رُوحُ القسط صلے اللہ علیہ وسلم) قسط کا معنی عدل وانصاف ہے یعنی عدل وانصاف کی رُوح رواں آپ ہی کی ذات ہے اگر آپ نہ ہوتے تو عدل وانصاف کا کہیں نام نہ ہوتا۔

(کافٍ صلے اللہ علیہ وسلم) یہ اسم شریف آسان اور صحیح نسخوں میں اسی طرح آیا ہے کہ اس کے آخر میں (یا) نہیں لکھی گئی اور بعض نسخوں میں یا کے ساتھ کافی لکھا گیا ہے اسی طرح مکتفٍ اور شافٍ بھی یا اور بغیر یا کے لکھنے میں آئے ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متبعین کو پہلے انبیاء علیہم السلام اور پہلی کتابوں سے کافی ہیں اسی طرح آپ اپنی کتاب اپنی شریعت وشفاعت وسیلہ وتعلق اور آپ کے اخلاقِ حسنہ کے اپنانے والے متبعین کے لیے کافی ہیں۔

(مُکتفٍ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ اللہ سے مشغول ہیں اور ماسوی اللہ سے بے

marfat.com
Marfat.com

نیاز آپ اس کے سوا کسی کا مشاہدہ نہیں کرتے آپ اس مخلوق شریعت کی اصل ہیں بلکہ کان ہیں اور آپ ہی سے دونوں جہان چمک رہے ہیں آپ دنیا کی ہر شے سے بے نیاز ہیں یہاں تک کہ عیش و عشرت لباس اور مکان وغیرہ۔

(بَالِغٌ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ اپنے علم اور قرب سے اللہ کی طرف پہنچانے والے ہیں آپ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے اور مقام و مرتبہ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ قرب الٰہی رکھتے ہیں کیونکہ اللہ اور آپ کے درمیان کسی حال میں بھی کوئی حجاب اور پردہ نہیں ہوتا بلکہ آپ ہمیشہ مقام شہود و مراقبہ میں ہوتے ہیں جس طرح عارف نے کہا ہے کہ اے اللہ آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپکا جامع بھید ہیں جو تیری ذات پر دلالت کرتے ہیں اور تیری ذات کا سب سے بڑا پردہ ہیں جو تیرے سامنے قائم ہیں۔

(مُبَلِّغٌ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمورِ حق کے مبلغ ہیں اور اس شخص کے لیے بھی مبلغ ہیں جس کی اللہ تعالیٰ ہدایت پسند کرے اور نیک بختی کے درجات تک پہنچانے کے لیے مبلغ بنائے گئے ہیں۔

(شَافٍ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ کی برکت اور دُعا سے اور آپ کے چھو لینے سے گمراہی کفر، جہالت جیسی بیماریوں دُور ہو جاتی ہیں آپ علوم اور حکمتوں اور سچی خبروں میں بھی شافی ہیں اور اپنی نظر کرم فرمانے اور وعظ و نصیحت فرمانے میں بھی شافی ہیں۔

(وَاصِلٌ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ اللہ سے ملانے والے ہیں یہ اسم اسمِ بالغ کا ہمعنی ہے یا اس کا معنی آپ صلہ رحمی فرمانے والے ہیں۔

(مَوْصُوْلٌ صلے اللہ علیہ وسلم) وصل سے اسم مفعول ہے وصل کا معنی وہ چیز جس کی قطع و برید ممکن نہ ہو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مولیٰ سے وصل خاص سے ملے ہوئے ہیں جسے کوئی توڑنے والا نہیں ہے بہت سے صحیح نسخوں میں یہ اسم ص کے بعد والی واؤ کی سکون سے ہے اور بعض نسخوں میں اس کی جگہ موصل بروزن مکرمٌ را کی فتحہ سے مذکور ہے اندریں صورت بھی یہ اسم مفعول ہے اور بعض نسخوں میں میں نے اسے ص کی کسرہ سے بھی لکھا ہوا پایا ہے موصل بروزن مُکرِمٌ اس صورت میں یہ اسم فاعل ہے اس کا معنی، ہوگا کہ جس چیز کے آپ مامور من اللہ ہیں یا نبی

marfat.com

Marfat.com

اُمت تک پہنچا دیتے ہیں یا اپنے اطاعت کرنے والے اور متبعین کو جنت میں پہنچا دینے والے ہیں
یہ اسم اسمِ مبلّغ کے ہم معنی ہے۔

(سَابِقٌ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ اللہ کی طرف ہر معاملہ میں پیشقدمی کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق سے ہر ایک بھلائی و سعادت فضیلت وعزت نبوت و رسالت کی سرداری میں سب سے سبقت لینے والے ہیں۔ یہاں تک کہ عالم ارواح میں آپ سب سے پہلے مخاطب اور (سَابِقُ کا جواب ہاں میں سب سے پہلے آپ ہی نے دیا شفاعت اور جنت کے داخلہ میں بھی سب سے پہلا نمبر آپ ہی کا ہوگا اور تمام عباداتِ کریمہ اور اخلاقِ حسنہ جو صرف آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں آپکا کوئی شریک نہیں ان اوصاف میں بھی آپ سبقت لے گئے ہوئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر خاص عنایت ہے۔

(سَابِقُ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ لوگوں کو ہر بہتری اور بھلائی کی طرف چلانے والے ہیں آپ نیکوں کو جنت میں پہنچائیں گے اور بُروں کا دعوتِ حق اور خوفِ خداوندی کی تبلیغ سے اللہ کی اطاعت کی طرف لاتے ہیں۔

(هَادٍ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندوں کے مُرشد ہیں کہ انھیں اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور انہیں راہِ نجات کی پہچان کراتے ہیں ہدایت کا معنی کئی معنوں میں آتا ہے، ان میں سے ایک معنی بندے میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہدایت کے اس معنی سے صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہی مخصوص ہے کیونکہ وہی ہر ایک شے کا خالق ہے اور ہدایت کے معانی میں سے ایک معنی بیان اور دلالت کرنے کا ہے یہی ہدایت کا اصلی معنیٰ ہے اس معنی سے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں متصف ہیں ہدایت کا استعمال صرف بھلائی کے معنی میں ہوتا ہے جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان :-

فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ[1] ترجمہ: یعنی انہیں دوزخ کی راہ بتلائیے۔
کا تعلق ہے یہ بطور استہزا اور تحکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت میں دنیا اور آخرت کی

---

[1] پ ۲۳ سورہ صٰفٰت آیت ۲۳

marfat.com
Marfat.com

رشد و فلاح ہے۔

(مُھدٍ صلی اللہ علیہ وسلم) تمام نسخوں کے اتفاق سے م کا ضمہ۔ دال کی کسرا ور یا کے خلاف کے ساتھ یہ اسم فاعل ہے یعنی آپ خلقت کو ہدایت دینے والے اور اللہ کی راہ دکھانے والے ہیں یہ اسم اسم ہادٍ کا معنی ہے ھدیٰ اور مھدٍ کا فرق ظاہر ہے کہ مھدٍ میں بالاتفاق یا حذف ہے اور ھدیٰ میں بالاتفاق یا ثابت ہے۔

(مُقَدَّمٌ صلی اللہ علیہ وسلم) دال مشددہ کی فتحہ کے ساتھ یعنی آپ ہر بھلائی اور مرتبۂ کمال میں مقدم ہیں یہ اسم اسم سابق کے معنی میں ہے مگر اس اسم میں فاعل کا لحاظ ہے کہ آپ اللہ کے مقدم کرنے سے مقدم ہیں جب کہ اسم سابق میں صرف آپ کا سبقت سے متصف ہونا ہی ملحوظ تھا فرق ظاہر ہے۔

(عَزِیْزٌ صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ اپنے دشمنوں اور بداندیشوں پر غالب ہیں یا آپ مخلوق میں بے نظیر و بے مثال ہیں یہ اسم اسم ذوعز کے معنی میں ہے جو ذکر کیا جا چکا ہے۔

(فَاضِلٌ صلے اللہ علیہ وسلم) فَضْلٌ سے نکلا ہے یہ اسم زیادہ کے معنی میں ہے یعنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرف و کمال میں ہر لحاظ سے تمام مخلوق پر زائد ہیں۔

(مُفَضَّلٌ صلے اللہ علیہ وسلم) ض کی فتحہ سے یہ اسم مفعول ہے یعنی آپ اللہ کے فضیلت دینے سے تمام مخلوق پر فضیلت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضل و کرم اور عزو شرف سے مخصوص کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں بالعموم اور انبیاء و مرسلین اور ملائکہ میں بالخصوص آپ کو چن لیا ہوا ہے اور اس بات میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے آپ کی افضلیت تمام مخلوق پر ہے اس پر اُمت کا اتفاق ہے اجماع اُمت کے بعد اس مسئلہ پر گفتگو کی گئی ہے کہ ویسے تو آں حضور کی افضلیت کل کائنات پر ہے مگر دورانِ ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم زبانی اور عملاً اعتقادی طور پر مفضول کا تعین کیا جا سکتا ہے یا نہیں جس طرح کہا جائے کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں، احترام نبوت کے لیے تعین نہ کیا جائے گا اور یوں نہ کہا جائے کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اگرچہ قائل بے اعتقاد میں ایسا ہی ہو بلکہ یوں کہا جائے کہ آپ تمام مخلوق سے عام طور پر اور انبیاء علیہم السلام سے خصوصی طور پر افضل ہیں اور کسی نبی کو خاص کر کے نامزد نہ کیا جائے اس پر حضور ہی کا ایک قول ملتا ہے کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر مت فضیلت

marfat.com
Marfat.com

دو اور تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں ۔ یہی جمہور کا مختار مذہب ہے۔

(فاتح صلے اللہ علیہ وسلم (یعنی آپ ہر بھلائی کے فاتح ہیں ہدایت کا دروازہ بند ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے حضور ہی کی برکت سے کھولا نیز آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اندھی آنکھیں بہرے کان اور پتھرائے ہوئے دل کھول دیئے آں حضور اپنی اُمت پر رحمت کا دروازہ کھولنے والے اور افرادِ اُمت کی آنکھیں اللہ کی پہچان اور اس پر ایمان لانے کے لیے بھی آپ ہی نہ کھولیں ، شفاعت کئے جانے والے سب لوگوں کے لیے آپ شفاعت کا دروازہ کھولنے والے ہیں اور جنت میں داخل ہونے والوں کے لیے بھی آپ ہی دروازہ جنت کھولیں گے ، نیز آپ نفع بخش علم اور عمل صالح کی راہیں کھولنے والے ہیں آپ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ملک اور شہر فتح کیے غرضیکہ آپ کی ذات دنیا و آخرت کی فاتح ہے ۔

(مفتاح صلے اللہ علیہ وسلم) یہ اسم فاتح کے معنی میں ہے کیونکہ مفتاح صیغہ مبالغہ ہے جو کثرتِ فتح پر دلالت کرتا مفتاح دراصل فتح سے اسم آلہ ہے مفتاح کا معنی دندانوں والی چابی مراد یہ ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مہمات اور ہر ممکن سے مشکل اُمور کی چابی ہیں ۔

(مفتاح الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ کی وہ ذات ہے جن کے ذریعہ سے آپ کے متبعین پر دین اور دنیا ظاہر اور باطن میں سب رحم کیا جاتا ہے اور آخرت میں آپ کے سامنے رحم کیا جائے گا ۔

(مفتاح الجنّۃ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی چابی کی مانند ہیں اس حیثیت سے کہ سب سے پہلے جنت میں آپ خود داخل ہوں گے اور آپ سے پہلے کوئی جنت میں داخل نہ ہوسکے گا اور جنت میں وہی شخص داخل ہوگا جو آپ پر عقیدت و محبت کے ساتھ ایمان رکھتا ہوگا گویا جنت کا داخلہ آپ کی اطاعت و اتباع پر موقوف ہے ۔

(علم الایمان صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی ایمان کی نشانی اور معرفت الٰہی کی علامت ہیں آپ اللہ کی دلیل اور اس کی ذات پر دلالت کرتے ہیں اور آپ کے سوا اللہ کی ذات پر کوئی دلیل ہے نہ کوئی دال ، آپ اللہ کی درگاہِ بے نیازی کا سب سے بڑا دروازہ ہیں اور اس کی ذات کی بہت پختہ راہ ہیں اللہ نے آپ کو اپنی ذات پر دلیل بنا کر بھیجا اور آپ ہی نے راہِ حق کی

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

پہچان کرائی آپ کی دعوت عام اور رسالت تام اور مکمل آں حضور نے اپنے افعال و اقوال سے اللہ کی ذات پر دلیل قائم کی اللہ کے جلال و جمال کے مشاہدہ کے لیے رُوحوں کو بیدار کیا اللہ کی طرف بلانے والے ہر ایک شخص نے دعوت الی الحق میں آپ کی اقتدا کی اور ہر ایک دلیل آپ نشاندہی سے دلالت کرتی ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علامت ایمان بایں معنی ہیں کہ بے شک آپ کی محبت علامت ایمانی ہے جس میں آپ کی مُحبت ہوگی وہ مومن ہے اگر مُحبت مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوگی تو مومن نہ گا۔

(عِلمُ الیَقِین صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اسم بھی علامت اور دلیل کے معنٰے میں ہے یقین ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے اور یہ آنحضورؐ کی وصف خاص ہے علم الیقین علم حقیقی اور تحقیق کے معنی میں ہے تحقیق جس کی ضد شک ہوتا ہے یہ کبھی صرف علم ہی ہوتا ہے اور کبھی کشف و شہود تجلی و وضوح کے ساتھ ہوتا ہے قُوت اور ضعف کے اعتبار سے اس میں اختلاف ہے اسی لیے اس کی تقسیم علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین کے لحاظ سے ہوتی ہے۔

(دَلِیلُ الخَیرَات صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بھلائی بتلانے والے اور اس تک پہنچانے والے ہیں اور ہر بھلائی کی طرف آپ برکت سے اور آپ کے نُور رسالت و نبوت سے پہنچا جاسکتا اور اس کے حصُول میں کوشش کی جاسکتی ہے۔

(مُصحِحُ الحَسنات صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادات اور بندگی اور حصُول قُرب کے اعمال کی اصلاح فرمانے والے ہیں، اس لحاظ سے کسی کا کوئی عمل صحیح اور مقبول نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے عمل کے ساتھ آپ کی اتباع اور مُحبت اور آپ کی ملّت کی سند نہ ہو جس کا آپ کی ذات پر ایمان نہ ہو اس کا کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔

(مقیل العثرات صلے اللہ علیہ وسلم) ثا کی فتحہ کے ساتھ عَثْرۃ کی جمع ہے معنی گمراہی میں واقع ہونا یا گر جانا، مقیل اقالہ سے ہے معنی مجرم کا مواخذہ کے لائق ہونے کے باوجود اس سے چشم پوشی اور درگذر کرنا، حضورؐ علیہ السلام بھی اپنے لُطف و کرم سے مواخذہ ترک فرما دیا کرتے تھے کیونکہ آپ حلم سے متصف ہیں اور حلم آپ کی وصف خاص ہے۔

(صفوحٌ عن الزلّات صلے اللہ علیہ وسلم) جاننا چاہیے منہ پھیر لینا کو عربی صفح

marfat.com
Marfat.com

کہا جاتا ہے۔ صفحٌ عَنِ الذَّلاَّتِ گناہ معاف کر دینے پر بولا جاتا ہے صَفحَ کی جمع ہے معنی بھسل کر گر جانا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ آپ کے حق میں اگر کوئی غلطی یا لغزش کرتا تو آپ اسے معاف کر دیتے آپ ہمیشہ لوگوں کی غلطیوں پر گرفت نہ فرماتے اگر کسی سے کوئی لغزش ہوتی تو درگزر فرماتے یہ معاملہ اپنی ذات تک تھا اللہ کے معاملہ میں آپ سختی فرماتے۔

(صا-اَلشّفاعَۃِ صلے اللہ علیہ وسلم) جاننا چاہیئے کہ آخرت میں آپ کی شفاعت اجماع اور سُنّت سے ثابت ہے آپ کئی شفاعتیں فرمائیں گے جن میں سے سب سے بڑی شفاعت تمام مخلوق کی شفاعت ہو گی جب مخلوق کھڑے کھڑے تھک چکی ہو گی آپکی شفاعت سے فوراً اس میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی اور چین میسر آئے گا ایسی شفاعت بھی بالاجماع آپ سے مخصوص ہے کیونکہ آپ درجہ میں تمام شفاعت کرنے والوں سے بڑے ہیں ممکن ہے کہ یہاں شفاعتِ عظمیٰ ہی مُراد ہو شفاعت پر ال عہد کا ہوگا کیونکہ مصنف کے علاوہ یہ اسم دوسرے مصنفوں سے شفاعتِ کبریٰ کے طور استعمال ہوا اور اس شفاعت کا ذکر اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ یہ شفاعت نہایت مہتم بالشان ہے اور آں حضور اس کے ساتھ مختص ہیں۔ دوسری شفاعت قوم کو بے حساب جنّت میں داخل فرمائیں گے، تیسری شفاعت جو گنہگار دوزخ میں جانے کے مستحق ہوں گے انہیں دوزخ میں جانے نہ دیں گے، چوتھی شفاعت جو اہلِ ایمان دوزخ میں جا چکے ہوں گے انہیں دھڑا دھڑا باہر نکالیں گے یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی دوزخ میں باقی نہ رہے گا، پانچویں شفاعت جنتی اقوام کو درجات میں ترقی دلاتے رہیں گے۔ چھٹی شفاعت نیک مسلمانوں کی نیکیوں میں واقع ہونے والی کمی دُور کروائیں گے، بعض نے شفاعت موقف[1] مزید ذکر کی ہے کہ موقف میں لوگوں کو حسابی تخفیف کے لیے اپنی شفاعت سے سرفراز فرمائیں گے نیز جن کفار کے لیے دوزخ میں ہمیشہ ٹھہرنا ہوگا ان کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت فرمائیں گے جس طرح حضرت ابوطالب کے لیے تخفیف مطلق ابولہب کے لیے ہر پیر کے دن کیونکہ اس نے آپ کی ولادت پر پیر کے دن خوش ہو کر اپنی خادمہ ثوبیہ جس نے آپ کی ولادت باسعادت کی خوش خبری دی تھی۔ آزاد کر دیا تھا، مشرکین کے

---

[1] موقف دوزخ جنّت کے حساب کے لیے رکنے کی جگہ کا نام ہے۔ (مترجم سید امیر محمد قادری)
(حاشیہ نمبر ۲ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

marfat.com
Marfat.com

چھوئے کے یلے عذاب نہ دیئے جانے کی شفاعت فرمائیں گے، آپ اپنی اہل بیت کے یے اللہ سے سوال کریں گے کہ انہیں آگ میں داخل نہ کیا جائے تو یہ معاملہ آپ ہی کے سپرد کر دیا جائے گا۔ آپ اُمّت کے اعمال بھاری کر دینے کی شفاعت فرمائیں گے، اعراف والوں کے یلے جنّت میں داخل ہونے کی شفاعت فرمائیں گے یہ ایسے لوگ ہوں جن کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں گی۔ آپ قبرستان والوں کے یلے تخفیف عذاب کی شفاعت فرماتے ہیں، بخاری و مسلم میں ہے کہ شفاعت کا تعلق برزخ سے ہے قیامت سے نہیں، آپ کی طرف سے وعدۂ شفاعت پر بھی کئی احادیث آئی ہیں جن کا رجُوع پہلی قسم کی شفاعتوں کی طرف ہے۔

(صاحب المقام صلی اللہ علیہ وسلم) میم کی فتحہ سے اس سے مُراد مقام محمود ہے یہ فیصلہ کے وقت کی شفاعت ہے۔

صاحب القدم صلی اللہ علیہ وسلم، ق اور دال کی فتحہ کے ساتھ درجات کمال میں سبقت لے جانے پر بولا جاتا ہے آپ علیہ السلام اُمورِ کمال میں سب سے متقدم اور بارسُوخ ہیں

(مخصوصٌ بالعزّ مخصوصٌ بالمجد مخصوصٌ بالشرف صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ تینوں اسماء ہم معنی ہیں یا قریب المعنی ہیں ان سے مُراد قدر و منزلت عظمت مقام و مکان ہے ان تمام درجات کے ساتھ آپ کی ذات علی وجہ الکمال اور کما حقہٗ۔ درجہ انتہا تک پہنچنے میں مخصوص ہے اوصاف مذکورہ میں سے اگر کوئی پہنچا ہے تو وہ آپ کی مدد اور اتباع سے پہنچا ہے کیونکہ یہ اوصاف دراصل آپ ہی سے مختص ہیں۔

(صاحب الوسیلۃ صلی اللہ علیہ وسلم) فصل فضائل میں وسیلہ پر گفتگو ہو چکی ہے تاہم اس کا معنیٰ جنّت کا اعلیٰ درجہ ہے۔

(صاحب السیف صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نیام میں ہمیشہ

---

[1] جو شخص میلادِ مصطفےٰ پر اظہارِ مسرت نہ کرے وہ ابلیس کا ساتھی اور ابو لہب سے بھی بدترین ہے امام اہلِ سُنّت احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں
(مترجم عفرلہٗ)

[2] دوزخ جنت کے درمیان ایک مقام کا نام اعراف ہے۔ (مترجم)

www.muhammadiatar.net

marfat.com
Marfat.com

تلوار تیار رکھی تاکہ اس سے اعلائے کلمۃ الحق کا کام لیا جائے اس میں دو اشارے ملتے ہیں ایک تو آپ کے جہاد و قتال کی طرف اشارہ ہے اور دوسرا آپ کی شجاعت اور ثابت قدمی کی طرف اشارہ ہے کسی نبی نے بھی آپ جیسا جہاد و قتال نہیں کیا۔

(صاحب الفضیلۃ صلے اللہ علیہ وسلم) فضیلہ بروزن فعیلہ فضل سے نکلا ہے اس کی ضد نقص ہے، کمال اور فضیلت کے فضائل ایک ہی ہیں جبکہ دراصل فضیلت کا معنی وصفِ جمیل اور پسندیدہ حقائق و معانی کا ہے مثلاً علم و حیا جود و سخا شجاعت و دلیری ذکاوت عقل جودتِ طبع وغیرہ یہ محمودہ خصائل اور اوصافِ حسنہ فضیلت کہلاتی ہیں کیونکہ اس کا فضل و شرف اہل عقل کے نزدیک ناقابلِ انکار ہے اور ہر صاحب عقل و دانش پر جو ہستی اس فضیلت سے متصف ہوگی کی بزرگی و عظمت واضح ہوگی، صاحب فضیلت بیک وقت مختلف فضائل کی جامع شخصیت ہوگی اور ممکن ہے کہ فضیلت کوئی خاص خصوصیت ہو جو آخرت میں ان عجیب و غریب حقائق و اوصاف سے ہو جنہیں آپ کے مولیٰ سبحانہٗ نے آپ کے لیے جمع کر رکھا ہو وہاں تک نہ عقلوں کو رسائی ہے نہ اس کے حصول میں بڑے باہمت لوگ کامیاب ہو سکتے ہیں۔

(صاحب الازار صلی اللہ علیہ وسلم) عربی ملبوسات میں سے ازار بھی ایک لباس ہے۔ جس سے بدن کا نچلا حصہ ڈھانپا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ازار زیبِ تن فرماتے کیونکہ اہل عرب کی عادت میں ازار پہننا تھا اس میں آپ کے پختہ عربی نسل ہونے کا اشارہ ملتا ہے یہ ہم اظہار مدح کے لیے ذکر کیا گیا ہے ورنہ محض ازار پہننے میں تو کوئی کمال نہیں ہے۔

(صاحب الحجۃ صلے اللہ علیہ وسلم) حجت ایسی دلیل کو کہا جاتا ہے جس کے سبب مخالف پر غلبہ حاصل کیا جائے اس سے مُراد معجزہ ہے یا اس کے قائم مقام کوئی چیز آپ کے معجزات اور آپ کی نبوت کی دلائل براہین نہایت قوی اور مضبوط ہیں لیکن ان کا شمار ممکن نہیں مگر جو ان میں تحریراً ضبط ہو سکے ان کی تعداد ایک ہزار ملتی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد تین ہزار ہے مگر معجزۂ قرآن کے علاوہ کیونکہ سرکار کا یہ معجزہ تمام معجزات سے بڑا ہے جس میں سرکار کے کم و بیش ساٹھ ہزار معجزات ہیں قرآنِ کریم حضور پرنور کا بڑا معجزہ ہے جو مخلوق کے درمیان قیامت تک رہے گا اور کسی نبی کا کوئی معجزہ قیامت تک باقی نہیں رہے گا۔

marfat.com
Marfat.com

(صاحب السُّلطان صلی اللہ علیہ وسلم) س کے ضمہ اور لام کی سکون سے اور لام بھی مضموم ہوتا ہے مذکر مؤنث دونوں طرح آتا ہے اس کے کئی معنی ہیں ان میں سے ایک معنی حجت اور بُرہان ہے۔

قرآن مجید میں ہے :-

اَتُرِيدُونَ اَن تَجعَلُوا لِلّٰهِ عَلَيكُم سُلطٰنًا مُبِينًا ۔ ترجمہ: کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لیے صریح حجت کرلو۔

یہاں سُلطان مبین کا معنی کھلی دلیل ہے اور ایک معنی ملکی دبدبہ اور رعیت کا حُسن انتظام ہے یہ سب معانی حضور علیہ السلام کو حاصل تھے، شعیاپیغمبر کی کتاب میں آپ کا یہ نام مذکور ہے بعض قدیم کتابوں میں بھی یہ اسم ذکر کیا گیا ہے۔

(صاحب الرداء صلی اللہ علیہ وسلم) اس اسم سے بھی آپ کے عربی النسل ہونے کا اشارہ ہے رداء بھی عربی ملبوسات میں سے ایک مقبول لباس ہے لباس ازار کی طرح لیکن ردا بدن کے اوپر والے حصہ پر پہنی جاتی ہے اور ازار جسم کے نچلے حصہ میں پہنی جاتی ہے۔

(صاحب الدرجة الرفیعة صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے مراد قدر و منزلت کا اونچا مرتبہ ہے جو مخلوق کے تمام درجات سے برتر ہے۔

(صاحب التاج صلی اللہ علیہ وسلم) اس تاج سے مُراد عمامہ ہے عمامہ پہننا عرب کی روایات میں داخل تھا اور عرب کا عمامہ عجمی لوگوں کے تاج شہنشاہی سے بھی خوبصورت ہوا کرتا تھا تاج کا رواج عرب میں نہ تھا اور عمامہ عرب میں معروف شئی ہے اسم صاحب تاج میں گویا آپ کو صاحب عمامہ کہا گیا ہے اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آپ حسب و نسب کے لحاظ سے اشرافِ عرب میں سے عربی النسل ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ کے سوا کسی نبی نے عمامہ نہیں پہنا۔

(صاحب المِغفَر صلی اللہ علیہ وسلم) میم کی کسرہ اور غین معجمہ کی سکون اور فا کی فتحہ سے

لہ پ۵ ، سورہ نساء ، آیت ۱۴۴ -

marfat.com
Marfat.com

یہ لوہے کا خود ہوتا ہے جو جنگی خطرات میں ٹوپی کی مانند سر پر اوڑھ لیا جاتا ہے ہمارے آقا و مولیٰ ایامِ جہاد میں اسے سر پر پہنا کرتے تھے یہ آپ کی عظیم الشان شجاعت اور ادائے حق کے ساتھ کثرتِ قتال کی دلیل ہے۔

(صاحب اللّواء صلے اللہ علیہ وسلم) لام کی مد اور کسرے سے اس سے مراد وہ لواء الحمد ہے جو روزِ محشر آپ کو عطا کیا جائے گا جس طرح بعض نے اس پر تصریح کی ہے کہ یہ ایک بہت بڑا جھنڈا ہوگا جو قیامت کے دن حضور علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں میں ہوگا تاکہ لوگ آپ کی جگہ پہچان سکیں اور آپ کے پاس آکر پناہ لیں اور اس جگہ جھنڈے کے سایہ میں جمع ہو جائیں اور کبھی لوا حرب و جنگ بھی ہوتا ہے لوا اور رایۃ دونوں جھنڈے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں مگر ان کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ لوا چھوٹے جھنڈے کو کہا جاتا ہے اور رائیت بڑے جھنڈے کو کہا جاتا ہے ابو ذر خشینی نے کہا ہے کہ لوا مستطیل ہوتا ہے اور رائیت مربع شکل کا ہوتا ہے۔

(صاحب المعراج صلے اللہ علیہ وسلم) عروج سے اسم الہ ہے معنی بلندی کی طرف چڑھنا یہ ایک قدرتی سیڑھی ہے جس پر آپ کے سوا کوئی نہ چڑھ سکا اللہ تعالیٰ نے آپ کو شبِ اسراء میں عزت بخشی آسمانوں کی بلندیاں چشم زدن سے پہلے طے کیں۔ دیدارِ الٰہی کیا اللہ سے ہمکلام ہوئے انبیاء علیہم السلام کو امامت کرائی اور بہت سی قدرت کی نشانیاں دیکھیں۔

(صاحب القضیب صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا معنی تلوار ہے ممکن ہے کہ قضیب سے مراد باریک اور لمبی چھڑی ہے جو حضور علیہ السلام اپنے مبارک ہاتھوں میں پکڑا کرتے تھے اور اسے زمین پر ٹیک کر چلا کرتے تھے اب وہ امراء و سلاطین اسلامی بطور یادگار اور تبرک یکے بعد دیگرے علامتی طور ہاتھ میں پکڑتے ہیں اگر قضیب سے مراد تلوار ہو تو یہ آپ کے کثرتِ غزوات و جہاد اور کثرتِ فتوحات و غنائم پر اشارہ ہے۔

اس صورت میں قضیب بروزن فعیل بمعنی فاعل ہوگا قَضْبَۃٌ بمعنی قطعۃٌ سے مشتق ہوگا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہارت سے کاٹتے ہیں کہ اسے آپ کے سوا کوئی جوڑ نہیں سکتا یہ امر آپ کی شجاعت اور کثرتِ جہاد سے تعبیر ہے اگر قضیب سے مراد لاٹھی ہو تو پھر یہ آپ کے بلند پایہ خطیب اور پختہ عربی ہونے سے عبارت ہے لیکن اس صورت میں قضیب بروزن

marfat.com
Marfat.com

فعیل بمعنی فاعل ہوگا قَضَبَہٗ بمعنی قطعہٗ سے مشتق ہوگا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہارت سے کاٹتے ہیں کہ اسے آپ کے سوا کوئی نہیں جوڑ سکتا یہ امر بھی آپ کی شجاعت اور کثرت جہاد سے تعبیر ہے اگر قضیب سے مراد لاٹھی ہو تو پھر یہ آپ کے بلند پایہ خطیب اور پختہ عربی ہونے سے عبارت ہے لیکن اس صورت میں قضیب بروزن فعیل بمعنی مفعول ہوگا یعنی قضیب درخت سے کاٹی ہوئی شاخ کو کہا جائے گا۔

(صاحب البراق صلے اللہ علیہ وسلم) با کے ضمہ سے یہ عالم بالا کی مخلوق ہے یہ ایک سواری ہے جو خچر سے کم اور گدھے سے بڑی رنگت سفید روایت کی گئی ہے کہ اس کا چہرہ انسان کی مانند جسم اور سم گھوڑے کی طرح دم ہرن یا بیل کی دموں کے مشابہ دم میں دو قول ہیں پاؤں کا پچھلا حصہ اونٹ کی طرح نرم اس کا سینہ سرخ یاقوت کی طرح اس کی زین اور نمدہ سفید چمکدار موتی کی طرح اس ایک جنتی مرد سوار اس کے دو پر جن سے بجلی کی مانند اڑے اسی مناسبت سے کہ وہ سفید ہے چمکدار ہے بجلی کی طرح تیز ہے براق کہا گیا ہے نہ وہ نر ہے نہ مادہ یا اس میں سفیدی کے ساتھ باریک سیاہ دھاریاں ہیں صرف کندھوں پر کھال کے اوپر اور سفید بالوں کے نیچے شب اسریٰ حضور نے اس پر سواری کی اور قیامت کے دن ستر ہزار فرشتوں کی جماعت کے ساتھ خراماں خراماں اسی براق پر سواری فرما کر تشریف لائیں گے اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا آپ کے سوا اس براق پر کسی دوسرے نبی نے سواری کی ہے یا نہیں پہلی بات ہی صحیح ہے کہ وہ براق آپ ہی کے لیے مخصوص ہے۔

(صاحب الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے مراد خاتم نبوت ہے تا کی فتحہ اور کسرہ سے لیکن کسرہ زیادہ مشہور ہے اور زیادہ با فصاحت ہے مناوی علی الشمائل میں بھی کسرہ نقل کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ حضور کی مہر نبوت تھی اس میں اعراب کی دو وجہیں مذکور ہیں مگر صاحب مصباح نے کسرہ کو فصیح کہا ہے لیکن آنحضرت کے ساتھ غیر مختص ہے۔ بلکہ دوسرے انبیاء کے لیے بھی یہ مہر نبوت یا نبوت کا مخصوص نشان ہوا کرتا تھا مگر فرق اتنا ہے کہ باقی انبیا کا نشان نبوت عموماً داہنے ہاتھ یا داہنی طرف ہوا کرتا اور ہمارے آقا و مولیٰ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا نشان یعنی مہر نبوت پشت پر آپ کے دل کے برابر تھی شیطان اسی رستہ سے دل میں داخل ہوتا ہے شیطان کے لیے حضور پر یہ رستہ بند تھا اس میں آپ کی خصوصیت ہے مہر نبوت کی صفت پر بہت سی قریب

www.muhammadan.net

marfat.com
Marfat.com

المعنی احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک روایت یوں ہے کہ وہ آپ کے جسم میں گوشت کا اٹھا ہوا حصہ بائیں کندھے کے نزدیک کبوتری کے انڈے کے برابر جس کو گھنے سیاہ بالوں نے ڈھانپ رکھا تھا مہر نبوت کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ کہ جنابہ حلیمہ سعدیہ کے ہاں ہوتے ہوئے جب پہلی مرتبہ آپ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تھا تو یہ مہر لگ آئی تھی اور دوسرا یہ کہ مہر نبوت آپ کا پیدائشی نشان ہے۔

(صاحب العلامۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یعنی سرکار کی یہ علامت بھی انہی علامات کی جنس ہے جن کے ذریعے اہل کتاب حضور کو پہچانتے تھے اس کا رجوع آپ کی ذات کی طرف ہے یا صفات کی طرف یا آپ کے اسم شریف کی طرف یا آپ کی حسب و نسب کی طرف یا آپ کے زمان و مکان کی طرف یا آپ کے لباس اور عادات کریمہ کی طرف یا اس کے علاوہ آپ کی ہر وہ چیز جس سے آپ کی نبوت کا علم حاصل ہو سکتا ہے یہ صورت حد شمار سے باہر ہے۔

(صاحب البرھان صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب حجت و دلیل ہیں البرہان کا ال جنس کا ہے جو ان تمام حجج اور ادلہ کو شامل ہے جن سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ دلیل طلب کرنے والے منکرین خاموش ہو جاتے ہیں نیز البرہان سے ان دلائل قاطعہ اور براہین واضحہ کو شامل ہے جن سے آپ کی نبوت کی صحت اور سچائی اور آپ کی رسالت کی عظمت سامنے آتی ہے قسم قسم کے کمالات سے آپ کا متصف ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ نے آپ کو آیات بینات اور اعلیٰ قسم کے معجزات سے مختص کیا۔ مثلاً چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، پتھروں اور درختوں کا آپ کو صلوٰۃ وسلام پیش کرنا آپ کے فراق میں سوکھے درخت کے تنے کا رونا، آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے نکلنا آپ کی مٹھی میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا، آپ کے بلانے پر درختوں کا جڑوں سے اکھڑ کر حاضر خدمت ہونا وغیرہ۔

(صاحب البیان صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ علیہ السلام نے لوگوں کو قرآن وسنت اور دنیا و آخرت کی رشد و فلاح کے طریقے بیان کیے بغیر حق کو باطل سے ہدایت کو گمراہی سے ایمان کو کفر سے طاعت کو معصیت سے حلال کو حرام اور ثواب کو عقاب جانچنے کے لیے اصول وضع کیے اور بے شمار اقوال و افعال کی امت کی بہتری کے لیے اصلاح کی ہلاکت سے بچنے اور نجات حاصل کرنے کی راہیں کھولیں اندھیرے

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

اور ظلمت کو نورِ حق سے روشن کیا اور لوگوں کے لیے سیدھی راہ کا چلنے کا طریقہ معین کیا آپ کی بعثت سے پہلے لوگ گمراہی میں سرگرداں تھے اور ان سے وہ اعمال سرزد ہوتے تھے جن سے ہر شخص دوزخ کا مستوجب بن رہا تھا اور وہ لوگ آگ کے دہانے پر کھڑے تھے آپ نے انہیں اپنے بیان وہدایت سے بچا لیا، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لحاظ سے بھی صاحب البیان ہیں کہ آپ نے نہایت فصاحت وبلاغت اور حکیمانہ انداز اور نورِ فراست سے ہر شخص سے اس کی سطحِ عقل کے مطابق گفتگو کی تاکہ اسے انکار کی گنجائش باقی نہ رہے کہ سرکار کی گفتگو میری قابلیت اور قوتِ فہم وادراک سے برتر تھی۔

(فصیح اللسان صلے اللہ علیہ وسلم) لسان سے مراد لغت ہے یعنی آپ علیہ السلام فصیح الکلام تھے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح وبلیغ ہوں اور اہلِ جنت میری طرح گفتگو کیا کریں گے نیز حضور نے فرمایا میں نے لغت جناب اسماعیل پڑھی جو میرے پاس جناب جبریل علیہ السلام لائے اور میں نے اسے یاد کر لیا۔

(مطھر الجنان صلے اللہ علیہ وسلم) ہا مشددہ کی فتحہ سے اور ج کی فتحہ سے جنان بالفتح دل کو کہا جاتا ہے اس میں آپ کی طہارتِ قلب کی طرف اشارہ ہے جب فرشتوں نے آپ کا سینہ بے کینہ چاک کیا اور آپ کے دل اقدس کو نکال کر اس سے کدورت کا حصہ نکال باہر کیا اور اس وقت فرشتے کہہ رہے تھے یہ شیطان کا حصہ تھا اے محمد کبھی اس دل میں اس کا گذر نہ ہوگا کیونکہ ہم نے اس کے وساوس ڈالنے کی جگہ نکال دی۔ پھر آبِ زمزم سے اسے دھویا اور نور کی مہر لگا کر اس کی اصل جگہ نصب کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اقدس اوصاف بشریہ سے پاک تھا نہ اس میں کسی بری عادت کا گذر نہ کوئی ایسی صورت جس سے عبودیت میں فرق آئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں کا معائنہ کیا ان سب میں سے دل مصطفےٰ کا انتخاب کیا اسے اپنی ذات کے لیے پسند کیا اور آں حضرت کو رسول بنا کر بھیج دیا۔

(رءوف صلے اللہ علیہ وسلم) یہ اسم رأفۃ سے نکلا معنی رحمت وشفقت۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سائلوں پر بے حد شفقت فرمایا کرتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

(رحیم صلے اللہ علیہ وسلم) یہ اسم رحمت سے نکلا ہے معنی مہربانی کرنا شفقت فرمانا، نرمی کرنا یہ پہلے اسم کا ہم معنی یا متقارب المعنی ہے۔

(اُذُنِ خیرٍ صلی اللہ علیہ وسلم) الف اور ذال کے ضمہ کے ساتھ معنی خیر و صلاح کے سُننے والے اور شر و فساد کی طرف کان نہ دھرنے والے یہ آپ کے کمال رحمت کی وصف ہے اس میں آپ کے جود و سخا اور حسن خلق کی تعریف ہے سچی بات کے سوا آپ نے نہ کبھی چغلی سنی اور نہ غیبت کی طرف کان دھرا بلکہ آپ کو ایسی باتوں سے طبعی نفرت تھی۔

(صحیح الاسلام صلے اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ کا اسلام انتہائی قوت و کمال کی چیز ہے اگر مصنف کے نزدیک اسلام سے سرکار علیہ السلام کی ذات کا اسلام مراد ہے تو بے شک تمام مخلوق میں آپ کا اسلام سب سے پختہ اور مضبوط ہے اور آپ تمام مخلوق سے ایمان میں اکمل و اتم ہیں اور اپنے خدا کی بندگی میں بے مثال ہیں اور اگر اسلام سے مراد آپ کی وہ ملت ہے جسے آپ نے اپنی اُمت کے لیے مشروع قرار دیا تو آپ شریعت میں تمام انبیاء سے اکمل ہیں اور طریقہ کے لحاظ سے افضل ہیں۔

(سیّدُ الکونین صلے اللہ علیہ وسلم) کونین سے مراد دنیا و آخرت ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد زمین و آسمان ہیں اور کون بمعنی محدث جس طرح تو کہے۔

كَوَّنَ اللهُ العَالَمَ اى احدثه ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا جہان کو عالم سے فتكون - شہود بخشا یعنی تغیر دیا۔

دنیا وجود میں آگئی اور سیّد الکونین کا معنی دونوں جہانوں میں رہنے والے لوگوں کے سردار۔ فن اصول کے مطابق یہ صورت بطور دلالت اقتضا ہو گی کیونکہ صحت کلام اسی پر موقوف ہے اور فن بیان کے مطابق قانون حذف مضاف سے اصل پوشیدہ رکھا گیا ہے اصل عبارت یوں ہے۔ سَیّدُ اهل الکونین۔

(عین النعیم صلے اللہ علیہ وسلم) عین الشی سے کسی شی کی ذات اور حقیقت مراد ہوتی ہے نعیم۔ تنعم۔ تمتع تلذذ۔ سرور و لذت کے معنی میں ہیں یہ سب چیزیں حضور کی ذات میں موجود ہیں یعنی آپ کی ذات پر ایمان لائے بغیر نہ سرور زندگی ہے نہ عزت مرگ لفظ نعیم اسی حالت سے معتبر نسخوں میں عین کے بعد ی سے لکھا ہوا ہے پھر دوسرے نسخوں میں نعیم ی کے بغیر نعم بھی لکھا ہوا ہے بہرحال

marfat.com

Marfat.com

دونوں حالتوں میں یہ اسم بطورِ مبالغہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ آپ نہ نعیم ہیں نہ نعم بلکہ آپ ان کے حصول کا اصل سبب ہیں مخلوق کو نعیم و نعم بھی دنیا و آخرت میں حاصل ہوں گے وہ آپ کے سبب اور واسطہ سے ہوں گے ۔

(**عین الغُرّ** صلی اللہ علیہ وسلم) غ معجمہ کا ضمہ اور رائے مشددہ کے ساتھ جلی اور آسان نسخوں میں اسی طرح آیا ہے غرا غر کی جمع ہے غرہ سے نکلا ہے غرہ ہر عزت والی چیز اول درجہ کی چیز بہترین شی کو کہا جاتا ہے، عین سے مراد دیکھنے والی آنکھ ہے یا بہترین چیز کے معنی میں ہے یا قوم کے سردار کے معنی میں ہے سرکار دو عالم سب کے سرتاج بھی ہیں سب سے بہتر بھی ہیں اور سب کے سردار بھی ہیں ممکن ہے کہ غر سے مراد اُمّتِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہو کیونکہ یہ اُمت اکرم الامم اور خیر الامم ہے اور سب میں اعلیٰ درجہ کی اُمّت ہے یا اس لیے کہ قیامت کے دن یہ امت جب اٹھائی جائے گی تو ان کے پانچوں اعضاء وضو کی برکت سے چمکتے ہوں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ عین الغر سے مراد مخلوق میں سے بہتر اور مکرم اور انبیاء و مرسلین مقرب فرشتوں اور تمام صالح اور نیک بندوں صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہم اجمعین کے قائدین صاحب صدر حضرات ہوں اور بعض نسخوں میں عین العز ع اور ز ا کے ساتھ بھی پایا گیا ہے اس صورت میں یہ معنی ہو گا کہ مکمل عزت حضور کی ذات میں جمع ہے اور جس کو جتنی عزت ملی ہے وہ حضور کے طفیل ہے ۔

(**سعد اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ حضور کے صدقے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو سعادت مند کیا ہے ہر سعادت مند خواہ وہ آپ سے پہلے ظاہر ہوا ہو یا بعد میں اس کی نیک بختی آپ ہی کے واسطہ سے ہے ۔

(**سعد الخلق** صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی حضور کی وہ ذات ہے جس کے ذریعہ مخلوق کو حصولِ برکت اور نیک بختی سے خط وافر ملا یہ اسم بھی پہلے اسم کے ہم معنی ہے ۔

خطیب الامم صلی اللہ علیہ وسلم، خطابتِ مصطفےٰ کو اللہ ہی بہتر جانتا تھا مگر بظاہر آپ کا خطبہ یہ ہے اللہ کی حمد و ثنا آپ کے دل سے آپ کی زبان پر اس طرح ظاہر ہو گی کہ شفاعت کرنے میں قیامت کے دن ایسے الفاظ مخلوق نے نہ کبھی سنے ہوں گے پھر آپ انبیاء و مرسلین کے پاس تشریف لائیں گے وہ بھی آپ کا کلام سنیں گے انبیاء اور ان کی اُمتیں سرکار کی افضلیت کا اقرار کریں گی خطیب الامم سے

marfat.com
Marfat.com

مرادیہ ہے کہ اُمتوں کے علاوہ آپ ان کے انبیاءؑ کے بھی خطیب ہوں گے خطبہ سے مراد اللہ کی وہ حمد و ثنا جو وقتِ شہادت آپ کو انبیاؑ اور ان کی امتوں کے سامنے الہام ہو گی۔

(عَلَمُ الھُدیٰ) صلی اللہ علیہ وسلم۔ علم بمعنی علامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت پر علامت اور دلیل ہیں جس نے آپ سے محبت کی اور آپ کی اتباع و اقتدا کی وہ ہدایت کو پہنچا جس نے آپ کی نافرمانی کی وہ حد سے بڑھ کر گمراہ ہو گیا۔

کاشف الکرب صلی اللہ علیہ وسلم۔ کاف کے ضمہ را کی فتحہ سے کربۃ کی جمع ہے کاشف کرب کا معنی ہے مصیبت دور کرنے والے اور اسے حل کرنے والے یہ مصیبت دنیا کی بھی ہو سکتی ہے اور آخرت کی بھی اس مصیبت کا کھلنا آپ کی شفاعت سے ہو گا اور آپ کی دلی آرزو سے اور آپ کو فریاد رسی کے لیے طلب کرنے اور آپ کے دامن سے تعلق اور آپ کے عالی مقام کے توسل سے ہو گا۔

کربۃ الامر کربًا محاورہ عرب میں اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص کسی اُلجھن یا مہم میں پھنس کر دل چھوٹا کر بیٹھے۔

(رافعُ الرُّتَب صلی اللہ علیہ وسلم) را کے ضمہ اور تا کی فتحہ سے رُتبہ کی جمع ہے مُراد یہ ہے کہ انحصورؑ علیہ السلام اپنے متبعین کے درجے اور منازل اور ان کی قدر اللہ کے نزدیک علم و عمل اخلاق و مقامات اور احوال میں اُونچی کر دیں گے۔

عزّ العرب صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کو عزو شرف بخشا اہل عرب آپ کی تشریف آوری سے بے حد تنگی سخت مشقت سے دوچار تھے بھوکوں مر رہے تھے مُردار اور چمڑا کھایا کرتے تھے درختوں اور پتھروں کی پُوجا کیا کرتے تھے ان کی فکری صلاحیت مختلف تھی اور خواہشات الگ الگ نہ کوئی خاص دین رکھتے تھے اور نہ حاکم وقت کی اطاعت کرتے تھے ایک دوسرے کے کپڑے نکالتے اور خون بہاتے عورتوں اور بیٹوں کو غلیظ گالیاں نکالتے دوسرے کے گھر بے وقت بلا اجازت داخل ہونا جائز سمجھتے اور باعزت لوگوں کی عزت پامال کرتے اور بے قصور لوگوں کو قیدی بنا لیتے ان میں جہالت عام تھی نہ نبوت کو پہچانتے تھے اور جناب اسماعیل علیہ السلام کے وقت سے لے کر حضور کے درمیان تک کو کتاب نہ جانتے تھے پہلی اُمتوں کے لوگ انہیں کمزور سمجھتے اور حقیر جانتے

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

اور بے قدر و قیمت تصور کرتے اور ان پر نبوت و کتاب حکومت اور اپنی مضبوطی اور مالداری کی بنا پر فخر کرتے ایسے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس انہیں میں سے ایسا رسول بھیجا جو سید الانبیا والمرسلین اور زمین و آسمان والوں کے آقا و مولیٰ علیہ السلام ہوئے آپ کے ذریعہ ان کے حالات میں انقلاب آیا ان کے حالات سُدھر گئے اور ان کا دین مستحکم ہوا تمام لوگوں اور شہروں پر انہیں غلبہ ہوا یہاں تک کر سابقہ امم والی بن گئے اور ان پر اہل عرب کو شرف حاصل ہو گیا پہلے ادیان والے لوگ اہل عرب کی اطاعت میں آنے لگے اور ان کا دین قبول کرنے لگے اور اہل عرب کسریٰ و قیصر وغیرہ کے ہم پلہ ہو گئے اور دنیا و آخرت کی عزت کے حصول میں کامیاب و کامران ہوئے لوگ ان کے شہروں میں آکر حج کرنے لگے ان کی بولی سیکھنے لگے اور ان کی زبان کو حجت بنانے لگے اور عربی زبان جاننے میں دلچسپی لینے لگے جس طرح ہم نے ذکر کیا صحیح نسخوں میں تو عز العرب ہی ہے۔

بعض دوسرے معتبر نسخوں میں عزُّ العرب ع کی جگہ ق لکھا ہوا پایا گیا ہے قربۃٌ کی جمع ہے یہ وہ چیز ہے جس سے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے یعنی اللہ کا قرب اور ہر نیکی کی صحت آپ کے عز و شرف میں مخفی ہے یہ اسم مصحح الحسنات کے معنی میں ہے اور بعض نسخوں میں قرب راء کی سکون سے آیا ہے جو بعد کی ضد ہے یعنی آپ کے عزت بخشنے سے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔

صاحب الفرج صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ذات جن کے سبب اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی مشکلات و مہمات حل فرما دیتا ہے آپ کی شفاعت کے ذریعہ آپ سے فریاد چاہنے آپ کی بارگاہ میں پرخلوص آرزو رکھنے اور دامانِ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی رکھنے اور آپ کے مرتبہ و مقام کو وسیلہ بنانے سے پریشانیاں دُور ہو جایا کرتی ہیں یہ اسم کاشف الکرب کے معنی میں ہے۔

بعض نسخوں میں صاحب الفرج کی جگہ کریم المخرج اور بعض نسخوں میں رفیع الدرج بھی آیا ہے درج درجہ کی جمع ہے درجہ دراصل سیڑھی پر بولا جاتا ہے اور مُراد اس جگہ مرتبہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مراتب و منازل پر فائز ہیں جن کے اوپر اور کوئی رُتبہ نہیں ہے۔ کریم المخرج سے آپ کی اصل اور حسب و نسب مراد ہے یعنی آپ کریم الاصل ہیں، آپ نے جس شہر سے ہجرت فرمائی اس کا مُراد لینا بھی درست ہے اللہ نے اس

marfat.com
Marfat.com

شہر کو شرف بخشا ہے بے شک یہ شہر مکہ مکرمہ اللہ کے نزدیک اور بندگانِ خُدا کے نزدیک اللہ کے تمام شہروں سے مکرم و مُعظّم ہے ۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

علامہ سیّدی مرتضیٰ زبیدی شارح احیا المتوفی ۱۲۰۵ھ

رحمۃ اللہ علیہ

کے

فرمودات گرامی

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

آپ کے فرمودہ جواہرات میں سے امام غزالیؒ کے عقیدہ قواعد العقائد کی دسویں اصل میں ہے کہ حق سبحانہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا آپ نے اپنے سے پہلی شریعتوں کو منسوخ کیا یہودیوں نصرانیوں اور صابین کے ادیان کو کالعدم قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آیات بینات اور معجزات سے تائید بخشی جس طرح چاند کا دو ٹکڑے فرمانا اور کنکروں سے تسبیح کروانا ۔ مرتضیٰ زبیدی فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی طرف ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا لفظ مخلوق اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ آپ کا رسول بن کر تشریف لانا اہل عقل کے لیے ہے جن ہوں یا انسان ، بعض علماء مثلاً تقی الدین سبکی نے آپ کے ارسال کا ذکر ملائکہ کے لیے بھی کیا ہے ۔ امام رازی نے اللہ کے اس قول :-

لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۔ ترجمہ : کہ آپ سب جہانوں کو خوفِ خدا سے شناسا کریں ۔

کی تفسیر میں صراحت کی ہے کہ جن کی طرف حضور علیہ السلام مبعوث ہوئے ان میں ملائکہ داخل نہیں ہیں جاننا چاہیے کہ کسی چیز کے ثبوت کا علم اس چیز کے تصور کی فرع ہے اگر اس چیز کا تصور اس کے نام کے اعتبار سے ہو علم اس شے کے تصور پر موقوف نہ ہوگا اگر اس شی کا تصور حقیقت و ماہیت کے اعتبار سے ہو تو علم چیز کے تصور پر موقوف ہوگا اس لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فرضی تصدیق بنیں گے جو مصنف کے کلام کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے اس کو مزید سمجھنے کے لیے اس موضوع کا علم بے حد ضروری ہے کیونکہ ہر ایک شخص ہے اور شخص کا تصور شخصی تعین سے ہوتا ہے تو اب ایک ایسی کلام کی ضرورت پڑے گی جس سے شخص کا تعین ہو تو وہ کلام استقرائی ہے (یعنی تلاش) آپ کا نسب آپ کی جائے پیدائش و وفات آپ کا زمانہ آپ کے اسماء گرامی جو آپ کی شہرت کا موجب اور آپ کے وہ اوصاف جن کی وجہ سے آپ ممتاز و منفرد جانے جاتے ہیں ۔ ایسی صورت میں اختصار کے ساتھ اس کا ذکر ضروری ہے تاکہ آپ کی ذات کا ہر پہلو اُجاگر ہو جائے ۔ قرافی نے اپنی کتاب ذخیرہ میں بھی لکھا ہے اور شرح اربعین میں بھی اشارہ کیا ہے جو احوال بھی حضور علیہ السلام سے متعلق ہیں قطع نظر ان کے تعین کے وہ سب کے سب عقائد کی طرف لوٹتے ہیں اعمال کی طرف رجوع نہیں کرتے تو سرکار کے ان احوال میں بحث ضروری ہے تاکہ اس میں معتقد کو کمال حاصل ہو جائے ، حضورؐ کی ذات کی دو حیثیتیں ہیں ایک آپ کا وجود اور دوسرا آپ کا

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

تعین، جہاں تک آپ کے وجود کا تعلق ہے وہ اہل بصیرت اور ثقہ لوگوں کو تواتر اور کشف کی حد تک معلوم ہے ایک بالغ نظر صُوفی آپ کے وجود کے بارے یہی کہے گا کہ وہ ایک محسوس چیز سے ہے جو آنکھوں سے عالم بیداری بلکہ مقربین اور عالم خواب میں عام مسلمان لوگ دیکھ سکتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے جس نے مجھے دیکھا بے شک اس نے حق سچ مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار کرنے پر قادر نہیں اکثر علماً کے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے حضور علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو یہ دیکھنا آنکھوں دیکھے جیسا ہے آپ کا تعین آپ کے حسب کے اعتبار سے ہے وہ اس طرح ہے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ آپ کا صحیح نسب جناب عدنان پر ختم ہوجاتا ہے اور عدنان سے اوپر سب میں اختلاف ہے لیکن اس میں اختلاف نہیں کہ عدنان جناب اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے ہیں، اور آپ کی کُنیت ابوالقاسم مشہور ہے، اور آپ کی والدہ ماجدہ جنابہ آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ بن کلاب یہاں آپ کی والدہ ماجدہ آپ کے والد ماجد سے نسب میں مل جاتی ہے، آپ کی پیدائش و تولد مکانی طور پر بالاجماع مکہ مکرمہ شعب ابی طالب میں ہوئی اور زمانہ کے اعتبار سے پیر کے دن ہوئی تیرہ ربیع الاوّل کا خیال درست نہیں آپ کی پیدائش عام الفیل کے ٹھیک ایک ماہ بعد ہوئی چالیس اور پچاس دن بعد کے اقوال بھی آتے ہیں آپ کے والد گرامی ابھی آپ شکم مادر سلام اللہ علیہا میں ہی تھے انتقال فرما چکے تھے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ سات ماہ کے تھے جب آپ کے والد مشفق نے وفات پائی لیکن پہلا قول درست ہے ابھی آپ سات سال کے نہ ہوئے تھے کہ مقام ابواؑ پر آپ کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا ان کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی ظاہری پرورش کی اس وقت آپ آٹھ سال کے ہوچکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کے اکتالیسویں سال کے آٹھویں ماہ ربیع الاوّل میں اعلان نبوت فرمایا بعدازیں مکہ میں تیرہ برس گزارے دس اور پندرہ سال کے اقوال بھی مورخین نے ذکر کیے ہیں لیکن پہلا قول زیادہ مشہور ہے، عام الفیل کے چوّن برس بعد مدینہ طیبہ میں آپ دو ربیع الاوّل پیر کے دن تشریف لائے اور حیاتِ ظاہری میں دس سال گزارے آپ کا انتقال جنابہ عائشہ کے گھر ان کی باری میں پیر کے دن یکم ربیع الاوّل کو تریسٹھ برس کی عمر میں ہوا

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

اور بدھ کے روز دفن ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وشمائل کچھ یوں ہیں کہ آپ قدو قامت میں نہ اتنے لمبے کہ دیکھنے والا حیرت زدہ ہو جائے نہ اتنے پست کہ حقیر جانا جائے رنگت میں نہ زیادہ سفید نہ سانولے بلکہ سفیدی سُرخی مائل آپ کی رنگت تھی آپ کے بال نہ اتنے گھنے اور نہ ہی آپ کا جسم اطہر بالوں سے خالی تھا چاند سا چہرہ کھُلی پیشانی خوبصورت اور مضبوط گردن ہونٹ ملے ہوئے آنکھیں گھنی سیاہ اور چمکدار ناک باریک نکھرا چہرہ چلتے وقت ڈھلوان چلتے ہوئے دیکھنے والا محسوس کرتا گویا آپ اُونچی جگہ سے نیچے تشریف لا رہے ہیں نگاہیں جھکا کر چلتے کسی کی طرف نظر اٹھا کر چلتے تو اس میں شفقت اور مہربانی ہو آپ کے سَر کے بال آپ کے کانوں کے برابر نہ تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی ایک ہزار سے بھی زیادہ ہیں۔ حافظ ابن وحیہ نے اپنی کتاب مستوفی میں انہیں جمع کیا ہے جسے شوق ہو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ اسی کتاب سے منقول ہے حضرت مالک سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں یعنی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں یعنی میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کفر مٹا دیا اور میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے سامنے اُٹھیں گے اور میں عاقب ہوں اور اس طرح آپ کے کچھ اسما قرآن میں بھی مذکور ہیں۔ مثلاً طٰہٰ، یٰسین، مدثر، مزمل عبداللہ اور رؤف الرحیم اور متقی، نبی التوبہ اور نبی الملاحم اور متوکل بھی آپ کے اسما ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام غزالی رحمہ اللہ علیہ کے اس قول کہ ہمارے اعتقاد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا پر سیدی زبیدی فرماتے ہیں کہ یہ اعتقاد تو اجماعِ اُمّت اور کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ کتاب حق تعالیٰ میں اس طرح ہے:۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ ترجمہ: یعنی آپ اللہ کے رسُول اور خاتم النبیین ہیں۔

اور حدیث میں روایت ہے کہ بے شک میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں ملے ہوئے تھے بخاری اور مسلم میں ہے کہ بے شک میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیا کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے مکمل طور پر ایک گھر خوبصورتی سے بنایا ہو لیکن ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو اور ہر کہنے والا یہی کہے گا کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ اینٹ بھی لگا دی جاتی سو میں وہ اینٹ ہوں جس سے مکان نبوت پورا ہو گیا، نیز یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے ختم نبوت پر مختلف الفاظ میں بہت سی احادیث کئی طریقوں سے مذکور ہیں اور آپ کی ختم نبوت پر اُمّت کا اجماع و اتفاق ہے اور جو شخص آپ کی نبوت کا

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

مدعی ہو اس کے کفر پر بھی امت کا اتفاق ہے اور محدثین لا نبی بعدی والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس امر میں صوفی صاحب عرفان و ذوق اس طرح کہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اپنے ظہور میں بلندی کے تمام حقائق کی جامع ہے وہ حقائق اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ پہلے ہوں یا بعد والے آپ کی بعثت مکمل طور پر احاطہ کئے ہوئے ہے اور آپ حضور کو ہر نبی کی نبوت سے حصہ ملا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خاص انبیاء کی نبوت کے حالات کی اسی طرح جامع ہے جس طرح احوال حیوان کو فطرت انسانیہ جامع ہے آپ کی نبوت کا کمال اس درجہ کا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں اور نبوت و رسالت کے تمام سلسلے آپ ہی کے ارد گرد طواف کرتے ہیں۔ آپ ایسے خاتم ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور یہی ختم نبوت کی حقیقت ہے۔

ایک اطلاع

کہا جاتا ہے کہ خاتم تا کی فتحہ اور کسرہ اگر خاتم فتح سے ہو تو معنی انتہا ہوتا ہے یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلم پر انتہا نبوت ہے آپ کی ذات نبوت کے لیے اس مہر کی طرح ہے جو کسی چیز کے اختتام پر ثبت کی جاتی ہے جب انبیاء کی انتہا آپ پر ہو گئی تو مرسلین کی انتہا آپ پر بدرجہ اولیٰ ہو گئی کیونکہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور نبی ضروری نہیں کہ رسول ہو۔ گویا رسول خاص ہوا اور نبی عام تو عام کے اٹھ جانے سے خاص از خود اٹھ جاتا ہے رفع اعم رفع اخص کو مستلزم ہے اگر خاتم کسرہ سے ہو تو معنی ہو گا کہ آپ نے انبیاء کو ختم کر دیا یعنی آپ سب سے بعد میں تشریف لائے اور آپ کے بعد کوئی نبی باقی نہیں رہا خلاصتہً آپ پر نبوت و رسالت آکر ختم ہو جاتی ہے۔

سید زبیدی رحمہ اللہ امام غزالی کے اس قول کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے مبعوث ہوئے کہ آپ کی وجہ سے یہود و نصاریٰ اور صابئین کی شریعتیں کالعدم اور منسوخ ہو گئیں، پر فرماتے ہیں کہ آپ نے پہلی شریعتوں کے احکام زائل کر دیئے اور نسخ دور کرنے زائل کرنے کو ہی کہا جاتا ہے، یہود و نصاریٰ دو فرقے ہیں جو بالترتیب سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین ہیں اور صابئین کی قوم بزعم خویش اپنے آپ کو دین نوح علیہ السلام پر ظاہر کرتی ہے صابئین کا قبلہ شمالی جانب ہے اور ان کی عبادت کا وقت دوپہر ہے ویسے تو حضور علیہ السلام نے سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کیا مگر یہود و نصاریٰ اور صابئین کا ذکر ان کی شریعت کی بنا پر کیا گیا ہے یہودی ہمارے حضور علیہ السلام کی نبوت کے سب سے بڑے منکر ہیں ان کے بارے صحیح بخاری میں احمق اور متحیر العقل قوم کے الفاظ آئے ہیں۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

ان دونوں فرقوں یعنی یہود و نصاریٰ سے پہلے فرقہ نے حضور کی تصدیق نہ کی کیونکہ جو شریعت آپ لائے اس سے شریعت موسیٰ علیہ السلام کے بعض احکام منسوخ ہوئے اور ان میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے نسخ کو عقلاً محال سمجھا کیونکہ اس میں ظہور پایا جاتا ہے اور اس قوم نے اللہ پر ظہور کو محال تصور کیا اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا گمان ہے کہ بے شک موسیٰ علیہ السلام نے اس پر نص کی ہے کہ ان کی شریعت کبھی منسوخ نہ ہوگی اور کہا کہ یوم السبت یعنی ہفتہ کے دن کو ہمیشہ لازم پکڑو"۔

دوسرا فرقہ عیسویہ یہ ابو عیسیٰ اصبہانی کے متبعین ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ رسول تو ہیں مگر صرف عرب کے لیے۔ اسی طرح ان کا ایک اور قول ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صرف اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوئے بعض نصاریٰ بھی اس کے قائل ہیں بہرحال پہلے فرقہ میں سے وہ لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ نسخ محال ہے کیونکہ اس میں اظہار پایا جاتا ہے اگر ان کی مراد اس سے یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایک حکمت ظاہر ہوئی جو پہلے اس پر مخفی تھی تو واقعی محال ہے لیکن ہم یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں کہ نسخ محال کو لازم ہے ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے یہ محال ہے کہ ایک وقت میں ایک چیز اس کے لیے پوشیدہ ہو اور کسی دوسرے وقت میں وہی شے اس پر ظاہر ہو جائے اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے احوال و افعال کے بدلنے میں قدرت و تصرف نہ ہو مثلاً تندرستی سے مرض اور مالداری سے محتاجی زندگی سے موت جیسے افعال اور اس ظہور کا الٹ وغیرہ، اور جب اس ظہور پر کوئی صریح دلالت نہیں ہے تو انھیں یہ حق بھی نہیں کہ اس ظہور کے حوالہ سے بات کر کے نسخ کو محال بتائیں۔ یہ بالکل ظاہر سی بات ہے کہ ایک حکیم ایک وقت میں مریض کو کسی دوائی کے استعمال کا حکم دیتا ہے اور کسی دوسرے وقت میں اسی دوائی کے استعمال کو مریض کے لیے حکیم منع کر دیتا ہے کیونکہ ایسا کرنا ہی مریض کے لیے نفع بخش ہو سکتا ہے ہر دو حالتوں میں مریض کا حکیم کے فرمان کے مطابق عمل کرنا ہی بہتر ہے اور اسی میں مریض کے حال کی اصلاح ممکن ہے اسی قاعدہ کی رُو سے کافی حد تک تصرفات باری تعالیٰ سمجھے جا سکتے ہیں ویسے اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا اور جس چیز کا ارادہ کرے اس کا حکم دے سکتا ہے۔

مخالف کو چیلنج کے لیے نبی کی طرف سے خرق عادات معجزہ کا وقوع دو حال سے خالی نہیں یا وہ دعویٰ رسالت کرنے والے شخص کی صداقت پر دلالت کرے گا یا دلالت نہیں کرے گا اگر دلالت نہ کرے تو لازم آئے گا کہ صدق موسیٰ علیہ السلام پر کوئی دلالت نہ ہو اور اگر وہ مدعی رسالت کی صداقت

marfat.com

Marfat.com

پر دلالت کرے تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ضروری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سابقہ ادیان کی تنسیخ ثابت ہے، تورات میں نص ہے کہ اللہ رب العزت نے جناب نوح علیہ السلام کو جب وہ کشتی سے نکلے تو کہا کہ بے شک میں نے تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے ہر چوپایہ کھانے کے قابل بنایا ہے اور ان کے کھانے میں میری طرف سے تمہیں رخصتِ عام ہے کہ خون کے سوا تم ان کا گوشت کھاؤ اور تھوڑی دیر بعد تورات میں ہی بہت سے جانور حرام قرار دے دیئے گئے سیدنا جناب آدم علیہ السلام کی شریعت میں تورات کے مطابق بہن کے ساتھ نکاح جائز تھا جو اب تم پر حرام ہے اور جناب یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں دو بہنیں بیک وقت نکاح میں رکھی جا سکتی تھیں۔ جو اس وقت تم پر ایک نکاح میں حرام ہوئیں، شریعت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے سنیچر کا دن کاروبار کے لیے مباح تھا مگر وہ تمہارے لیے مچھلی کے شکار کے لیے ممنوع ہوا[1]، اور ولادت کے ساتھ ختنہ ضروری نہ تھا جو اب تمہارے لیے ضروری ہے، جس نے نقلاً نسخ کو ممنوع قرار دیا ہے اسے ابن راوندی نے ضرور لکھا یا ہو گا اگر وہ نقل درست ہوتی تو یہود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حجت قائم کرتے یہاں تک کہ انہوں نے تورات میں ہی آپ کی نبوت کے نشانات کافی حد تک مٹا دیئے اور آپ کی شان میں بیان شدہ اوصاف کو تبدیل کیا جب وہ نقل کو حجت بنائیں اور طعن میں کوئی دلیل نہ ہو اس سے یہود کے عقیدہ کا از خود بطلان ہو جائے گا۔

عیسوی لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو نصاریٰ جیسی غور و فکر رکھتے ہیں جب یہ حضور علیہ السلام کو تسلیم کر لیں گے تو پھر انہیں آپ کی صداقت تسلیم کرنے میں بھی کچھ تعرض نہ ہو گا قرآن کریم آپ کی صداقت کے عموم کی اس طرح خبر دی ہے کہ آپ ہر کالے اور گورے کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ[2] ۔

ترجمہ: نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سب لوگوں کے لیے۔

---

[1] یہ سب الفاظ تورات کے حوالہ سے ہیں۔ مترجم

[2] پارہ ۲۲، سورہ سبا، آیت ۲۸

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

اور ایک دوسرے ارشاد خداوندی میں یوں ہے:۔

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا[1] ترجمہ:۔اے محبوب لوگوں سے کہو میں اللہ کی طرف تم سب کا رسول بن کر آیا ہوں۔

حضور علیہ السلام نے اپنے معجزات سے تمام جنوں اور انسانوں کو چیلنج کیا۔

امام غزالی فرماتے ہیں وایدہ بالمعجزات الظاھرۃ والآیات الباھرۃ اس عبارت پر سید زبیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کا معنی وہ علامت جو آپ کی سچائی پر دلالت کرے اور معجزہ کا معنی اس علامت کا ہے جس کے ساتھ مخالف کو چیلنج کیا جائے۔اس لحاظ سے ہر معجزہ آیت کہلائے گا اور ہر آیت معجزہ نہیں ہوسکتی، پھر معجزہ عجز سے نکلا ہے کہ مقابل کسی طور قادر نہ ہوسکے اور اعجاز کا معنی عجز ثابت کرنا اور معجزہ کو عجز ظاہر کرنے کے لیے استعارہ بنا لیا گیا پھر اسناد مجازی کے طور پر عجز کے سبب کو معجزہ کہا گیا پھر وہ سبب معجزہ کا نام پا گیا۔

لفظ معجزہ کی تا یا تو وصفیت سے اسمیت میں بدلنے کے لیے ہے جس طرح حقیقت کی تا یا بطور مبالغہ ہے جس طرح علامت کی تا، معجزہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عادت کے خلاف ہو چیلنج کی طرح ہو اور دعوئ نبوت کے موافق اور مخالف کا دندان شکن اور مسکت جواب ہو، نیز نبی کے سامنے اور اس کے ذریعہ سے ظاہر ہو ان سب قیودات کا مقصد معجزہ کے ہر ہر گوشہ کو واضح کرنا ہے یعنی معجزہ میں مخالف کو قائل کرنے کے لیے تاثیر ہوتی ہے جس طرح حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے پانی جاری ہونا اور کبھی نبی کا معجزہ یکسر کسی چیز کی تاثیر کو ختم کر دیتا ہے جیسے بھڑکتے شعلوں کی آگ کا نہ جلانا۔امام حرمین نے معجزہ کو فعل الہٰی سے مقید کیا ہے اور مصنف کا بھی یہی نظریہ ہے جس کا عنقریب ذکر آرہا ہے امام حرمین اور مصنف پر ایک اعتراض وارد کیا گیا ہے کہ معجزہ خلاف عادت تاثیری فعل پر منحصر نہیں بلکہ جس طرح معجزہ غیر معتاد فعل کے لیے ہوتا ہے اسی طرح معتاد فعل کے لیے بھی ہو سکتا ہے اور وہاں ضرورت فعل اور داعی فعل بھی نہیں ہوتا، جواب یہ ہے کہ جس نے تاثیر فعل پر اقتصار کیا اس کے نزدیک مضاف کی عدمی صورت قدرت وطاقت کے لیے فعل اور اثر ہے

---

[1] پ ۹، سورۃ اعراف، آیت ۱۵۸

marfat.com
Marfat.com

یا اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا سلامتی کے ساتھ ٹھنڈک کو معجزہ بنایا ہے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جسم کی بقا کو معجزہ بنایا کہ وہ آگ میں جھونکے جانے کے باوجود باقی رہا لیکن یہ جواب بطور عادت ہیں معجزہ کی تعریف میں خارقِ عادت کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ معتاد نکل جائے کیونکہ فعل عادی اور معجزہ میں اتحاد نسبت نہیں ہے چیلنج کی طرح ہو معجزہ کے ساتھ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ کرامات اولیاء اللہ نکل جائیں کیونکہ کرامتیں عموماً چیلنج کی طرح نہیں ہوا کرتیں یا اگر مخالف کو چیلنج کیا بھی جائے تو اس میں دعویٰ نبوت و رسالت نہیں ہوتا اگرچہ ولی کے لیے اپنی ولایت پر چیلنج کرنا صحیح اور جائز ہے یہ قید لگا کر ان ارھاصات کو بھی خارج کر دیا گیا جو قبل از نبوت نبی سے ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ ان کے ساتھ دعویٰ نبوت نہیں ہوتا البتہ ارھاص وہ خارقِ عادت ہوتا ہے جو نبی کی نبوت اور بعثت سے پہلے اس کی نبوت پر بطور دلالت و علامت ہوتا ہے۔

سعد نے کہا کہ قوم نے شق صدر یعنی آپ کے سینہ مبارک کا چاک ہونا اور آپ کے لیے بادل کا سایہ، اور پتھروں کا آپ کو صلوٰۃ و سلام کہنا کو معجزات سے بطور تشبیہ و تغلیب شمار کیا ہے۔ اور ہمارا یہ کہنا کہ معجزہ دعوائے نبوت کے موافق ہو اس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے نبی کی تکذیب لازم نہ آئے۔ اور ہمارا یہ قول کہ نبی اپنے دعویٰ میں معارض سے محفوظ ہوگا مطلب یہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص نبی کے دعویٰ کے خلاف اس دعویٰ کی نقیض کا دعویٰ نہ کر دے جس طرح کسی نے دعویٰ کیا کہ وہ نبی ہے اور اس کا دعویٰ خرق عادت کو شامل ہو اور ساتھ ہی ایک اور شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ بھی نبی ہے جب پہلے وہ نبی نہ تھا اور اس کا دعویٰ بھی خرق عادت کو شامل ہو جائے، اور ہمارا یہ کہنا کہ ظہور معجزہ نبی کے سامنے ہو اس سے مراد یہ ہے کہ خرق عادت نبی کی ذات سے قائم ہو جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کا چمکنا یا اس معجزہ کا پایا جانا نبی کے ارادے اور توجہ اور طلب سے ہو۔ جس طرح عصائے موسیٰ علیہ السلام کا صحیح سانپ بن جانا اس سے کئی چیزیں خارج ہو گئیں وہ شخص جسے نبی نے اپنا معاون بنایا ہو اور وہ اپنی طرف سے بطور کذب ظہور معجزہ کا دعویٰ کرے، اسی طرح وہ دعویٰ جو مدعی سے بطور خرق عادت کبھی پہلے صادر ہو چکا ہو اور بعد میں وہ اس کا دعویٰ کرے اور کہے کہ وہ میرا معجزہ تھا جو زمانہ ماضی میں ظاہر ہوا اگرچہ خرقِ عادت تو ہوگا مگر وہ نبی کے سامنے اس کے زمانہ میں ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے معجزہ نہ کہلائے گا۔

جب آپ معجزہ کے متعلق اتنا جان چکے تو اب غور کرنا چاہیے کہ جس نبوت کا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا وہ قطعی طور پر معجزات سے ملی ہوئی تھی اور یہ کیفیت یقین دلاتی تھی کہ آپ بہر حال رسول اللہ

marfat.com
Marfat.com

ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز سے دعوائے نبوت و رسالت کیا جو آپ کے زمانہ کے لوگوں کے لیے ایک مشاہدہ تھا اور دوسرے لوگوں کے لیے بطور تواتر نقلی ہے اور یہ دعویٰ معجزات کو شامل تھا حاصل کلام یہ ہے کہ آپ کے معجزات دو طرح کے ہیں کچھ دائمی اور کچھ غیر دائمی۔ دائمی معجزہ قرآن عظیم ہے جو آپ کے ہم زمانہ لوگوں نے بھی دیکھا اور قیامت تک آنے والے لوگ بھی دیکھیں گے اور آپ کے غیر دائمی معجزات میں خوارق فعلیہ اور غیوب قولیہ ہیں جن کا گزشتہ حال مستقبل سے برابر تعلق ہے حضور کے ایسے معجزات ان گنت اور بے شمار ہیں معجزہ کی قسم اول یعنی قرآن مجید اور دوسری قسم میں سے غیوب قولیہ انہیں مصنف رحمہ اللہ بعد میں ذکر کریں گے۔ دوسری قسم یعنی غیر دائمی معجزات میں سے پہلی قسم خوارق فعلیہ باقی رہے یہ بھی بے شمار ہیں ہر ایک کی تفصیل دلائل النبوت میں بیہقی اور ابو نعیم نے بیان کر دی ہے ان میں سے بعض بطور ارہاص ہیں جو آپ کے دعوائے نبوت سے پہلے ظہور میں آئے اور بعض دعوائے نبوت کے بعد تصدیق ظہور میں آئے یہی خوارق فعلیہ آپ کی ذات و صفات سے متعلقہ امور اور کچھ امور خارجہ پر منقسم ہوتے ہیں، پہلے وہ خوارق جن کا تعلق آپ کی ذات سے ہے جس طرح آپ کا نور آپ کی پیدائش تک آپ کے آباؤ اجداد میں منتقل ہوتا رہا اور بوقت ولادت قدرتی طور پر ختنہ کیے ہوئے آپ نے ایک ہاتھ آنکھوں پر رکھا ہوا تھا اور دوسرا ہاتھ ناف کے اوپر، اسی طرح آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کا نشان تھا۔ اسی طرح لمبے قد کے شخص سے ملاقات پر آپ کا قد لمبا اور درمیانے قد کے شخص سے ملاقات پر آپ کا قد درمیانہ ہوتا، اسی طرح آپ کا دیکھنا سامنے اور پیچھے روشنی اور اندھیرے قریب اور بعید سے یکساں تھا، اور آپ کا جسم اطہر اتنا شفاف اور لطیف تھا کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ سورج کو بعد از غروب بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔

دوسرے وہ خوارق جن کا تعلق آپ کی صفات سے ہے جو آپ کی ذات میں بدرجہ کمال پائے جاتے تھے مثلاً آپ کی سچائی امانت داری، پاک باطنی، دلیری، انصاف، دانش، فصاحت و پرہیزگاری گھر والوں سے متواضعانہ معاشرت امت پر شفقت امور رسالت کی صعوبتوں پر صبر و استقامت، اخلاقِ حسنہ پر دوام اور ہمیشگی، علوم الٰہیہ کی تہہ تک پہنچنا دین و دنیا کی بھلائی کے اصول و قواعد وضع کرنا اور آپ کی دعاؤں کا مقبول و مستجاب ہونا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے دعا فرمائی "اے اللہ انہیں دین کی پوری سمجھ اور تاویل و تعبیر کا کامل علم عنایت فرما دے" تو آپ کی دعا

marfat.com
Marfat.com

سے حضرت ابن عباس علم کے بحر بیکراں بیدا کنار اور امام المفسرین بنے اور عتبہ کے خلاف دعا فرمائی کہ اے اللہ عتبہ پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مقرر کر دے تو عتبہ کو شیر نے پھاڑ کر اس کا تکہ بوٹی کر دیا، اور سراقہ کے خلاف سرکار نے دعا فرمائی تو اس کے گھوڑے کے چاروں پاؤں زمین میں دھنس گئے۔

تیسرے وہ خوارق جو آپ کی ذات وصفات سے خارج ہیں جس طرح شق القمر وغیرہ۔

سید مرتضیٰ زبیدی امام غزالی کے قول زیارت و آداب مدینہ منورہ پر جو کتاب الحج کی دسویں فصل میں مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے مجھے میری زندگی میں دیکھا، نیز ارشاد مصطفےٰ ہے جس نے ایک درد گھڑیاں مہلت پائی اور میرے دربار پر حاضری نہ دی اس نے مجھ پر زیادتی کی" حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خصوصی اہتمام سے صرف میری زیارت کے لیے حاضر ہوا تو مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں اللہ سے اس شخص کی خصوصی طور پر شفاعت کروں پھر زبیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جہاں تک مسجد نبوی کی فضیلت اور اس میں نماز پڑھنے کا تعلق ہے وہ کتاب الحج کے پہلے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے، اسی سلسلہ کی ایک بات حدیث میں آئی کہ تین مسجدوں کے سوا اپنے کجاوے اور پالان اپنی سواریوں پر مت باندھو اس پر پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔

اسی سلسلہ کی حدیث ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم علیہ السلام سے اس مسجد کے متعلق سوال کیا جس کی بنیاد تقویٰ پر قائم ہو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا تمہاری اسی مسجد مدینہ کی بنیاد ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس حدیث کی تخریج مسلم نے کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت بیمار پڑ گئی اس نے نذر مانی کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ شفا عنایت فرما دے تو میں گھر سے نکل کر بیت المقدس میں نماز پڑھوں گی وہ کچھ دن کے بعد تندرست اور اچھی بھلی ہو گئی تو بیت المقدس کی طرف جانے کی تیاری کی اور ام المومنین جنابہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ملنے کے لیے حاضر ہوئی اور انہیں اپنے بیت المقدس میں جانے سے مطلع کیا جنابہ میمونہ نے اطلاع پا کر فرمایا بہن یہاں بیٹھ جاؤ میں نے جو کچھ پکایا ہے تمہیں کھانے کو دیتی ہوں کھانا کھا کر تجھے دور جانے کی کیا ضرورت ہے میرے شوہر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ہی نماز پڑھ لے بیشک میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ مسجد کعبہ کے سوا مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھ لینا باقی دنیا بھر کی مسجدوں میں ہزار نماز پڑھ لینے سے بھی افضل ہے۔ اس حدیث کی تخریج بھی مسلم نے کی ہے، ایک اور حدیث

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

ارقم بن ابو ارقم نے حضور علیہ السلام سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور میرا ارادہ بیت المقدس جانے کا ہے حضور نے فرمایا وہاں کیوں جا رہے ہو تو میں نے کہا کہ وہاں جا کر نماز پڑھوں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں میری مسجد میں نماز پڑھنا وہاں جا کر نماز پڑھنے سے ہزار درجہ بہتر ہے اس حدیث کو ابن جوزی نے مثیر العزام میں نقل کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مسجدوں میں مسجد حرام کے علاوہ ایک ہزار نماز پڑھنے سے بہتر ہے بے شک اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہے اور آپ کی مسجد تمام مسجدوں کی آخری مسجد ہے۔ اس حدیث کو مسلم اور ابن جوزی نے نقل کیا ہے۔

جنابہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول کریم علیہ التحیہ والتسلیم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد درجہ کمال میں سب سے آخری مسجد ہے میری مسجد زیادہ لائق ہے کہ اس کی زیارت کی جائے اور دور دراز سے سواریوں پر سفر کر کے اس میں آیا جائے۔ اس حدیث کو ابن جوزی نے مثیر العزام میں نقل کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم رؤف الرحیم نے ارشاد فرمایا جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں وہ دوزخ اور ہر قسم کے عذاب سے بری ہو گیا نیز وہ شخص منافقت کی بیماری سے بھی بچ گیا۔ اس حدیث کو مسند امام احمد میں نقل کیا گیا ہے۔ خبر دال کے ذکر کے تحت تقاسیم و انواع میں ابن حبان نے کہا جو شخص اپنے گھر سے چلے خواہ کسی گاؤں یا شہر کا رہنے والا ہو اس کے لیے ہر ایک قدم کے بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ واپسی تک یہی عمل جاری رہتا ہے اور یہی حدیث بروایت حضرت ابوہریرہ اس طرح ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جہاں کہیں سے بھی کوئی میری مسجد کی طرف چلا تو ایک قدم کے بدلے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ہر دوسرے قدم کے عوض ایک گناہ مٹ جائے گا یہاں تک کہ وہ شخص واپس اپنے گھر لوٹے۔

پہلی حدیث جس کی روایت حضرت ابوسعید خدری نے کی ہے سے اس شخص کے خلاف حجت قائم ہوتی ہے جو مسجد قبا کی بنا دیں تقوی پر قائم ہیں کا قائل ہو۔ اور جنابہ میمونہ کا قول شوافع حضرات کے لیے حجت ہے کہ مکی اور مدنی شخص اگر نذر مانے کہ وہ مکہ اور مدینہ سے جا کر بیت المقدس میں نماز پڑھے گا۔

marfat.com
Marfat.com

تو ان پر لازم نہیں کہ وہ بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھیں کیونکہ ان کی اپنی جگہیں بیت المقدس سے افضل ہیں۔ مسجد احرام کی استثناء میں اختلاف ہے امام شافعی نے اس استثناء سے یہ مراد لیا ہے کہ مسجد حرام حضور کی مسجد سے افضل ہے تو پھر مکہ مدینہ سے افضل ہے"۔

قاضی عیاض نے کہا کہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کے روضۂ مقدس کی جگہ روئے زمین کے تمام خطوں سے افضل و اعلیٰ ہے آپ کے روضہ کی افضلیت کے بعد بالترتیب مکہ اور مدینہ باقی روئے زمین کے تمام ٹکڑوں سے افضل ہیں پھر مکہ اور مدینہ میں باہمی تقابل کے اعتبار سے کونی جگہ افضل ہے اس میں اختلاف ہے حضرت عمر اور ایک اور صحابی کی جماعت مدینہ طیبہ کی فضیلت کی قائل ہے حضرت امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کا بھی یہی مذہب ہے اور استثناء مسجد حرم کو انہوں نے اس پر محمول کیا ہے سرکار نے فرمایا کہ میری مسجد ایک ہزار نماز کی قید کے بغیر مسجد حرم سے افضل ہے۔

اہل کوفہ، ابن وہب اور ابن حبیب اور کچھ امام مالک کے ساتھی اور امام شافعی فضیلت مکہ کے قائل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی فضیلت پر بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ مذکورہ احادیث انہیں میں سے چند ہیں۔

حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے فضائل

امام غزالی احیاء کے کتاب الاذکار میں سرکار پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی فضیلت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں جس پر سید مرتضیٰ زبیدی نے کہا کہ مصنف رحمۃ اللہ یعنی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ حضور کے اس ارشاد کا کیا معنی ہے جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے"۔ اور اس کا کیا مطلب اس پر اللہ رحمتیں نازل کرتا ہے جو حضور پر درود وسلام عرض کرے اور حضور پر ہمارے درود وسلام عرض کرنے کا کیا مطلب ہے اور اس کا معنی ہے کہ حضور نے اپنی امت سے اپنے اوپر درود وسلام کے لیے اظہار طلب کیا کیا ایسا کرنا آپ کے لیے مسرت کن ہے یا آپ نے امت پر اظہار شفقت کے لیے فرمایا"، تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ پر درود وسلام عرض کرنے والوں پر اللہ کی طرف صلوٰۃ بھیجنے کا معنے ہے اللہ تعالیٰ ان پر طرح طرح کی کرامتیں اور عجیب وغریب انعامات کے دروازے کھول دیتا ہے

marfat.com

Marfat.com

ہماری طرف سے اور ملائکہ کی طرف بارگہ مصطفوی میں درود وسلام عرض کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ سے حضور علیہ السلام کی کرامت و بزرگی اور بلندی درجات کا سوال کرنا ہے جس طرح کوئی کہنے والا کسی کے لیے غفراللہ یا رحمہ اللہ کہہ دیتا ہے اور وہ شخص رحمت اور طلب عفو کے ساتھ مختص کر دیا جاتا ہے اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درود وسلام کے ساتھ مختص کر دیا گیا ہے آپ کے علاوہ درجہ بدرجہ انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ساتھ خاص کر دیئے گئے۔ صحابہ کرام اولیائے عظام اور علمائے ذی الاحترام رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور عوام رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ مخصوص کئے گئے جہاں تک سرکار کا امت سے اپنے لیے درود وسلام کے اظہار طلب کا تعلق ہے یہ چیز تین امور سے متعلق ہے۔

نمبرا:۔ مجموعی طور پر دعائیں اللہ کے فضل و کرم نعمت و رحمت کو تحریک دینے میں موثر ثابت ہوتی ہیں خصوصاً جب بڑے اجتماع میں دعا کی جائے مثلاً جمعہ، خطبہ عرفات کی حاضری کے علاوہ عیدین اور دیگر روحانی اجتماعات دعائیں موثر اور مقبول ہوتی ہیں۔ بنے تک بہت سی قوتیں جمع ہو کر ایک ممکن چیز کی طلب میں جب لگ جاتی ہیں تو اس کے حصول میں کامیاب ہو جاتی ہیں جس طرح بارش کا ہونا اور بیماری وغیرہ کا دور ہونا اور امکانی حد تک فیضان ان روحوں کے لیے جاری ہو جاتا ہے جو سفلی دنیا کے اعمال میں کھو کر اپنے اوپر قہر خداوندی کو دعوت دے چکی ہوتی ہیں پھر جب عام بشری روحیں روحانیت عالیہ سے ملتی ہیں۔ تو ان کی شہوانی کدورت کی میل دھل جاتی اور دل پاکیزہ ہو جاتا نتیجتاً ان دلوں کا عاجزی اور انکساری سے دعا کرنا پر تاثیر ہو جاتا کیونکہ عاجزی وانکساری کی حرارت سے دلوں کی شہوانی کدورتیں فوراً دور ہو جاتی ہیں اندھیرا چھٹ جاتا ہے اور دل روشن ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ایک جماعت کی دعا بے خطا ہوتی ہے کیونکہ جماعت میں بہرحال پاک باطن اور پاکیزہ دل لوگ ضرور ہوتے ہیں جن کی شمولیت سے دعاؤں کے پر تاثیر ہونے میں مدد ملتی ہے ان کی دعائیں جمعہ کے دن پذیرائی سے نوازی جاتی ہیں کیونکہ اس دن صاف دل لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اگرچہ جمعہ کے دن کی قبولیت کی گھڑی سے کوئی بشر آگاہ نہیں ہوتا مگر جمعہ کا دن اس گھڑی سے خالی بھی نہیں ہوتا البتہ قبولیت کے اسباب ضرور پائے جاتے ہیں جس طرح خطبہ اور نماز وغیرہ کی ابتدا، بہتر یہی ہے کہ اس قبولیت کی گھڑی کی تعین نہ کی جائے بلکہ اسے پوشیدہ رکھا جائے، یونہی اوقات صبح گاہی میں ان مبارک گھڑیوں کی توقع کی جا سکتی ہے جن میں دعائیں قبول ہوتی ہیں کیونکہ اس وقت عموماً قلب و ذہن صاف ہوتا اور دعائیں اللہ کا فضل و کرم حاصل کرنے

marfat.com
Marfat.com

میں کامیاب و کامران ہوتی ہیں، حضورِ پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حوض کوثر اور شفاعت اور اعلیٰ مقامات جو بے شمار ہیں اور ان کا مسلسل بڑھتے رہنا خیال و تصور سے باہر ہے کا وعدہ فرمایا ہے جن کے لیے حضورِ پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام عرض کرنا ضروری ہے تاکہ وہ برکتیں اور کرامتیں زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں۔

نمبر ۲: ہمارے درود و سلام عرض کرنے سے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو راحت اور خوشی حاصل ہوتی ہے جس طرح سرکار کا ارشاد ہے کہ بے شک میں نے تمہیں سابقہ امتوں کے حالات بطور ہبہ عطا کر دیئے کہ ان کی زندگی کا ہر گوشہ تم پر واضح ہے اور جس طرح یہ بعید نہیں کہ ہم میں سے سونے والا باوجودیکہ ہم اندھیر دنیا میں ہیں حالات موتیٰ کا علم حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کچھ مشکل نہیں کہ ارواح کو ہمارے حالات کی معرفت ہو جائے کیونکہ وہ عالم قدس اور روشنی کے جہان اور بقا کی زندگی میں رہتی ہیں، سونے والے کی مردوں کے حالات کی آگاہی یا مردوں کا لوگوں کے احوال سے خبر پانا ایک طویل مضمون ہے یہ مقام اس کا متحمل نہیں ہے۔

نمبر ۳: اُمت کو اپنی ذات پر درود و سلام عرض کرنے کے لیے سرکار کا فرمانا محض اظہارِ شفقت اور جو اس کے حق میں بہتر ہے پر ترغیب دی ہے۔ حضور پر درود و سلام عرض کرنا پڑھتا ہے بلکہ یہ ایک نیکی کئی نیکیوں کا مجموعہ ہے ایک یہ کہ اس میں اللہ کے ساتھ ایمان کی تجدید ہوتی ہے دوسرا یہ کہ رسول اللہ پر تجدیدِ ایمان ہوتی ہے۔ تیسرا یہ کہ اس میں تعظیمِ مصطفیٰ ہے۔ چوتھا یہ کہ اس کے ذریعہ کرامت و بزرگی طلب کی جاتی ہے پانچواں یہ کہ اس سے آخرت پر ایمان اور طرح طرح کی کرامتیں پختہ ہوتی ہیں۔ چھٹا یہ کہ صالحین کے ذکر کے وقت نزولِ رحمتِ الٰہی ہوتا ہے، ساتویں یہ کہ اس سے آپ کی آل امجاد کی تعظیم اور اپنی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔ آٹھویں یہ کہ اس سے آل اطہار سے اظہارِ محبت کیا جاتا ہے اور حضور علیہ السلام اپنی اُمت سے کوئی مطالبہ نہ فرمائیں گے مگر اپنی قرابت کی محبت کا سوال ضرور کریں گے۔ نوویں یہ کہ اس سے دعا میں عاجزی و انکساری کا حصول ہوتا ہے دعا جو ہر عبادت کا مغز ہے اس سے قبول ہوتی ہے۔ دسویں یہ کہ اس سے اس امر کا اعتراف ہوتا ہے کہ ہر کام کی تکمیل اور حسنِ انتظام اللہ ہی کے لیے ہے اور بے شک نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و شان بہت بلند ہے مگر آپ رحمتِ حق کے بہرحال محتاج ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

حضور علیہ السلام پر درود وسلام پڑھنا مذکورہ دس نیکیوں کو شامل ہے اور یہ نیکیاں ان کے علاوہ ہیں جو قرآن میں آیا ہے جس نے ایک نیکی کی اس کے لیے دس نیکیاں ہیں اور برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے اس کا راز یہ ہے جوہر انسانی یعنی روح دراصل عالم علوی کی باشندہ تھی جو طبعاً مسافر بن کر جسمانی عالم میں اتری اور برائی نے اسے ترقی حاصل کرنے کے معاملہ میں سست کر کے رکھ دیا جو اس کی اصل طبع و مزاج کے خلاف تھا اور نیکی نے روح کو اس کے مزاج کے خلاف ترقی دی۔ مثلاً ایک قوت سے پتھر کو بلندی کی طرف حرکت دی جائے تو پتھر نسبتاً بلندی کی طرف سست حرکت کرے گا کیونکہ یہ حرکت اس کے حیز طبعی کے موافق نہیں مگر جب اسے نیچے کی طرف ذرا سی حرکت دی جائے اس حرکت سے دس گنا بڑھ کر پتھر تیز حرکت کرے گا کیونکہ وہ اپنے حیز طبعی یعنی اصل مقام کی طرف بڑھ رہا ہے اسی طرح ایک نیکی دس تک اور پھر دس سے سات سو تک بڑھ سکتی ہے کیونکہ روح نیکی کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے مصنف رحمہ اللہ جب فضیلت درود وسلام سے فارغ ہوئے تو سرکار دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی فضیلت میں شروع ہوئے اس سے پہلے ایک مختصر سی کلام ہم نقل کریں گے تاکہ وہ مصنف کے کلام کے لیے بطور تتمہ ثابت ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں سے ہے کہ حق جل شانہ کسی نبی کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی اور آپ کی حیات طیبہ کی قسم اٹھاتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ [1] ترجمہ: یعنی اے محبوب تمہاری عمر کی قسم بیشک وہ اپنی مدہوشی میں اندھے ہیں۔

اللہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کی تائید مرحمت فرمائی اور اپنے اسم جلالت کے ساتھ حضور کا اسم گرامی ملا کر ذکر فرمایا۔ اذانوں اور خطبوں میں اپنے ذکر کے ساتھ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ [2] ترجمہ: یعنی ہم آپ کی عظمتِ شان کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

---

[1] پ ، سورہ ، آیت [2] پ ۳۰ سورہ انشراح آیت ۴

marfat.com
Marfat.com

اور اپنے اسمائیں سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو اسم عنایت فرما کر ارشاد فرمایا:

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[1] ترجمہ: یعنی آپ اہل ایمان کے لیے نرمی کرنے والے مہربان ہیں۔

اللہ نے آپ کو حکومت کرنے کی صلاحیت نامہ عطا فرما کر ارشاد فرمایا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ[2]۔ ترجمہ: ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی تاکہ آپ لوگوں کے درمیان بہتر فیصلہ فرماتے رہیں۔

یہ فضیلت آپ کو اس لیے عطا کی گئی کہ آپ اللہ کے نزدیک پاک باطن اور اللہ کے بندوں کے لیے امانت دار تھے، اور آپ کی بدولت ان کی طوق اور زنجیریں کٹ گئیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ[3] ترجمہ: اور اس معظم رسول نے ان سے ان کی وہ رسیاں اور زنجیریں دُور کر دیں جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔

اور اللہ نے آپ کو سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور آپ کے طفیل خلق خدا کی شکلوں کے بگڑ جانے اور مصائب کے نزول اور مختلف عذابوں سے بچ گئی۔

دیگر انبیا علیہم السلام کو ذاتِ حق نے ان کے نام سے مخاطب فرمایا جب کہ حضور علیہ السلام کو نبوت و رسالت سے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ یاایھا النبی، یاایھا الرسول۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے مسلسل دس برس تک حضور علیہ السلام کی عملی خدمت کا شرف حاصل رہا اس مدت کے دوران میرے آقا و مولیٰ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کچھ کرنے پر یہ نہ فرمایا یہ کیوں کیا اور نہ ہی میرے کچھ نہ کرنے کو فرمایا کہ تو نے یہ کیوں نہ کیا حضور علیہ السلام

---

[1] پ ۱۱ س توبہ آیت ۱۲۸ [2] پ ۵ س نساء آیت ۱۰۵ [3] پ ۹ س اعراف آیت ۱۵۷

marfat.com
Marfat.com

سب لوگوں سے بڑھ کر صاحب خلق تھے اور میں نے آپ کے جود وسخا والے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو کائنات کی ہر نرم شے سے نرم اور ملائم پایا اور آپ کے جسد عنبریں کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہ سونگھی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور علیہ السلام خود اونٹ کا گھٹنہ باندھ دیا کرتے اور چوپایوں کو چارہ ڈال دیا کرتے تھے اور گری پڑی دیواروں کی تعمیر فرما دیا کرتے اور ٹوٹے ہوئے جوتوں کی مرمت فرما لیا کرتے اور اپنے بابرکت بوسیدہ لباس شریف کو پیوند بھی خود لگا لیا کرتے بکریوں کا دودھ نکال لیا کرتے اور اپنے غلاموں اور خدام کے ساتھ مل کر صبح کا کھانا تناول فرما لیتے اگر کچھ کھانا بچ جاتا تو وہی بچا ہوا کھانا دوپہر کو کھا لیتے تھے اور اپنے اہل وعیال کے لیے بازار سے سودا سلف اٹھا کر لانے میں آپ کچھ عار محسوس نہ کرتے اور ہر امیر وغریب سے ہاتھ ملاتے اور سلام کہنے میں ہمیشہ پہل کرتے جب آپ کو کھانے کی دعوت پر بلایا جاتا تو آپ شرم محسوس نہ کرتے اگرچہ دعوت میں چند خشک کھجوریں ہی کیوں نہ ہوں۔

آپ کی طبیعت سادہ اور کھلی تھی۔ نرم اخلاق رہن سہن قابلِ رشک آپ کا رُخ زیبا کھلتا مسکراتا لیکن پروقار آپ عمر بھر قہقہہ لگا کر نہ ہنسے، آپ بیمثال عجز وتواضع کے مالک تھے جس سے ذلت اور سبکی کو دور کا واسطہ بھی نہ تھا آپ کی سخاوت بھی بےنظیر تھی کہ اس میں فضول خرچی کا امیزہ نہ تھا۔ آپ نرم دل کامل انسان تھے، اور ہمیشہ اپنی فیض آفرین نگاہوں کو جھکائے رکھا۔ اور ہر مسلمان سے باندازِ کرم پیش آتے۔ آپ خوشحالی میں غافل نہ رہے اور نہ ہی کبھی طمع کا میلان ہوا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عادات واخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک طویل حدیث کے آخر سے ایک حصہ ذکر کیا کہ حضور علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ میں تمام لوگوں میں سے حضرت آدم علیہ السلام کے زیادہ مشابہ ہوں اور میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام لوگوں کی نسبت حُسنِ صورت اور حُسنِ سیرت میں سب سے زیادہ میرے مشابہ تھے۔ اس پر سید مرتضیٰ زبیدی کے فرمودہ جواہر میں سے آپ فرماتے ہیں بیہقی رحمۃ اللہ نے دلائل النبوت میں حدیث مذکور کو مصنف کی تحریر روانی کی طرح پورا ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث میں صبیح الفرغانی کے طریق پر کچھ اضافہ کیا گیا ہے لیکن یہ اضافہ بھی معقول ہے کیونکہ میں نے اسے کمزور اور نظر انداز کی ہوئی کتابوں میں کہیں موجود نہیں پایا۔ اس حدیث کو بیہقی نے دلائل میں بطور نص ذکر کیا ہے۔ سید مرتضیٰ زبیدی فرماتے ہیں کہ صبیح بن عبداللہ الفرغانی

marfat.com
Marfat.com

نے اس حدیث کے علاوہ اور کوئی معروف حدیث حضور علیہ السلام کے وصف میں نہ کہی اور مذکورہ حدیث کی تفسیر میں بعض اپنے الفاظ بھی درج کر دیئے اور جس مفسر سے نقل کیا اس کا حال بیان نہ کیا ہماری تنقید ایسے ہی ہے مگر اس نے ہماری جملہ روایات خبر صحیح اور مشہورہ سے مکمل اتفاق کیا ہے ہماری روایات کا سابقہ اعتماد ابوعبداللہ الحافظ کی وجہ سے ہے، کہتے ہیں کہ ہمیں ابوعبداللہ بن محمد بن یوسف المؤذن نے خبر دی راوی نے کہا کہ ہمیں محمد بن عمران نسوی نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہمیں احمد بن زہیر نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہمیں صبیح بن عبداللہ الفرغانی نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہمیں عبدالعزیز بن عبدالصمد نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہمیں جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے اور ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کر کے حدیث بیان کی اور آخری راوی نے حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی آپ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی بعض صفات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کہ آپ کا قد مبارک زیادہ لمبا نہ تھا جو درخت کے پھیلے ہوئے تنے کی مانند محسوس ہو مشذب کا معنی محدثین نے یہ لیا ہے کہ آپکے قد مبارک موزوں اور جسم شریف مناسب تھا، اور نہ ہی حضورؐ کا قد مبارک اتنا چھوٹا تھا کہ حقیر جانا جائے جب آپ اکیلے چلتے تو قد میانہ معلوم ہوتا اور جب لوگوں کے ساتھ چلتے تو لمبے سے لمبے انسان کے برابر معلوم ہوتے لوگوں سے علیحدگی میں درحقیقت آپکا قد مبارک میانہ ہی تھا، اور اپ نے فرمایا کہ آپ کے خاندان کے سب افراد کا قد میانہ ہی تھا آپکی جسمانی رنگت نہ شوخ سفید تھی نہ سانولی بلکہ سفیدی اور ہلکی سرخی کا آمیزہ تھا آپکی رنگت میں سخت سرخی تھی نہ سخت زردی ابن عمر بسا اوقات مسجد نبوی میں آپ کے چچا ابوطالب کی مدح میں شعر کہا کرتے تھے۔ مثلاً ابن عمرؓ نے یہ شعر کہا۔

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

ترجمہ: اور وہ خوبرو ہیں کہ انہیں کے چہرے سے بادل چھینٹے حاصل کرتے ہیں، یتیموں کے اور بیوہ عورتوں کی حفاظت گاہ۔"

جس نے بھی حضورؐ کو سنا اس نے آپکی تعریف میں یہی کہا کہ آپ کی رنگت میں سرخی ملی ہوئی تھی لیکن سرخی کا آمیزہ مختلف ہواؤں اور سورج کی تمازت کی بنا پر تھا اور یہ سرخی آپ کے جسم کے ان اعضا کے ساتھ مخصوص تھی جنہیں براہ راست سورج کی گرمی اور مختلف ہواؤں کے ساتھ واسطہ تھا اس میں کسی کو بھی شک نہیں کہ جو جسم کپڑوں کے نیچے ڈھکا رہتا تھا وہ بہر حال سفیدی زردی مائل تھا جس نے آپ کی

marfat.com
Marfat.com

رنگت سفیدی زردی مائل کا کہا ہے اس کی مراد لباس کے نیچے والا بدن مبارک ہے اور یہ قائل اپنے قول میں درست ہے اور جس نے حضور کی رنگت سرخ ذکر کی ہے اس کی مراد آپ کے جسم کے وہ حصص ہیں جو بلا واسطہ سورج اور ہوا سے متاثر ہو سکتے ہیں اور یہ شخص بھی اپنے قول میں صحیح ہے۔ آپ کے رخ انور کا پسینہ پاکیزہ موتیوں اور خالص کستوری سے بھی بڑھ کر تھا، آپ کے سر کے بال نہایت موزوں و خوبصورت تھے نہ ہی بالکل سیدھے اور نہ ہی گھنگریالے جن کی لمبائی چھوٹی ہو جب آپ کنگھی فرمایا کرتے تو آپ کے خم دار بالوں میں قدرتی دھاریاں معلوم ہوتی یا تالاب کی ان لہروں کی طرح معلوم ہوتیں جو ہوا ایک دوسری کے پیچھے دھکیلتی رہتی ہے جب تک بال درست رہتے کنگھی کی آپ ضرورت محسوس نہ کرتے۔ کبھی کبھار آپ سر کے بال بالکل اتروا دیتے تھے اور کبھی لمبے بال رکھ لیا کرتے تھے پہلے پہل کچھ دیر آپ نے لمبے بال ماتھے اور آنکھوں پر لٹکائے رکھے یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے مانگ نکالنے کی درخواست کی پھر آپ مانگ نکالنے لگے اس طرح آپ کے ماتھے اور بھوؤں سے بال ہٹ گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ اپنے لمبے بالوں کو بسا اوقات کندھوں پر ڈال لیا کرتے تھے جب کہ بعض کا قول ہے کہ آپ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔ جب کبھی حضور علیہ السلام اپنے بالوں کو گوندھتے تو انہیں چار حصوں میں تقسیم فرما دیتے دو حصے داہنی طرف اور دو حصے بائیں طرف ڈال لیتے اور ان گوندھے بالوں کے درمیان سے حضور علیہ السلام کے مبارک کان بالوں کی سیاہی میں سے یوں چمکتے جیسے اندھیری رات میں ستارے جھلملاتے ہیں اور آخری عمر میں زیادہ سفید بال دونوں کنپٹیوں پر موجود تھے اور آپ کی ڈاڑھی مبارک میں زیادہ بال جو سفید تھے ٹھوڑی پر تھے اور وہ بال کالے بالوں کے درمیان رات کو چاندی کی طرح اور دن کو سونے کی تاروں کی مانند چمکا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوش شکل اور خوبرو تھے اور بلحاظ رنگت نکھرے اور ستھرے تھے آپ کے واصفین نے عموماً آپ کے رخ انور کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی ہے بالآخر ہر مادح کو اقرار کرنا پڑا کہ چودھویں رات کے بدر کامل سے حضور کا حسن زیادہ ہے البتہ چاند کے چمکنے کو سرکار کے رخ زیبا کی چمک سے تشبیہ دی ہے آپ کے غصہ اور خوشی کو آپ کے چہرہ سے پہچان لیا جاتا جب آپ خوش ہوتے تو آپ کا رخ مبارک آئینہ اور موتیوں کی طرح چمکتا تھا اور جب آپ خشمگیں ہوتے تو آپ کے رخ کے تیور بدل جاتے

www.muhammadiar.net

marfat.com
Marfat.com

اور آنکھیں سُرخ ہو جاتیں اور لوگ آسانی سے پہچان جاتے کہ اس وقت حضور خوشی میں ہیں اور اس وقت غصہ کی حالت میں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا :-

أمينٌ مُصطفىً للخير يدعو
كضوءِ البدرِ زايلهُ الظلامُ

ترجمہ: حضور علیہ السلام امانت دار اور منتخب کیے ہوئے پیغمبر ہیں جو رشد و ہدایت اور بھلائی کی دعوت دیتے ہیں۔ رُوحانی اور باطنی تاریکی آپ نے اس سے دور کر دی جس طرح ماہِ کامل کی روشنی سے اندھیرے دور ہو جایا کرتے ہیں۔

اور اسی طرح کے اشعار حضور کی شان میں ابن عمرؓ نے بھی بہت دفعہ کہے اور زہیر بن ابی سلمٰی نے حضور کی شان میں ہرم بن سنان سے مخاطب ہو کر کہا۔

لو كنتَ من شيءٍ سوى بشرٍ
كنتَ المضيءَ بليلةِ البدرِ

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ بشر ہونے کے علاوہ کچھ اور ہوتے تو یقیناً آپ چودھویں رات کا چاند ہی ہوتے۔

جناب عمروؓ فرماتے ہیں جس نے آپ کو جیسا سُنا ویسا ہی پایا اور آپ کی طرح کوئی دوسرا شخص نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی جنابہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے حضور کی ہجرت کے موقع پر غمزدہ ہو کر یہ اشعار کہے :-

أعينيَّ جُودا بالدموعِ السواجمِ
على المرتضى كالبدرِ من آلِ هاشمِ
على المرتضى للبرِّ والعدلِ والتقى
وللدينِ والدنيا بهيجِ المعالمِ
على الصادقِ الميمونِ ذي الحلمِ والنهى
وللفضلِ والداعي لخيرِ التراحمِ

ترجمہ: بنو ہاشم کے ماہِ کامل حضرت محمد مرتضٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہنے والے آنسو نچھاور کرنے میں میری آنکھیں سخاوت کا مظاہرہ کر رہی ہیں میری آنکھیں اس شخص کے لیے اشکبار ہیں جنہیں نیکی اور عدل و انصاف پرہیزگاری دین و دنیا کے معارف کے لیے چُن لیا گیا ہے میری آنکھیں اس ذات کے لیے پُرنم ہیں جو بابرکت سچے صاحب برداشت اور کامل العقل

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

ہیں جن پر بزرگی ناز کرتی ہے جن پر دریائے کرم
نیکی کی دعوت دیتے ہیں ہر وقت موجزن ہیں۔

مذکورہ بالا عبارتوں اور اشعار میں حضور علیہ السلام کو ماہِ تمام سے تشبیہہ دی گئی ہے بالخصوص حضرت جنابہ عاتکہ کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات اہتمام خاص سے ڈال دی تھی کہ وہ آپ کی اوصاف جمیلہ کو عمدہ پیرائے میں پیش کریں۔ حضرت جنابہ عاتکہ نے اس وقت حضور کی یہ تعریف کی جب وہ اپنی قوم کے دین پر تھیں۔ حضور علیہ السلام کھلی پیشانی والے تھے جب آپ کا رُخِ زیبا اور پیشانی مُبارک کے بالوں کے درمیان سے صبح یا رات کے کسی حصہ میں آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تو یوں معلوم ہوتا گویا کوئی خوبصورت چراغ روشنی بکھیر رہا ہے اور لوگ برملا پکار اُٹھتے کہ حُسن و خوبصورتی حضور ہی کا حصہ ہے۔

ترجمانِ رسالت شاعرِ بارگاہِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت نے بھی اسی طرح سرکار کی تعریف کی ہے۔

مَتیٰ یَبْدُ فِی الدَّاجِی الْبَھِیْمِ جَبِیْنُہٗ	ترجمہ: جب سیاہ تاریکی میں حضور کا چہرہ ظاہر ہوتا تو
یَلُحْ مِثْلُ مِصْبَاحِ الدُّجَی الْمُتَوَقِّدِ	اندھیروں کو روشن کرنے والے چراغ کی مانند چمکتا
فَمَنْ کَانَ اَوْ مَنْ قَدْ یَکُوْنُ کَاَحْمَدَ	تھا جو شخص بھی حضور کا غلام بن گیا وہ سرکار کے
نِظَامٌ لِحَقٍّ اَوْ نَکَالٌ لِمُلْحِدِ	طفیل حق کی چٹان اور بے دینوں کے لیے عبرت

بن گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مُبارک کشادہ اور گھنی کالی لمبی بھویں باہم ملی ہوئی تھیں اور دونوں بھوؤں کے بال ہر لحاظ سے بالکل برابر تھے تاہم ناک کی سیدھ میں دونوں ابروؤں کے درمیان تھوڑا سا فرق تھا جو چاندی کی مانند چمکدار تھا اور غصہ و غضب کی حالت میں اس جگہ پر پسینہ عنبر بُو نمودار ہوا کرتا تھا اور اسی پسینہ سے آپ کی حالتِ غضب جان لی جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں بڑی بڑی اور بہت سیاہ اور خوب صورت و دلکش تھیں جن کی سفیدی بھی زیادہ چمکدار اور سیاہ حصہ زیادہ ہی سیاہ تھا اور آپ کی آنکھوں میں سفیدی کے ساتھ سُرخ ڈوروں کا آمیزہ بھی قدرتی طور پر موجود تھا اور پلکیں لمبی لمبی تھیں جن کا کچھ حصہ سرکار کے ناک مبارک کے بانسے سے چھو جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مُبارک دانتوں کے درمیان اس طرح فرق نمایاں تھا جس طرح کنگھی

www.muhammadiah.net
marfat.com
Marfat.com

کے دندانے متفرق ہوتے ہیں لیکن آپ کے دانت بے حد مضبوط تھے خصوصاً نچلے جبڑے کے لمبی نوک والے دانت بے حد چمکیلے تھے جو بوقت تبسم موتیوں کی طرح آبدار معلوم ہوتے اور دہن مبارک سے بجلی کی سی چمک محسوس ہوتی۔ اللہ کے تمام بندوں میں سے ہونٹوں اور دہن مُبارک کے لحاظ سے بے مثل تھے آپ کے رخسار مقدس نرم اور پرگوشت تھے رُخ مُبارک نہ زیادہ لمبا اور نہ ہی بہت چھوٹا تھا، آپ کی داڑھی مبارک نہایت خوبصورت اور پُر وقار تھی رُخ زیبا پر سجتی جیسے مہ کامل کے گرد ہالہ ہو، داڑھی مبارک کے بال قدرتی طور پر موزوں اور مناسب تھے حلقوم سے اور زیریں جبڑے تک بالکل مساوی بال تھے ایک بال بھی اُوپر نیچے نہ تھا، اور گردن اتنی خوبصورت اور مناسب کہ نہ چھوٹی نہ لمبی ہر وقت کپڑے سے ڈھکی رہتی نہ سُورج کی تمازت پہنچتی نہ ہواؤں کی گرد گویا چاندی سونے کا آمیزہ کی ہوئی قدرتی صراحی، آپ کا سینہ مُبارک کشادہ اور پُرگوشت تھا جو رموز و اسرار الٰہیہ کا خزانہ تھا۔ آپ کے سینہ پر اور پیٹ پر بال نہ تھے ہاں دونوں ہنسلیوں سے لے کر ناف مبارک تک باریک بالوں کا ایک لمبا خط ضرور تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے پیٹ مبارک تک تین سلوٹیں تھیں ایک تہہ بند کے نیچے چھپ جاتی اور دو اوپر رہ جاتیں یا دو نیچے رہتیں اور ایک اوپر رہ جاتی۔ آپ کی سلوٹیں ریشم کی مانند نرم تھیں۔ آپ کے کندھے مُبارک جوڑے چکلے اور پُرگوشت تھے آپ کے دونوں کندھوں کا درمیانی حصّہ اُوپر اٹھا ہوا تھا جس کی داہنی جانب مہر نبوت نقش تھی۔ جس کی رنگت سیاہ زردی مائل تھی اور اس کے اردگرد کافی بال سے کچھ لوگوں نے بائیں کندھے پر مہر نبوّت کا ذکر کیا ہے۔ جو گوشت کی تہہ میں پیوست تھی جو مہر نبوت کے ساتھ بال تھے وہ کسی مقدس گھوڑے کی جعدوں یعنی گردن کے بالوں کی مقدار میں ہوئے تھے۔ آپ کی ریڑھ کی ہڈی لمبی اور گہری تھی آپ کے بازو اور باہیں کافی موٹے اور خوبصورت تھے اور کلائیوں کی ہڈیاں مضبوط اور چوڑی تھیں، جوڑ بند اور پٹھے مضبوط اور قوی تھے۔ ہتھیلیاں نرم و ملائم جن کی اطراف سے سخاوت ٹپکتی تھی، ہتھیلیاں خالص ریشم سے کہیں نرم، اور آپ کی فیض بار انگلیاں گویا قدرتی چاندی نیشکر ہوں، اور آپ کی مبارک ہتھیلیاں قدرتی طور پر مشکبار تھیں آپ خوشبو کا استعمال کریں یا نہ کریں جس نے آپ سے مصافحہ کیا پورا دن اس کے ہاتھ میں سرکار سے مصافحہ کرنے کی خوشبو باقی رہتی اگر آپ اپنا دستِ شفقت کسی بچے کے سر پر رکھتے تو وہ بچہ تمام بچوں میں نمایاں ہوتا اور پہچان لیا جاتا کہ آج اس کے سر پر حضور نے ہاتھ رکھا ہے۔ حضور کا زیریں جسمانی حصّہ ناف سے مُبارک گھٹنوں تک صحت مند اور صالح تھا۔ اور

marfat.com

Marfat.com

گھٹنے سے کچھ حصّہ اور سے نیچے کی طرف موٹی اور ٹخنے سے اُوپر ایک پاؤں مُبارک خوبصورت اور پُرگوشت جن میں کوئی نشانِ زخم نہ تھا اور بعض نے کہا کہ حضور کے قدموں میں زخم کے نشان تھے اور آپ پورے قدم سے زمین پر چلتے تھے۔ آپ کا بدن مُبارک اور جسدِ نوری تا حیاتِ ظاہری معتدل اور مناسب رہا اور یہ تناسب تا زندگی قائم رہا روزِ محشر سرکار کا حشر بھی اسی تناسبِ جسمانی سے ہوگا، اور عُمر بھر آپ کو نامناسب مٹاپے نے گزند نہ پہنچائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موٹاپہ نہایت موزوں اور معتدل تھا۔ آپ اگر کسی طرف توجہ فرماتے تو مکمل پلٹ سکتے تھے، اور اگر پیٹھ کرنا چاہتے تو پھرتی سے فوراً پھر جاتے۔ چلتے وقت آپ کے رُخِ زیبا سے چمک ظاہر ہوا کرتی تھی جب آپ سخت زمین پر چلتے تو دیکھنے والا آپ صلی علیہ وسلم کو یُوں محسوس کرتا گویا آپ کسی چٹان سے اُتر رہے ہوں یعنی آپ ڈھلواں چلتے۔ آپ کھلا قدم لے کر پُروقار چلتے اور گرد راہ اصلاً نہ اُڑتی اور نرم زمین پر چلتے وقت اگر جلدی ہوتی تو تیز بھی چلا کرتے اور ساتھی دوڑ کر چلتے ورنہ عام حالت میں آہستہ چلتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ اپنے باپ آدم علیہ السلام سے مشابہ ہوں اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہیں۔

---

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

عارفِ باللہ سیّدی سیّد میر غنی المتوفی ۱۲۰۷ھ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے

فرمودات گرامی

www.muhammadian.net

marfat.com
Marfat.com

آپ شارح احیاء اور قاموس علامہ سید مرتضیٰ زبیدی کے مشائخ میں سے ہیں چونکہ ہمارے شہروں میں ان کی شہرت ۔ سیدی عبدالعزیز دباغ اور سیدی عبدالغنی نابلسی اور سید مصطفیٰ البکری رضی اللہ عنہم جتنی نہ تھی اس لیے میں نے چاہا کہ ان کی کسی تصنیف کا ترجمہ کر دُوں یا کچھ نہ کچھ ان کے حوالے سے ضرور عرض کر دوں تاکہ تعارفی طور پر ان کی عظمتِ شان بھی لوگوں پر عیاں ہو اور سرکارِ دو عالم کی شانِ محبوبیت میں جو فوائد میں ان سے نقل کروں انہیں تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو۔ تو میں اب جبرتی کے حوالے سے کہتا ہوں جو اس نے اپنی تاریخ وفیات ۱۲۰۷ھ میں ذکر کرتے ہوئے کہا کہ سید امام عارف قطب عفیف الدین ابو السیادت عبداللہ بن ابراہیم بن حسن بن محمد امین بن علی میرغنی اور باقی ان کے نسب نامہ کو شریف الحسینی متقی مکی طائفی حنفی الملقب بالمحجوب پر چھوڑ دیا، آپ مکہ شریف میں پیدا اور وہیں بڑے ہوئے اپنے ابتدائی زمانہ عمر میں مکہ ہی کے بعض علما سے علوم حاصل کئے مثلاً شیخ نخلی وغیرہ اور قطب زمان سید یوسف مہدلی جو معارف میں اپنے زمانہ میں وحید العصر اور یگانہ روزگار تھے، کی صحبت اختیار کی اور ہمیشہ کے لیے انہیں کے طالب ہو کر رہ گئے یہاں تک کہ ان کے شیخ کا انتقال ہو گیا ان کی وفات کے بعد انہیں عنایتِ حق نے کشش کی اور وہ وہ مقامات دکھائے جو کوئی آنکھ نہ دیکھ سکے اور نہ کوئی کان سُن سکے اور کسی بشر کا دل اسے محسوس نہ کرے وہاں واسطے کٹ جائیں اور وسائل ختم ہو جائیں، آپ رحمہ اللہ اویسی تھے اور یہ شرف آپ کو اپنے جدِ امجد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ اس بات کی ہمارے شیخ سید مرتضیٰ نے مکہ میں ایک اجتماع کے دوران ۱۱۶۳ھ میں اطلاع دی اور مجھے ان کا نسب نامہ صندوق سے نکال کر دیا۔ میں نے ان سے کتب حدیث کی سند اجازت طلب کی سند و اجازت کے ساتھ ساتھ مجھے میرغنی کے متعلق فرمایا کہ وہ اویسی المقام بزرگ تھے اور انہیں براہ راست محمد عربی کی تائید حاصل تھی۔ آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ۱۱۶۶ھ کو طائف منتقل ہوئے اس خاکسار نے ان کی رہائش گاہ اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے آپ کے علمی آثار بیحد مقبول ہیں، اور فضیلت بہت زیادہ۔ آپ کی کرامتیں آسمانی سُورج کی مانند واضح اور آسمانی چاند کی طرح دلنواز و دلنشین ہیں۔ آپ کے حالات گوشہ نشینی کے باوجود لوگوں میں مشہور ہیں اور آپ کی خبریں اور حکایاتِ زہد زبان زد عام ہیں۔ آپ کی تالیفات میں۔ کتاب الفرائض اور واجبات الاسلام جس کی شرح سید مرتضیٰ نے کی ہے مذکور ہیں انہیں میں سے "سواد العین فی شرف النبیین سہم الداحض فی نحر الرافض"، فروع الجوہریہ فی الائمۃ الاثنی

marfat.com

Marfat.com

عشریہ ۔ درۃ الیتیمہ فی بعض فضائل السیدۃ العظیمہ ۔ کوکب الثاقب اور اس کی شرح اور دو دیوان ۔ عقد المنظم فی حروف المعجم ۔ عقد الجواہر فی نظم المفاخر ۔ معجم الوجیز فی احادیث النبی العزیز صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اس کی شرح شیخ محمد جوہری نے لکھی ہے ۔ شرح صیغہ قطب ابن مشیش ۔ مشارق الانوار فی الصلوٰۃ والسلام علی النبی المختار ۔ میں اختصار سے ایک عبارت نقل ذکر کر دی ہے اب میں شرح نفحات قدسیہ شرح صلاۃ مشیشیہ کے بعض فوائد جو مقدمۃ الکتاب میں ہیں ذکر کرتا ہوں ۔

جاننا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنا قربِ الٰہی اور قربِ مصطفائی کی دلیل ہے اور بہت بڑی نیکی ہے مکمل ترین صلوٰۃ وسلام جو آپ پر پڑھا جائے وہ یہی صلوٰۃ مشیشیہ ہی ہے جس کے اسرار و انوار عظیم ہیں اور حضور کی ذات اور آپ کے عرفان کے کمال کی نشاندہی کرتا ہے کیونکہ ہر برتن سے وہی کچھ برآمد ہوتا ہے جو اس میں پڑا ہوا ہو ۔ ہر وہ کلام جس سے گنہ کی کدورتیں چھلکتیں ہوں اور دلی غلاظت ملی ہوئی وہ پرواز کے قابل نہیں ہوتی اور نہ ہی مخلوق کے پاس کوئی طاقت ہے ہاں اگر تائید ایزدی شامل حال ہو جائے تو پھر متعذر و بشر حقیقت بن جاتا ہے اور آپ پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام بارگاہِ محمدی میں کارگر اور موثر ہو گا شیخ عارف علامہ احمد بن محمد نخلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب بغیۃ الطالبین میں کہا جس کے پڑھنے سے قارئین پر حقیقت محمدی کے اسرار و رموز کھلتے ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس کتاب کے پڑھنے سے فتح ربانی اور تائیدِ حق حاصل ہوتی ہے اس کتاب کے قارئین صدق و اخلاص سے شرح صدر اور ہر کام میں حصول آسانی اور ہمیشہ اللہ کی طرف سے جمیع آفات و بلیات سے خواہ وہ ظاہری ہوں باطنی حفظ امان رہتے ہیں اور اپنے تمام دشمنوں پر تائید ربانی سے غالب و منصور رہتے ہیں اللہ کریم کی مہربانی اور رسولِ کریم کی نظرِ رحمت میں شادمان و کامران رہتے ہیں بہر حال اس سے حصولِ منفعت کے لیے ہمیشہ صدق و اخلاق تقویٰ ازبس ضروری ہے ۔ قرآن کریم میں ہے :-

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ[1] — ترجمہ: "جس نے اللہ اور رسول علیہ السلام کی فرمانبرداری اور خشیت ایزدی اور خوفِ خدا اختیار کیا وہ لوگ کامیاب ہوئے ۔"

نخلی نے اس وظیفہ کی سند ۔ بابلی ۔ سالم سنہوری ۔ نجم غیطی شیخ الاسلام زکریا ۔ عز بن فرات

---

[1] پ ۱۸ ، سورۂ نور ، آیت ۵۲ ۔

marfat.com
Marfat.com

تاج الدین سبکی اور ان کے والد تقی سبکی ابن عطا اللہ موسیٰ شاذلی مؤلف صلوٰۃ مشیشیہ سیدی علیہ السلام تک ذکر کی ہے۔

سید عبد اللہ میرغنی رحمۃ اللہ کے فرمودہ ارشادات میں ہے انہوں نے صلوٰۃ مشیشیہ کے مقدمہ کی شرح میں ایک عظیم قصہ ذکر کیا ہے جسے انہوں نے جلیل القدر بزرگ ہستیوں سے سنا ہے۔ شیخ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ سے حکایت کیا گیا ہے کہ وہ ایک رات بیت المقدس میں سوئے ہوئے تھے رات کا کچھ ہی حصہ گزرا ہوگا کہ انہوں نے مسجد کی چھت کو اچانک کھلا ہوا دیکھا اس میں سونے اور چاندی کی جڑاؤ کرسیاں اتر رہی ہیں جنہیں ایک شخص ترتیب سے لگا رہا ہے اور بعد میں ایک بہت بڑا تخت جو قسم قسم کے لعل و جواہر سے آراستہ جس کی تعریف بیان سے باہر تھی رکھ دیا گیا۔ یکایک لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت تشریف لائی ایک شخص اپنی نشست پر بیٹھ گیا آخر میں ایک بے مثل انسان جو قدرتی حسن و انوار کا شاہکار تھا تشریف لایا اور اکیلا تخت پر بیٹھ گیا تخت کی نشست پر ان کے ساتھ کوئی شخص شریک نہ تھا میں نے کہا کہ میرے دائیں بائیں کون لوگ ہیں میرے قریب کھڑے ایک شخص نے کہا کہ یہ جماعت انبیاء ہے جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے منصور بن حلاج کے بارے شفاعت کرنے آئی ہے جن سے ظاہر شریعت کی مخالفت سرزد ہوئی ہے کچھ وقت بعد جناب موسیٰ علیہ السلام بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔ مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں میری خواہش ہے کہ ان میں سے کوئی ایک مجھے دکھا دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا جو دراصل امام غزالی تھے جناب موسیٰ علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے کچھ پوچھ لوں جناب موسیٰ علیہ السلام نے امام غزالی سے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے اس کے دس جواب دیئے جناب موسیٰ علیہ السلام نے کہا سبحان اللہ میں نے آپ سے ایک سوال کیا ہے آپ نے دس جواب دے دیئے تو جناب امام غزالی نے ان سے عرض کیا سبحان اللہ آپ کے رب نے جب آپ سے کہا تھا کہ آپ کے داہنے ہاتھ میں کیا ہے تو آپ نے کہا یہ میری لاٹھی۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اپنی بکریوں پر اس سے پتیاں جھاڑتا ہوں اور اس میں میری اور ضرورتیں بھی ہیں۔ پھر شاذلی کہتے کہ میں حیران ہوا جا رہا تھا کہ حضور علیہ السلام اکیلے تخت پر تشریف فرما ہیں حالانکہ ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء تخت کے نیچے بیٹھے تھے اسی اثناء میں ایک شخص نے مجھے اپنے ہاتھ سے جھنجھوڑ کر جگایا اور کہا کہ کیا آپ

marfat.com

Marfat.com

کو معلوم نہیں کہ یہ سب کی اصل ہیں اور ان کے سردار ہیں اور تمام کمالات میں یکتا ہیں تو یہ انبیا حضرات اس نشست میں ان کے ساتھ کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔ سید عبداللہ میر غنی فرماتے ہیں یہ قصہ میں نے اپنے بڑے بزرگوں سے سُنا ہے۔

مصنف کے قول (اللّٰھم صلِّ علیٰ مَن مِنہ انشقّتِ الاسرار) اے اللہ ان پر رحمتِ کاملہ نازل فرما جس سے رموز کھلتے ہیں) پر سید عبداللہ میر غنی فرماتے ہیں۔

روایت کیا گیا ہے کہ اللہ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو انہوں نے اللہ سے عرض کیا کہ خدایا تو نے میری کنیت ابو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں رکھ دی ہے اللہ نے فرمایا اپنا سر اٹھاؤ حضرت آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا تو جناب آدم علیہ السلام نے عرش عظیم کے پردوں میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا عرض کیا یا اللہ یہ نور کیسا ہے اللہ نے فرمایا یہ نور میرے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو آپ کی اولاد سے ہیں جن کا آسمانی نام احمد اور فرش پر محمد ہے اگر یہ نہ ہوتے تو نہ میں آپ کو پیدا کرتا اور نہ ہی زمین و آسمان پیدا کرتا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا یہ قول اگر یہ نہ ہوتے تو اے آدم میں آپ کو بھی پیدا نہ کرتا آخر تک اشارہ کرتا ہے کہ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات کا مخرج ہیں اور تمام اسرار کا مرکز ہیں کیونکہ اصل کے بغیر فرع نہیں پائی جاتی، اور واسطہ کے بغیر کوئی موسوط نہیں پایا جا سکتا اس لیے کہ اللہ نے جب ایجاد خلق کا ارادہ فرمایا تو حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خالص نور سے ظاہر فرمایا۔ اللہ کے اس قول کا اشارہ اسی طرف ہے۔

ونفختُ فیہ من رُوحی۔ ترجمہ: یعنی میں نے اس میں اپنی رُوح پھونکی۔

پھر اس نور سے تمام جہاں خواہ علوی ہوں یا سفلی اپنے ارادہ کے مطابق الگ کر لیے۔ پھر اللہ نے جناب آدم علیہ السلام کو حضور کی بشریت نبوت و رسالت کی خبر دی اور اس وقت آدم علیہ السلام رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔ پھر آپ ہی سے ارواح کے چشمے اُبلے اور تمام جہانوں کی اصل اور ممد و معاون کے طور ملأ اعلیٰ میں ظاہر ہوئے اس کا بیان و توضیح اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مخفی خزانہ تھی اس نے پسند کیا کہ پہچانا جائے ذاتِ کبریا نے اپنے اسما اور صفات میں توجہ فرمائی اور ان کے کمال کا انتخاب کیا۔ اور اپنی ذات کے جلال و جمال کو ظاہر کرنے کے لیے ذاتِ حق نے ذات نبی کو ظاہر فرمایا اور اسے اسما اور صفاتِ ربانیہ کی پوشاک بخشی۔ پسندیدہ کمالات اور کرامتیں عنایت کیں۔ بعد ازیں خالق کی مطلوبہ تخصیت

marfat.com

Marfat.com

حقیقت محمدیہ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ یہ حقیقت کائنات کے وجود میں آنے سے پہلے ظاہر ہوئی جس طرح صحیح احادیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے خبر دی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ایک سفید چمکدار موتی پیدا کیا اور یہ سفید موتی جس کی خبر حضور دے رہے ہیں عقل تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام سے مخلوق میں سب سے پہلی پیدا ہونے والی چیز کے متعلق پوچھا تو حضورؐ نے فرمایا اے جابر اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا پھر اس سے ہر خیر پیدا کی اور اس کے بعد کائنات کی ہر شے پیدا کی اور اے جابر جب اللہ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا تو اسے اپنے سامنے مقام قرب میں بارہ ہزار سال ٹھہرائے رکھا پھر اسے چار اقسام میں تقسیم کر دیا۔ ایک قسم سے عرش پیدا کیا اور دوسری قسم سے کرسی اور تیسری قسم سے حاملین عرش اور خازنین کرسی پیدا کیے اور چوتھی قسم کو مقام قرب میں جب بارہ ہزار سال رکھا اور پھر اس کی چار قسمیں کیں ایک قسم سے قلم پیدا کی دوسری قسم سے لوح اور تیسری سے جنت، اور چوتھی قسم کو بارہ ہزار برس تک مقام خوف میں رکھا اور اس کے چار اجزا بنائے۔ ایک جزو سے فرشتے پیدا کیے، دوسری جزو سے سورج پیدا کیا۔ اور تیسری جزو سے چاند اور ستارے پیدا فرمائے۔ پھر چوتھی جز کو مقام رجا میں بارہ ہزار برس رکھا اور اس کی چار جزیں کیں ایک جز سے عقل پیدا کی۔ دوسری جزو سے علم و حلم پیدا کیا۔ تیسری جز سے عصمت اور توفیق پیدا کی۔ پھر چوتھی جز کو بارہ ہزار برس تک مقام حیا میں رکھا پھر اسے ذات مولیٰ نے دیکھا کہ اس سے عرق کی مانند نور کے قطرے ٹپک رہے ہیں جن کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار قطرے تھی۔ اللہ جل سبحانہٗ نے ہر قطرے سے نبی اور رسول کی روح پیدا کی جب ارواح انبیاء کی تخلیق ہوئی تو ان سے اولیائے امت شہیدوں، سعادت مندوں۔ فرمانبردار اہل ایمان کی روحیں پیدا ہوئیں اور تخلیق کا یہ سلسلہ قیام قیامت تک جاری رہے گا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ عرش و کرسی میرے نور سے ہیں ملائکہ مقربین میرے نور سے ہیں اور ملائکہ روحانیین میرے نور سے ہیں اور ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے ہیں جنت اور اس کے محاسن و انعامات میرے نور سے ہیں۔ سورج، چاند اور ستارے میرے نور سے ہیں۔ عقل، علم اور توفیق میرے نور سے ہیں نبیوں اور رسولوں کی روحیں میرے نور سے ہیں۔ اولیائے کرام، شہدا اور صالحین لوگ میرے نور کا نتیجہ ہیں۔ پھر اللہ نے بارہ پردے پیدا کیے۔ اللہ نے میرے نور کی مذکورہ چوتھی جز کو ہر ایک پردے میں ایک ہزار برس رکھا وہ پردے درحقیقت مقامات عبودیت ہیں مثلاً کرامت، سعادت، ہیبت، رحمت،

marfat.com

Marfat.com

رافت، علم، حلم، وقار، سکینہ، صبر، صدق، یقین۔ اس نور مصطفےٰ نے اللہ کی عبادت ہر پردے میں ایک ایک ہزار برس کی پھر جب نورِ مصطفےٰ ان پردوں سے نکلا تو اللہ نے اسے فرشِ زمین پر بھیجا درآنحالیکہ اس سے مشرق و مغرب کا درمیان اس طرح چمکا جس طرح تاریک رات میں چراغ چمکتا ہے پھر اللہ نے زمین سے آدم علیہ السلام پیدا کئے اور ان کی پیشانی میں حضور کا نور رکھا پھر ان سے شیث علیہ السلام کی طرف اسی نور کو منتقل کیا پھر یہ نور طاہر سے طیب کی طرف اور طیب سے طاہر کی طرف مسلسل منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نور کو اللہ نے جناب عبد اللہ بن عبد المطلب کی پُشت میں رکھ دیا۔ اور پھر ان کی پُشت سے میری ماں آمنہ کے شکم اطہر میں منتقل کر دیا۔ پھر اللہ نے مجھے دنیا میں سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، قائد غر المحجلین بنا کر بھیجا اے جابر یُوں تیرے نبی کے نور سے اللہ نے خلق کی ابتدا کی۔ اس حدیث کو کازرونی نے اپنی سیرت میں نقل کیا۔ سیدی سید عبد اللہ میرغنی کہتے ہیں کہ مذکورہ حدیث میں اللہ کی قدرت سے کچھ مانع نہیں ہے۔

ابن قطان کی حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ میں خلقت آدم علیہ السلام سے قبل چودہ ہزار برس اپنے رب کے سامنے نور تھا۔ تشریفات میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا گیا ہے حدیث اس طرح ہے کہ بے شک حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنے برس ہے جناب جبریل علیہ السلام نے عرض کیا بخدا میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ ایک ستارہ چوتھے حجاب میں ستر ہزار برس بعد ظاہر ہوا کرتا تھا میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہوا ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے جبریل مجھے میرے رب کے عزت و جلال کی قسم وہ ستارہ میں ہی ہوں۔

اس حدیث کے بارے میرغنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس کی مثل دیگر احادیث جو صورتیں بیان ہوئی ہیں وہ رب جلیل کی قدرت سے خارج نہیں۔ سابقہ بیان سے واضح ہو چکا ہے کہ آپ کی حقیقت کل عالم ہے اور عالم کا ہر جزء سرکار ہی کا جُز اور مظہر ہے بعض اجزا اتحاد کی بنا پر اور بعض اجزا عالم انفرادی طور آپ کی حقیقت کا جزء ہیں کیونکہ آپ کا نور جو عقل ہے کائناتِ عالم کی اصل ہے جس طرح آپ سابقہ بیان سے معلوم کر چکے مزید براں آپ پر یہ بھی واضح ہو کہ شریعت، حقیقت معرفت کے تمام اسرار و رموز بھی حقیقتِ محمدیہ ہی سے عیاں اور آشکارا ہیں۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عین الوجود اور واحد معبود کی تجلی کے مظہر ہیں۔ بنا بریں اللہ نے اپنے بندے کو اپنی محبت و عرفان عطا کیا اور اسے نیکی اور احسان کے اعلیٰ و ارفع مقام پر پہنچایا، اور آپ کے لیے کمال شہود ظاہر فرمایا جس میں آپ نے اصل مقصود ذات وحدہٗ لاشریک

marfat.com

Marfat.com

کے علاوہ کچھ نہ دیکھا اور اللہ کے رسول کا مقام عین الوجود ہے جو مقام فنا میں متحقق ہوتا ہے اور اس مقام میں حضور کے سوا کوئی نہیں ہے آپ اس مقام پر آپ بھی فائز ہیں اور آپ کے واسطہ سے مقام بقا میں آپ سے اسرار برآمد ہوتے ہیں اور اس درجہ میں بھی آپ کے ساتھ اللہ کے سوا موجودات میں کوئی شریک نہیں آپ اس مقام پر اب بھی بدستور قائم ہیں آپ اللہ کی طرف سے تجلی حقیقی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وجود سے مخصوص ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کا اشارہ اسی طرف ہے کہ ابدالآباد میں رب العباد کے سوا کوئی موجود نہیں اس کے علاوہ سبھی فانی ہیں۔ اگرچہ ذات حق جل و علا نے خلق و ایجاد ظاہر فرما دی مگر وہ یکتائی میں ہر زمانہ میں ممتاز و منفرد ہے اور پاک ہے ہر زمان و مکان سے مطلقاً بے نیاز ہے، اس رسول علیہ السلام پر اللہ کی رحمت کاملہ اور سلام ہو جن پر تمام اوقات تجلی اعظم کی تخصیص ہے اللہ کا صلوٰۃ و سلام حضور کے جلال و جمال اور کمال کے مناسب حال اور لائق ہے۔

ایک اشکال میر غنی رضی اللہ عنہ نے مذکورہ کلام کے بعد کہا کہ اگر تو کہے تمام موجودات حضور کی حقیقت سے علیحدہ کی ہوئی ہے تو ان میں سے آگ اور کفار اور فاسق و فاجر لوگ وغیرہ بھی ہیں پھر ان اشیا کا خسیس ہونا بعید ہوگا کیونکہ ان کا مخرج و مصدر حضور کی ذات ہے جو نور جلال اور عین کمال ہے پھر آخر اس میں کیا حکمت کارفرما ہے۔

جواب جاننا چاہیے کہ جب اللہ سبحانہٗ کی ذات یکتا اور منفرد تھی مگر اس کی صفات بہت زیادہ تھیں تو اس نے ایک ایجاد فرمانے کے لیے ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا۔ تاکہ تمام مخلوق ایک ماویٰ و ملجا متعین ہو جائے اور آپ کو ذاتِ حق نے اپنی کثرت صفات کی پوشاک پہنائی جو بعد صفات نبوت بن کر رہ گئیں۔ اس میں خالق کا مدعیٰ مخلوق کی مدد تھی جس طرح اللہ کی ذات تمام جہانوں کی جائے پناہ ہے اور اس کی صفات تمام مخلوق کی معاون و مددگار ہیں۔ مذکورہ اشیا کا حضور کی ذات سے علیحدہ یا خارج ہونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ کی طرف اس میں نظامِ تخلیق کی تکمیل بعض اشیائ مظاہر جلال ہیں اور بعض مظاہر جمال خداوندی ہیں اور ان اشیا کا مجموعہ ذاتِ محمدی عین کمال ہے اللہ کی ذات حمد و ستائش کے لائق حضور اور آپ کی آل پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

سید عبداللہ میر غنی رحمہ اللہ کے فرمودہ جواہر میں ہے مصنف کا یہ قول (و الفلقت الانوار) انوار نور کی جمع ہے یہ دو طرح کا ہوتا ہے حسی اور معنوی۔ نور حسی کی تمام اقسام حضور کے نور سے برآمد ہوتی

marfat.com

Marfat.com

ہیں اور درجہ کمال کے سُکوں اور میٹھوں سے جاری ہوا حضورؐ کی یہ نورانیت عام اور غیر منحصر ہے نورِ معنوی کی ایک طرف ظاہر شریعت کی طرف اور دوسری طرف حقیقت کی طرف ہے کیونکہ تجلیاتِ الٰہیہ اور انوارِ ربانیہ حضور سے جاری وساری ہوئے اور کسی نبی یا فرشتے اور عارف کو اس کا حصول نہیں ہے یہ درجہ حضور ہی سے مختص ہے اس کا بیان یوں ہے کہ جب حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تجلی اعظم سے مخصوص ہیں اور رمزِ کائنات کی اصل رُوح اور وجودِ عالم کا مقصود ہیں تو تجلی حق تعالیٰ آپ کا خاصہ بنی اور آپ کی ذات تجلیاتِ الٰہیہ کی جائے نزول ٹھہری۔ کسی عارف کو اسی درجہ میں سے سرکار کی حمایت کے بغیر کچھ حاصل نہ ہوا مگر اتنا ہی جتنا سرکار نے اپنے انوار کی شعاعیں اس پر ڈالیں۔ اس سے بڑھ کر کسی عارف کی سیر ممکن بھی نہیں کیونکہ یہ درجہ و مقام حضور کا خاصہ ہے آپ کے مقابلہ میں باقی سب لوگ معدوم اور مفقود ہیں اس مقام کو علامہ بوصیری رحمۃ اللہ اشعار ہمزیہ میں اس طرح بیان کیا ہے۔

أَنْتَ مِصْبَاحُ كُلِّ فَضْلٍ فَمَا
تَصْدُرُ إِلَّا عَنْ ضَوْئِكَ الْأَضْوَاءُ

ترجمہ: آپ سے ہر بزرگی کی رونق بحال ہے۔ اور تمام روشنیاں آپ کے سوا کہیں سے برآمد نہیں ہوتیں۔

قصیدہ بردہ میں اس طرح کہا:۔

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ
وَوَاقِفُوْنَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ
مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ

ترجمہ: دربارِ رسالت میں ہر ایک آرزو لیے کھڑا ہے کہ آپ کے ابرِ کرم سے ایک چھینٹا مل جائے یا آپ کے تلاطم خیز سمندر سے ایک چلو بھر نصیب ہو جائے اور سب کے سب اپنی مقررہ حد تک حضور کے پاس گھٹنے ٹیک کر بیٹھے ہیں کہ آپ کے علم کا کوئی نقطہ یا آپ کی حکمت کا کچھ حصہ مقدر بن جائے۔

مصنف کے قول (وفیہ ارتقت الحقائق) پر سیدی سید عبداللہ میرغنی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ جواہر میں سے ہے یعنی حضور کی ذات و صفات میں تمام حقائق بلند ہوتے ہیں اور تمام دقائق ارتقائی منازل طے کرتے ہیں۔ اور سب کچھ مخلوق کی سطحِ عقل سے بعید ہے کیونکہ حضور کی صلاحیت واستعداد اندازے سے باہر اور آپ کی استعداد کے پھیلاؤ نے تمام لوگوں کو ورطۂ حیرت میں گم کر دیا حقائق

marfat.com
Marfat.com

آپ کی ذات کے ساتھ روز بروز ترقی کر رہے ہیں اور آپ ہی کی وجہ سے دقائق لاحقین و سابقین میں بلند ہو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے جوامع الکلم اور ان کے خواتم عطا کئے گئے اور جناب جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے روئے زمین کے مشرق و مغرب میں پھر کر دیکھا لیکن پوری دنیا میں حضور سے افضل و اعلیٰ کوئی شخص نہ دیکھا۔

علامہ بوصیری فرماتے ہیں :۔

وَانسُب اِلیٰ ذَاتِہٖ مَاشِئتَ مِن شَرَفٍ — ترجمہ:۔ آپ کی ذات کی طرف ہر بزرگی منسوب کرے

وَانسُب اِلیٰ قَدرِہٖ مَاشِئتَ مِن عِظَمٍ — اور آپ کی قدر شان کی طرف ہر عظمت منسوب کرے

فَاِنَّ فَضلَ رَسُولِ اللّٰہِ لَیسَ لَہٗ — بے شک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان

حَدٌّ فَیُعرِبُ عَنہُ نَاطِقٌ بِفَمٍ — اور بزرگی کی کوئی حد نہیں ہے یہاں تک کہ ہر بولنے والے کے لب پر مہر سکوت ہے۔

مصنف کے قول (وَتَنَزَّلَت عُلُومُ اٰدَمَ فَاَعجَزَ الخَلَائِقَ) پر سید عبد القادر غنی فرماتے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اللہ کی طرف سے ہمارے باپ آدم علیہ السلام کے علوم کے وہ حقائق نازل ہوئے جن کی نشاندہی قرآن کریم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الاَسمَاءَ کُلَّھَا۔ — ترجمہ:۔ یعنی جناب آدم علیہ السلام کو تمام ناموں کی تعلیم دے دی۔

اور یہ تعلیم درحقیقت علوم قرآن ہے جس طرح کہ اللہ نے ارشاد فرمایا :۔

مَا فَرَّطنَا فِی الکِتَابِ مِن شَیءٍ۔ — ترجمہ:۔ یعنی ہم نے کتاب میں کوئی چیز باقی نہ چھوڑی۔

نیز ارشاد فرمایا :۔

وَنَزَّلنَا عَلَیکَ الکِتَابَ تِبیَانًا لِکُلِّ شَیءٍ۔ — ترجمہ:۔ یعنی اے محبوب ہم نے آپ پر وہ کتاب نازل کی جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے۔

اسی سلسلہ میں بہت سی احادیث و آثار بھی ذکر کی گئیں ہیں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علما محققین فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کل غیب کی تعلیم دے دی یہاں تک کہ (مستثنیٰ)

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

علوم خمسہ بھی آخری عمر شریف میں تعلیم فرما دیئے گئے۔ مگر بعض کے ظاہر کرنے اور بعض کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا اسی طرح مختلف علوم اور حقائق اشیأ اور علوم اسمأ اور ان کے اغراض و مقاصد بھی عیاں کر دیئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصل مقصود کائنات ہیں اور آپ ہی سے وجود حقائق کی راہیں متعین ہوتی ہیں اگرچہ آدم علیہ السلام اظہار آدمیت کا ثانوی وسیلہ ہیں مگر ان کے بھی اصل وسیلہ حضور علیہ السلام ہیں۔ آپ کی حکمت سے عقلیں حیرت زدہ ہیں اور آپ کے عجائب و اسرار بہت لمبے ہیں۔

علامہ بوصیری فرماتے ہیں :۔

لک ذات العلوم مِن عالم الغیب
ومنہا لآدم الاسماء۔

ترجمہ: آپ کی ذات میں اللہ نے وہ علوم رکھے ہیں جن کا کچھ حصہ علوم آدم علیہ السلام بھی ہے۔

بنابریں بعض محققین نے حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کے سجدہ کرنے کی وجہ وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بتلایا ہے جو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا۔

مصنف کے قول (فاعجز الخلائق) پر میر غنی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں وہ علوم اور حقائق و دقائق انوار، تابانیہ کی تجلیات اور لطیف رموز جن پر حضور کی ذات مشتمل ہے ایسا سمندر ہیں جس میں ہر متموج اور تلاطم خیز سمندر بھی گم ہو کر رہ جائے، اس اللہ کی پاکیزگی ہے جس نے حضور علیہ السلام کو وہ علوم و معارف عطا فرمائے جن کے فہم و ادراک سے تمام مخلوق عاجز و قاصر ہے۔

علامہ بوصیری فرماتے ہیں :۔

وتلقی من ربہ کلمات
کل علم فی شمسہن ہباء

ترجمہ: اور آنحضور نے اپنے رب سے وہ کلمات حاصل کئے جن کے سورج کی روشنی کے سامنے تمام علوم ایک ذرہ کی مانند ہیں۔ آپ کی ذات علوم کا

فاخر بالعلوم یغرق فی
قطرۃ منہا العالمون والحکماء
وتحدی فارتاب کل مریب
او یبقی مع السیول الغثاء

وہ بحر زخار ہے جس کے قطروں میں دنیا بھر کے علمأ اور حکمأ گم ہو جائیں ہر شک کرنے والا جو شک کرے آپ نے اسے چیلنج کیا گویا آپ گھنی بارش والے بادل کا لافانی اور بھرپور سیلاب ہیں۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

بھلا یہ مخلوق اس کی حقیقت اور اوصاف سے عاجز کیوں نہ رہے کہ آپ کی ذات تو تمام کمالات سے متصف ہے اور تمام اعلیٰ مقامات آپ ہی میں متحقق اور ثابت ہوتے ہیں۔

میر غنی کا کلام اختتام کو پہنچا، اور یہ آخری اشعار علامہ بوصیری کے اشعار ہمزیہ میں سے ایک آخری شعر ہے جب کہ پہلے دو اشعار کلام میر غنی میں سے ہیں، اللہ بہتر جانتا ہے۔

مصنف کے قول ودتضاءلت الفهوم فلم مدرکه مناسابق ولا لاحق

پر میر غنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی حضور کے کمال عظمت کی بنا پر عقول اور افہام بہت چھوٹے اور کوتاہ واقع ہوئے ہیں جو آپ کی حقیقت میں سے کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے، اور تمام ادراکات حقیر ہیں جو آپ کے حال کے کمال اوصاف کو نہیں سمجھ سکتے، اور جو شخص اس میں سے کچھ کا ادراک کرے اسے اپنی عاجزی اور حقیر ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا ورنہ نتیجہ محرومی و ناکامی ہو گا۔ اور جو شخص اس حقیقت کی خوشبو سونگھنے کی نیت کرے اس کی نیت تذبذب اور ارادے ناتمام ہو جائیں گے کیونکہ ہر کس اپنے عجز اور نقص کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے تو آپ کی حقیقت کی دریافت نہ ہمارے پہلے کر سکے اور نہ بعد میں آنے والے کر سکیں گے اس شخص کی دریافت کیسے ہو سکتی ہے جس کا خلق قرآن ہو اور جس کی ذات نورِ حق سے ہو، اور جس کے لیے احسان اور بزرگی کا ہر مرتبہ ارزانی ہو اور وہ حبیب اکرم ہو اور ان کے لیے تجلی اعظم مخصوص ہو اس مقام پر بعض عارف لوگوں نے کہا ہے کہ اگر آنحضور کی حقیقت مخلوق پر منکشف ہو جائے تمام خلق گمراہ اور مرتد ہو جائے کیونکہ آپ حضور کی صفات رحمانی صفات ہیں اور آپ کا نور صاحب احسان ذات کے نور سے ہے جو حواس اور آنکھ سے معلوم ہو سکتا ہے، اور اللہ کی معبودیت میں کسی دوسرے کو اختلاف کا حق نہیں ہے اسی وجہ سے لوگوں کے ادیان مختلف ہوئے جب انہوں نے جمادات وحیوانات میں بعض تجلیات قدرت دیکھے لیکن پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں میں سے جسے چاہا دلیل وبرہان سے محفوظ رکھا، اور جسے پسند کیا اسے غور وفکر اور یقین کے ساتھ روکے رکھا، جب ایسا معاملہ ہو تو حضور کی ذات کے ادراک کی کوئی راہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سید کل کائنات کی حقیقت کی کُنہ محسوس نہیں کی جا سکتی لیکن انتہائی تحقیق یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور شہنشاہوں کے شہنشاہ ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

صاحب بردہ شریف نے کیا خوب کہا ہے :۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

اعیا الوریٰ فہم معناہ فلیس یریٰ	ترجمہ: آپ کی حقیقت سمجھنے سے عاجز ہو گیا اور آپ
للقرب والبعد فیہ غیر منفحم	کے قرب و بعد کوئی تاریکی محسوس نہیں کی جاتی جس
کالشمس تظہر للعین من بعد	طرح سورج آنکھوں سے دُور ہونے کی وجہ سے
صغیرۃ وتکل الطرف من امم	چھوٹا سا لگتا ہے مگر لوگوں کی آنکھوں کو چندھیا کر
وکیف یدرک فی الدنیا حقیقتہٗ	رکھ دیتا ہے، اور دنیا میں آپ کی حقیقت کی دریافت
قوم نیامٌ تسلوا عنہ بالحلم	کیسے کی جا سکتی ہے جبکہ قوم سوئی ہوئی ہو اور آپ
فمبلغ العلم فیہ انہٗ بشر	کو اپنی عقل نا مکمل ٹوٹیوں سے پوچھیں بشر ہونے کے
وانہ خیر خلق اللہ کُلِّھِم	باوجود آپ علم کا سرچشمہ ہیں اور آپ اللہ کی تمام مخلوق
	سے بہتر فرد ہیں۔

توجس شخص کی یہ شان اور وصف ہو اس کی تعریف یا مدح اور اس کی ذات کا اندرونی حال کیسے ممکن ہو گا۔ اسی لیے جب بعض الاخیار، سلطان العشاق، عارف باللہ سیدی عمر بن فارض نے مقام مصطفےٰ میں غور کیا تو اللہ نے ان کی کمال درجہ مدد فرمائی انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ کھل کر حضور کی تعریف کر دوں تو انہوں نے ایک نظم حضور کی شان میں لکھی جو مقبول بارگاہِ الٰہی ہوئی جس کے اشعار ذیل میں ہیں۔

اری کل مدحٍ فی النبی مقصراً	ترجمہ: میں نبی کے معاملہ میں ہر مدح کو کم محسوس کرتا
وان بالغ المثنی علیہ واکثرا	ہوں اگرچہ مدح کرنے والا جان مارے اور بہت
اذا اللہ اثنیٰ بالذی ھو اھلہٗ	زیادہ مدح کرے جب ذاتِ حق نے اپنے محبوب
علیہ فما مقدار ما تمدح الوریٰ	کی خود تعریف کی ہے تو اس کے مقابلہ میں اہل خانہ
	کے تعریف کرنے کا کیا مقام ہے۔

لسان الدین ابن خطیب اندلسی نے کہا:

مدحتک ایات الکتاب فما عسیٰ	ترجمہ: یا رسول اللہ یا نبی اللہ میں نے آپ کی
یثنی علی علیاک نظم مدیحی	مدح میں قرآن کریم کی آیات ذکر کی ہیں مثنا مد
واذا کتاب اللہ اثنیٰ مفصحاً	کوئی میری طرح مدح بیان کرنے میں آپ کے بلند

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

کان المقصوس فصاس کل نصح — مرتبہ کی تعریف نہ کر سکے جب قرآن کریم نے کھلے نکھرے انداز میں حضورؐ کی تعریف کی ہے تو ہر فصیح کا تعریف کرنا اصل معیار سے کم ہو چکا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر پہلے اور بعد والے مل کر بھی آپ سرکار کی مدح کرنے میں مبالغہ کریں پھر بھی آپ کے فضائل و مناقب شمار نہ کر پائیں گے اور اس عظیم المرتبت مقام سے عاجز رہیں گے جو حضور کو ان کے مولا نے عنایت کیا اور بہت سے عطیات بخشے ان عطیات کے سمندر میں غوطہ خوری چاہنے والا بہر صورت گھاٹے پر رہے گا اور آپ کے فضائل کے احاطہ سے عاجز رہے گا۔ کسی عاشق زار نے حضور کے بارے کیا خوب کہا ہے۔

وعلی تفنن واصفیہ بحسنہ

لفنی الزمان وفیہ مالم یوصف

ترجمہ: حضورؐ کے حسن و جمال کی طبع آزمائی کرنے والوں کو زمانہ ختم کر دے گا حال یہ ہو گا کہ سرکار کی کما حقہٗ تعریف نہ کر سکے ہوں گے۔

ایک اور واصف نے بھی حضور کے بارے کیا خوب کہا ہے:۔

فما بلغت کف امری متناولا — ترجمہ: مجھے خبر نہیں ہے کہ کسی شخص کی پہنچ کامل
من المجد الا والذی نال اطول — بزرگی تک ہوئی ہو مگر اس معاملہ میں حضور کا مقام
ولا بلغ المھدون فی القول مدحۃ — سب سے اونچا ہے ترتیب و ہدایت یافتہ لوگ
ولا صفۃ الا الذی فیہ افضل — سرکار کی مدح سرائی میں خاطر خواہ حد تک نہ پہنچ سکے
مگر آپ ہر مدح ہو چکنے کے بعد بھی افضل ہیں۔

بدر زرکشی فرماتے ہیں بڑے بڑے متقدمین شعراء مثلاً ابو تمام، بحتری، ابن رومی بھی سرکار دو عالم کی مدح سرائی میں مشغول نہیں ہوئے کیونکہ ان کے نزدیک حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کافی نئی مشکلات در پیش تھیں۔ مثلاً معانی میں نکھار تو پیدا کیا جا سکتا ہے لیکن وہ معانی و مرتبہ حضور سے کم رہتے ہیں اور اوصاف اگرچہ مکمل کی جا سکتی ہیں مگر سرکار کے بارے غلو کرنا یہ بجائے خود ایک غلطی اور تقصیر ہے۔ اس مقام میں ایک بلیغ و فصیح کے ناطقے بند ہو جاتے ہیں وہ محتاط طریقہ سے بہت زیادہ کی بجائے کم مگر

marfat.com
Marfat.com

جامع تعریف کرے گا۔ جب اس بات کا تقرر ہو چکا تو اب جاننا چاہئیے کہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر ایک بہت بڑے وجوب کے درجہ بات ہے کہ وہ یقین کریں کہ سرکار کے کمالات حد شمار سے باہر ہیں اور آپ کے فضائل واوصاف جُملہ کی کوئی انتہا نہیں اور آپ کے خصائص و معجزات مخلوق کے کسی فرد میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ یہ حق کسی غیر کا ہو یہ اعظم الحقوق حضور ہی کا حق ہے البتہ اس میں سے کچھ حصہ اس شخص پر پڑے کا جس نے سرکار کی عظمت و توقیر اور جلالتِ شان کی پوری پوری جد وجہد کی ہو اور آپ کے مناقب و آثار حکم حکام کی پوری پوری عزت وابرو کی ہو ہر مدح کرنے والا اور وصف بیان کرنے والا کلی طور پر بارگاہِ رسالت کی رفعتوں اور عظمتوں تک نہیں پہنچ سکا کیونکہ بارگاہ رسالت کے منتہیٰ کی کوئی حد نہیں ہے۔ بلکہ واصفین اور مادحین اپنے فہم وادراک کے مطابق مدح وثنا کرتے ہیں جو بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان سے کمتر ہوتی ہے۔ عجز و تقصیر کی وصف۔ جلیل و حقیر کو عام ہے۔

مصنف کے قول (فریاض الملکوت بزھر جمالہ مونقۃ وحیاض الجبروت بفیض انوارہ متدفقۃ) پر سید عبداللہ میرغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ سب اس امر سے کنایہ ہے کہ سرکار کے انوار مکمل طور وجود پر سایہ فگن ہیں اور وجود میں یہ بڑے کی عظمت سرکار کے کمال و فخر کے ظہور کی بدولت ہے اس کا بیان اس طرح ہے کہ عین حقیقت سے کمال حقیقت کی اتباع کے سبب اگر پردہ اُٹھ جائے اور عین بصیرت کی آنکھ سے تحقیق و مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار وانوار مکمل طور پر وجود کی اصل و فرع سے ملے ہوئے ہیں۔

(ولا شئی الا وھو بہ منوط) یعنی ہر ایک شے آپ ہی سے متعلق ہے کیونکہ آپ تمام جہانوں کے ممد و معادن ہیں اور تمام جہان خواہ علوی ہوں یا سفلی آپ ان کے روح رواں ہیں ان کے اور رب کے درمیان ایک مکمل واسطہ ہیں جہان کی ہر چیز اور اس کی زندگی کا دارومدار بھی آپ پر منحصر ہے۔ (اذ لولا الواسطۃ لذھب کما قیل الموسوط) یعنی اگر واسطہ نہ ہو تو موسوط از خود غائب ہو جاتا ہے بلکہ موسوط اپنے متعلق کے بغیر نہیں پایا جاتا۔ اس کی مضبوط دلیل اللہ کا آدم علیہ السلام کے لیے یہ فرمانا ہے کہ اگر میرا محبوب نہ ہوتا تو اے آدم نہ میں تجھے پیدا کرتا اور نہ ہی زمین و آسمان پیدا ہوتے کیونکہ آپ اجمالی اور تفصیلی طور پر ہر ایک شے کا اصل ہیں حتی کہ آپ کھجور کی گٹھلی کے سفید ریشے اور بٹے ہوئے دھاگے کے ہر ریشے کے لیے واسطہ ہیں۔ اس اللہ کی پاکیزگی ہے۔

www.muhammadilah.net

marfat.com
Marfat.com

جس نے ہماری مدد اس نورِ عظیم سے فرمائی اور اپنے محبوب نبی کریم سے تقویت بخشی اس پر اللہ کی حمد و ثنا ہے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام ہے۔

مصنف کے قول (صلوٰۃ تلیق بک منک الیہ) پر سیدی سید میر غنی کے فرمودہ جواہر میں سے ہے یعنی وہ نزولِ رحمت جو اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان بارگاہ رسالت میں فرماتا ہے اور حضور دائرہ جلالت کے قطب ہیں اور اے اللہ وجود میں سے حضور علیہ السلام تیرا مقصود اصلی ہیں۔ اے اللہ حضور علیہ السلام تیری جناب میں کمال شہود کے ساتھ مخصوص ہیں اور تیری ذاتی تجلیات کی روح ہیں اور تیری صفاتِ الٰہیہ کا اصلی مظہر ہیں اس کیفیت صلوٰۃ کی قدر مخلوق میں سے کوئی نہیں جانتا کیونکہ مخلوق اس قضیہ کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ (کما ھو اھلہ) یعنی جس طرح آپ اس کے اہل ہیں آپ کے مزاج میں نہایت درجہ کا افتقار و انکسار ہے اسی سے حقیقت شان عبودیت نمایاں ہوتی ہے اور بندے کے اندرونی حالات کھل کر سامنے آتے ہیں۔ بنا بریں اللہ ذوالجلال نے عالی مقامات میں لفظ عبد ہی سے حضور علیہ السلام کو یاد فرمایا جس طرح ارشاد حق تعالیٰ ہے۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ[1]۔ اور الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب[2]۔ وغیرہ۔

مصنف کے قول۔ (اللّٰھم انہ سرک الجامع الدال علیک وحجابک الاعظم القائم لک بین یدیک) پر سیدی سید میر غنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اے اللہ تیرا محبوب علیہ السلام تیرا وہ راز ہے جس سے بڑی ذات وجود سے منفرد ہوئی اور تو نے اسے اپنی محبت و شہود کے ساتھ مخصوص کیا تمام فضائل و اسرار کی جامع ذات بنائی اور تمام انوار و تجلیات پر حاوی کیا اے اللہ تیرا محبوب اپنے ظاہر و باطن جسم و جان اور ذات و صفات کے لحاظ سے تیری ذات کی دلیل قوی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ذات پر تمام دلائل سے اقوی دلیل ہیں اور اللہ کی توحید پر سب سے زیادہ قابل ترجیح برہان ہیں کیونکہ آنحضور کی ذات میں اللہ کی وہ آیات ہیں جو آپ کے غیر میں رائی کے دانے اور ریت کے ذرہ برابر بھی نہیں ہے آپ درحقیقت مولی الموالی ذاتِ کبریا پر دلالت تام فرماتے ہیں۔ اس پر اللہ کا یہ قول

---

[1] پارہ نمبر ۱۵۔ سورت بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۱۔

[2] پارہ نمبر ۱۵۔ سورت کہف ۔ آیت نمبر ۱۔

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

دلالت کرتا ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے پسند کیا کہ پہچانا جاؤں۔ میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا تاکہ وہ مجھے پہچانے۔ اور حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا اور اس پر اپنا نور ڈالا جس کو وہ نور اس دن پہنچا وہ ہدایت یافتہ ہوگیا اور جس سے وہ نور ایک طرف رہا وہ گمراہ ہوگیا۔ اس نور سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے کیونکہ آپ سید الوجود اور اول مخلوق ہیں اور تمام جہانوں کا مخرج مصدر ہیں جس طرح پہلے ذکر کیا جا چکا ہے لیکن اس نور کی دلالت اس میں ہوگی جس میں قطب جلالت کے انوار موجود ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت اس پر دلالت فرماتے ہیں جس کے لیے شریعت اور طریقت ہو کیونکہ آپ کے اسرار وجود میں جاری ہوتے ہیں اور یہ اسرار رب معبود وحدہٗ لاشریک پر دلالت کرتے ہیں۔ ہم کہا کہ حضور کی ذات تیری ذات کے لیے ہر حجاب سے حجاب اعظم ہیں، خواہ وہ حجاب ظلمانی ہو یا نورانی، کیونکہ وارد ہوا کہ اللہ کے لیے ستر ہزار نور و ظلمت کے پردے ہیں اور حضور علیہ السلام ان سب پردوں سے بڑے حجاب ہیں اس لیے کہ آپ سوا سالک کے لیے ممکن ہے کہ وہ ہر پردے کو زائل کر دے مگر حضور ایسا پردہ ہیں جن کو زائل نہیں کیا جا سکتا اور ہر نبی اور ولی کی سیر کی انتہا یہاں تک ہی ہے اس سے آگے تجاوز نہیں کر سکتے اللہ کے اس قول کا اشارہ اسی طرف ہے وما منا الا لہٗ مقام معلوم۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے۔ کہ سچا سالک کمال توجہ سے ماسوا سے بے نیاز ہو کر سیر کرے اس پر عیاں ہو جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے کھڑے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی تجلیات کے ساتھ حضور کی طرف متوجہ ہے کیونکہ آپ وجود اور ماسوا سے اللہ کا اصل مقصود ہیں اس طرح اس سالک کو وہاں سے کچھ ابر کرم کے چھینٹے مل جائیں گے اور اس پر حضور کے فضل کا فیضان اور عموم رحمت کی تکمیل ہو جائے گی ہر وہ شخص جو حقیقت تجلیات کا قصد کرے اس کے لیے سید السادات حضور علیہ السلام کی ذات مانع بن جائے گی کیونکہ آپ وہ حجاب اعظم ہیں جس کی قطع و برید ممکن نہیں ہے آپ اللہ کی طرف سے اللہ کے بندوں کیلئے رحمت ہیں کیونکہ وہ حصول رحمت کی اہلیت نہیں رکھتے اور بعض وہ لوگ جن میں کچھ صلاحیت ہوتی ہے وہ آپ کے نور کی مدد سے ہے اس مقام میں سالک پر حضور کا کمال حال ظاہر ہوتا ہے کہ سرکار عالم سفلی کی منزل میں ہیں اور ان کا مولیٰ عالم علوی کی منزل میں ہے۔ یہ مثل صرف سمجھنے کے لیے ہے ورنہ بات اس سے اونچی ہے جد وجہد کر تو مشاہدہ کر لے گا کوشش کر حاصل کر لے گا یہیں سے بعض السادات کی صلوات کی معنی سمجھا جا سکتا۔ اللھم صل علی محمد عرش سبحانیتک المستوی علیہ

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

ذات ربوبیتک) اے اللہ رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیری رحمانیت کا عرش ہیں جس پر تیری ربوبیت کی ذات استوا فرماتی ہے)

اس کلام کو سیدی عارف باللہ سید عبد اللہ میرغنی سے صلوٰۃ مشیشیہ کی مدح میں نقل اللہ تعالیٰ مؤلف اور تالیف اور جمیع اولیائے کرام سے ہمیں نفع بخشے ۔

---

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

سیدی محمد البکری الکبیر المتوفی ۹۹۲ھ

رضی اللہ عنہ

کے

فرمودات گرامی

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر سکراتِ موت کی شدت کی وجہ پر ایک رسالہ کی صورت میں عارف باللہ محمد البکری کے فرمودہ جواہر۔

اللہ کے لیے حمد و ثنا اور اللہ کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندوں پر سلام بعد ازیں ضروری سمجھا گیا کہ حضور پر سکرات موت کے نزول اور شدت کی حکمت بیان کی جائے، نبی علیہ السلام سکرات موت کے نزول کے وقت (وا کرباہ) کہا اور لا الٰہ الا اللہ فرما کر کہا کہ موت میں کئی تکالیف اور مشکلات ہیں پھر اپنے چہرۂ اقدس پر پانی ملا۔ میں کہتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا مزاج نبوی وصفِ اعظم اور حالِ اکرم سے معتدل تھا۔ ضروری تھا کہ آپ درد والم کے اثرات کو زیادہ محسوس کرتے۔ مصنف رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں اس مقام پر گر پڑا ہوں جس طرح دو پہلوانوں میں سے ایک پچھڑ جاتا ہے، مثلاً جب آپ ترازو کے دو پلڑوں کو برابر کرنا چاہیں تو ان میں سے ایک میں کوئی اضافی چیز آ جائے تو اس پلڑے کا جھک جانا ایک ظاہر سی بات ہے۔ اسی طرح مزاج مصطفےٰ میں یہ بات رچی بسی ہوئی ہے کہ انسانی زندگی پر مضبوط گرفت رکھیں اور ہو بھی کیوں نہ کہ آپ ہی سے اصل انسانی زندگی کو تحریک ملی ہے اور انسانی زندگی آپ ہی سے قائم ہے آنحضور نے جب اپنے جسد انور سے روح کی رحلت محسوس کی یہ آپ پر گراں گزری جس کا دکھ درد ایک لازمی امر تھا جو حضور پر واقع ہوا، اس کی حکمت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر یہ کیفیت طاری فرما کر امت حضور کے لیے ظاہر فرما دیا کہ ہر کسی کو ان شدائد سے دوچار ہونا پڑے گا اور موت کے وقت اس پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا، نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حبیبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کو اپنی تمام مخلوق میں سے سب سے زیادہ پیارے ہیں آپ کی روح کو قبض کرنے کی اس صورت سے آپ کی امت پر یہ شدت ہلکی فرما دی یہ بھی اس حکمت کے قریب ہے۔ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی امت کے افراد کا محمل خزانہ بنایا ہے بلکہ آپ کی ذات اتنی وسیع ہے کہ تمام کائنات کے ہر فرد کا قیام آپ ہی پر موقوف ہے۔ کیونکہ آپ کائنات کی خشت اول ہیں اور کائنات کے ہر فرد سے پہلے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے کائنات پر غور فرماتا ہے کیونکہ آپ کائنات کی علتِ اصلیہ ہیں اور کائنات کا وجود فرضی چیز ہے۔ بیشک کائنات کے جواہر و اعراض آپ کی بارگاہ سے مدد طلب کرتے ہیں کیونکہ حضور کی ذات اللہ تعالیٰ کی حکمتِ تخلیق کی وجہ سے ان میں سرایت کئے ہوئے ہیں بنابریں ان کی رسیاں تنگ کر دی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ آسانی

marfat.com
Marfat.com

کا اصل مالک ہے، یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے جسم اطہر سے رُوح کی جدائی اس طرح ہے جس طرح ہر جسم سے ہر رُوح الگ ہو رہی ہو اور ہر زندہ کی زندگی کا دار و مدار حضور علیہ السلام پر ہے کیونکہ آپ وجود ہستی کا مرکز ہیں۔ حضور کو وقت نزع کی یہ تکلیف صرف حال کی نسبت سے جسے ہم نے آسان خبر کی طرح لکھا۔ درحقیقت یہ اُونچے نیچے گڑھوں میں سے اُبلتا چشمہ ہے اور فیضان کا ایک حصہ ہے اور کبیر سے قلیل ہے (یعنی عطیہ رب جلیل) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آخری وقت میں اعصابی تناؤ کی شدت کے احساس میں افرادِ اُمت کے آخری وقت کی کفالت کی ضمانت ہے اس امر میں یہ ایک حکمت ہے۔ کیا آپ نے یہ نہیں سُنا اللہ نے آپ کو عزیزٌ فرمایا۔ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ اسم عزیز پر وقف کے ساتھ اور اس اسم کا مابعد مبتدا اور خبر ہے اکثر نے یہی کہا ہے۔ حدیث میں آیا صحابہ ذکر کرتے جب جنگ سختی اختیار کر جاتی اور اس کی بھٹی گرم ہو جاتی تو ہم اس شدت سے حضور کی دُعا سے بچ نکلتے اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ سرکار کے وقت نزع سے پختہ اور مستقل عادات کی نشاندہی ہوتی۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جسے بادشاہ اُمور مملکت میں ایک کام پر تعینات کر دے اور اس کام کا امین بنا دے اور اس کام کے لیے اپنا جانشین بنا دے پھر کچھ عرصہ بعد اس کام کی انجام دہی سے اسے منتقل کرنے کا ارادہ کرے تو اس صورت میں امور مملکت میں مامور شخص پر ہیجان اور بے چینی کا سوار ہونا ایک لازمی امر ہے اس کے سامنے اپنی وہ خدمات آئیں گی جو اس نے ایام ولایت میں سرانجام دی تھیں اور اس محکمہ کے مسائل کے حل میں اسے پورا عبور اور اعتماد ہو چکا ہوتا ہے یہ بات بھی اس کے سامنے آئے گی کہ وہ اپنے محکمہ کے ہر مسئلہ کا شافی جواب دینے کی ہر وقت صلاحیت و استعداد رکھتا مثلاً ایک جرنیل جس کے ذمہ امور عسکریہ کر دیئے جائیں پھر اس کے پاس ایک لشکر بھیج کر کہا جائے کہ کسی دوسرے ملک میں جا کر ملازمت اختیار کر لو تو اس جرنیل کے ذہن میں دو باتوں کی اُلجھن ضرور پیدا ہو گی (۱) اس کی زیر [illegible] رہنے والے لشکریوں کے آئندہ حالات کی رعایت۔ (۲) اپنی سابقہ خدمات کی یادداشتیں اب آپ غور فرمائیں کہ خدا کی خدائی میں وہ کون سی مملکت تھی جہاں آپ کی کارفرمائی نہ ہو یا وہ کون سا محکمہ حکومت تھا جسے آپ کی سرپرستی حاصل نہ رہی ہو۔ ان مذکورہ تمام اُمور کا خلاصہ اور اس مشرب سے بر آمد کیا ہوا خالص مکھن یہ حضور پر اللہ کا احسان تھا اور حق تعالیٰ کی طرف سے اپنے محبوب کے لیے تنزلات احدیہ تجلیات صمدیہ۔ اسرار ذات قدسیہ اور [illegible] شاہ[illegible]ت [illegible] خاص صفات میں تک رہے تھے کا تحفہ تھا اس

marfat.com

Marfat.com

میں کوئی شک نہیں کہ تنزلات ربانیہ سے آپ بوجہ محسوس کرتے تھے اور من جانب اللہ کسی چیز کی اچانک آمد سے آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ ابتدائے نزول وحی میں آپ نے کس قدر شدت محسوس کی۔ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بے شک میں نے حضور علیہ السلام کو اس وقت دیکھا جب ان پر وحی خدا نازل ہو رہی تھی اور وہ دن بھی نہایت سرد تھا اس کے باوجود حضورؐ کا جسم عنبریں شرابور تھا اور آپ کے ماتھے سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔

اللہ نے اپنے قول میں اسی طرف اشارہ کیا :-

إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ [1]

ترجمہ: "بے شک ہم آپ پر ایک وزنی بات ڈالیں گے"

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آپ کی موت درحقیقت اللہ کے فیضان سے دائمی زندگی ہے آپ کے سکرات موت میں بڑے بڑے مشاہدات تھے جو مدت مقررہ پر جسم کی رسی تنگ ہونے پر ظاہر ہوئے اور یہ سب کچھ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا یہ سکرات درحقیقت مجاہدات تھے سکرات موت میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام کا اللہ کی خاص ملاقات میں یہ احساس اس لیے تھا کہ آپ خشیت الٰہی، عظمت و ہیبت ربانی اس کی جلالت شان سے بھی پوری طرح واقف تھے اور اپنی عبودیت اور قرب خداوندی سے بھی آگاہ تھے بنا بریں جب اُن پر جلال حالات و واقعات کا بالمشاہدہ معرفت و شعور حاصل ہوا پھر آپ کے حال پر ان سکرات کا اثر ہوا اسی لیے حضورؐ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھتا ہوں اور مجھے خوف خدا بھی تم سب سے زیادہ ہے۔ ایک حکمت یہ بھی ہے ملاقات روحی اور مقام سبوحی کی حاضری کے لیے شوق کی پرواز میں تیزی ہوگئی گویا حضور یہ چاہ رہے تھے روح قفس عنصری سے جلد پرواز کرے اور تیزی کے ساتھ قرب خاص میں داخل ہو جائے ایسا ہونے میں ضروری تھا کہ عالم طبیعت اور مزاج بشریت پر بوجھ آئے کیونکہ حرکت انتقال نہایت قوی تھی جس سے سید کل کائنات کا یہ حال ہوا اس مقام پر آپ کی طرف موت کی نسبت اس لیے کی گئی ہے کہ موت کی آمد پر آپ کی طبیعت میں بے چینی اور گھبراہٹ ظاہر

---

[1] پارہ ۲۹ سورہ مزمل آیت ۵

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

ہوئی تھی۔ حضور نے ارشاد فرمایا جو اللہ کی ملاقات چاہے اللہ اس سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے۔ ایک حکمت یہ بھی ہے عالم دنیا والوں کا تعلق اس ذات محمدیہ سے جو بارگاہِ خداوندی میں رسائی حاصل کئے ہوئے تھی اہل دنیا آپ کی بقا اس جسم شریف میں پسند کرتے تھے کیونکہ آپ کی ظاہری زندگی سے انہیں ہر طرح کی مدد حاصل ہو رہی تھی اور آپ کی زندگی درحقیقت ہر موجود کی زندگی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے آئینہ حق نما ہیں جس کی صفائی کی چمک میں کوئی نیا اضافہ ممکن نہ تھا اور نہ ہی آپ کی صفاتِ جمیلہ میں کسی نئی اختراع کا کوئی سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ کا سب کچھ فطری اور قدرتی تھا آئینہ مصطفائی میں تعلقات عالم محفوظ اور منعکس تھے ان تعلقات کے انقطاع سے ان سکرات کی شدت کا احساس ایک لازمی امر تھا، اہل دنیا آپ کی بقائے حیاتِ ظاہری کا ارادہ رکھتے جبکہ رب ذوالمنن جل شانہ کسی جان کو وقت مقررہ کے بعد ایک لحظہ بھی مؤخر نہیں کرتا اندریں صورت صورتِ حال نے شدت اختیار کی کیونکہ یہ دونوں صورتیں ایک دوسری کی نقیض تھیں جن کے متقاضیات الگ الگ تھے حضور علیہ السلام کے سکرات موت میں قہرِ خدا کا شائبہ تک تصور نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ سب کچھ بطور عطیہ اور حق کی دین تھی اور خلق کے ساتھ حضور کی قوت کا تعلق نمایاں کرنا مقصود تھا۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اوصاف عبودیت پر جاری فرمانا تھا اور یہ اوصاف عبودیت تمام مخلوق کی اوصاف افضل و اشرف ہیں کیا یہ حقیقت نہیں کہ اللہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار بخشا گیا کہ فرشتہ ہونے کی صورت میں نبی بنیں یا بندہ ہونے کی صورت میں نبی بنیں۔ تو آپ نے بندہ ہونے کی صورت میں نبی ہونا پسند کیا اور ارشاد فرمایا کہ میں ایک دن پیٹ خالی رہتا ہوں اور ایک دن شکم سیری سے کھاتا ہوں۔ علاوہ ازیں اسی طرح کچھ اور بھی فرمایا۔ مزاج عبودیت کا تقاضا یہی ہے کہ تکلیف اُمور پر شدت محسوس کرے بے شک حضور علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے گم شدہ ہونے پر ارشاد فرمایا، آنکھیں اشکبار ہیں دل خوفزدہ ہے اے بیٹے ابراہیم ہم تیرے فراق میں غمزدہ ہیں۔ حضور علیہ السلام کو اوصافِ عبودیت سے چونکہ محبت تھی اس لیے آپکو تکالیف بشریہ بھی ضروری تھیں، اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور محتاجی حضور اس لیے پیش کیا کرتے تھے تاکہ اللہ کا سلطان ربوبیت ہونا ظاہر ہو اور اس

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

کی رازداریاں قائم رہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر علم رکھتا۔ یہ رسالہ اختتام پذیر ہوا۔ احادیث صحیحہ کے دوبہ بسے ثواب کے حکم کو ذکر نہ کیا کیونکہ یہ ظاہر بات ہے تصحیح مولف کے ساتھ جواہر البحار کی دوسری جز بیسیں جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ میں مکمل ہوئی اور اس میں تیسری جز بھی شامل ہے جس کا آغاز امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ہوا ہے۔

سید امیر محمد شاہ قادری نقوی البخاری مترجم جواہر البحار جز ثانی۔
اختتام ترجمہ ۲۹ ۵/۸۴ بمطابق ۲۷ شعبان المعظم
سنہ ۱۴۰۴ھ

marfat.com
Marfat.com

اعترافِ مترجم

حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

بندہ یہ اعتراف کرتے ہوئے مسرّت محسوس کرتا ہے کہ نہ میں صاحبِ طرزِ ادیب ہوں نہ اہلِ زبان تیقناً میں اپنی علمی کم مائیگی کا بھی معترف ہوں تحدیثاً عرض گذار ہوں کہ گونا گوں مصروفیات کے باوجود آج مؤرخہ ۸۴-۵-۲۹ بمطابق ۲۷ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ کو جواہر البحار جلد دوم حصہ دوم کے ترجمہ سے بتائید اللہ و رسول فارغ ہوا اور حرفاً حرفاً پوری کتاب کی صحتِ اغلاط بھی مقدور بھر کر دی ہے۔ ربّ العالمین میری اس کوشش کو مؤلف کی سعی تمام کی طرح قبولیتِ انام اور شہرتِ دوام بخشے، اور اس ناچیز کے لیے توشۂ دنیا و آخرت ثابت ہو۔

آمین یا رب العالمین بوسیلة النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

علمی و ادبی سقم پر اہلِ علم و دانش سے آرزو مندِ اصلاح۔

سیّد امیر محمّد شاہ نقوی البخاری ثم القادری

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

تعارف مترجم

اسم گرامی: سید امیر محمد شاہ نقوی البخاری بن سید محمد امین شاہ بخاری۔

ولادت: اکیس دسمبر انیس سو چھپن (۱۹۵۶ء-۱۲-۲۱) پاکپتن شریف۔

تعلیم: ایم اے عربی و اسلامیات تنظیم المدارس و وفاق المدارس۔

فنی تعلیم: مستند طب و حکمت و کتابت و خطاطی۔

اساتذہ: تجوید و قرأت: قاری برکت علی ملتان۔ خوشنویسی: صوفی خورشید عالم مخمور۔ طب: دوست محمد اعوان صابر ملتانی۔ فارسی: جلال الدین جیون شاہ عارفوالہ۔ صرف: صوفی ہاشم علی بصیر پوری اوکاڑہ۔ نحو، فقہ، منطق: قاضی نور احمد میانوالی بلاغت و معانی و معقول: علامہ محمد یار خاں اوکاڑہ۔ اصول، تفسیر و فن امور عامہ علامہ غلام رسول سعیدی لاہور۔ حدیث: علامہ محمد رسول خاں ہزاروی و علامہ محمد ادریس کاندھلوی جامعہ اشرفیہ لاہور۔ فن تقریر: والد گرامی سید محمد امین پاکپتن۔ ترجمہ و تصنیف: سید شجاعت علی قادری مرحوم جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان کراچی۔ انگلش: چوہدری غلام رسول پروفیسر ایچی سن کالج لاہور۔ ریاضی: محمد شرف ہاشمی لاہور۔ سائنس: چوہدری غلام رسول ایچی سن کالج لاہور۔ روحانی شیخ: سیدنا طاہر علاؤ الدین قادری نقیب الاشراف بغداد عراق۔

علمی ادبی و مذہبی خدمات

تصنیف و ترجمہ: (۱) عربی قواعد اقل تا انجم (۲) اردو ترجمہ دیوانِ غوثِ اعظم فارسی۔ (۳) اردو ترجمہ جواہر البحار نبہانی حصہ چہارم (۴) سیر الملوک ہمدانی اور مناقب رومی پر علمی تعاون۔ عربی کلاس VIII کا اردو خلاصہ۔

تدریسی فرائض: کراچی دار العلوم نعیمیہ فیڈرل بی ایریا۔ دار العلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور۔ حال صدر عربی اساتذہ پنجاب محکمہ تعلیم حکومتِ پاکستان۔

www.muhammadiah.net

marfat.com

Marfat.com

تبلیغی کام بذریعہ خطابت: گلبرگ III لاہور۔ لاہور کینٹ۔ کراچی۔ ریم پارک لاہور۔
حال خطاباتِ جمعہ۔ جلال گنج دوچوک شاہ عالم گیٹ لاہور۔ تقاریر: پاکستان براڈکاسٹنگ
ریڈیو پاکستان۔ صراطِ مستقیم۔
مستقل اقامت ورہائش: شاہ نجف کالونی فیروزپور روڈ سانده بچہ اٹک ضلع قصور۔
حلقہ ارادت: لاہور، گوجرانوالہ، شیخوپورہ۔ قصور، ٹوبہ۔ میانوالی۔ لیہ۔ فیصل آباد۔

www.muhammadiah.net

marfat.com
Marfat.com

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۰ لاہور

www.muhammadilah.net

marfat.com